بخت نصر

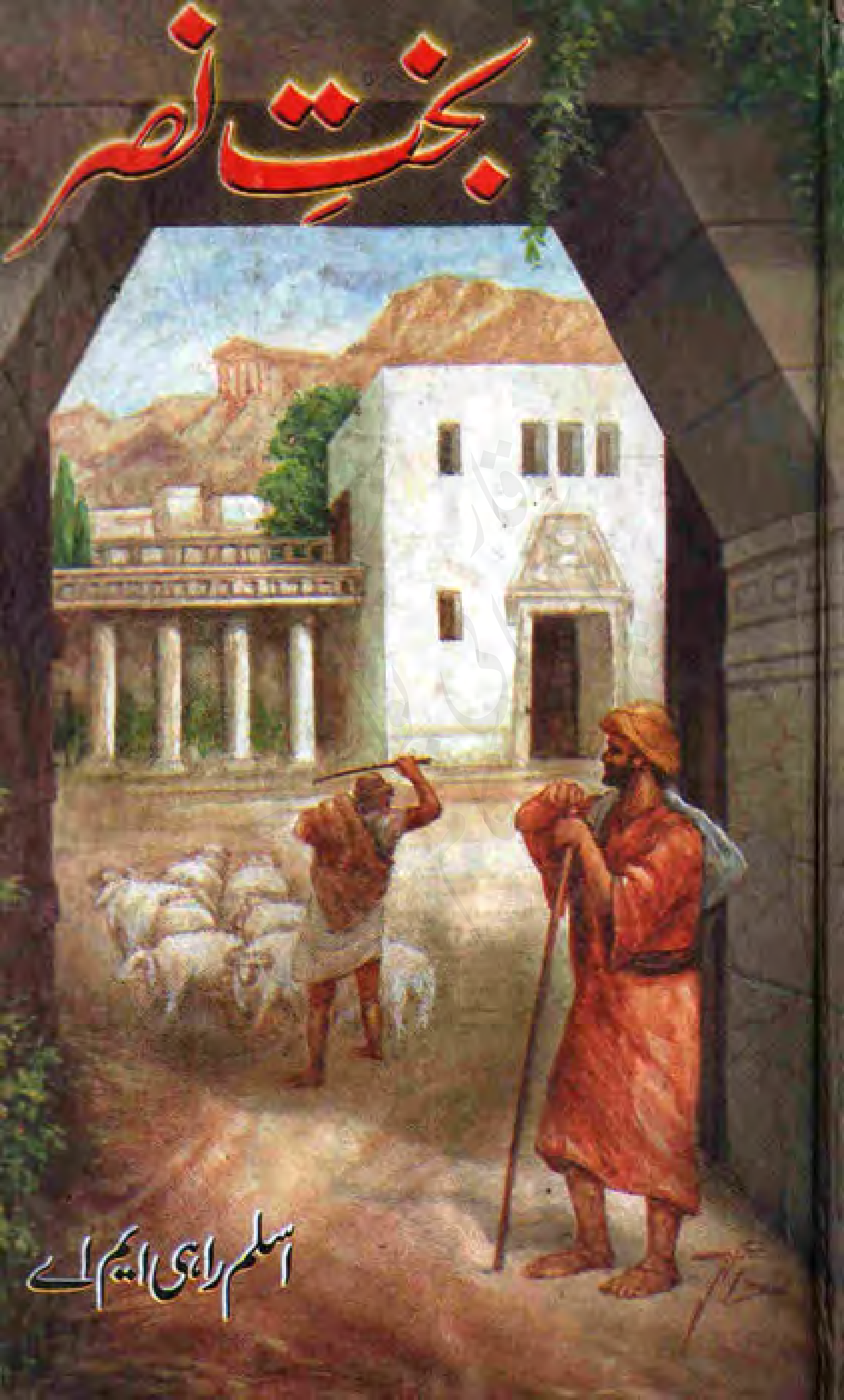

اسلم راہی ایم اے

●●●

ساتویں قبل مسیح اپنے انجام پر تھی۔ عروج پر آئے سرما کی گہری رات ہر شے کو اپنے دامن میں سمیٹ چکی تھی۔ ایسے میں خانہ بدوشوں کا ایک بہت بڑا کاروان اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو یروشلم سے نکل کر دمشق، وہاں سے سیدھی آگے راس الشحرہ پھر دائیں جانب مڑتی ہوئی تدمر، آگے بڑھ کر دریائے فرات کو عبور کر کے خابور اور پھر دریائے دجلہ تک آ کر اپنا رخ بائیں جانب موڑتے ہوئے نینوا کی طرف چلی گئی تھی۔

خانہ بدوشوں کے اس کاروان میں سینکڑوں اونٹ، گھوڑے، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ، بار برداری کے دوسرے جانوروں کے علاوہ ان گنت خانہ بدوش بھی تھے۔ شاہراہ راس الشحرہ سے مڑ کر جب تدمر اور آگے دریائے فرات کی طرف جاتی تھی تو فرات کے قریب آ کر خانہ بدوشوں کے ایک مغنی نے گانا شروع کیا تھا۔ جو وہ گا رہا تھا اس کا لب لباب کچھ اس طرح تھا۔

''اجنبی سن! مجھے غور سے سن! ہم خانہ بدوش ازل کے اسرار ابد کے رموز، شوق سے لبریز ماورائے فطرت حقیقتوں کے مسافر ہیں۔ ہماری پیروی نہ کرنا کہ ہم تو خشونت آمیز موجوں کے شور، پُر خار دشوار گزار سنگستانی راستوں اور شب و روز کی گردشوں میں طلسمی کشش اور نغمات کے دھاروں کی طرف سفر کرتے ہیں۔

اجنبی! خوف و موت کی دیویوں کا رقص، صحراؤں سے سر ابھارتے سراب، تیرگی کی الم خیز ویرانیاں، ہوس کی گرد میں لپٹے سناٹے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ہم کائنات کے وہ گمنام لوگ ہیں جو سمندری موجوں کے شور کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے نیزوں کی ہزاروں انیوں جیسی سورج کی پھوٹتی کرنوں کو اپنا سائبان بناتے ہوئے تباہی کے کھولتے غاروں سے خوابوں کی تعبیر کی طرح سفر کرتے ہیں۔

اجنبی سن! مجھے غور سے سن۔ زندگی کے ان نشیب و فراز راستوں پر کبھی ہم دکھ اور کرب کا شکار ہوتے ہیں اور پھر کائنات کے مالک کو یاد کرتے ہوئے ہم امن کی سنورتی بزم، ساحرانہ رسوم کی پیش قدمی کے سے سکون، لب و رخسار کی مہک کی سی طمانیت اور جنگلوں سے لپٹی ہریالی کی سی عافیت کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اجنبی! ہم بت شکن ہیں۔ اس کے سامنے جھکتے ہیں جو کڑکڑاتے بادلوں کی گرج، چمکتی برق کی آتش فشانی کو جنم دیتا ہے۔ جو اجرام ساوی کو اپنے قانون میں جکڑے ہوئے ہے۔ جس نے توحید کا عقیدہ غیر مرئی اور غیر محسوس معیاروں پر قائم نہیں کر رکھا۔

اجنبی! ہماری حالت پر حیران اور متجسس نہ ہو کہ ہم قدیم طلسم بھرے روز و شب کے رازدار، وصل کی حکایتوں، آبگینہ داستانوں کے بھیدی ہیں۔ صحراؤں، دشت کے کوہساروں، ویرانوں، دیولاخوں، سرابوں کے احساسات، طوفانوں کی لامحدود پرواز کی طرح اپنے دامن میں لئے پھرتے ہیں۔

اجنبی! اپنی بصارت کو میری طرف متوجہ کر۔ اپنے گوش کو میری سماعت کے لئے وقف کر کے ایک روز یادوں کے ثبات، جنہیں مرگ کے الجھے دھاگوں میں کھو کر ختم ہو جائیں گے۔ بھاگتے وقت کا جلال تمام ہو گا۔ تقدیر کے پیچ و خم اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ زیست کے باب بند ہو جائیں گے۔ ہر شے فنا ہو جائے گی۔ باقی وہی کائنات کا مالک رہے گا جس کی ہم بندگی اور عبادت کرتے ہیں۔"

یہاں تک گانے کے بعد وہ مغنی خاموش ہو گیا تھا اور اس کی اس خاموشی کے تھوڑی ہی دیر بعد کسی دوسرے مغنی نے قدیم عربوں کی حدی گانی شروع کر دی تھی۔ اس حدی میں پاکیزگی کی ملائم مسکراہٹ جیسی کشش، ذہن کے دریچوں میں اترتی نکہت اور فرقت جیسا جذب، رنگوں میں رقصاں ہوتی شبنم اور چاندنی جیسی پذیرائی اور ساتھ ہی مغنی کی آواز میں عقل و شعور کو تسخیر کرتا ایک سوز سا تھا۔ اس حدی کا کاروان پر ایسا اثر ہوا کہ حدی کی آواز سنتے ہی اونٹوں نے اس کی لے پر اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ اب اونٹوں کی گردنوں میں جو بڑے بڑے جرس بندھے ہوئے تھے وہ زیادہ تیز صداؤں میں بج اٹھے تھے۔ اس کاروانی شاہراہ پر جرس کی صداؤں، کاروانی آہٹوں کا ایک کہرام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس طرح خانہ بدوشوں کا وہ کاروان گاتے چاند، ہنستے ستاروں، راستوں کے غبار، ندیوں کی روانی، آندھیوں کے جھکڑوں، بگولوں کے شور اور صحراؤں کی

پہنائیوں کو ناپتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب مشرق سے سورج کے قرص نے نمودار ہو کر زمین کے سینے کو منور کرنا شروع کیا تو وہ کاروان دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچ گیا اور وہاں خانہ بدوشوں کے اس کاروان کے سردار نے دریائے دجلہ کے کنارے کے ساتھ ہی پڑاؤ قائم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی خانہ بدوش آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئے۔ اونٹوں کی نکیلیں ان کی ٹانگوں پر مارتے ہوئے انہیں دریائے دجلہ کے کنارے کی ریت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ گھوڑوں، باربرداری کے دوسرے جانوروں سے سامان اتارا جانے لگا تھا۔ اونٹوں کی پیٹھیں خالی کر کے ان کے کجاوے، گھوڑوں کی زینیں اتار دی گئی تھیں۔ اس کے بعد کچھ جوانوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے علاوہ اونٹوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے گلوں کو دریائے دجلہ کی طرف ہانک دیا تھا اور سارے جانور کچھ اس طرح پانی پینے لگے تھے کہ گویا وہ دریائے دجلہ کی روانی کو روک کر رکھ دیں گے۔

جس وقت سارے جانور دریائے دجلہ کے کنارے پانی پی رہے تھے اس وقت ان گنت خانہ بدوش بڑی تیزی، مہارت اور سرعت کے ساتھ اپنے خیمے نصب کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر خانہ بدوشوں کا سردار جس کا نام فردرس تھا، وہ ایک طرف بیٹھا اپنے بیٹے اشجع بن فردرس، اپنی بیوی ازلام اور اپنی حسین و جمیل بچپنے کی حدود کو الوداع کہتی بیٹی عشیرہ کو دیکھ رہا تھا جو ایک جگہ کھڑے خیموں کے نصب ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔

خانہ بدوشوں کے سردار فردرس کی بیٹی عشیرہ طلب کی لگن، وفا کی لو، عقیدتوں کی آنچ جیسی خوبرو، کونپلوں کے گداز، شادمانی کی کلیوں اور ماورائے بیان سرشاری جیسی پُر جمال، فسوں خیز، چاندنی حکمت کے زمرے لعل بدخشاں جیسی حسین تھی۔ جس وقت وہ خیموں کا منظر دیکھتے ہوئے کبھی کبھی اپنے باپ، اپنی ماں اور بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے گفتگو کرتی تھی تو یوں لگتا تھا گویا اس کی ذات جادو کا عصا، اس کی خوبصورتی کسی معبد کا نسخہ، اس کا سراپا، اس کی آواز نغمات کا دھارا اور اس کے جسم میں ایک ان دیکھی انوکھی نا آشنا سحر انگیزی تھی۔

جس وقت وہ چاروں آپس میں باتیں کر رہے تھے اس وقت خانہ بدوشوں کا نائب سالار زہیر بن سلمی، اس کے دو بیٹے زید بن زہیر، سنان بن زہیر، اس کی بیوی احاطہ اور بیٹی اتاشید پانچوں اس جگہ آن کھڑے ہوئے جہاں خانہ بدوشوں کا سردار اپنے

بیوی، بیٹے اور حسین و جمیل بیٹی عشیرہ کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس طرح سب نصب ہوتے خیموں کا منظر دیکھنے کے ساتھ ساتھ باہم گفتگو بھی کرنے لگے تھے۔

جب خیمے نصب ہو چکے تب خانہ بدوشوں کا سردار فردرس اپنے نائب زہیر بن سلمی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن سلمی! میرا خیمہ نصب ہو گیا ہے۔ سب وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔''

اس پر زہیر بن سلمی اور اس کے اہل خانہ فردرس، اس کی بیوی، بیٹے اور بیٹی کے ساتھ ہو لئے تھے۔

جب خانہ بدوشوں کے سارے جانور دریائے دجلہ سے پانی پی چکے تب بہت سے نوجوان جو خیمے نصب کرنے سے فارغ ہو چکے تھے ان میں سے کچھ سارے جانوروں کو ہانکتے ہوئے دریائے دجلہ سے ہٹ کر کھلے اور بلند میدانوں کی طرف لے گئے تھے جہاں دور دور تک گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ گو سردی کی وجہ سے گھاس بھوری ہوتی جا رہی تھی لیکن رات بھر سفر کرنے والے بھوکے جانور بڑی تیزی سے گھاس پر منہ مارتے ہوئے اپنا پیٹ بھرنے میں لگ گئے تھے۔

جس وقت سارے جانور کھلے میدانوں میں چر رہے تھے تو بہت سے خانہ بدوش سارے جانوروں کے اردگرد ان کی حفاظت کی خاطر پھیل چکے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چھوٹا سا ایک لشکر جس کے سامنے شاید اس کا سرخیل یا سردار اپنے گھوڑے کو بھگاتا آ رہا تھا، خانہ بدوش چرواہوں کی طرف آیا۔ وہ دریا کے اوپری طرف سے آئے تھے جہاں ایک جگہ چند خانہ بدوش جمع تھے۔ ان کے پاس آ کر آنے والے مسلح دستوں کا سالار رک گیا، پھر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے تحکمانہ انداز میں اس نے خانہ بدوشوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''تم لوگ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کدھر کا رخ کر رہے ہو؟ اگر ہم تم سے اونٹ اور بھیڑ بکریاں لینا چاہیں تو اس سلسلے میں تم کیا وصول کرو گے؟ ایک بات یاد رکھنا، ہمارا لشکر یہاں سے صرف دو فرلانگ اوپر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ ہم لوگ ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے لشکری ہیں۔ ہمارا بادشاہ نینوا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہاں ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے اور کل پڑاؤ اٹھا کر نینوا کا رخ کریں گے۔ اور اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ اب بتاؤ تم کیسے اور کس طرح یہ جانور ہمارے حوالے

کر سکتے ہو؟ مول سوچ سمجھ کر بتانا۔ اس لئے کہ ضرورت پڑنے پر ہمارا بادشاہ کیا کسارا اپنی ضرورت کے مطابق قیمت ادا کئے بغیر جانور زبردستی بھی چھین سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مسلح جوان جب خاموش ہوا تب ایک خانہ بدوش اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اجنبی! اگر تم لوگ کیا کسارا کے لشکری ہو تو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہم چرواہے ہیں۔ وہ سامنے دریائے دجلہ کی طرف ہمارے قبیلے نے پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ ہم اکادی عرب ہیں۔ ہمارا سردار اور نائب سردار ہے۔ اگر تم جانور حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سلسلے میں ہمارے سردار سے بات کرو۔ سردار کا نام فردرس اور نائب سردار کا نام زہیر بن سلمی ہے۔ اگر وہ تم لوگوں کو قیمت لئے بغیر تمہاری ضرورت کے مطابق جانور دے سکتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اس سلسلے میں ہم سے کوئی گفتگو نہ کرو۔ ہمارے پڑاؤ کی طرف جاؤ اور ہمارے سردار سے اس سلسلے میں بات کر لو۔''

ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کا وہ سالار اور اس کے مسلح ساتھی وہاں سے ہٹ گئے تھے اور خانہ بدوشوں کے پڑاؤ کی طرف بڑھے تھے۔

دوسری طرف خانہ بدوشوں کا سردار اور نائب سردار دونوں اپنے اہل خانہ کے ساتھ فردرس کے خیمے میں بیٹھے کسی موضوع پر باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک خانہ بدوش خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور سردار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سردار! ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے کچھ لشکری اور ایک سالار آئے ہیں۔ وہ آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں۔ کچھ جانوروں کی خریداری کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

اس موقع پر فردرس اور زہیر بن سلمی اور دونوں کی بیویاں ازام اور احاطہ پریشانی کے عالم میں فردرس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ دونوں کی بیٹیاں عشیرہ اور اناشید بھی فکرمندی کا شکار ہو چکی تھیں۔ تاہم اس موقع پر فردرس اور زہیر بن سلمی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی فردرس کا بیٹا اشجع بن فردرس اور زہیر بن سلمی کے دونوں بیٹے زید بن زہیر اور سنان بن زہیر بھی اٹھے۔ پانچوں خیمے سے باہر آئے۔

خیمے سے باہر ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کا سالار اور لشکری اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے تھے۔ دوسری طرف احاطہ، ازام، حسین و خوبصورت عشیرہ اور پُر جمال اناشید

خیمے کے پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر آنے والوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔

فردرس آنے والوں کے سردار کے پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام فردرس ہے۔ میں خانہ بدوش قبیلے کا سردار ہوں۔ یہ زہیر بن سلمی نائب سردار ہے اور یہ ہمارے ساتھ ہمارے بچے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ایران کے شہنشاہ کیاکسارا کے سالار اور آپ کے ساتھ آپ کے لشکری ہیں۔ آپ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟''

اس موقع پر کیاکسارا کے سالار نے چند لمحوں تک باری باری بڑے غور سے فردرس اور زہیر بن سلمی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ہمارا شہنشاہ کیاکسارا نینوا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے یہاں سے صرف دو فرلانگ اوپر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ ہم کل کوچ کریں گے۔ نینوا پر حملہ آور ہوں گے۔ ہمیں لشکر کی خوراک کے لئے جانوروں کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے ہم آس پاس کی بستیوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبروں نے بتایا کہ ایک بہت بڑے خانہ بدوش قبیلے نے یہاں پڑاؤ کیا ہے اور ان کے پاس ان گنت جانور ہیں۔ سو ہم تم سے جانور لینے کے لئے آ گئے ہیں۔ اس سے پہلے تمہارے کچھ خانہ بدوشوں سے بھی میری گفتگو ہوئی ہے۔ میں انہیں بھی بتا چکا ہوں کہ قیمت اور مول سوچ سمجھ کر بتانا۔ اگر حد سے گزر گئے تو ہمارا بادشاہ کیاکسارا تم لوگوں سے جانور زبردستی بھی لے سکتا ہے۔''

ایران کے بادشاہ کیاکسارا کے سالار کی اس گفتگو سے فردرس اور زہیر بن سلمی دونوں کی پیشانیوں پر بل پڑ گئے تھے۔ اس موقع پر فردرس نے اپنے بیٹے اشجع بن فردرس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اشجع میرے بیٹے! ذرا نفیل بن ساعدہ کو بلا کر لاؤ۔''

اپنے باپ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا بیٹا اشجع وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ایرانی سالار فردرس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام ایرج ہے۔ میں ایران کے شہنشاہ کیاکسارا کے چوٹی کے سالاروں میں سے ایک ہوں۔ یہ تم نے کس کو بلایا ہے جس کا نام تم نے نفیل بن ساعدہ لیا ہے؟ یہ

کون ہے؟ کیا تم خانہ بدوشوں کا کوئی کاہن یا بزرگ ہے جس سے تم لوگ مشورہ کرنا چاہتے ہو؟''

ایرج کے ان الفاظ پر فردرس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''اگر تم برا نہ مانو تو کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم ایران کے شہنشاہ کے لشکر میں کیا ہو؟''

جواب میں ایرج جھٹ سے کہنے لگا۔

''میں اس کے لشکر میں ایک سردار ہوں اور میرے ماتحت ان گنت لشکری ہیں۔''

ایرج کے خاموش ہوتے ہی فردرس ایک دم بول اٹھا۔

''جس طرح تمہارے بادشاہ کے تحت سالار ہیں اور اس کے تحت لشکری ہیں اسی طرح ہم خانہ بدوشوں کا بھی ایک لشکر ہے جو اپنے پڑاؤ کے علاوہ اپنے جانوروں اور اپنی ساری اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو تحفظ کا سامان بھی کرتا ہے۔ ہمارے ان جنگجو ساتھیوں کا ایک سالار بھی ہے اسی کا نام نفیل بن ساعدہ ہے اور اسی کو میں نے بلایا ہے۔ میرے عزیز! جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا مناسب جواب وہی دے گا۔ اس لئے کہ میرے لشکر میں جس قدر جنگجو اور مسلح جوان ہیں جن کے ذمے پڑاؤ اور جانوروں کی حفاظت ہے ان سب کا سالار یہ نفیل بن ساعدہ ہی ہے۔''

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ فردرس کا بیٹا اشجع لوٹا۔ اس کے ساتھ ایک دراز قد اور انتہا درجہ کا کڑیل جوان تھا۔ کم عمر تھا۔ اس کی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں لیکن تھا بڑا توانا۔ وہ اس وقت اپنے جنگی لباس میں تھا۔ سر پر چمکتا ہوا آہنی خود تھا جس پر اس نے اپنا عمامہ باندھ رکھا تھا لیکن کہیں کہیں سے وہ خود تانک جھانک کر رہا تھا۔ جسم پر زرہ تھی۔ کمر پر سرخ چمڑے کی خوبصورت پیٹی تھی جس کے اندر اس کا خنجر اور تلوار تھی۔ دونوں بازوؤں پر جوشن تھے۔

جب وہ قریب آیا تو ایرانی سالار ایرج تھوڑی دیر تک اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا۔ اس لئے کہ ایرج کا قد اس سے چھوٹا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملانے کے لئے ایرج کو اوپر دیکھنا پڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنے والے نوجوان نفیل بن ساعدہ نے فردرس کو مخاطب کیا۔

''سردار! کیا معاملہ ہے؟ کون جانور لینا چاہتا ہے؟''

اس پر فردوس ایرج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کا سالار ہے۔ اپنا نام ایرج بتاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے مسلح جوان ہیں۔ یہ ہم سے جانور حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مول سوچ سمجھ کر لگائیں۔ حد سے بڑھیں گے تو ان کا بادشاہ ہم سے زبردستی بھی جانور چھین سکتا ہے۔''

فردوس جب خاموش ہوا تب لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے ایرانی سردار ایرج کی طرف دیکھا پھر بڑے نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مہربانو! ہم بڑے بے ضرر خانہ بدوش ہیں۔ ہم اکادی عرب ہیں۔ برسوں نہیں بلکہ صدیوں سے ہم خانہ بدوشوں کی حیثیت سے متحرک ہیں۔ ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد، ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد اسی طرح خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ ہم چراگاہوں کی تلاش میں جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہوئے ایک چکر لگاتے ہیں۔ میرے عزیز! ہماری ابتداء یمن سے ہوتی ہے۔ دشت عرب میں سے ہوتے ہوئے انباط، پھر پیڑہ پہنچ کر وہاں سے رخ بدلتے ہوئے مدین چلے جاتے ہیں۔ وہاں جانوروں کے لئے گھاس خوب ملتی ہے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کرتے ہیں۔ مدین سے نکل کر جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہوئے یروشلم، وہاں سے دمشق، وہاں سے راس الشحرہ پھر قدمر پھر خابور اور اس کے بعد یہاں پہنچتے ہیں جہاں ہم نے پڑاؤ کیا ہے۔ یہاں سے ہم اپنا رخ تبدیل کریں گے۔ نیچے کی طرف جائیں گے۔ بابل کے نواح میں قیام کریں گے۔ بابل کا بادشاہ نیبو پولاسر اور اس کا بیٹا بخت نصر بھی ہمارے خوب جاننے والے ہیں۔ بابل میں قیام کرنے کے بعد ہم پھر واپس آئیں گے اور جہاں جہاں پڑاؤ کرتے رہے ہیں وہیں وہیں قیام کرتے ہوئے، ٹھہرتے ہوئے دوبارہ یمن کی طرف لوٹ جائیں گے۔ میرے عزیز! یوں جانو خانہ بدوشانہ چکر صدیوں سے جاری ہے اور نجانے کب تک جاری رہے گا۔ ہم چونکہ بے ضرر اور پُر امن لوگ ہیں لہٰذا میں تم سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں کسی ابتلا کا نشانہ بنانے کی کوشش نہ کرو۔ ہمارے پاس فروخت کے لئے جانور نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ضرورت پڑنے پر ہم جانور فروخت کرتے ہیں لیکن یروشلم میں ہم کچھ جانور فروخت کر چکے ہیں اور پھر میں تم پر یہ

بھی انکشاف کروں کہ یہ جانور ایک شخص کے نہیں ہیں۔ ہمارے خانہ بدوش قبیلے میں بے شمار گھرانے ہیں۔ ہر گھرانے کے اپنے اپنے جانور ہیں اور ان کی پہچان کچھ کے سینگوں پر رنگ و روغن کے نشان ہیں۔ کچھ کی دموں پر، کچھ کی پیٹھ پر، کچھ کے پاؤں، کچھ کی گردنوں، کچھ کی پسلیوں پر مختلف قسم کے نشان ہیں۔ انہی نشانوں سے ہر شخص اپنے گلوں کے جانوروں کو پہچانتا ہے۔ لہٰذا کسی ایک شخص سے یا ہمارے قبیلے کے سردار سے آپ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں اتنے جانور دے دو۔ اس لئے کہ یہ جانور سب خانہ بدوشوں کے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو ایرج انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو تم لوگ ہمیں جانور نہیں دو گے۔''

اس موقع پر ابن ساعدہ نے بھی اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہنے لگا۔

''تم میرا جواب سن ہی چکے ہو۔''

ایرج نے اس بار غصے کی حالت میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر ہم زبردستی تم سے جانور حاصل کر لیں تو تم کیا کر سکتے ہو؟''

ایرج کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ تاؤ کھا گیا تھا۔ آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔ پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے ہونٹ کاٹے پھر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! زبردستی کی بات نہ کرنا۔ اگر تم ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے سالار ہو تو میں اپنے سردار فردوس کا سالار ہوں۔ اگر ہم جگہ جگہ خانہ بدوشانہ پڑاؤ کر سکتے ہیں، راتوں کی تاریکی میں اپنی مسافتوں کو ناپ سکتے ہیں تو اپنی حفاظت کا سامان بھی کر سکتے ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو پر ایرج تاؤ کھا گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''کیا تمہارا رویہ گستاخانہ، تمہاری گفتگو بے تمیزانہ نہیں ہے؟''

نفیل بن ساعدہ کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

''سن کیا کسارا کے سالار! جو جملہ تم نے مجھ سے کہا ہے یہی جملہ اگر میں تم سے کہوں تو پھر تمہارے کیا جذبات ہوں گے؟''

اس پر ایرج اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا تھا۔ تلوار بے نیام کرنا چاہتا تھا کہ نفیل آگے بڑھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس قدر زور سے جھٹکا دیا کہ ایرج بلبلا اٹھا تھا۔ ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''تلوار کو کھینچ کر بات والوں سے نپٹنے کی کوشش کی تو سن، میں تیرا بازو کھینچ کر تیرے جسم سے علیحدہ کر دوں گا۔ اپنی حدود میں رہ کر مجھ سے گفتگو کر۔ اگر تو کیا کسارا کا سالار ہے تو میں اس خانہ بدوش قبیلے کے جنگجوؤں کا سالار ہوں۔ کان لپیٹ کر یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تم میں سے کسی کو بھی زندہ واپس جانا نصیب نہ ہوگا۔''

اس موقع پر ایرج کے مسلح جوان حرکت میں آنا چاہتے تھے لیکن اس وقت تک ان خانہ بدوشوں کے مسلح جوان ان کے اطراف میں پھیل چکے تھے۔ لہٰذا اپنی جانوں کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے وہ خاموش رہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایرج کی حمایت میں اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر نہ لے کر گیا تھا۔

دوسری طرف خیمے کے پردے کے پیچھے احاط، ازلام اور اناشید کے ساتھ کھڑی حسین اور خوبصورت عشیرہ تینوں کی طرف فخریہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس ایرانی سالار ایرج کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کر کے نفیل بن ساعدہ نے دل خوش کر دیا ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کے سلوک کے جواب میں ایرج کسی ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس کا ایک چھوٹا سالار انتہا درجے کے خوف اور خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''شہنشاہ دوسرے سالاروں اور محافظوں کے ساتھ ادھر ہی آ رہا ہے۔ اس لئے کہ جب سے ہم نے یہاں پڑاؤ کیا ہے وہ اس طرف ہی گھوڑ دوڑ کے لئے آتے ہیں۔''

ان الفاظ پر ایرج کچھ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ لباس اس نے درست کر لیا تھا۔

اتنی دیر تک اوپر کی سمت سے آنے والے گھوڑ سوار قریب پہنچ گئے تھے۔ ان میں ایران کا شہنشاہ کیا کسارا بھی شامل تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے کیا کسارا نے پہلے سب کی طرف دیکھا پھر اپنے سالار ایرج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیا معاملہ ہے؟''

اس پر ایرج شکایت کے انداز میں کہنے لگا۔

''یہ ان خانہ بدوشوں کا مسلح جوان ہے۔ اس کا نام نفیل بن ساعدہ ہے۔ اس نے جہاں الفاظ میں میری بے عزتی کی ہے وہاں میرا ہاتھ پکڑ کر جھینپا ہے اور دھمکی دی ہے کہ یہ میرا بازو کھینچ کر میرے جسم سے علیحدہ کر دے گا۔''

اپنے سالار ایرج کے یہ الفاظ سن کر کیا کسارا اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ جو دوسرے سالار اور محافظ تھے وہ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ آہستہ آہستہ ایک وقار کے ساتھ چلتا ہوا کیا کسارا نفیل بن ساعدہ کے پاس آیا، بڑے نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا معاملہ ہوا؟''

جواب میں بڑی نرمی میں نفیل بن ساعدہ نے بھی اب تک ہونے والی گفتگو کی ساری تفصیل بتا دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد کیا کسارا کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''میں تم لوگوں سے مل کر فخر محسوس کرتا ہوں کہ تم لوگ عربوں کے قدیم قبیلہ اکاد سے تعلق رکھتے ہو۔ یہی اکادی بھی ان سارے علاقوں کے حکمران بھی تھے اور ان علاقوں کی بڑی ناقابل تسخیر قوت خیال کئے جاتے تھے۔''

اس کے بعد کیا کسارا مڑا، کچھ دیر تک وہ کھا جانے والے انداز میں اپنے سالار ایرج کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''کس نے تمہیں حکم دیا کہ تم اپنے مسلح دستوں کے ساتھ اس خانہ بدوش قبیلے کی طرف آؤ؟ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابھی ابھی یہاں پڑاؤ کیا ہے۔ میں نے تو تمہیں حکم دیا تھا کہ آس پاس کی بستیوں کے لوگوں کی طرف جاؤ۔ وہاں سے جس قیمت پر لوگ اپنے جانور بیچنا چاہیں، انہیں معقول قیمت دے کر ان سے جانور حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ان خانہ بدوشوں کے پاس آ کر تکرار کرو، ان سے لڑو جھگڑو اور ان سے جانور زبردستی چھیننے کی کوشش کرو۔ تمہارے اس رویے پر میں شرم محسوس کر رہا ہوں اور تم کو خود بھی ایسا معاملہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ اس لئے کہ اگر میں یہاں نہ پہنچتا تو یہ لوگ یہی خیال کرتے کہ جس طرح کا ایران کا شہنشاہ کیا کسارا ہے اسی طرح کے اس کے سالار ہیں اور یہ میرے لئے بڑی بدنامی اور بڑی

بے عزتی کا معاملہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کیاکسارا پیچھے ہٹا، کچھ سوچا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم نے اپنا نام نفیل بن ساعدہ بتایا ہے۔ مجھے تمہارا نام بھی بہت پسند ہے۔ بہت اچھا اور پرکشش نام ہے۔ اگر میں یہاں نہ آتا تو کیا تم میرے سالار سے ٹکرا جاتے؟''

کیاکسارا کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

''ایسا ویسا ٹکراتا۔ اس کو تو میں اپنے ان بندوں کے اندر زیر کر کے رکھ دیتا۔ لیکن اس کے ساتھ جو اس کے مسلح جوان ہیں انہیں کچھ نہ کہتا اس لئے کہ ان میں سے کسی نے میرے ساتھ کوئی حد سے بڑھی ہوئی گفتگو کی نہ ہی ان میں سے کوئی مجھ سے مخاطب ہوا ہے۔''

کیاکسارا کچھ دیر تک مسکراتا رہا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! اپنی گفتگو کے دوران تم نے بتایا ہے کہ تم خانہ بدوش جنگجوؤں کے سالار ہو۔ اور یہ میرا سالار ہے۔ اس کا نام ایرج ہے۔ کیا تم اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرو گے؟''

نفیل بن ساعدہ کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا۔ کہنے لگا۔

''ایسا ویسا مقابلہ! اس کے علاوہ اور بھی سالار آپ لے آئیں۔ میں ان کے ساتھ بھی تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اے بادشاہ! ہم خانہ بدوش صحرا نورد اور بے ہنر سے لوگ ہیں۔ ہمارے پاس صرف تیغ زنی کا ہی ایک ہنر ہے جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے کیاکسارا خوش ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''تمہاری گفتگو بھی بڑی خوش کن ہے۔''

پھر اس نے ایرج کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ذرا اس خانہ بدوش کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

پھر کیاکسارا نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا۔

''خانہ بدوش! سنو۔ اگر تم تیغ زنی کے مقابلے میں میرے سالار ایرج سے ہار گئے تو پھر تم خانہ بدوشوں کے اندر جس قدر مسلح جنگجو ہیں ان سب کو میرے لشکر میں شامل

ہو کر میرے ساتھ نینوا پر حملہ آور ہونا ہوگا۔ نینوا کو فتح کرنے کے بعد پھر تم لوگ جہاں چاہو گے۔ آزاد ہو گے۔

نفیل کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

''کیا یہ آپ کی شرط ہے؟''

مسکراتے ہوئے جب کیاکسارا نے اثبات میں گردن ہلائی تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

''اگر آپ ہم پر شرط مسلط کر رہے ہیں تو پھر میری طرف سے بھی ایک شرط ہونی چاہئے۔ اگر میں آپ کے اس سالار کو لمحوں کے اندر تیغ زنی میں مات دے گیا تب؟''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فخریہ سے انداز میں کیاکسارا نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے سالار کا نام ایرج ہے۔ یہ میرے چوٹی کے چند عمدہ اور نایاب سالاروں میں سے ایک ہے۔ اگر تم نے یہاں میرے سامنے اسے تیغ زنی میں مات کر دیا تو میں تمہیں انعام میں ایک ہزار اشرفی دوں گا۔ مقابلے کے بعد میں یہیں کھڑا رہوں گا۔ میرے کچھ جوان جائیں گے۔ جس رقم کا ذکر میں نے کیا ہے وہ لے کر آئیں گے اور وہ رقم تمہارے حوالے کرنے کے بعد ہم یہاں سے جائیں گے۔''

کیاکسارا کی اس گفتگو سے نفیل بن ساعدہ کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کہنے لگا۔

''آپ نے میرے حق میں یہ شرط دے کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب ذرا اپنے سالار سے کہیں کہ مقابلے کے لئے تیار ہو جائے۔''

اس پر کیاکسارا کہنے لگا۔

''یوں نہیں ...... دیکھو، میرے سالار کے پاس ڈھال ہے۔ تمہارے پاس ڈھال نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اپنے سب خانہ بدوشوں کو یہاں جمع کر لو۔ سب کی موجودگی میں اس مقابلے کا لطف آئے گا۔''

اس موقع پر فردرس اور زہیر بن سلمی دونوں کیاکسارا کے پاس آئے پھر فردرس کہنے لگا۔ ''ہم آپ کے بیٹھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے سارے خانہ بدوشوں کو یہاں جمع کر لیتے ہیں۔''

کیا سارا خوش طبعی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے بتا دیا گیا ہے کہ تم خانہ بدوشوں کے سردار ہو اور تمہارے ساتھ تمہارا نائب سالار ہے۔ اگر تم کھڑے رہ سکتے ہو تو میرے کھڑے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔''

فردوس نے اس موقع پر وہاں کھڑے کچھ خانہ بدوشوں کو حکم دیا کہ اپنے سارے لوگوں کو یہاں جمع کر لیں۔ ساتھ ہی اس نے اپنے بیٹے اشجع سے کہا کہ وہ اپنے خیمے میں جائے اور نفیل بن ساعدہ کے لئے ڈھال لے آئے۔

اس پر وہ خانہ بدوش وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ اشجع اپنے خیمے کی طرف بڑھا۔ جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو اس کی چھوٹی بہن عشیرہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ڈھال لے کر جب وہ جانے لگا تو عشیرہ اسے روک کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''بھائی! واپس جا کر پہلے نفیل بن ساعدہ کے کان میں کہنا کہ میں، میری ماں اناشید اور اس کی ماں کا کہنا ہے کہ اگر آج وہ اس ایرانی سالار کو چت کر دے تو ہم چاروں مل کر اسے وہ انعام دیں گی کہ اس کی زندگی سہل ہو جائے گی۔''

اپنی بہن عشیرہ کے ان الفاظ پر اشجع بن فردوس ڈھال اٹھائے باہر نکل گیا تھا۔ سیدھا نفیل بن ساعدہ کے پاس گیا۔ پہلے ڈھال اسے تھمائی، پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب پہنچا کر اپنی بہن عشیرہ کے الفاظ کہہ دیئے تھے۔

وہ الفاظ سن کر نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا تھا۔ پھر اس نے اپنی تلوار اور ڈھال پر گرفت مضبوط کر لی تھی۔

اب خانہ بدوش بڑی تیزی سے ایک گول دائرے کی صورت میں وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر کیا سارا نے پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر اس سے کہنے لگا۔

''مجھے یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ تم خانہ بدوشوں کے جنگجوؤں کے سربراہ یا سالار ہو۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمہاری شخصیت بڑی جاذب نظر ہے۔ بظاہر تم کڑیل نوجوان لگتے ہو۔ قد کاٹھ کے بھی بڑے عمدہ ہو۔ اعضاء و جوارح بھی بڑے مضبوط ہیں۔ یہ تو کہو کہ تم گھر کے کتنے افراد ہو؟''

دھیمے دھیمے لہجے میں نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! ہم گھر کے صرف دو ہی افراد ہیں۔''

ان الفاظ پر کیا سارا کے چہرے پر تعجب سا نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''دو۔۔۔ دو افراد سے تمہارا کیا مطلب ہے تم اور۔۔۔''

نفیل جھٹ سے بول پڑا۔

''میں اور میرا دادا جس کا نام غنم بن عبید اللہ ہے۔''

کیا سارا کہنے لگا۔

''یہ جو تمہارے خانہ بدوش جمع ہو رہے ہیں، کیا ان میں تمہارا دادا بھی آیا ہے؟''

جواب میں نفیل کہنے لگا۔

''ابھی تک نہیں آیا۔ لیکن آئے گا ضرور۔''

کیا سارا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جب وہ آئے تو مجھے بتانا۔ میں چاہتا ہوں اس کی موجودگی میں یہ مقابلہ شروع کیا جائے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ مقابلہ تم آسانی سے جیت جاؤ گے جیسا تم کہہ چکے ہو؟''

اس پر نفیل کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

''میرے مالک کو منظور ہوا تو جیت میری ہی ہو گی۔''

نفیل کے ان الفاظ پر کیا سارا چونکا تھا۔ کہنے لگا۔

''کیا تم کسی کے غلام ہو؟ اس لئے کہ تم نے کسی مالک کا ذکر کیا ہے۔''

نفیل کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! جس مالک کا میں نے ذکر کیا ہے صرف میں ہی اس کا غلام نہیں، پوری دنیا کے انسان، حشرات ارض گویا کہ ہر شے اس کی غلام ہے۔ اسے ہم اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ میرے دادا کا نام غنم بن عبید اللہ ہے۔ اس کے باپ کا نام عبید اللہ تھا یعنی اللہ کا غلام۔''

نفیل کے ان الفاظ پر کیا سارا کو جستجو ہوئی تھی۔ پھر پوچھنے لگا۔

''مذہب کے لحاظ سے تمہارا جھکاؤ کس طرف ہے؟''

نفیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''اے بادشاہ ابھی تک تو ہم دین ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔ لیکن ہمیں عرب کے

حصہ لے چکا ہے اور ان گنت لوگوں کی سانسوں کی ڈوریوں کو کاٹ چکا ہے۔ جبکہ تمہارے مقابلے میں خانہ بدوشوں کا یہ نفیل بن ساعدہ نہ صرف خانہ بدوش ہے بلکہ پردیسی اور غریب الوطن ہے۔ پھر تمہاری اور اس کی عمر میں بڑا فرق ہے۔ تمہارے اور اس کے تجربے میں بھی بڑا فرق ہے۔ وہ ابھی بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھ رہا ہے اور تم بھرپور جوان ہو۔ وہ خانہ بدوش ہے، ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ، ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف سفر کرنے والا ہے جبکہ تم ایک جنگ سے دوسری جنگ، ایک معرکے سے دوسرے معرکے میں حصہ لینے والے ہو۔ اس بناء پر رزم آرائی میں تمہارا تجربہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ تم بھرپور جوان ہو چکے ہو جبکہ تمہارے مقابلے میں اس کی شخصیت کا الاؤ ابھی خوب روشن نہیں ہوا۔

ایرج! اس مقابلے میں اگر تم جیت گئے تو تمہاری عزت، تمہارے وقار میں اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اس خانہ بدوش کا کچھ نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ تم ایران کے شہنشاہ کے لشکر کے ایک چوٹی کے سالار ہو جبکہ وہ بیچارہ ایک معمولی چرواہا ہے۔ جہاں تمہیں لشکریوں کا سالار کہا جا سکتا ہے، وہاں اسے چرواہوں کا نگہبان کہا جا سکتا ہے۔ اگر تیغ زنی کے اس مقابلے میں وہ تم سے جیت گیا تو تمہارا وقار اس کی جیت کی وجہ سے پستی میں اتر جائے گا۔ جبکہ تمہیں ہرانے کے بعد اس شخص کو وہ وقار حاصل ہوگا جس کا ابھی وہ میرے خیال میں اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔"

جس وقت کیاکسارا اپنے سالار ایرج سے یہ گفتگو کر رہا تھا اسی وقت ایک اور بوڑھا شخص عصا کے سہارے چلتا ہوا وہاں گول دائرے کی شکل میں کھڑے ہونے والے لوگوں میں آن کھڑا ہوا تھا۔ وہ نفیل بن ساعدہ کا دادا غنم بن عبید اللہ تھا۔ چونکہ سارے خانہ بدوش وہاں ایک گول دائرے کی شکل میں جمع ہو چکے تھے لہٰذا خانہ بدوشوں کے سردار [illegible] کی بیوی ازلام اور حسین و جمیل بیٹی عشیرہ، نائب سالار زہیر بن سلمی کی بیوی [illegible] اور اس کی خوبصورت بیٹی اناشید بھی خیمے سے نکل کر ان لوگوں میں آن کھڑی ہوئی تھیں۔ جس وقت نفیل بن ساعدہ کا دادا اپنے عصا کو ٹیکتا ہوا وہاں آیا تب عشیرہ اور اناشید دونوں بھاگتی ہوئی اس کے پاس جا کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر عشیرہ نے غنم بن عبید اللہ کا عصا تھاما اور بڑے پیار میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! وہ جو سامنے تاج پہنے شخص کھڑا ہے، وہ ایران کا بادشاہ کیاکسارا ہے۔"

عشیرہ کہیں تک کہنے پائی تھی کہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے غنم بن عبید [illegible] کہنے لگا۔

"بیٹی! تجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے جو بچے مجھے بلا کر لائے ہیں انہوں نے پوری تفصیل بتا دی ہے کہ کسی ایرانی سالار کے ساتھ میرے بچے نفیل بن ساعدہ کا تیغ زنی کا مقابلہ ہے۔ کوئی اور معاملہ ہوتا تو شاید میں خیمے سے نہ نکلتا۔ لیکن معاملہ [illegible] پوتے کے مقابلے، اس کی عزت اور وقار کا ہے۔ لہٰذا مجھے آنا پڑا۔"

[illegible] نے پھر اس کا عصا تھام کر اسے ذرا جھنجھوڑتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"[illegible] آپ اپنے پوتے نفیل کی کامیابی اور فوز مندی کے لئے دعا نہیں کریں [illegible]"

[illegible] بوڑھے غنم بن عبید اللہ نے کچھ سوچا۔ اس دوران وہ بڑی تیزی سے [illegible] عشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"[illegible] مجھے اشارہ [illegible] کعبہ کس طرف ہے؟"

عشیرہ نے [illegible] پھر ایک طرف اس نے اشارہ کیا۔ بوڑھا غنم بن عبید اللہ اس [illegible] کچھ دیر تک کعبہ کی طرف رخ کر کے فضاؤں کے اندر گھورتا رہا، پھر اس [illegible] اپنے عصا کو زمین میں گاڑھا دونوں ہاتھوں سے اس عصا کو پکڑ کر وہ زمین پر دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ پھر اپنے سر کو زمین کی ننگی پیٹھ پر ٹیکتے ہوئے وہ انتہائی [illegible] انتہائی عاجزی اور انکساری میں کہہ رہا تھا۔

"اے شمس و کہکشاں، زہرہ اور مشتری، چاند ستاروں اور زمین آسمان کے مالک اور [illegible] کرنے والے! تو ہی روز و شب کی مسافت میں شیطان کے خونی اشاروں کے [illegible] اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ میرے مالک! تو ہی تو نے خوابوں کے انبار کو [illegible] تعبیریں بخشنے والا ہے۔ اے کعبہ کے رب! تو ہی شدائد سے بھرپور زندگی کی [illegible]، بے مہر بستیوں، بے کرم شہروں، آتشی آندھیوں کو امن زاروں میں تبدیل کر [illegible] ہے۔

اے بنی نوع انسان کی راہبری کے لئے رسولوں اور نبیوں کو مبعوث کرنے والے! [illegible] تیرگی کی شب، گھمنڈ کے قصر، سمندر کے تلاطم، دل کی [illegible] وادیوں میں اپنے [illegible] کی راہبری اور مدد کرنے والا ہے۔ کعبہ کے رب! تو ہی جسم و جان میں

کسمساتے حوصلوں اور جذبوں کی بکھری داستانوں کو ان کا عروج عطا کرتا ہے۔ اے اللہ! اس طلسم روز و شب میں زندگی اور زیست عارضی اور مستعار ہے۔ سب نے تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بھی میرے مالک! تُو اپنے چاہنے والوں کو ایسی عزت، ایسا وقار عطا کرتا ہے کہ انہیں زندہ جاوید بنا دیتا ہے۔ اے کعبہ کے رب! اس ریاضِ دہر میں تو ہی اپنے بندوں کی آبرو، تو ہی اپنے پرستاروں کی عزت اور وقار کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اے کعبہ کے رب! اے زمین و آسمان کے مالک! اے ساری مخلوق کے معبود! اپنے فضل و کرم سے کام لیتے ہوئے میرے پوتے نفیل بن ساعدہ کو اس مقابلے میں کامرانی اور کامیابی عطا کرنا۔''

جب تک زمین پر سجدہ ریز ہو کر بوڑھا غنم بن عبید اللہ دعا مانگتا رہا، عشیرہ اور اناشید دونوں اداس اور افسردہ سی اس کے پاس کھڑی رہیں۔ پھر اپنے عصا کا سہارا لیتے ہوئے غنم بن عبید اللہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کے لبوں پر ہلکا ہلکا تبسم تھا۔ گویا وہ اپنے رب سے دعا مانگ کر اپنا فرض ادا کر چکا ہو۔

ایرج سے گفتگو کرنے کے بعد کیا کسارا، نفیل بن ساعدہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو گول دائرے کی شکل میں تمہارے خانہ بدوش لوگ آن کھڑے ہوئے ہیں کیا ان میں تمہارا دادا بھی آ چکا ہے؟''

نفیل بن ساعدہ چاروں طرف گھومتے ہوئے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہیں لوگوں کے اندر اپنے دادا غنم بن عبید اللہ پر جم گئی تھیں جس کے دائیں بائیں اس وقت عشیرہ اور اناشید کھڑی تھیں۔ پھر نفیل بن ساعدہ نے ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کو مخاطب کیا۔

''اے بادشاہ! وہ سامنے جو بوڑھا دو لڑکیوں کے درمیان اپنا لمبا عصا زمین میں گاڑے اس کے سہارے کھڑا ہے وہی میرا دادا غنم بن عبید اللہ ہے۔''

کیا کسارا مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

''پہلے مقابلے کی ابتداء کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں مقابلے کے انجام کو دیکھتے ہوئے تمہارے دادا سے گفتگو کرنا پسند کروں گا۔''

نفیل بن ساعدہ نے جب اس سے اتفاق کیا تب کیا کسارا نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''اب تم مقابلے کی ابتداء کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم دونوں کے مقابلے کا فیصلہ اور انصاف میں خود کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی کیا کسارا نے دونوں کو مقابلے کی ابتداء کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی کیا کسارا کا سالار ایرج بڑے غصے، بڑی غضب ناکی میں انتہائی شوریدہ سری اور اندھی غضب ناکی میں نفیل بن ساعدہ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

شروع ہی میں ایرج بڑی تیزی اور بڑی خوفناکی سے نفیل بن ساعدہ پر وار کرنے لگا تھا جبکہ نفیل بن ساعدہ نے اپنے آپ کو صرف اس کے وار روکنے اور دفاع تک محدود کر رکھا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا، پھر طنزیہ سے انداز میں نفیل بن ساعدہ ایرانی سالار ایرج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ اس طرح تیز حملے کرتے ہوئے تم مجھے اپنے سامنے زیر کر لو گے تو ایرج! یہ تمہاری بھول ہے۔ ہم لوگ خانہ بدوش ہیں۔ ہمہ وقت ریگ کے بے انت گرداب، مرگ کے آبشاروں میں سفر کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا، ہم ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک بستی سے دوسری بستی، ایک کوہسار سے دوسرے کوہسار، ایک وادی سے دوسری وادی، ایک صحرا سے دوسرے صحرا سفر کرتے ہیں۔ اور اس سفر کے دوران حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے موت کو ہم اپنے پاؤں تلے، زندگی کو اپنے سر پر سائبان بنا کر رکھتے ہیں۔

ایرج یہ جو تو شروع ہی سے تیز اور جان لیوا حملے کر رہا ہے تو اس سے تُو میرا کچھ نہ بگاڑ پائے گا۔ تُو زیادہ دیر ایسے حملے بھی نہیں کر پائے گا۔ عنقریب لمبا سفر کرنے والے اونٹ کی طرح ہانپنے لگے گا۔ تھک جائے گا اور تقسیم ہو جانے والے زاویوں کی طرح تیری طاقت اور قوت کمزور ہو کر رہ جائے گی۔ ایرج! ابھی تک میں نے اپنی جارحیت کی ابتداء نہیں کی۔ تمہارے حملے ہی روک رہا ہوں۔ یہ مت خیال کرنا کہ پورے مقابلے کے دوران ایسا ہی سماں رہے گا۔ اپنی کھوپڑی کے اندر یہ بات بھی بٹھا کر رکھنا کہ ہم دشمنوں کو گھوڑوں کے سموں تلے مسل دینے والے لوگ ہیں۔ ذرا اپنی رفتار مناسب رکھو تاکہ تو میرے سامنے مزید کچھ دیر مقابلے پر ٹھہر سکے۔ اگر اس طرح تیزی سے حرکت میں آتا رہا تو پھر بہت جلد ہزیمت اور شکست سے دوچار ہو جائے گا۔''

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا۔ پھر نفیل بن ساعدہ نے دفاع ترک کر دیا۔ وہ جارحیت پر اترا۔ بڑی تیزی اور بڑی خونخواری کے ساتھ وہ بخت و اتفاق کی خود سری اور قوت جسارت کے بگولوں کی طرح ایرج پر حملہ آور ہونے لگا تھا اور اب ایرج کے لئے اپنا دفاع کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے ایران کے شہنشاہ کیا کسارا نے کچھ اندازہ لگایا، پھر اپنے ایک سالار کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ اس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ سوار اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر دریائے دجلہ کے کنارے سرپٹ دوڑاتا ہوا اوپر کی طرف جا رہا تھا جہاں کیا کسارا کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔

نفیل بن ساعدہ اب لحہ بہ لحہ آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سارے خانہ بدوش بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے جبکہ وہاں کھڑے ایرانی لشکری کسی قدر اُداس دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے بہت سوں کے منہ بھی لٹک چکے تھے۔ کچھ دیر تک ایرج، نفیل بن ساعدہ کے تیز حملوں کو روکتا رہا، اپنے آپ کو اس نے کلیتہً دفاع تک ہی محدود رکھا، پھر نفیل بن ساعدہ کے تیز وار روکنا بھی اس کے لئے مشکل ہو گیا۔ لہٰذا اپنا دفاع اور بچاؤ کرنے کے لئے وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگا تھا۔

اس موقع پر ایک خوفناک وار کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اچانک ایرج کا تلوار والا ہاتھ پکڑ لیا۔

ایرج نے شاید اسے موقع غنیمت جانا لہٰذا اس نے اپنی ڈھال بلند کی۔ چاہتا تھا کہ پوری قوت کے ساتھ ڈھال نفیل کے چہرے پر مار دے لیکن اس کی ڈھال کو ایک دم نفیل بن ساعدہ نے اپنی ڈھال پر روکا، پھر ڈھال سے ڈھال ملاتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے ایرج کو اس طاقت اور قوت کے ساتھ پیچھے دھکیلا تھا کہ ایرج لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا تھا۔ اس موقع پر کیونکہ اس کی تلوار والے ہاتھ پر نفیل بن ساعدہ کی گرفت تھی لہٰذا نفیل نے اس سے اس کی تلوار بھی چھین لی تھی۔

ایرج زمین پر گر گیا تھا۔ بڑا شرم سار، افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔ پھر کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر کیا کسارا آگے بڑھا، نفیل بن ساعدہ کی پیٹھ اس نے تھپتھپائی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تیرے جیسے خانہ بدوش کی دلیری، ہمت، جواں مردی اور تیغ زنی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے تیغ زن، بڑے سورما، بڑے جرأت مند، جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے دیکھے لیکن تجھ جیسا خانہ بدوش تیغ زن میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

کیا کسارا رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"تو میرا سالار ایرج مختلف جنگوں میں حصہ لے چکا ہے۔ میرے لشکر میں اس کی بڑی حیثیت اور وقار ہے۔ جنگ کا وسیع تجربہ بھی رکھتا ہے۔ میرے ہاں یہ بہترین اور عمدہ تیغ زن بھی شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تمہارا کمال، تمہاری عظمت ہے کہ تم نے بڑی آسانی سے اسے تیغ زنی کے مقابلے میں زیر اور مغلوب کر لیا ہے۔ ذرا باہر نکل اور اپنے بوڑھے دادا کو پکڑ کر یہاں میرے پاس لا۔"

کیا کسارا کے کہنے پر نفیل بن ساعدہ میدان سے نکل کر اپنے دادا کے پاس آیا۔ اس کو اپنے دادا کی طرف جاتے دیکھ کر فردوس، اس کا بیٹا اشجع بن فردوس، زبیر بن سلمی، اس کے دونوں بیٹے زید بن زبیر اور سنان بن زبیر بھی اس طرف گئے تھے۔ نفیل جب اپنے دادا کے پاس پہنچا تب سب سے پہلے عشیرہ نے مسکراتے ہوئے اسے اس کی فتح مندی پر مبارک باد دی، پھر ایسی مبارک باد اناشید نے بھی دی۔ اس کے بعد غنم بن عبید اللہ نے نفیل بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی پر طویل بوسہ دیا پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے فرزند مہربان! یہ مقابلہ جیت کر تو نے نہ صرف دل خوش کر دیا ہے بلکہ اپنے دادا کے قلب کو جواں بنا کر رکھ دیا ہے۔"

اپنے دادا کے ان الفاظ پر جہاں نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا تھا، وہاں عشیرہ اور اناشید بھی مسکرا رہی تھیں۔ اتنی دیر تک فردوس اور زبیر بن سلمی بھی اپنے بیٹوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور وہ سب بڑے خوش کن انداز میں نفیل بن ساعدہ کو اس کامیابی پر مبارک باد دینے لگے تھے۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ نے اپنے دادا غنم بن عبید اللہ کا عصا پکڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دادا! میرے ساتھ آؤ۔ ایران کے شہنشاہ کیا کسارا نے تمہیں اندر بلایا ہے۔"

غنم بن عبید اللہ، نفیل بن ساعدہ کے ساتھ ہو لیا تھا۔

نفیل بن ساعدہ کو اپنے دادا کی طرف بھیجنے کے بعد کیا کسارا، ایرج کی طرف گیا۔ کچھ دیر تک اسے ناپسندیدگی کے انداز میں دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ایرج! وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ اور خدشہ تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں ناممکن بات یہ ہے کہ ایک معمولی چرواہے، ایک غیر تربیت یافتہ معمولی خانہ بدوش نے ایرانی لشکر کے بہترین سپہ سالار ایرج کو تیغ زنی کے مقابلے میں لمحوں کے اندر زیر اور پسپا کر کے رکھ دیا۔ کیا یہ حیران کن معاملہ نہیں ہے؟''

ایرج کی گردن جھک گئی۔ پھر ندامت اور خجالت بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ یہ خانہ بدوش واقعی تیغ زنی میں مجھ سے اعلیٰ اور بالا ہے۔''

ان الفاظ پر کیا کسارا مسکرا دیا، کہنے لگا۔

''اچھا ہوا کہ تم نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ میں اس کو بھی تمہاری عظمت سمجھ کر قبول کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے کیا کسارا خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ جس سالار کو اس نے اپنے پہرے داروں کی طرف بھیجا تھا وہ لوٹ آیا۔ قریب آ کر وہ گھوڑے سے اترا اور چمڑے کی کچھ خرجینیں پکڑ کر کیا کسارا کے قریب آن کھڑا ہوا تھا۔ کیا کسارا چلتا، نفیل اور اس کے دادا غنم بن عبید اللہ کے پاس آیا پھر نفیل کے دادا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجھے تمہارا نام غنم بن عبید اللہ بتایا گیا ہے۔ میں ایران کا شہنشاہ کیا کسارا ہوں۔ تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تمہارا پوتا میرے سالار سے مقابلہ جیت گیا ہے۔ اس میں صرف تمہارے پوتے ہی کی نہیں، تمہاری بھی عظمت ہے۔ یقیناً تم نے اس کی خوب دیکھ بھال اور اعلیٰ پرورش کی ہے۔''

پھر کیا کسارا نے بلند آواز میں فردوس اور زبیر بن سلمٰی کو اندر بلایا۔ اس پر فردوس، زبیر بن سلمٰی اور ان کے بیٹے بھی کیا کسارا کے پاس آ گئے تھے۔ پھر کیا کسارا انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے خانہ بدوش قبیلے کا یہ محافظ نفیل بن ساعدہ مقابلہ جیت چکا ہے۔ یہ میرا سالار پوری ایک ہزار اشرفیاں لئے کھڑا ہے۔ یہ مقابلہ جیتنے پر نفیل بن ساعدہ کا انعام

ہے۔''

پھر کیا کسارا نے غنم بن عبید اللہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میں تمہیں تمہارے پوتے کے مقابلہ جیتنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔''

اس پر غنم بن عبید اللہ انتہائی متاثر کن انداز میں کیا کسارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس ریاضِ دہر میں میرا یہ پوتا ہی میرے گلستان کی آبرو، میرے شجرۂ نسب کا وقار، میری حرمت کا نشان ہے۔ میرے غموں کی تاریک شب میں یہ خوشیاں برساتی سحر سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا غنم بن عبید اللہ خاموش ہو گیا پھر اپنا عصا اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا، اس کے بعد عصا کو زمین میں ٹیکتے ہوئے اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے۔ پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ نفیل بن ساعدہ بھاگا اور اپنے دادا سے لپٹ گیا تھا۔ غنم بن عبید اللہ نے کئی بار اس کی پیشانی چومی، پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''کاش اس موقع پر تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ دیکھتا کہ امیدوں کی قوسِ قزح میں اس کا بیٹا کس طرح روح جمال حرارت بننے والا جوان بن کر سامنے آیا ہے۔ وہ یہ دیکھتا کہ وقت کے گہرے ساگر میں اس کا بیٹا کیسا جوان ہو کر فوز مندی کا نقش گر ثابت ہوا ہے۔''

غنم بن عبید اللہ جب خاموش ہوا تب دوبارہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کیا کسارا کہنے لگا۔

''یہ جو میں نے تم لوگوں کو انعام کے طور پر رقم دی ہے تو اس کا تم کیا کرو گے؟''

کیا کسارا کے ان الفاظ پر غنم بن عبید اللہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر غنم بن عبید اللہ نے کیا کسارا کے اس سالار کو مخاطب کیا جو رقم کی خرجینیں اٹھائے ہوئے تھا اور اپنے سردار فردوس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! نقدی کی یہ تھیلیاں ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردوس کے حوالے کر دو۔ اس رقم کو یہ جس طرح چاہے اپنے لوگوں میں تقسیم کرے۔ میرا پوتا نفیل بن ساعدہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے سارے ان مسلح ساتھیوں کا سربراہ ہے جن کے ذمے ریوڑ اور قبیلے کے افراد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ لہٰذا انعام کے طور

یہ جو رقم اسے دی گئی ہے اس کا میں اور میرا پوتا تنہا حق دار نہیں ہیں۔ یہ رقم ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے سب گھروں میں کسی قاعدے اور کلیے کے تحت تقسیم کی جائے گی۔ اس کی تقسیم کا بہتر فرض فردرس ہی ادا کر سکتا ہے۔''

غنم بن عبید اللہ کی ان باتوں سے کیا کسارا خوش ہو گیا تھا۔ پھر غنم بن عبید اللہ کے کہنے پر اس کے سالار نے نقدی کی وہ تھیلیاں فردرس کے حوالے کر دی تھیں۔

اس موقع پر کیا کسارا نے ایک بار پھر نفیل کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اپنی یہاں آمد کے وقت میں نے تم لوگوں پر انکشاف کیا تھا کہ میرا لشکر تھوڑا سا آگے پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور میں نینوا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے خیال میں اس حقیقت کا انکشاف میرا یہ ایرج نام کا سالار بھی کر چکا ہے۔ اب میں تم لوگوں کو پیشکش کرتا ہوں کہ تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے اندر جس قدر جنگجو ہیں اگر وہ میرے لشکر میں شامل ہو کر نینوا شہر پہ میرے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں تو شہر کو فتح کرنے کے بعد جو کچھ حاصل ہو گا، تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب طور پر اس حصے میں سے تم لوگوں کو بھی بہت کچھ ملے گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

کیا کسارا جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بڑی عاجزی اور انکساری میں کہہ رہا تھا۔

''اے بادشاہ! جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کا برا نہ مانئے گا۔ میں جانتا ہوں آپ ایران کے شہنشاہ ہیں۔ آپ کے اور آپ کے لشکر کے سامنے ہمارے خانہ بدوش قبیلے کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ کوئی اہمیت۔ اس کے باوجود میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ ہمیں نینوا شہر پر حملہ آور ہونے میں اپنے ساتھ شامل نہ کریں۔

اے بادشاہ! ہم لوگ پہلے ہی آپ پر انکشاف کر چکے ہیں کہ ہم اکادی عرب ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں ہمارے اکادی عربوں کی ان علاقوں پر ایک زبردست اور طاقت ور حکومت ہوا کرتی تھی۔ پر ہمارا ایمان ہے کہ ہر وہ قوت جو اپنے عروج، اپنی معراج، اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو پھر اس کا زوال، اس کا تنزل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ اکادیوں کے ساتھ ہوا اور ہم اس عظیم اکادی قوم کے بچے کھچے افراد ہیں جو برسوں نہیں صدیوں سے یمن سے بابل، بابل سے یمن تک ایک نیم دائرے کی

شکل میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہوئے وقت گزار رہے ہیں اور ہم اپنے ان حالات پر خوش بھی ہیں۔

اے بادشاہ! جہاں تک نینوا کا تعلق ہے، وہاں آشوریوں کی حکومت ہے۔ آشوری چونکہ عرب ہیں۔ ہم بھی عرب ہیں۔ لہٰذا ہم عرب ہو کر عربوں پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ میری باتوں کا برا نہ مانئے گا۔ ہر فرد، ہر قوم، ہر قبیلے، ہر گروہ کے کچھ اصول، کچھ رسومات، کچھ آئین ہوتے ہیں جن کے تحت ان کے افراد زندگی بسر کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہمارا بھی یہ اصول ہے کہ ہم اپنے ہم قوموں پر حملہ آور ہونے سے گریز نہیں کرتے تاوقتیکہ کوئی ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموش رہ کر کیا کسارا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اطمینان بھرے انداز میں وہ نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

خانہ بدوشوں کے پاسبان! تمہاری اس گفتگو نے بھی مجھے متاثر کیا ہے۔ تم لوگوں کو زبردستی اپنے لشکر میں شامل نہیں کروں گا۔ بہرحال تم نے جو میرے ایرج نام کے اس سالار سے تیغ زنی کا مقابلہ جیتا ہے اس کے لئے میں ایک بار پھر تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی تم سے یہ بھی کہتا ہوں یا دوسرے الفاظ میں یہ پیشکش کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں جب کبھی بھی تم لوگوں کو میری ضرورت پڑے یا کسی غیر عرب دشمن کے خلاف تم میرا دست، بازو بننا پسند کرو تو میں تم لوگوں کو اپنے ہاں خوش آمدید کہوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی کیا کسارا نے سب سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد اپنے مسلح دستوں اور اپنے سالار ایرج کے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

کیا کسارا کے جانے کے بعد سارے خانہ بدوش ایک طرح سے باری باری نفیل بن ساعدہ سے لپٹ کر اسے مبارک باد دینے لگے تھے۔ جب ہنگامہ کچھ کم ہوا تب عشیرہ اور اناشید، دونوں کی مائیں اخاطہ اور ازلام نفیل بن ساعدہ کے قریب آئیں اور عشیرہ نے بڑے خوش کن انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ابن ساعدہ! جب میرا بھائی اشجع تمہارے لئے ڈھال لینے کے لئے اپنے خیمے

میں آیا تھا تو میں نے اس کے ذریعے تمہارے نام ایک پیغام بھیجا تھا۔ کیا وہ پیغام تمہیں ملا؟''

نفیل بن ساعدہ منہ سے تو کچھ نہ بولا، مسکراتے ہوئے اس نے گردن ہلا دی تھی۔

اس پر عشیرہ کہنے لگی۔ میں نے جو آپ سے انعام کا وعدہ کیا تھا وہ یہ ہے کہ اب تک ابن ساعدہ! تم اور تمہارا دادا دونوں اپنے خیمے میں اپنا کھانا پکانے کا انتظام خود کیا کرتے تھے، آج کے بعد تم لوگوں کو یہ زحمت نہیں کرنا پڑے گی۔ یا تو تمہیں ہمارے ہاں سے کھانا پکا پکایا ملا کرے گا یا میں اور اناشید دونوں تمہارے خیمے میں آ کر تمہیں اور تمہارے دادا دونوں کو کھانا پکا کر دیا کریں گی۔ کیا ہماری طرف سے یہ ایک اچھی، خوشگوار اور تمہاری زندگی میں آسانی پیدا کرنے والی پیشکش نہیں ہے؟''

اپنی بات مکمل کر کے شوخ انداز میں عشیرہ، نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

اس موقع پر اس کا دادا غنم بن عبید اللہ بھی ہلکے ہلکے تبسم میں اپنے پوتے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ نے سب کی موجودگی میں عشیرہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے بنت فردرس! میں تمہاری اس پیشکش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پر میں اس پیشکش کو قبول نہیں کرتا۔ اپنے اور اپنے دادا کے کھانے کا اہتمام اور انتظام جسطرح پہلے کیا کرتا تھا اب بھی خود ہی کروں گا۔ اس کے علاوہ میرے عزیز و اقارب ہیں، وہ میرے دادا کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نہ کسی کا زیر بار احسان بننا چاہتا ہوں اور نہ ہی اپنی زندگی میں ایسی سہل نگاری اور ایسی آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں اس پیشکش کو قبول کرتا ہوں تو میں بالکل نکما اور سست ہو کر رہ جاؤں گا اور میں اپنے آپ کو ہرگز ایسا نہیں بنانا چاہتا۔''

نفیل بن ساعدہ کے پیشکش ٹھکرانے پر عشیرہ اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ اناشید کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی پھر عشیرہ کسی ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتی تھی کہ اس کا باپ نفیل بن ساعدہ کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بچے! یہ جو اتنی بڑی رقم میرے حوالے کر دی گئی ہے.....''

یہاں تک کہتے کہتے فردرس کو رک جانا پڑا اس لئے کہ نفیل کی جگہ اس کا دادا غنم بن عبید اللہ بول اٹھا۔

''فردرس! ہم اپنے اس قبیلے سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے میرے عزیز۔ قطرہ قطرہ مل کر جب ساگر بنتا ہے تو اسی میں قوت، اسی میں جوش، جذبہ اور تلاطم آتا ہے۔ اور جب قطروں کی اس اجتماعیت کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے تو ان کی کوئی حقیقت، ان کی کوئی وقعت، ان کے اندر کوئی تلاطم، کوئی جوش و جذبہ نہیں رہتا۔ اور ہم دونوں دادا پوتا بھی اس قبیلے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ مقابلہ جیتنے سے جو رقم میرے پوتے نفیل بن ساعدہ کو ملی ہے اس پر سارے قبیلے کا حق ہے۔ محترم فردرس! اس رقم کو اپنے پاس رکھو۔ اپنی صوابدید کے مطابق ہر خاندان کے افراد کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں نقدی تقسیم کر دو۔ اس طرح اس رقم سے ہمارے سارے خانہ بدوش قبیلے کی بھلائی ہو جائے گی۔''

غنم بن عبید اللہ کی اس گفتگو سے سب قبیلے کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

پھر سب اپنے اپنے خیموں کی طرف جا رہے تھے۔

خانہ بدوش قبیلے نے لگ بھگ ایک ہفتے تک اس جگہ پڑاؤ کئے رکھا اس لئے کہ وہاں گھاس کی فراوانی اور بہتات تھی۔ اس کے بعد انہوں نے وہاں سے بابل شہر کا رخ کیا تھا۔

......

•••

ایران کے بادشاہ کیا کسارا نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر قومِ آشور کے مرکزی شہر نینوا کا محاصرہ کر لیا تھا۔

جہاں تک آشوریوں کا تعلق ہے تو یہ سامی نسل سے تھے۔ عرب تھے اور صحرائے عرب سے نکلنے والے لوگوں کے ساتھ شروع شروع میں یہ لوگ بابل میں جا کر آباد ہوئے۔ بابل شہر اور اس کے نواح میں رہتے ہوئے گزر بسر کرنے لگے۔

آخر ان لوگوں نے بابل اور اس کے گرد و نواح کی رہائش کو ترک کر دیا۔ اجتماعی ہجرت کی اور دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

جس جگہ یہ لوگ آباد ہوئے وہاں انہوں نے ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی جو سلطنت آشور کے نام سے مشہور ہوئی۔

شروع میں ان کی ریاست کا مرکزی شہر آشور تھا۔ آشور ان کے کسی سردار کا نام تھا۔ اسی کے نام پر انہوں نے اپنے مرکزی شہر کا نام آشور رکھا۔ لیکن جب انہوں نے ترقی کی، اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کیا تو اس کے بعد آشور کی بجائے انہوں نے قدیم شہر نینوا کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا۔

آشوری بنیادی طور پر زراعت پیشہ تھے لیکن ان کی بدقسمتی کہ جن علاقوں میں جا کر وہ آباد ہوئے وہاں قابل کاشت علاقہ بہت کم تھا۔ جو تھا وہ بھی کوئی اتنا زیادہ زرخیز اور شاداب نہ تھا۔ اس بناء پر وہاں رہتے ہوئے وہ صرف زراعت پر اپنی گزر بسر نہ کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنا لیا تاکہ آشوری قوم کی بقاء کو قائم رکھ سکیں۔

یہ آشوری ہر سال موسم بہار میں مسلح ہو کر نکلتے۔ گروہ در گروہ ہمسایہ ممالک میں

پھیل کر تاخت و تاراج کرتے اور قتل و غارت گری کر کے اپنے لئے مال و اسباب اور ضروریات کا سامان حاصل کرتے۔ جو لوگ ان کے ہاتھوں گرفتار ہوتے انہیں غلام بنا لیتے۔ پھر اپنے علاقوں میں لے جا کر ان سے محنت و مشقت کا کام لیتے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آشوری جو اپنے علاقوں سے نکل کر آس پاس کے علاقوں اور اطراف میں پھیلی ہوئی مملکتوں کے اندر حملہ آور ہو کر لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے تو اس کی ایک معقول وجہ بھی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس وقت آشوریوں کی تعداد تھوڑی تھی اور جو علاقہ ان کے ماتحت تھا وہ بہت زیادہ تھا۔ لہٰذا آس پاس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے وہ ایک طرح سے ہمسایہ ممالک کو خوفزدہ رکھنا چاہتے تھے تاکہ وہ کہیں آشوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر آشوریوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ان کے علاقوں پر قابض ہی نہ ہو جائیں۔

اس طرح آس پاس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر آشوریوں نے نہ صرف اپنی دولت اور مال میں اضافہ کیا بلکہ دن بہ دن قوت بھی پکڑتے گئے اور پھر اپنے علاقوں کو مزید وسعت بھی دینا شروع کر دی تھی۔ مغرب اور جنوب مغرب میں انہوں نے پیش قدمی کی۔ دوسری اقوام کو مغلوب کرتے ہوئے پہلے انہوں نے فلسطین کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا، اس کے بعد فلسطین سے ہوتے ہوئے فتح اور کامرانی کے پرچم بلند کرتے ہوئے وہ مصر تک جا پہنچے۔

مشرق اور جنوب مشرق کی طرف بھی انہوں نے توجہ کی۔ ایرانی مملکت پر بھی وہ حملہ آور ہوئے اور ایران کے کوہستانی سلسلے تک حملہ آور ہو کر ان سارے علاقوں کو اپنے تحت کر لیا تھا۔ آشوریوں کے قریب ہی عیلام نام کی ایک طاقتور سلطنت تھی۔ یہ لوگ بھی بنیادی طور پر عرب اور سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ آشوری ان پر حملہ آور ہوئے اور عیلام کی سلطنت کو انہوں نے کچھ اس طرح تباہ و برباد کیا کہ صدیوں تک عیلامی اپنی حالت کو بحال نہ کر سکے۔

آشوریوں کی سلطنت کو مؤرخین تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ عہد قدیم، عہد متوسط اور آخری عہد۔

عہد قدیم کو مؤرخین پندرہ سو قبل مسیح سے نو سو قبل مسیح تک سمجھتے ہیں۔ اس عہد میں

آشوریوں کا جو نامور بادشاہ ہوا اس کا نام تگلات تالازار تھا۔ اس نے بابل اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کر کے آشوریوں کی طاقت اور قوت کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا اور سلطنت کے علاقوں میں بھی اضافہ کیا۔ لیکن آشوریوں کی بدقسمتی کہ اس بادشاہ کے عہد میں عرب کے صحراؤں سے ایک اور قوم اٹھی۔ یہ آرامی تھے۔ یہ بھی عرب تھے۔ یہ آشوریوں پر حملہ آور ہوئے۔ آشوریوں کی حکومت ختم کر کے ان کے علاقوں پر انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔

دوسرا دور متوسط دور کہلاتا ہے۔ اس دور کو مؤرخین نو سو قبل مسیح سے سات سو پینتالیس قبل مسیح تک خیال کرتے ہیں۔ اس عہد میں آشوری پھر سنبھلے، طاقت اور قوت پکڑی۔ آرامی جنہوں نے آشوریوں سے حکومت چھین لی تھی، آشوری آرامیوں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں شکست دے کر اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا۔ دوبارہ اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس عہد کے مشہور بادشاہوں میں باز برپال دوم تھا جس نے 884 قبل مسیح سے 860 قبل مسیح تک حکومت کی۔ اس نے اپنی فتوحات سے آشوریوں کی قدیم حدود کو پھر بحال کر دیا۔

لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سے ایک گم نام اور طاقتور قوت اٹھی اور آشوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئی اور آشوریوں سے ان کے علاقے چھین کر وہاں ایک نئی حکومت قائم کی۔ اس حکومت کا نام انہوں نے ارارات رکھا تھا۔

آشوریوں کا اصل دور آخری دور ہے۔ اسے دورِ جدید بھی شمار کیا جاتا ہے۔ یہ دور اس وقت شروع ہوا جب آشوری ایک بار پھر حکومت میں آئے۔ آرمینیا سے نکلنے والی خونخوار قوم کو نکال باہر کیا اور ایک بار پھر اپنے علاقوں پر انہوں نے حکومت قائم کر لی۔ اس عہد کے دو عظیم اور نامور بادشاہ ہوئے۔ پہلا ستاخریب اور دوسرا آشور بانی پال۔ یہ دو بادشاہ آشوریوں کے ہاں خاص طور پر مشہور و معروف ہوئے۔

جہاں تک آشور بنی پال کا تعلق ہے تو اس کے زمانے میں آشوری طاقت اور قوت کے لحاظ سے اپنے پورے عروج پر آ چکے تھے لیکن آشوریوں کی بدقسمتی کہ آشور بنی پال کے بعد اس کے جانشین حکومت کا استحکام برقرار نہ رکھ سکے۔ اسی آشور بنی پال نے

عیلامیوں کی سلطنت پر حملہ کر کے عیلام کو اس بری طرح تباہ و برباد کیا کہ عیلام کی حکومت ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ کر رہ گئی۔ قومِ عیلام کے معبد گرا کر ڈھیر کر دیئے گئے۔ اہلِ عیلام کے شہروں میں قتلِ عام ہوا۔ وہاں کے خزانے جو عیلامیوں کی گزشتہ فتوحات کے مالِ غنیمت سے بھرپور تھے، آشور بنی پال کے ہاتھ لگے۔

اس کے علاوہ عیلامیوں کے دیوتاؤں کے مجسمے اور نادر چیزیں عیلامیوں کے مرکزی شہر شوش سے آشور بنی پال نے نینوا منتقل کر دی تھیں۔ یہاں تک کہ عیلامیوں کے بادشاہوں کی ہڈیاں نکلوا کر نینوا بھیج دی گئیں۔ کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ آشور بنی پال نے عیلام کے بادشاہ اور ایک دوسرے معزول شدہ بادشاہ کو اپنی بگھی میں جوتا اور حکم دیا کہ اسے کھینچ کر اس کے مرکزی شہر نینوا لے کر چلیں۔

اس وحشت ناک فتح کی یاد میں آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال نے ایک کتبہ کندہ کرایا تھا۔ یہ کتبہ آج بھی پیرس کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس پر جو تحریر آشور بنی پال نے لکھوائی تھی وہ کچھ اس طرح ہے۔

"ایک ماہ اور ایک دن کی قلیل مدت میں میں نے تمام عیلامی سلطنت کا صفایا کر دیا۔ میں نے اس عظیم سلطنت کو جاہ و حشمت اور نغمات و موسیقی سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا اور درندوں، سانپوں اور بہائم کو اس پر مسلط کر دیا۔"

آشوریوں کو تاریخ سے بڑی محبت اور شغف تھا اور تاریخ نویسی پر انہوں نے خاص توجہ بھی دی۔ یہ لوگ مٹی کی تختیاں اور لوحیں بناتے۔ ان پر اپنے وقت کے حالات اور واقعات ضبطِ تحریر میں لاتے اور آگ میں ان لوحوں کو پکا لیتے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف کتابیں بلکہ کتب خانے مرتب کئے۔ یہ لوحیں نینوا کی تباہی میں مٹی کے نیچے دب گئی تھیں جو کھدائی سے نکال لی گئیں۔ یہ قدیم زمانوں کی تاریخ کا بہت بڑا سرمایہ اور ماخذ ہیں۔

اس قسم کی کئی ہزار لوحیں پیرس کے عجائب خانے میں موجود ہیں۔ مشہور ترین کتاب خانہ آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال کا تھا جو دستیاب ہوا ہے۔

آشوریوں نے مختلف صنائع اور فنونِ لطیفہ کی بہت سرپرستی کی۔ ان کی سلطنت میں صنعت حجاری، معماری، کتبہ نگاری اور نقاشی وغیرہ نے بہت ترقی کی۔ حجاری اور نقاشی کے جو مناظر پیش کئے گئے ہیں وہ نہ صرف دلکش ہیں بلکہ حیرت انگیز بھی ہیں۔

علاقوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزار رہے تھے۔

ان وحشی قبائل کے متعلق قدیم چینیوں کا خیال تھا کہ یہ ایسے انسان ہیں جو اپنے جسم پر سمور اور کھالیں لپیٹ لیتے ہیں۔ جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو اپنی ماؤں کو جانتے ہیں مگر باپ کو نہیں جانتے۔

شروع شروع میں دوسرے وحشی قبائل کی طرح یہ سیتھین بھی شمالی ایشیا کے برف سے منجمد دشت میں دوسروں کی طرح بھولے بسرے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے جو غذا کی تلاش میں ٹنڈرا کے برف زاروں کے کنارے کنارے مارے مارے پھرا کرتے تھے۔ مگر انہوں نے ان برف زاروں میں جو کامیابی حاصل کی وہ یہ تھی کہ انہوں نے گھوڑے کو مطیع کرتے ہوئے اس پر سوار ہونا شروع کر دیا تھا۔

یہ ویرانہ نورد قبیلے تمدن کے مرکزوں سے دور تھے۔ وہ ابھی تک شکار کھیل کر اپنا پیٹ بھرتے اور کھالوں سے اپنا تن ڈھانپ لیتے تھے۔ کبھی مچھلیاں پکڑتے اور بڑی بڑی مچھلیوں کی کھال سے سردی سے بچاؤ کے لئے اپنا بدن چھپا لیتے اور کبھی کبھی برفانی جانوروں کا شکار بھی کر لیا کرتے تھے۔

سب سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے وہ نرے وحشی کے وحشی ہی رہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پھرتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ خانہ بدوش رہے اور ان کے گھوڑے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھرتے رہے۔ یہ خانہ بدوش سوار عجیب وغریب سرزمین کے مالک تھے۔ شمال میں یہ علاقہ بحر منجمد شمالی کی برفانی دلدلوں اور ٹنڈرا سے شروع ہو کر جنوب کے برفانی پہاڑوں تبت اور ہمالیہ تک پھیلا ہوا تھا۔ مغرب میں یہ چین کی سلطنت کے دریاؤں کی وادیوں سے شروع ہو کر وسط ایشیا کے کوہستانوں کی وادیوں اور مرغزاروں سے ہوتا ہوا مغربی پہاڑی سلسلے یورال پر ختم ہوتا تھا جس کو خانہ بدوش زمین کا کمربند کہتے تھے۔ اس عظیم الشان علاقے کو دشتِ ایشیا کہا جاتا ہے۔ اسے وسط ایشیا بھی کہتے ہیں اور ایشیائے اعلیٰ بھی پکارا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا زیادہ تر حصہ بلند سطح مرتفع پر مشتمل ہے جس کے درمیان بڑے بلند اور بالا کوہستانی سلسلے واقع ہیں۔

یہ سارے وحشی قبائل جن برفانی علاقوں میں رہتے تھے اتفاق سے انہی برفانی علاقوں کے جنوب میں ایک بڑا ہی زرخیز علاقہ جھیل بیکال کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ یہاں کے مرغزار ان دریاؤں کے سرچشموں سے سیراب ہوتے تھے جو یا تو جھیل

بیکال میں گرتے تھے یا کوہستانی سلسلوں اور پہاڑوں کے اندر بل کھاتے ہوئے دریائے آمو سے آ کر مل جاتے تھے۔ یہ علاقہ چونکہ زرخیز اور شاداب تھا اور وحشیوں کا بڑا پسندیدہ تھا لہٰذا اس علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے ان وحشی خانہ بدوشوں کے درمیان اکثر و بیشتر لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

جو وحشی قبیلہ شمال سے نکل کر اس زرخیز علاقے پر حملہ آور ہوتا تو وہ کوشش کرتا کہ اس علاقے کو اپنی ملکیت بنا لے۔ لیکن جب برفستانوں سے ان سے بھی طاقتور قبیلہ نکلتا تو پہلے سے ان شاداب علاقوں میں آباد ہونے والے قبائل کو وہ مار کر باہر دھکیل دیتا اور خود اس پر قابض ہو جاتا۔ اس کے بعد کوئی اور قبیلہ برفانی سلسلوں سے نمودار ہو کر اس میدان پر قبضہ کر لیتا۔ اس طرح ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا قبیلہ برف زاروں سے نکل کر جھیل بیکال کے ان زرخیز علاقوں پر قابض ہوتا رہا اور پہلے سے قابض قبائل کو وہاں سے نکالتا رہا اور جو قبیلے وہاں سے نکلتے وہ جنوب مشرقی علاقوں کا رخ کرنے لگے تھے۔ اس سمت ان کا رخ کرنے کی ایک وجہ تھی۔

اس زرخیز علاقے سے نکلنے کے صرف دو ہی راستے تھے۔ اس لئے کہ اس شاداب علاقے کے شمال میں بحیرہ منجمد شمالی کا برف زار تھا۔ یہاں سے نکل کر وحشی قبیلے اس شاداب علاقے کی طرف آتے تھے اور پھر واپس جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ شمال مشرق میں ایک بلند کوہستانی سلسلہ تھا جسے کوہستانِ خنگان کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اس کوہستانی سلسلے کے اس پار چینی سرزمینوں منچوریہ کے گھنے جنگلات تھے۔

اور پھر جس شاداب علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے ان وحشیوں میں جھگڑا ہوتا تھا اس کے جنوب میں تبت کا بلند کوہستانی سلسلہ تھا جس کی چوٹیاں بادلوں سے باہر نکل کر آسمان سے تانک جھانک کرتی تھیں۔

اس کوہستانی حصار سے نکلنے کے لئے دو ہی راستے تھے۔ پہلا جنوب مشرق میں چین کی آبادیوں کی طرف تھا۔ چونکہ ان وحشی حملہ آوروں سے بچنے کے لئے چینی حکمرانوں نے دیوارِ چین کھڑی کر دی تھی لہٰذا جنوب مشرق کا راستہ بھی ان وحشی قبائل کے لئے بند ہو گیا۔ اب ان کے سامنے کوہستانی سلسلوں سے گھرے ہوئے ان علاقوں سے نکلنے کا آخری اور واحد راستہ مغرب میں وسط ایشیا کے صحراؤں کی طرف تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک ہزار سال قبل مسیح بیرونی دنیا کے متمدن لوگ سیتھین کے

علاوہ دوسرے وحشی قبائل کے وجود سے آگاہ ہو چکے تھے۔ یونانیوں کو اس کا علم تھا کہ معلوم ملکوں کی سرحد کے اس پار نامعلوم مخلوق اِدھر سے اُدھر ہجرت کرتی پھرتی ہے۔ یونانی مؤرخوں نے ان کے لئے ہائی پربورین کا نام تجویز کیا تھا۔ یعنی ایسے لوگ جو شمالی ہوا کے اس پار رہتے ہیں۔

چینی مفکر ان قبائل کو شیاطین کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

چینیوں کی انہیں شیطان کہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ نامعلوم شمال کے باشندے اپنے جسموں پر بدبودار روغن اور چربی کی مالش کرتے تھے۔ ان کی نشوونما سنگلاخ زمین اور دشت کی کڑکڑاتی ہوئی سردی کے سانچے میں ہوتی تھی۔ ان کے بدن چھریرے تھے، جلد سخت اور جسم پر بہت کم بال ہوتے تھے۔ گال کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں اور ہوا، دھول، برف اور سورج کی چمک سے بچنے کے لئے آنکھیں تنگ، چھوٹی چھوٹی، ٹانگیں گھوڑے کی سواری کی وجہ سے کسی قدر خمیدہ دکھائی دیتی تھیں تاہم ان کے ہاتھ اور کاندھے بڑے مضبوط ہوا کرتے تھے۔

سیتھین اور ان کے دوسرے بھائی بند وحشی قبیلے مکان نہیں بناتے تھے کیونکہ خیموں کی طرح مکان اِدھر سے اُدھر نہیں لیجائے جاسکتے تھے۔ لکڑی اور چمڑے سے وہ جو کچھ ساز و سامان بناتے وہ بھی ہلکا پھلکا ہوتا۔ چمڑے سے وہ زین، صندوق، ہتھیار اور صرف وہی چیزیں بناتے جن کی انہیں ضرورت ہوتی اور جو آسانی سے سفر میں باربرداری کے جانوروں کی پیٹھ پر منتقل ہو سکتی تھیں۔

ان سیتھین قبائل کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ برفانی علاقوں سے نکلنے کے بعد انہوں نے جنوب کا رخ کیا۔ شاداب علاقوں پر قابض ہوئے اور جب ان کے پیچھے ان سے بھی طاقتور قبیلے ٹنڈرا کے برف زاروں سے نمودار ہو کر جنوب کی طرف بڑھے تو انہوں نے سیتھین کو ان شاداب علاقوں سے مار بھگایا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ پہلے پہلے ان سیتھین نے وسط ایشیا میں نمودار ہونا شروع کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ یعنی سیتھین قبیلے کے روس کے دشت میں نمودار ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ شروع میں متمدن دنیا نے ان لوگوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اسے ایک عجیب سا ہیولہ سمجھا، یا کچھ لوگ انہیں بیابانوں کا وحشی اور غول بیابانی گمان کرتے رہے۔

ان وحشی قبائل کو یونانیوں نے اسکوتھائی اور دوسری قوموں نے سیتھین کہنا شروع کیا۔ یہ ایسے خانہ بدوش تھے جو اپنے دشمنوں کے کاسئہ سر میں خچر کا دودھ پیا کرتے تھے۔ جب ان کا سردار مر جاتا تو گھوڑوں اور غلاموں کو اس کے لئے ذبح کیا جاتا اور گھوڑے کے ساتھ ہی اسے دفن کر دیا جاتا۔ ان کے سردار کی جو بیویاں ہوتی تھیں، سردار کے مرنے پر وہ خنجر گھونپ کر خودکشی کر لیتیں تاکہ ان کی روحیں دوسری دنیا میں بھی اپنے سردار کے ساتھ رہیں اور یہ سیتھین قبیلے کا قانون تھا۔ اس قبیلے کے جادوگر بھی قبیلے کے اندر بڑی وقعت، عزت اور وقار رکھتے تھے۔

سیتھین کے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سیتھین ایک اونی ٹوپی پہنا کرتے تھے جس سے ان کے کان بھی ڈھک جاتے تھے اور دشت کی ہواؤں سے محفوظ رہتے تھے۔ وہ ڈھیلے، لمبے پاجامے پہنا کرتے تھے جو عموماً چمڑے کے ہوا کرتے تھے جن کی مہریاں ٹخنوں کے قریب تنگ ہوتی تھیں۔ اس طرح وہ خاردار جھاڑیوں، غبار اور برف سے محفوظ رہتے تھے۔ ان سیتھین کے پاس سب سے کڑا اور خطرناک ہتھیار ان کا مضبوط نوک کا تیر تھا جسے وہ لگ بھگ سو قدم کے فاصلے سے چلاتے اور ان تیروں سے وہ اپنے دشمنوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیتے تھے۔

(سکندر اعظم کا واسطہ جب ان سیتھین سے پڑا تو اپنے انہی تیروں کی بناء پر سیتھین نے سکندر اعظم کے لشکر کے ایک حصے کو بالکل بے کار بنا کر رکھ دیا تھا)

کچھ مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آرین جو ہندوستان، ایران یا جرمنی کی طرف گئے وہ انہی سیتھین کے رشتہ دار تھے۔ ان سے متعلق کچھ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اپنی دور دراز آوارہ گردی کے دوران ان نیلی آنکھوں والے جنگجوؤں نے دشت میں جابجا قبرستان کے ٹیلے اپنی یادگار چھوڑے۔ ان ٹیلوں پر قد آدم سے ذرا بڑا پتھر کا ایک مجسمہ نصب ہوتا تھا۔ قدیم روسی اس مجسمے کو بابا کہہ کر پکارتے تھے۔ کچھ اسے پتھر کی عورت بھی کہتے تھے۔ ان سب مورتوں کا رخ مشرق کی جانب ہوتا تھا۔ سب مورتیاں ایک ہی انداز میں نصب تھیں۔ ان کی پتھریلی آنکھیں نکلے ہوئے سورج کی جانب مرکوز رہتی تھیں۔ ایسا کیوں تھا، اس کا معمہ ابھی تک کوئی مؤرخ، کوئی محقق تلاش نہیں کر سکا۔

بہرحال یہی وہ سیتھین تھے جنہوں نے اب ایران کی مملکت کا رخ کیا تھا۔ یہ ایک بڑا انسانی گروہ تھا جو خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے

کوہستانِ قفقاز کو عبور کیا۔ اس کے بعد انہوں نے آذر بائی جان کے علاقوں کو اپنا ہدف بنایا۔ اس علاقے کو روندنے کے بعد وہاں سے ضرورت کی ہر شے سمیٹتے ہوئے انہوں نے آذر بائی جان سے ملحقہ جس قدر علاقے تھے ان میں ترک تاز شروع کر دی تھی۔
جب کیا کسارا یہ خبر سن کر نینوا شہر کا محاصرہ ترک کر کے سیتھین کی طرف بڑھا تو سیتھین کے مخبروں نے کیا کسارا کی پیش قدمی کی اطلاع اپنے سردار کو کر دی تھی۔ لہٰذا سیتھین قبائل نے ارومیہ نام کی ندی کے قریب پڑاؤ کر لیا تھا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا کسارا نے بھی بڑی برق رفتاری سے ارومیہ ندی کا رخ کیا تھا۔

❋ …… ❋

●●●

اکادی عربوں کے اس خانہ بدوش قبیلے نے اس جگہ سے کوچ کیا جہاں ان کی ملاقات ایران کے شہنشاہ کیا کسارا سے ہوئی تھی۔ اب انہوں نے بابل کا رخ کیا تھا۔ بابل کے نواح میں جہاں انہیں اپنے اطراف میں اپنے جانوروں کے لئے گھاس مل سکتی تھی، وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔ وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد خانہ بدوش قبیلے کے افراد بڑی برق رفتاری کے ساتھ حرکت میں آئے۔ دریائے فرات کے کنارے جہاں تک نگاہ پڑتی تھی ڈاب کے جنگل تھے۔ ڈاب وہی جس سے نرم چٹائیاں یا نماز پڑھنے کی صفیں بنائی جاتی تھیں۔ ڈاب کو کاٹ کاٹ کر ان خانہ بدوشوں نے اپنے لئے بستروں میں استعمال ہونے والی چٹائیاں یا بڑے بڑے خیمہ نما جھونپڑے بنانے کے لئے ایسی گتھی ہوئی چٹائیاں بنانی شروع کر دی تھیں جن سے سردی سے بچا جا سکتا تھا۔
ایک روز فردرس، زہیر بن سلمی اور نفیل بن ساعدہ بابل شہر میں داخل ہوئے اور سیدھا انہوں نے بابل کے حکمران نیبو پولاسر کے قصر کا رخ کیا تھا۔
قصر کے قریب جا کر وہ رکے ہی تھے کہ قصر کے محافظوں نے انہیں دیکھ لیا۔ شاید محافظ بھی انہیں پہچانتے تھے لہٰذا ان کے آنے کی خبر قصر کے اندر کر دی گئی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ بابل کے بادشاہ نیبو پولاسر نے انہیں طلب کر لیا۔
تینوں بابل کے قصر میں داخل ہوئے جس کمرے میں وہ اس وقت داخل ہوئے تھے اس وقت بابل کے بادشاہ نیبو پولاسر کے علاوہ اس کا بیٹا بخت نصر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ تینوں جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو نیبو پولاسر اور اس کے بیٹے بخت نصر نے بڑی شادابی اور بڑی خوش طبعی سے ان کا استقبال کیا تھا، انہیں گلے لگا کر خوش آمدید کہا اور اپنے قریب ہی نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔
جب سب وہاں بیٹھ گئے، نیبو پولاسر سب سے پہلے فردرس کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنے لگا۔

''اپنے قبیلے کے ساتھ کب یہاں پہنچے ہو؟''

اس پر فردرس کہنے لگا۔

''بس دو چار دن سے زائد نہیں ہوئے۔ دراصل شمال کی طرف جس وقت ہم نے دریا کے کنارے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں ہماری کیا کسارا سے مڈبھیڑ ہو گئی اور کچھ ناخوشگوار حالات بھی پیدا ہو گئے۔''

اس کے بعد جو حالات پیش آئے تھے وہ فردرس نے تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔

جب فردرس خاموش ہوا تب نیبو پولاسر توصیفی انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تم نے ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے سالار کو تیغ زنی کے مقابلے میں زیر کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔''

پھر نیبو پولاسر نے فردرس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''فردرس! تمہیں یاد ہوگا کہ پچھلی بار جب تم لوگ ہمارے ہاں آئے تھے اور نفیل بن ساعدہ کا تم نے اپنے خانہ بدوشوں کے سالارِ اعلیٰ کی حیثیت سے تعارف کروایا تھا اور اس کے کچھ کارناموں پر بھی روشنی ڈالی تھی تب اس کے کارناموں کو سننے اور اس کی شخصیت کا جائزہ لینے کے بعد میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے لشکر میں یہ شخص ایک نایاب ہیرا اور بے مثل گوہر ہے اور میرے خیال میں جو الفاظ میں نے کہے تھے ان پر یہ نفیل بن ساعدہ پورا اترا ہے۔''

پھر نیبو پولاسر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ تم نے کیا کسارا کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ تم اس کے ساتھ مل کر نینوا پر حملہ آور ہو۔''

قبل اس کے کہ نفیل بن ساعدہ، نیبو پولاسر کے ان الفاظ کا جواب دیتا، اس کا بیٹا بخت نصر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نفیل میرے عزیز! تم نے نینوا پر حملہ آور ہونے کے لئے کیا کسارا کا ساتھ اس لئے نہ دیا کہ نینوا، آشوریوں کا شہر ہے۔ آشوری عرب ہیں اور ایک عرب کی حیثیت

سے تم لوگوں نے آشوریوں پر حملہ آور ہونے سے انکار کر دیا۔ کیا ایسا ہی موقع کبھی ہمارے ساتھ آئے اور ہمیں تم لوگوں کی ضرورت پڑے تو تم لوگ ہمارا ساتھ دینے سے بھی انکار کر دو گے؟''

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے مسکرا کر بخت نصر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آپ لوگ عرب ہیں۔ آپ کا ساتھ دیتے ہوئے ہم لوگ خوشی محسوس کریں گے۔ اگر آپ کو بھی ہماری ضرورت پڑی تو ہمیں آواز دے کر آزمایئے گا۔ پھر دیکھئے گا ہم لوگ کیسے جانفشانی کے ساتھ آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جہاں نیبو پولاسر خوش ہوا تھا، وہاں بخت نصر کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے نفیل بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

''یقیناً مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔''

بخت نصر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ انتہائی سنجیدگی اور متانت میں بول اٹھا۔

''شاید میں اور میرے یہ دونوں سردار چند دن بعد آپ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن میں انہیں یوں جانیں زبردستی اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس لئے کہ میں آپ دونوں باپ بیٹے سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ میری گزارش کو رد نہیں کریں گے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر نیبو پولاسر اور اس کے بیٹے بخت نصر دونوں نے چونک کے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔ جب وہ سوالیہ انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگے تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

''بابل کے عظیم اور محترم حکمرانو! آپ جانتے ہیں کہ آشوری بادشاہ آشور بنی پال کے بعد آشوریوں کی سلطنت میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ موجودہ آشوری حکمران عیش و عشرت میں پڑا ہے۔ عسکری قوت کی طرف اس نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اسی بناء پر ایران کے بادشاہ کیا کسارا کو اس پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت ہوئی ہے۔ آپ دیکھیں، ماضی میں جب کوئی آشوری حکمران نینوا شہر سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلتا تھا تو چاروں طرف کی مملکتیں کانپ اور لرز جاتی تھیں کہ دیکھیں آشوریوں کا بادشاہ

اب کس حکمران کو اپنا ہدف بناتا ہے۔ اور اب حالت یہ ہے کہ ہر کوئی آشوریوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے در پے ہے۔

ان حالات میں آپ دونوں باپ بیٹے سے میری گزارش ہے کہ قبل اس کے کوئی اور مملکت، کوئی اور حکمران آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا پر حملہ آور ہو کر آشوریوں کی مملکت کو نیست و نابود کر دے، آپ خود نینوا پر قبضہ کر کے نینوا کو اپنی مملکت میں شامل کر لیں۔ اس طرح آپ کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا اور ہمسایہ مملکتیں آپ لوگوں کی حکومت سے لرزنے کانپنے لگیں گی۔

جس وقت ہم دریائے دجلہ کے کنارے اپنا پڑاؤ ختم کر کے بابل کا رخ کر رہے تھے اس وقت ہی ہمیں خبر ملی تھی کہ کیاسارا نے نینوا شہر کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن وحشی اور جنگجو سیتھین نے کیونکہ کوہستان قفقاز کو عبور کر کے اس کی مملکت پر حملہ کر دیا ہے لہٰذا کیاسارا، نینوا کا محاصرہ ترک کر کے سیتھین کی راہ روکنے کے لئے جا چکا ہے۔ اب میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ ان دنوں نینوا کی کمزور آشوری سلطنت کو تین بڑی بڑی قوتوں کی طرف سے خطرہ ہے۔

اول ایران کا بادشاہ کیاسارا جو نینوا پر حرص و ہوس کی نگاہ رکھتا ہے، اسے فتح کر کے اپنے علاقوں کو وسعت دیتے ہوئے اپنا نام ناقابل تسخیر حکمرانوں میں لکھوانا چاہتا ہے۔

دوسری بڑی قوت جس سے آشوریوں کی سلطنت کو خطرہ ہے وہ ایشیائے کوچک کی مملکت ہے جسے لیڈیا کہہ کر پکارا جاتا ہے اور جس کا بادشاہ ان دنوں آلیات ہے۔ یہ آلیات بھی نینوا پر نگاہیں جمائے ہوئے ہے اور آشوریوں کی مملکت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

تیسری بڑی اور سرکش قوت مصر کا فرعون نخاؤ ہے۔ نخاؤ نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر رکھا ہے۔ وہ بھی یہ چاہتا ہے کہ مصر سے نکل کر پہلے فلسطین پر قبضہ کرے اور پھر آشوریوں کی مملکت پر قبضہ کرتے ہوئے پورے ارض شام کو اپنی مملکت میں شامل کر لے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو بابل کا بادشاہ نبو پولاسر توصیفی اور تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا جبکہ بخت نصر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تمہاری اطلاعات تو ہم سے بھی زیادہ ہیں۔ ہمیں قطعاً یہ خبر نہ تھی کہ لیڈیا کی مملکت کا بادشاہ آلیات اور مصر کا فرعون نخاؤ آشوری مملکت پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

بخت نصر کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''بخت نصر میرے محترم! ہم خانہ بدوش ہیں۔ یمن سے نکلتے ہیں۔ اپنے آبائی وطن عرب کے صحراؤں سے ہوتے ہوئے سیدھا مدین کے کوہستانی سلسلوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ وہاں کیونکہ گھاس وافر مقدار میں ملتی ہے لہٰذا ہمارا سب سے زیادہ قیام مدین کے کوہستانی سلسلوں ہی میں رہتا ہے۔ باقی جگہوں پر ہم زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ یا پندرہ دن قیام کرتے ہیں۔ لیکن مدین کے کوہستانی سلسلوں کے اندر ہم مہینوں بھی قیام کئے رہیں تو وہاں ہمارے جانوروں کو پیٹ بھرنے کے لئے گھاس میسر آتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پانی کے چشمے ہیں جن سے جانوروں کے علاوہ ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے افراد بھی مستفید ہوتے ہیں۔

ہم چونکہ یمن سے لے کر مدین سے ہوتے ہوئے یروشلم، وہاں سے دمشق، راس الشمرہ، تدمر سے ہوتے ہوئے ادھر آتے ہیں اور پھر تدمر وہ شہر ہے جہاں چاروں طرف سے بھانت بھانت کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ تدمر شہر کے نواح میں جب ہم پڑاؤ کرتے ہیں تو وہاں ہم پندرہ بیس دن قیام ضرور رکھتے ہیں۔ تدمر شہر سے ہمیں بڑے کام کی خبریں ملتی ہیں۔ اس لئے کہ ان دنوں تدمر ایک اہم تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آس پاس، دور نزدیک سے وہاں تجارتی قافلے آتے ہیں۔ مال کا لین دین ہوتا ہے۔ جگہ جگہ کی خبریں ایک کاروان دوسرے کاروان تک پہنچاتا ہے۔ اس بناء پر وہاں قیام کرنے سے اطراف کے علاقوں کی خبریں خوب ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مذاہب، مکتبہ فکر کے لوگ آتے ہیں، تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ ہم بھی کیونکہ وہاں لوگوں سے ملتے جلتے رہتے ہیں لہٰذا اردگرد کی خبروں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ کی یہ گفتگو سن کر بابل کا بادشاہ نبو پولاسر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کہنے لگا۔

''اگر مصر کا فرعون نخاؤ بھی ان علاقوں پر نظر رکھتا ہے تو پھر ہمیں اس کی راہ روکنا ہو گی۔ اگر نخاؤ مصر سے نکل کر فلسطین پر قابض ہو جاتا ہے تو پھر اسے آگے بڑھنے میں

کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ پھر فلسطین کو فتح کرنے میں بھی میرے خیال میں اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ فلسطین کی مملکت میں اتحاد اور اتفاق نہیں ہے۔ مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ دونوں حصے کوئی اتنی بڑی عسکری طاقت نہیں رکھتے جس کی بناء پر مصر کا فرعون نخاؤ ان حکومتوں کو بڑی آسانی سے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور اگر نخاؤ نے مصر سے نکل کر فلسطین کے میدانوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ہم اس کی راہ روکیں گے، اسے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ اگر وہ آگے بڑھتا ہے تو پھر ہماری اپنی سلطنت کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔''

نیبو پولاسر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایسا اگر کوئی موقع آئے، مصر کے فرعون نخاؤ سے آپ کا ٹکراؤ ہو تو ہمیں ضرور یاد کیجئے گا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ لوگوں کے لشکر میں شامل ہوں گا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر نیبو پولاسر نے شکر گزاری کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! ہمارے پاس لشکریوں کی کمی نہیں ہے۔ تاہم ایسا کوئی موقع آیا تو ہم تمہیں اپنے پاس ضرور بلائیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس تم جیسا کوئی سالار اور کماندار نہیں ہے۔ اس بناء پر ہم جس دشمن سے بھی ٹکرائیں گے اس کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران ہمیں تمہاری ضرورت پڑے گی اور ہم امید رکھتے ہیں کہ تم ہمارے بلانے پر آؤ گے ضرور۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے بلائیں اور میں نہ آؤں ...... ایسا اگر کوئی موقع آیا تو میں اپنے آدمیوں کے ذریعے آپ لوگوں سے رابطہ رکھوں گا۔ اور جب بھی آپ مجھے بلائیں گے، پھر دیکھئے گا میں کیسے بھاگا بھاگا آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ ہم سب مل کر اپنے ہر دشمن کو مار بھگائیں گے۔ اپنے حقوق کی حق تلفی نہیں کرنے دیں گے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر اس کے بعد دوبارہ نیبو پولاسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں ایک بار پھر اس خداوند قدوس کے نام سے آپ سے گزارش کرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے کہ کسی بھی صورت نینوا شہر کو کیاکسارا کے قبضے میں نہ جانے دیجئے گا۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھئے گا کیاکسارا کو دوسری قوموں کے خون کی چاٹ لگ

جائے گی۔ ایک شہر فتح کرنے کے بعد اس کی نظریں دوسرے شہروں پر جم جائیں گی اور یہ بھی میں آپ پر انکشاف کر دوں کہ نینوا کو فتح کرنے کے بعد جو دوسرا شہر کیاکسارا کی نگاہوں کو جچے گا وہ یقیناً بابل ہو گا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کیا یہ بہتر نہ ہو گا......''

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کر کے نیبو پولاسر کہنے لگا۔

''نفیل بن ساعدہ! گو تم ابھی کم عمر ہو لیکن تمہاری باتیں، تمہارے انداز بڑے پختہ ہیں۔ تمہاری حیثیت میرے ہاں میرے بیٹے بخت نصر کی سی ہے۔ لہٰذا آج کے بعد میں تمہیں بیٹا ہی کہہ کر پکاروں گا۔ جو باتیں تم نے کی ہیں وہ میرے ذہن کو لگی ہیں۔ اب تم مطمئن رہو۔ کیاکسارا تو سیتھین کا مقابلہ کرنے کے لئے جا چکا ہے۔ سیتھین جلد اس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ ایک عرصہ انہیں ان کے ساتھ الجھنا پڑے گا۔ اس دوران ہم کسی اور کو نینوا پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔ اگر آشوریوں کی مملکت کا خاتمہ ہونا ہی ہے تو عربوں کی یہ حکومت ہمارے حصے میں آئے گی۔ اس لئے کہ ہم اس کے بہتر حق دار ہیں۔ اس بناء پر میں آشوریوں کی مملکت کا حقدار ہوں کہ میں خود بھی آشوریوں کا ایک حصہ رہا ہوں۔ آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال نے مجھے اپنی طرف سے بابل کا حاکم مقرر کیا تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آشوریوں کے کمزور ہو جانے کے بعد بابل نے اب ایک خودمختار حیثیت اختیار کر لی ہے۔ لیکن میرے بیٹے! مطمئن رہ۔ نینوا پر ہم کسی اور کو قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ خواہ اس کے لئے ہمیں کسی قوم کے ساتھ برسوں تک جنگ کرنی پڑے۔''

بابل کے بادشاہ نیبو پولاسر کی اس گفتگو سے نفیل بن ساعدہ خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بخت نصر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کھانے کا وقت ہو گیا۔ تم تینوں آج کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔''

بخت نصر کے اٹھنے پر اس کا باپ نیبو پولاسر بھی کھڑا ہو گیا تھا اور ان دونوں کے ساتھ وہ تینوں بھی قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

❋

وحشی سیتھین نے ارومہ ندی کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا جبکہ کیاکسارا ابھی اس طرف بڑھا تھا۔ اس نے بھی آگے بڑھ کر سیتھین کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس کی آمد پر سیتھین کے لشکر میں ایک عجیب جوش اور ولولہ پایا جاتا تھا۔ سیتھین کا سردار برشام اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف برشام کا بیٹا کشلوک اور اس کی بیٹی طرغائی اپنے گھوڑوں کو ادھر اُدھر بھگاتے ہوئے لشکریوں کے اندر ایک عجیب جوش اور ولولہ پیدا کرنے لگے تھے۔

سیتھین کے سردار برشام کی بیٹی طرغائی ابھی بے شک نوعمر تھی لیکن قد کاٹھ میں خوب تھی۔ اس وقت اس نے جنگی لباس پہنا ہوا تھا۔ سرخ رنگ کے چرمی پاجامے کے اوپر اس کی زرہ چمک رہی تھی۔ سر پر خود تھا جس کے اندر ہی اس نے اپنے سارے بال سمیٹ رکھے تھے۔ گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے اس کے حُسن میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ دیکھنے والا اگر غور سے اس لڑکی کو دیکھے تو وہ یادوں کی بھٹکتی چاندنی، گلابوں کی زیادہ پتیوں جیسی خوبصورت، گیت نغموں کے سرگرداں سُروں، رقص و تبسم کے طوفانوں جیسے خوبرو اور شوخ کلیوں کے رقص اور کشف حقائق سا لاجواب جمال رکھتی تھی۔ اس کی بڑی بڑی نیلی اور ساغر و مینا آنکھوں میں ایسی کشش تھی جو دیکھنے والے کو اپنی نگاہیں جھکانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اس کے لب و رخسار کی سرخی نے اس کے جمال رخ میں بے انت اضافہ کر رکھا تھا۔ اس کے دہکتے شعلہ بار ہونٹوں پر ان کہے ترانے خود بخود رقص کر رہے تھے۔ مجموعی طور پر طرغائی نام کی وہ سیتھین لڑکی ان چند لڑکیوں میں سے ایک تھی جو اپنے گل احمر جمال، شعلہ شمائل کشش، شوخ دیدہ نظروں اور روح کی حلاوت سے کنکر کو موتی، پتھر کو گوہر میں تبدیل کر دیتی ہیں۔

سیتھین کے سردار برشام کا بیٹا کشلوک اور اس کی بہن طرغائی دونوں اپنے لشکروں کے اندر گھوڑوں کو ادھر اُدھر سرپٹ دوڑاتے ہوئے لشکریوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔ اتنی دیر تک ان کے باپ برشام نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کی صفیں درست کر لی تھیں۔

معمول کے مطابق سیتھین کے سردار برشام نے اپنے لشکر کو تین ہی حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصے میں وہ خود ہی رہا۔ اپنے بیٹے کشلوک اور بیٹی طرغائی کو اس نے

اپنے ساتھ رکھا۔ دائیں جانب اس کا سالار تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ تولک کو کماندار مقرر کیا تھا جبکہ بائیں حصے پر اس نے اپنے دو سالاروں جاتو اور تلوخ کو کماندار مقرر کیا تھا۔

ان سیتھین کے جنگ کرنے کا طریقہ بھی عجیب و غریب تھا۔ جہاں ان کے لشکر نے صفیں درست کی تھیں ان کے پیچھے تھوڑے ہی فاصلے پر ان کا پڑاؤ تھا۔ پڑاؤ کی حالت بھی عجیب و غریب تھی۔ پڑاؤ کی شکل و صورت کمان کی سی تھی۔ کھلے میدانوں کے اندر بڑے بڑے لمبے لمبے چھکڑے کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ انہیں کمان کی شکل دی گئی تھی۔ انہی چھکڑوں کے اندر سیتھین کے خزانے کے چھکڑے بھی تھے جن پر کڑے محافظ مقرر کئے گئے تھے۔ چھکڑے اپنے پہلوؤں سے بھی چھوٹے موٹے تختوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کو عبور کر کے سیتھین کے پڑاؤ میں داخل ہونا آسان نہ تھا۔ اور پھر سیتھین نے ان چھکڑوں کے اندر اپنے تیر انداز بٹھا رکھے تھے۔ ان کی عورتیں چھکڑوں سے بنائے گئے اس حصار کے اندر تھیں۔ لشکر کے لئے ضروریات کا سارا سامان، خوراک، سب کچھ وہیں تھا۔ اس کمان نما چھکڑوں کے حصار میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جو ان کے لشکر کے بالکل پیچھے تھا۔

اب سیتھین کا طریقہ کار یہ تھا کہ اگر تو وہ اپنے سے جنگ کرنے والے دشمن کو پہلے ہی حملے میں زیر کر لیتے تو اس کا تعاقب کر کے اس کا خوب قتل عام کرتے اور اگر دیکھتے کہ دشمن ان پر عددی فوقیت رکھتا ہے اور ان کی پسپائی کے آثار نمایاں ہیں تب وہ دشمن کو جل دے کر اس پر اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے۔

اس مقصد کے لئے تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد پیچھے ہٹتے چھکڑوں کے کمان سے حصار میں کیونکہ داخل ہونے کا ایک ہی راستہ ہوتا تھا لہٰذا اس راستے سے وہ اپنے پڑاؤ میں داخل ہوتے اور جب ان کے دشمن ان کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھتے تو انہوں نے چھکڑوں کے اندر جو اپنے تیر انداز بٹھائے ہوتے تھے وہ ان پر زوردار انداز میں تیر اندازی کرتے اور انہیں نقصان پہنچاتے۔

جس وقت ان وحشی سیتھین کی تیر اندازی کی وجہ سے ان کے دشمنوں کے اندر ایک طرح کی بدنظمی اور افراتفری کا عالم برپا ہوتا تھا اسی وقت وحشی سیتھین حرکت میں آتے۔ آگے بڑھتے اور دشمن پر حملہ آور ہو کر اس کی شکست اور اپنی فتح یقینی بنا لیتے۔

یہاں بھی سیتھین نے یہی طریقہ کار استعمال کیا تھا۔ اپنے لشکر کے پیچھے انہوں نے کمان نما اپنے چھکڑوں کا حصار بنالیا تھا۔ اپنی عورتوں اور اپنے پڑاؤ کی ہر چیز کو اس کے اندر محفوظ کرلیا تھا۔

ایران کے بادشاہ کیا کسارا کے لشکر کی تعداد کیونکہ زیادہ تھی لہٰذا اس نے سیتھین پر حملہ آور ہونے میں پہل کر لی تھی۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی کیا کسارا اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور سیتھین پر موت کی وادیوں کی طرف دھکیلتے لہورنگ بگولوں، نفرت کے بکھرے بازار میں ظلم وستم کی سفاکی اور خودسری کی طرح سیتھین پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سیتھین نے اپنا دفاع نہیں کیا بلکہ وہ بھی شروع ہی میں جارحیت پر اترے۔ کیا کسارا کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے وحشی سیتھین بھی زندگی کے تابوت پر رقص کرتی نفرت اور عناد کی آگ اور زیست کی تڑپ میں وحشی جذبوں کی بھرمار کر دینے والی خشمناک فطرت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ارومہ ندی کے کنارے دونوں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہوئے ایک دوسرے کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ میدان جنگ کے اندر اجڑے کھنڈروں کے دل آشوب مناظر تشکیل پانے لگے تھے۔ موت صحرا میں سرگرداں بگولوں کی طرح اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔ دونوں طرف کے لشکری میدان جنگ میں اسطرح کام آنے لگے تھے جس طرح شجر کی گود سے لرز کر پتے گرتے رہتے ہیں ہر کوئی طاقت اور جبروت کا مظاہرہ کرتا ہوا اپنے مخالف کو خستہ اور درماندہ بنانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے نفرت رنگ لمحوں کو دھند اور دل پر موت کی پیاس طاری کرتے عزائم رقص کرا ٹھے تھے۔

ایران کے بادشاہ کیا کسارا کی بدقسمتی کہ اس جنگ میں سیتھین نے اسے بدترین شکست دی اور کیا کسارا اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سیتھین نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کی تعداد مزید کم کی۔ پھر وہ اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹے اور کیا کسارا کے پڑاؤ کی ہر چیز پر انہوں نے قبضہ کرلیا تھا۔

سیتھین نے چند یوم تک ارومہ نام کی اسی ندی کے کنارے پڑاؤ کئے رکھا۔ اس کے بعد ان کے سردار برشام نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس اپنے شامیانہ نما خیمے میں طلب کرلیا تھا۔ اس کے اہم سالاروں میں جائتو، قتلوغ اور توتک تھے۔ ان کے

علاوہ جو چھوٹے سالار تھے وہ بھی سب وہاں جمع ہوئے۔ اس موقع پر ایک بلند جگہ پر برشام بیٹھا۔ اس کے پہلو میں اس کی بیوی کائنا بیٹھی۔ کائنا کے ساتھ حسین وجمیل اور خوبصورت طرغائی تھی۔ جبکہ دوسری جانب برشام کا بیٹا کشلوک بیٹھا تھا۔

جب چھوٹے بڑے سالار وہاں جمع ہو گئے تھے برشام انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مادیوں کے بادشاہ کیا کسارا کو شکست دے کر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان کے علاقوں پر قبضہ کر سکتے ہیں۔''

(یاد رہے کہ ایران کے جن علاقوں پر کیا کسارا بادشاہت کر رہا تھا وہ علاقے تاریخ کے اوراق میں میڈیا یا ماد کہلاتے تھے اور وہاں کے لوگوں کو اہل ماد کہہ کر پکارا جاتا تھا اور کیا کسارا کو مادیوں کا شہنشاہ کہا جاتا تھا)

برشام تھوڑی دیر خاموش رہا، کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''کیا کسارا کو شکست دے کر ہم نے اس کے حوصلے پست کر دیئے ہیں۔ اب ہم نے اپنی فتوحات کا دائرہ مزید وسیع کرنا ہے۔ کیا کسارا کے بھاگ جانے کے بعد جنگ کا جو منصوبہ میں نے تیار کیا ہے اس کا میں تم پر انکشاف کرتا ہوں۔ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بے شک اٹھ کے کہے۔

میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ میں اپنے پاس رکھوں گا۔ میری بیوی کائنا میرے ساتھ ہوگی۔ سالاروں میں سے صرف قتلوغ میرے ساتھ ہوگا۔ لشکر دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ میں اپنا حصہ لے کر کیا کسارا کے مرکزی شہر کا رخ کروں گا اور اسے اس کی مملکت سے محروم کرنے کی کوشش کروں گا۔

لشکر کا دوسرا حصہ میرے بیٹے کشلوک کی سرکردگی میں رہے گا۔ میری بیٹی طرغائی اس کے ساتھ ہوگی۔ اس کے علاوہ بڑے سالاروں میں سے توتک اور جائتو بھی میرے بیٹے کشلوک اور میری بیٹی طرغائی کے ساتھ رہیں گے۔ اب یہ لوگ آشوریوں کی کمزور اور ختم ہوتی ہوئی سلطنت پر حملہ آور ہوں گے اور آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر کشلوک اور طرغائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ نینوا کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے اور میں کیا کسارا کے خلاف فتح مندی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر یہ ہماری فتوحات کا عروج ہوگا۔ یہ کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ہم متحد ہو کر بابل کا رخ کریں گے۔ بابل کو بھی فتح کر کے اپنی گرفت میں لیں

●●●

ایک روز نفیل بن ساعدہ اپنے پڑاؤ کے اطراف میں چرتے قبیلے کے سارے جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے محافظوں کا جائزہ لینے کے بعد واپس پڑاؤ میں جب اپنے خیمے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا خیمے کے اوپر اور اس کے اطراف میں جو بلند جھاڑیاں تھیں ان کے اوپر کسی نے کپڑے دھو کر خشک ہونے کے لئے ڈالے ہوئے تھے۔ وہ کپڑے اس کے دادا اور اس کے تھے۔ کچھ دیر کپڑوں کا جائزہ لینے کے بعد وہ خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ خیمہ خالی تھا۔ خیمے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا، اسے اپنا دادا کہیں دکھائی نہ دیا۔ تب اس نے دریا کا رخ کیا۔

دریا میں اس وقت قبیلے کے بہت سے لوگ نہا رہے تھے۔ کچھ عورتیں کنارے پر بیٹھی کپڑے دھو رہی تھیں۔ جب وہ دریا کے قریب گیا تب دریا کی طرف سے اسے اپنا دادا غنم بن عبید اللہ آتا دکھائی دیا۔

جب وہ دادا کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے دادا کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ بڑا افسردہ اور اداس تھا۔ اپنے دادا کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نفیل لرز کانپ سا گیا تھا۔ جب وہ غنم کے قریب گیا تو اس نے ایک بھرپور مگر ملول سی نگاہ نفیل پر ڈالی۔ اس لمحے نفیل نے دیکھا اس کے دادا کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔

یہ صورتِ حال نفیل کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ آگے بڑھا اور غنم کو روک کر اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

''دادا! کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں آج آپ انتہا درجہ کے اُداس اور افسردہ ہیں۔ آپ کی چال میں لرزش، کمزوری اور ناتوانی کے علاوہ سستی اور ڈھیلا پن بھی ہے۔ کیا ہوا ... کیا کسی نے آپ کی دل شکنی کی ہے؟ کیا کسی نے آپ سے ایسی بات

کی ہے جو آپ کو گراں گزری ہے؟ کہیں، جس نے بھی آپ کی دل شکنی کی ہے میں اس سے بڑھ کر اس کی دل شکنی کروں گا۔''

نفیل کے ان الفاظ پر غنم کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی اور یہ صورتِ حال نفیل کے لئے اور زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس موقع پر بوڑھے غنم بن عبید اللہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا عصا دونوں ہاتھوں میں تھاما پھر گھٹنوں کے بل زمین پر گرتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے میں اپنے آپ کو بوڑھا، لاغر اور کمزور خیال نہیں کرتا تھا۔ آج میں بوڑھا بھی ہو گیا ہوں۔ دنیا بھر کی کمزوریاں اور جہاں بھر کی ناتوانیاں میرے جسم کے اندر حلول کر گئی ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کے سامنے بیٹھ گیا، پھر تجسس بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''دادا! آپ مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان کر رہے ہیں۔ بتاتے کیوں نہیں، کیا معاملہ ہے؟ ضرور کسی نے آپ کی دل شکنی کی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کبھی آپ کی ایسی حالت نہ ہوئی تھی۔''

اس پر دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے جسم کا بوجھ عصا پر ڈالتے ہوئے غنم بول اٹھا۔

''بیٹے! مجھے آج دنیا کا وہ دکھ ملا ہے جو اس سے پہلے کبھی میرے مقدر اور میرے نصیب میں نہیں آیا تھا۔ یہ سردار فردرس کی بیٹی عشیرہ ہے نا۔ میں بہت پہلے سے اسے تمہارے لئے اپنے دل میں پسند کر چکا تھا پر میں نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کبھی نہ کیا تھا۔ گزشتہ کئی دنوں سے میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی حرکات و سکنات اور تاثرات سے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے۔ جس روز کیا کسارا کے سالار ایرج کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہوا تھا اس وقت عشیرہ کے رویے سے میرے اندازوں کو اور تقویت ملی تھی۔

انہی اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے آج میں نے ایک ارادہ کیا تھا۔ میں چاہتا تھا فردرس سے تمہارے لئے عشیرہ کا رشتہ مانگوں۔ میری خوش قسمتی کہ اس وقت فردرس دریا کی طرف سے اکیلا آ رہا تھا۔ لہٰذا میں اس کی راہ روک کھڑا ہوا اور اپنے دل کی بات اس سے کہی اور تمہارے لئے میں نے اس کی بیٹی عشیرہ کا رشتہ مانگا۔ مجھے امید تھی

کہ میری اس مانگ کے جواب میں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فردرس، عشیرہ کا رشتہ تمہیں دینے کے لئے تیار ہو جائے گا مگر میری حیرت، میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ اس نے یہ رشتہ دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ جب میں نے اس انکار کی وجہ پوچھی اور یہ بھی جاننا چاہا کہ میرے پوتے میں آخر کیا عیب ہے تب فردرس کہنے لگا کہ وہ اپنی بیٹی عشیرہ کا رشتہ نائب سردار زہیر بن سلمی کے بڑے بیٹے کو دینے کا عزم کر چکا ہے۔ لہٰذا اس نے تمہارے لئے عشیرہ کا رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ میرے بچے! یہی میری دل شکنی، یہی میری اداسی اور میرے ملول ہونے کی وجہ ہے۔''

اپنے دادا کی یہ ساری گفتگو سن کر لمحہ بھر کے لئے نفیل کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیلے تھے پھر وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے مسکرا دیا اور دادا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دادا! آپ نے بھی خوب غم اور دکھ اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ کیا عشیرہ میرے لئے ناگزیر ہے؟ دادا! کیا کبھی کسی موقع پر میں نے آپ سے کہا تھا یا میں نے آپ سے مانگ کی تھی کہ آپ میرے لئے عشیرہ کا رشتہ طلب کریں۔ جب میں نے ایسا کبھی کہا ہی نہیں تو پھر اس رشتے کے انکار پر آپ کو غم زدہ اور اس طرح ناتوانی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ بھول جائیں اس قصے کو دادا! کیا میں بوڑھا ہو گیا ہوں کہ آپ کو میری شادی کی فکر لاحق ہو گئی ہے؟ ... ابھی تو میں نے اپنی جوانی کی ابتدا کی ہے۔ زندگی میں ابھی کئی حادثے، کئی المیے سامنے آئیں گے اور پھر زندگی کے ان حادثوں میں جہاں دوسرے لوگوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں وہاں آپ کے پوتے نفیل کی بھی شادی ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے بعد بڑے نرم الفاظ میں نفیل بن ساعدہ دادا کو تسلی اور ڈھارس دینے لگا تھا۔ اس پر غنم بن عبید اللہ کسی قدر سنبھل گیا۔ عصا کا سہارا لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر نفیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''میں جانوروں کے محافظوں کا جائزہ لینے کے بعد لوٹا تو دیکھا میرے اور آپ کے کپڑے دھو کر باہر دھوپ میں خشک ہونے کے لئے ڈالے گئے تھے۔ کپڑے کس نے دھوئے ہیں؟''

اس پر غنم بن عبید اللہ نے پہلے ایک گہری نگاہ نفیل پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''بیٹے! تیری ممانی آئی تھی۔ تیرے اور میرے سارے کپڑے دھو کر وہ لگا گئی ہے۔ خیمے میں اکیلا پڑا ہوا تھا لہٰذا وقت گزارنے کے لئے دریا کی طرف چلا آیا۔''

دادا کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ کچھ کہنا چاہتا تھا پر رک گیا اور اپنے دائیں جانب دیکھنے لگا۔ اس لئے کہ بابل شہر کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر آتا دکھائی دیا تھا۔ جب نفیل کی نگاہیں اس لشکر پر جمیں تب غنم بن عبید اللہ بھی مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس پر تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے غنم نے نفیل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

''نفیل میرے بچے! یہ اتنا بڑا لشکر اور یہ ہزاروں سواروں پر مشتمل لشکری کس کے ہیں جو دریا کے کنارے کنارے اس طرف آ رہے ہیں۔''

غنم بن عبید اللہ کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''دادا! لشکر بابل کی طرف سے آ رہا ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب ہے یہ لشکر بابل کے بادشاہ نبوپولاسر اور اس کے بیٹے بخت نصر کا ہو گا۔ میرے خیال میں بابل کا یہ لشکر کسی مہم کے لئے نکلا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل رکا، ایک بھرپور نگاہ پھر اس لشکر پر ڈالی جو لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتا جا رہا تھا، پھر کہنے لگا۔

''دادا! یہیں کھڑے ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں بابل کا یہ لشکر اپنی کس مہم پر روانہ ہو رہا ہے۔''

غنم نے نفیل کی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں دادا پوتا وہیں کھڑے ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لشکر قریب آیا۔ لشکر کے آگے آگے بابل کا بادشاہ نبوپولاسر تھا۔ دادا اور نفیل کے قریب آ کر نبوپولاسر نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی نفیل اس کی طرف بڑھا۔ غنم بھی اس کے پیچھے پیچھے نبوپولاسر کی طرف ہو لیا تھا۔ انہیں اپنی طرف آتے دیکھ کر نبوپولاسر مسکرایا۔ جب وہ دونوں اس کے قریب گئے تب نفیل بن ساعدہ نبوپولاسر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ میرے دادا ہیں ... ان کا نام غنم بن عبید اللہ ہے۔''

غنم کے ان الفاظ کے جواب میں نبوپولاسر اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کو دیکھتے ہوئے اس کے سالار بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ پھر نبوپولاسر

نے آگے بڑھ کر غنم بن عبید اللہ سے پُر جوش مصافحہ کیا۔ اس کے بعد نفیل کے ساتھ مصافحہ کیا۔ بعد میں اس کے سالار بھی دونوں سے پُر جوش مصافحہ کر رہے تھے۔

اس موقع پر نفیل نے نیبو پولاسر کو مخاطب کیا۔

''آپ اتنا بڑا لشکر لے کر کس مہم پر نکلے ہیں؟''

اس پر نیبو پولاسر کہنے لگا۔

''بیٹے! چند دن پہلے جب تم نے مجھ سے ملاقات کی تھی تو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں نینوا شہر پر کسی اور کو قبضہ نہیں کرنے دوں گا۔ نینوا آشوری عربوں کا شہر ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی غیر اس پر قابض ہو جائے۔ میں نے اس موقع پر تم سے یہ بھی کہا تھا کہ بخت نصر کی طرح تمہیں بھی اپنا بیٹا سمجھتا ہوں لہٰذا میں تمہیں اپنا بیٹا ہی کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں۔ میرے مخبروں اور طلایہ گردوں نے خبریں دی ہیں کہ اردمیہ کی طرف قوم ماد کے شہنشاہ کیا کسارا اور سیتھین کے درمیان جو ٹکراؤ ہوا تھا اس میں سیتھین نے کیا کسارا کو شکست دی ہے۔ کیا کسارا اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اب سیتھین نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ ان کا ایک حصہ کیا کسارا کے مرکزی شہر کی طرف بڑھا ہے۔ دوسرا آشوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے۔ میرے مخبروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہوں نے آشوریوں کے علاقوں میں دور دور تک لوٹ مار اور شکست و ریخت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور آہستہ آہستہ جست و خیز کرتے ہوئے انہوں نے نینوا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس لشکر کے ساتھ میں سیتھین کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہوں۔

اپنے بیٹے بخت نصر کو میں نے بابل ہی میں چھوڑا ہے تاکہ میری غیر موجودگی میں اگر غیر متوقع حالات پیش آئیں تو وہ ان کا سامنا کر سکے۔ میں خوش ہوں کہ تم دونوں دادا پوتا مجھے یہاں مل گئے ہو۔ اگر تم یہاں نہ ملتے تو اپنے لشکر کو یہاں روک کر میں تمہیں بلواتا۔ کیا ایک اچھے سالار، ایک بیٹے کی حیثیت سے اس مہم میں میرے لشکر میں شامل نہیں ہو گے؟ جبکہ تم نے مجھ سے اور میرے بیٹے بخت نصر سے ایسا کرنے کا وعدہ لیا تھا۔''

جواب میں نفیل مسکرایا، کہنے لگا۔

''یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ کیوں شامل نہ ہوں گا؟ یہ تو میری دیرینہ خواہش ہے۔

اور پھر نینوا کی حفاظت کے لئے تو میں اپنے تن، من، دھن کی بازی لگا دوں گا۔ میں کسی بھی صورت میں پسند نہیں کروں گا کہ سیتھین آگے بڑھ کر نینوا پر قابض ہو جائیں۔ اس مہم میں، میں ضرور آپ کا ساتھ دوں گا۔ کیا آپ مجھے تھوڑا سا موقع دیتے ہیں کہ میں اپنے دادا کو خیمے میں چھوڑنے کے بعد اپنا جنگی لباس پہنوں اور پھر آپ کے پاس آؤں تاکہ یہاں سے کوچ کریں۔''

جواب میں نیبو پولاسر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اپنا جنگی لباس ضرور پہن کر آؤ۔ لیکن گھوڑا ساتھ نہ لانا۔ اس لئے کہ بابل کے شاہی اصطبل سے تمہارے لئے ایک گھوڑا میرے بیٹے بخت نصر نے بھیجا ہے۔ اس گھوڑے کو تم یقیناً پسند کرو گے۔ پہلے دادا کو اپنے خیمے میں چھوڑ کر آؤ۔ ساتھ یہ بھی کہو کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے دادا کو کوئی دقت تو نہ ہو گی؟''

اس بار نفیل کی بجائے غنم بن عبید اللہ بول اٹھا۔

''بابل کے عظیم بادشاہ! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرا پوتا نفیل بن ساعدہ آپ کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو۔ اس کی غیر موجودگی میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ ہمارے خانہ بدوش قبیلے میں اس کے ماموں اور ممانی کے علاوہ اور عزیز و اقارب بھی ہیں جو میری بہترین دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کو لے کر یہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اپنے خیمے میں داخل ہو کر وہ اپنا بہترین جنگی لباس زیب تن کر رہا تھا۔

جب بابل کے بادشاہ نیبو پولاسر نے اپنے لشکر کو دریائے دجلہ کے کنارے اس جگہ روکا، تب خانہ بدوش قبیلے کے سب افراد اپنے خیموں سے نکل کر لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر ایک جگہ خانہ بدوشوں کا سردار فردس، نائب سالار زہیر بن سلمی، فردس کی بیوی ازلام، زہیر کی بیوی احاطہ، اس کے علاوہ عشیرہ، اناشید، زہیر بن سلمی کے دونوں بیٹے زید بن زہیر، سنان بن زہیر اور فردس، اس کا بیٹا اشجع سب ایک جگہ کھڑے بڑے غور سے نیبو پولاسر کے لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں اپنا جنگی لباس پہننے کے بعد نفیل بن ساعدہ اپنے خیمے سے نکلا۔ سیدھا اس طرف گیا جہاں فردس اور نائب سردار زہیر بن سلمی دونوں اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بیٹوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر عشیرہ مسکرا رہی تھی۔ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ نفیل بن ساعدہ فردس کے پاس آ کر رکا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سردار! دریا کے کنارے جو لشکر کھڑا ہے یہ بابل کے بادشاہ نبو پولاسر کا ہے۔''
اس پر فردس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
''وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن نبو پولاسر! تمہیں کیا کہتا ہے؟''
اس پر پہلے جیسی سنجیدگی میں نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔
''میں نبو پولاسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو رہا ہوں۔ اس نے مجھے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں اپنا گھوڑا سے لے کر آؤں۔ اس کے بیٹے بخت نصر نے شاہی اصطبل سے میرے لئے ایک گھوڑا بھی بھیجا ہے۔ لہٰذا میں تم لوگوں سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میں تو ایک سالار کی حیثیت سے بابل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو کر جا رہا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں قبیلے کے کسی اچھے اور جنگجو جوان کو قبیلے کے مسلح جوانوں کا سالار مقرر کر لینا۔ اس لئے کہ میں اب یہ خدمات سرانجام دینے کے قابل نہیں رہوں گا۔''
نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر عشیرہ کی اداسی اور اس کے دکھ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دوسری طرف فردس اور زہیر بن سلمیٰ بھی کسی قدر سنجیدہ ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ پھر بول اٹھا۔
''محترم فردس! میں آپ کا انتہا درجہ کا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ اتنا عرصہ تک لشکر کے جنگجوؤں کے سالار کی حیثیت سے آپ لوگوں نے مجھے برداشت کیا۔ اس دوران مجھ سے کوئی غلطی، کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں جس مہم میں جا رہا ہوں اس میں ہر کوئی موت کے دروازے پر دستک دے گا۔ اس میں، میں کام بھی آ سکتا ہوں لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ کسی کو مجھ سے کوئی گلہ اور شکوہ رہے۔''
نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے عشیرہ رونے والی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر فردس، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''ابن ساعدہ! اگر تم بابل کے بادشاہ نبو پولاسر کے لشکر میں شامل ہو رہے ہو تو یہ ہمارے قبیلے کے لئے بھی ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا یہ ہماری کم عزت افزائی نہیں

کہ بابل کے بادشاہ نے اپنے لشکر میں ہمارے ایک نوجوان کو ایک سالار کی حیثیت سے شامل کیا ہے۔ تم بخوشی اس کے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن قبیلے کے جنگجوؤں کے سالار تم ہی رہو گے۔''
فردس کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
''میں آپ کے ان الفاظ سے اتفاق نہیں کرتا۔ آپ میری جگہ کسی کو سالار مقرر کر دیجئے گا۔ اس مہم سے میں واپس بھی آ گیا تب بھی میں اپنے قبیلے کے جنگجو ساتھیوں کا سالار بننا قبول نہیں کروں گا۔ میں اپنے قبیلے میں ایک عام اور معمولی سے جنگجو کی حیثیت سے ہی رہنا پسند کروں گا۔''
اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ نے اپنی اس گفتگو کے جواب کا انتظار نہ کیا، وہاں سے ہٹ کر وہ نبو پولاسر کے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔
جب وہ لشکر کے قریب پہنچا تب نبو پولاسر کے اشارے پر ایک سالار حرکت میں آیا۔ ایک گھوڑا پکڑ کر وہ نبو پولاسر کے قریب لے کر آیا۔ گھوڑا بہترین نسل کا توانا، سرکش تھا۔ اس کا سارا ساز و سامان نیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ جب قریب گیا تب نبو پولاسر کہنے لگا۔
''بیٹے! یہ گھوڑا تمہارے لئے میرے بیٹے بخت نصر نے بھیجا ہے۔ اس پر سوار ہو جاؤ اور یہاں سے کوچ کرو۔ کوچ کرنے سے پہلے ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا۔ اس لشکر میں میرے بعد سب سے اعلیٰ حیثیت تمہاری ہو گی۔ یوں سمجھنا تمہارے روپ میں میرے ساتھ میرا بیٹا بخت نصر اس جنگ میں حصہ لے رہا ہے۔''
نبو پولاسر کے ان الفاظ سے نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ ایک خوش کن جست اس نے لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کی بھاگ تھام لی تھی۔ اس کے بعد نبو پولاسر نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی لشکر دریائے دجلہ کے کنارے کنارے آگے بڑھنے لگا تھا۔
لشکر کے کوچ کرنے کے بعد زہیر بن سلمیٰ نے فردس کا ہاتھ تھاما، پھر اسے ایک طرف کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔
''فردس! آؤ ذرا چراگاہ میں چلتے ہیں۔ اپنے جانوروں کا جائزہ لیتے ہیں۔''

ساتھ ہی آنکھ سے زہیر بن سلمی نے فردس کو مخصوص اشارہ کیا تھا جس پر فردس چپ چاپ اس کے ساتھ ہولیا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر زہیر بن سلمی فکر انگیز انداز میں فردس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''فردس! کیا تم نے اندازہ نہیں لگایا کہ نفیل بن ساعدہ کا لہجہ آج اکھڑا اکھڑا تھا۔ جس بشاشت سے وہ پہلے گفتگو کیا کرتا تھا وہ بشاشت آج غائب تھی۔ چہرے پر سنجیدگی اور متانت تھی۔ اس نے تم سے اجازت تک نہیں لی کہ وہ نیبو پولاسر کے لشکر میں شامل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ تم قبیلے کے سردار ہو۔ تمہاری اجازت کے بغیر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ قبیلے کے جنگجوؤں کا سالار ہے۔ اس کی یہ گفتگو بھی مجھے عجیب لگی کہ اس نے کہا کہ وہ جا رہا ہے اور اس کے بعد کسی اور کو سالار مقرر کر لیا جائے۔ جاتے جاتے یہ بھی کہہ گیا ہے کہ اگر وہ واپس آ گیا تب بھی قبیلے میں وہ ایک عام جنگجو کی حیثیت سے رہے گا، سالار کی حیثیت سے رہنا پسند نہیں کرے گا۔ آخر وجہ کیا ہے؟''

زہیر بن سلمی کی ساری گفتگو کے جواب میں فردس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

''ابن سلمی! اس کی خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ آج نفیل بن ساعدہ کے دادا نے مجھ سے میری بیٹی عشیرہ کا رشتہ مانگا تھا۔ اس وقت میں اکیلا دریا کی طرف سے آ رہا تھا۔ تب اس نے راہ روک کر اس نے یہ مانگ کی۔ میں نے عشیرہ کا رشتہ نفیل بن ساعدہ کو دینے سے انکار کر دیا اور اس سے یہ کہا کہ میں اپنی بیٹی عشیرہ کا رشتہ زہیر بن سلمی کے بیٹے کو دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا میں عشیرہ کا ہاتھ نفیل بن ساعدہ کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ میرے خیال میں عمرو بن عبید اللہ نے میرے اس فیصلے سے نفیل بن ساعدہ کو آگاہ کر دیا ہوگا۔ اس بنا پر نفیل بن ساعدہ آج اکھڑا اکھڑا سا تھا اور اسی بنا پر میرے خیال میں اس نے قبیلے کے جنگجو جوانوں کا سالار رہنے سے انکار بھی کر دیا ہے۔''

زہیر بن سلمی نے فردس کی اس گفتگو سے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا تھا۔ پھر دونوں چپ چاپ اس سمت بڑھنے لگے تھے جہاں ان کے قبیلے کے جانور چر رہے تھے۔

*

عشیرہ اپنی ماں ازلام کے ساتھ خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ خیمے کے دروازے پر اناشید نمودار ہوئی اور عشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''عشیرہ! آؤ ذرا دریا کی طرف چلتے ہیں۔''

اپنی ماں سے کہہ کر عشیرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے سے نکلی۔ اس موقع پر وہ انتہا درجہ کی اداس اور افسردہ تھی۔ اناشید تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی حالت کا جائزہ لیتی رہی پھر دونوں دریا کی طرف ہو لی تھیں۔

دریائے دجلہ کے کنارے جہاں کچھ پتھر پڑے ہوئے تھے، وہاں آ کر اناشید ایک پتھر پر بیٹھ گئی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے عشیرہ دوسرے پتھر پر ہو بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس دوران عشیرہ بجھی بجھی اور اداس و ملول بیٹھی رہی۔ اناشید بڑے غور سے اس کی اس حالت کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر دھیمے لہجے میں اناشید نے عشیرہ کو مخاطب کیا۔

''عشیرہ! یہ تو میں جان گئی ہوں کہ تم کسی سے محبت کرتی ہو۔ اس لئے کہ کم از کم دو مواقع پر میں تمہارے چہرے کے تاثرات اور کیفیت کو بھانپتے ہوئے یہ اندازہ لگا چکی ہوں۔''

اناشید کے سوال پر عشیرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کون سے دو مواقع پر تم نے اندازہ لگایا کہ میں کسی سے محبت کرتی ہوں؟''

جواب میں لمحہ بھر کے لئے اناشید مسکرائی۔ اس کے بعد عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''پہلا موقع اس وقت تھا جب نفیل بن ساعدہ کا تیغ زنی کا مقابلہ ایران کے سالار برزین سے ہوا تھا اور مقابلے کے بعد تم نے نفیل بن ساعدہ سے گفتگو کی تھی۔ اس وقت بھی میں نے تمہارے چہرے کا بغور جائزہ لیا تھا۔ دوسرا موقع اس وقت جب نفیل بن ساعدہ بابل کے بادشاہ نیبو پولاسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے کوچ کرنے والا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تمہارا جائزہ بڑے غور سے لیا تھا اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ تم نفیل بن ساعدہ کو پسند کرنے لگی ہو۔''

''دیکھو عشیرہ! میں صرف تمہاری دوست ہی نہیں، بہن بھی ہوں۔ اور میں نے ہمیشہ

تمہیں چھوٹی سگی بہنوں جیسا جانتی ہے۔ جھوٹ نہ بولنا۔ کیا تم نفیل بن ساعدہ کو پسند کرتی ہو؟ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم رکھتی ہو؟''

اناشید کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لئے عشیرہ اسے گھورتی رہی پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''اناشید! تمہارا اندازہ درست ہے ..... میں واقعی نفیل بن ساعدہ کو پسند کرنے لگی ہوں۔ لیکن اناشید! نفیل کے ایک رویے نے مجھے بے حد اُداس کر کے رکھ دیا ہے۔ جب اس نے ایرج سے مقابلہ جیتا تھا تو میں نے اسے پیشکش کی تھی کہ میں اور تم دونوں مل کر اس کے خیمے کا سارا کام کیا کریں گے لیکن اس نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ وقتی طور پر اس کے اس جواب کا مجھے افسوس ضرور ہوا تھا لیکن بعد میں میں نے سوچا کہ نفیل نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اس لئے کہ وہ اور اس کا دادا دونوں اپنے کام خود کرنے کے عادی ہیں اور ایسے لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ اس میں برائی نہیں ہے۔ لیکن دوسرے موقع پر جب وہ بابل کے بادشاہ نبو پولاسر کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل ہو کر کوچ کر رہا تھا اور کوچ سے پہلے جو گفتگو اس نے میرے باپ اور تمہارے بابا سے کی تھی وہ میرے لئے انتہا درجہ کی دل شکنی کی گفتگو تھی۔ جب اس نے یہ کہا کہ ہو سکتا ہے وہ اس جنگ سے واپس نہ آئے تو اس وقت جو میری حالت ہوئی تھی اناشید! وہ میں تمہارے سامنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اور پھر ایک اور بات اب تک میں نہیں سمجھ پائی کہ آخر اس نے میرے بابا سے یہ کیوں کہہ دیا کہ اس کی جگہ قبیلے کے کسی اور جوان کو سالار مقرر کر دیا جائے۔ اس نے بڑی افسردگی میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس جنگ سے جب وہ واپس آ گیا تب بھی قبیلے میں ایک عام سے جنگجو کی حیثیت سے کام کرے گا، سالار نہیں رہے گا۔''

یہ ساری گفتگو عشیرہ نے بڑے افسردہ انداز میں کی تھی۔ اس کے بعد اپنی بات کو وہ آگے بڑھا رہی تھی۔

''اناشید! میرا دل کہتا ہے کہ قبیلے میں کسی سے نفیل بن ساعدہ کی تکرار ہوئی ہے۔ کسی نے اس کی دل شکنی کی ہے۔ اسی بناء پر اس نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ اب میں یہ ڈر اور خوف بھی محسوس کر رہی ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ واپس اپنے خانہ بدوش قبیلے میں آنے کی بجائے مستقل طور پر بابل کے بادشاہ نبو پولاسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے ہی رہنا پسند نہ کر لے۔ اگر ایسا ہوا تو اناشید! کم از کم عشیرہ ان حالات میں

زندہ نہ رہ پائے گی۔''

عشیرہ کے خاموش ہونے پر اناشید نے کہنا شروع کیا تھا۔

''عشیرہ! میرا بھی اندازہ یہی ہے کہ نفیل بن ساعدہ اب اپنے قبیلے میں رہنے کی بجائے بابل کے بادشاہ کے لشکر کو ترجیح دے گا۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ نبو پولاسر اسے اپنا بیٹا سمجھنے لگا ہے جبکہ اس کا بیٹا بخت نصر، نفیل بن ساعدہ سے اپنے چھوٹے بھائی جیسا سلوک کرتا ہے۔ دونوں باپ بیٹا اس کی بہادری، اس کی شجاعت اور اس کی استقامت سے بے حد متاثر ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے گھر کے کسی فرد کو بھی اس حادثے کا علم ہے کہ تم نفیل بن ساعدہ سے محبت کرتی ہو؟''

جواب میں بڑی بے بسی سے اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے عشیرہ نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر یوں جانو، قسمت تمہارے خلاف فیصلہ دے چکی ہے اور نفیل بن ساعدہ سے تمہیں جدا کرنے کے لئے سارا لائحہ عمل تیار کر لیا گیا ہے۔'' بڑے غور سے عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اناشید نے کہا تھا۔

اس موقع پر عشیرہ نے اپنے سر کو جھٹکا پھر بڑی بے زاری میں کہنے لگی۔

''اناشید! تم کیا کہہ رہی ہو؟ کون میرے اور نفیل بن ساعدہ کے درمیان نفرت اور جدائی کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟''

''عشیرہ! جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں، میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھتی ہوں۔ میں تم سے کوئی بات چھپاؤں گی نہیں، خواہ وہ میرے اپنے گھر کا معاملہ کیوں نہ ہو۔ تمہارے بابا نے تمہاری شادی میرے بھائی سنان کے ساتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جو اطلاعات مجھے اپنے باپ سے ملی ہیں ان کے مطابق نفیل بن ساعدہ کا دادا تمہارے باپ سے ملا تھا اور تمہارے بابا سے نفیل کے دادا غنم بن عبید اللہ نے تمہارا ہاتھ نفیل بن ساعدہ کے لئے مانگا تھا۔ اس لئے کہ غنم بن عبید اللہ نے شاید جان لیا تھا کہ تم نفیل کو پسند کرتی ہو، اسی بناء پر اس نے تمہارے بابا سے تمہارا رشتہ مانگا۔ لیکن حیرت کی بات کہ تمہارے بابا نے غنم بن عبید اللہ کو روکھا سوکھا جواب دے دیا۔ نفیل بن ساعدہ کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ وہ عشیرہ کی شادی زہیر بن سلمی کے بیٹے سنان سے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک میرے بھائی سنان کے

ساتھ تمہاری شادی کرنے کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا۔"

یہ ساری گفتگو سن کر عشیرہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"اناشید! اب میں سارے معاملے کو سمجھ گئی ہوں۔ اب میں یہ بھی جان گئی ہوں کہ نفیل کیوں نبو پولاسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو کر چلا گیا ہے۔ کیوں اس نے صاف اور واضح طور پر میرے بابا سے کہہ دیا کہ اس کی غیر موجودگی میں قبیلے کے جوانوں کا کسی اور کو سالار مقرر کر دیا جائے اور یہ کہ واپس آ کر وہ سالار کی حیثیت سے قبیلے میں نہیں جائے گا۔ میرے خیال میں میرے باپ نے نفیل بن ساعدہ کے دادا کو جو جواب دیا ہوگا وہ اس کے دادا نے نفیل سے کہہ دیا ہوگا۔ نفیل نے اس کا برا منایا ہوگا اسی بناء پر وہ سالار کی ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش ہو جانا چاہتا ہے۔"

جواب میں دکھ بھرے انداز میں اناشید بول اٹھی تھی۔

"تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی انکشاف کر دوں کہ گزشتہ دن تمہارے باپ نے میرے بھائی سنان بن زہیر کو قبیلے کے جوانوں کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ وہی سنان جس کے ساتھ تمہارا بابا تمہارا رشتہ طے کرنا چاہتا ہے۔"

یہاں تک اناشید کی گفتگو سننے کے بعد عشیرہ ایک دم غصے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی۔ اناشید بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"اب کہاں چلی ہو؟"

"واپس چلیں۔ اس وقت خیمے میں میری ماں اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔ میں اس سے اس موضوع پر گفتگو کرتی ہوں کہ آخر میرا رشتہ طے کرتے وقت اس سلسلے میں مجھ سے بات کیوں نہیں کی گئی؟ میرا عندیہ کیوں نہیں لیا گیا؟ میری رضامندی جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی گئی؟"

اس کے ساتھ ہی عشیرہ واپس ہو لی۔ اناشید وہیں بیٹھی رہی اور عشیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم اکیلی اپنے خیمے کی طرف جاؤ۔ تمہارے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف جاؤں گی۔ اگر میں تمہارے ساتھ گئی تو سب کو خبر ہو جائے گی کہ یہ ساری باتیں میں نے تم سے کی ہیں۔"

عشیرہ نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔

جب وہ اپنے خیمے میں داخل ہوئی تو ابھی تک اس کی ماں ازلام خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ عشیرہ کی حالت دیکھتے ہوئے وہ چونکی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بیٹی! کیا بات ہے؟ تیرا چہرہ بتاتا ہے کہ تو انتہائی غصے اور غضب ناکی میں ہے۔ کیا تیرا کسی سے جھگڑا ہوا؟ کیا کسی نے تم سے کچھ کہا یا تمہاری دل شکنی کر دی؟"

عشیرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ آگے بڑھ کر وہ اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ پھر شکایت بھرے انداز میں اس نے پوچھ لیا۔

"ماں! کیا میرا رشتہ زہیر بن سلمیٰ کے بڑے بیٹے سنان بن زہیر کے ساتھ طے کیا گیا ہے؟"

"ہاں بیٹی! ایسا ہی ہوا ہے۔ اس سلسلے میں تمہارے باپ نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی تھی۔ آخر تمہارا رشتہ کہیں نہ کہیں کرنا تو ہے اس بناء پر تمہارا رشتہ طے کر دیا گیا۔ میرے خیال میں اپنے قبیلے میں تمہارے لئے سنان سے بہتر کوئی جوان مل ہی نہیں سکتا ہے۔" ازلام نے بڑے غور سے عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔

جواب میں اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے عشیرہ بول اٹھی تھی۔

"اماں! کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ کیا قبیلے کے سارے جوانوں میں صرف سنان بن زہیر ہی ایسا تھا جو میری زندگی کا ساتھی بنایا جا سکتا تھا؟ اور یہ فیصلہ کرنے سے پہلے اگر ابا نے نہیں تو کم از کم آپ نے ہی مجھ سے مشورہ لے لیا ہوتا، مجھے بتا دیا ہوتا کہ میرا رشتہ اس کے ساتھ طے ہو رہا ہے تو میں اسی موقع پر بابا سے بات کر لیتی..."

عشیرہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ازلام بول اٹھی تھی۔

"کیا بات کر لیتی تم؟"

"یہی کہ میں کسی بھی صورت سنان بن زہیر کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"تو پھر کس کے ساتھ تیار ہو؟" غور سے ازلام نے عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے

''اماں! میں نفیل بن ساعدہ کو پسند کرتی ہوں۔ اس جیسا شجاع، عمدہ تیغ زن، جوان مرد اور طاقت ور نوجوان ہمارے قبیلے میں نہیں ہے۔ یہ سنان بن زہیر تو ایک طرف اس کا چھوٹا بھائی زید بن زہیر بھی عمر میں نفیل بن ساعدہ سے بڑا ہے۔ ماں! میں سنان بن زہیر کو ناپسند کرتی ہوں۔ کسی بھی صورت اس سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گی۔ اماں! ایک بات اپنے دل کے قرطاس پر لکھ لینا، سنان بن زہیر سے شادی کرنے کی بجائے میں اپنا جسم موت کے حوالے کرنے کو ترجیح دوں گی۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر ازلام پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے عشیرہ کو اپنے قریب کر لیا اور اس کا سر اپنی چھاتی سے لگایا، پھر بڑی چاہت اور محبت میں کہنے لگی۔ ''میری بچی! نفیل بن ساعدہ نے تمہارا رشتہ مانگا ہی نہیں ہے۔ اگر تم اس سے محبت کرتی ہو تو اسے بھی تم سے محبت کرنی چاہئے تھی۔ یک طرفہ محبت تو اچھی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے دل میں تمہارے لئے چاہت ہوتی تو یقیناً تمہارے باپ سے تمہارا رشتہ مانگتا۔ میں جانتی ہوں اس کے ہاں کوئی عورت نہیں ہے، اس کے ماں باپ مر چکے ہیں لیکن وہ خود تمہارے باپ سے بات کر لیتا یا اپنے دادا کے ذریعے یہ پیغام بھجواتا یا مجھ سے ہی کم از کم اس موضوع پر گفتگو کر لیتا۔''

عشیرہ نے تڑپ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''اماں! اس سنان بن زہیر کے ساتھ میرا رشتہ طے ہونے سے پہلے نفیل بن ساعدہ کے دادا غنم بن عبید اللہ نے نفیل کے لئے میرا رشتہ مانگا تھا پر بابا نے انکار کر دیا تھا۔ آپ جانتی ہیں اس انکار کی وجہ سے نفیل قبیلے کو چھوڑ کر بابل کے بادشاہ نبو پولاسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو گیا ہے۔ جاتے جاتے وہ قبیلے کے جوانوں کی سالاری سے بھی انکار کر گیا ہے اور اس کے انکار کی وجہ سے مجھے پتہ چلا ہے کہ بابا نے زہیر بن سلمی کے ساتھ معاملہ طے کر کے اس کے بیٹے سنان بن زہیر کو سالار مقرر کر دیا ہے۔ ذرا غور سے معاملے کا جائزہ لو۔ کیا سنان بن زہیر اس قابل ہے کہ قبیلے کے جوانوں کا سالار مقرر کر دیا جائے؟''

عشیرہ کے اس انکشاف پر ازلام کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ پھر خیمے میں اس کی دکھ بھری آواز سنائی دی۔

''بیٹی! حیرت ہے، تمہارے باپ نے مجھ پر یہ تو انکشاف نہیں کیا کہ نفیل بن ساعدہ

کے دادا غنم بن عبید اللہ نے نفیل کے لئے تمہارا رشتہ مانگا تھا۔ اگر اس کے دادا نے مانگا تھا تو میں سمجھتی ہوں کہ تمہارے باپ کو ہر صورت میں ہاں کر دینی چاہئے تھی۔ اس لئے نفیل بن ساعدہ جیسا جوان تو ہمارے پورے قبیلے میں نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ ساری ساز باز تمہارے باپ کے ساتھ زہیر بن سلمی نے کی ہو گی۔''

''اگر اس نے یہ ساز باز کی ہے تو سن میری ماں! میں اعلانیہ اس رشتے سے انکار کرتی ہوں۔ اس موضوع پر میں براہ راست اپنے بابا سے گفتگو نہیں کروں گی۔ آپ میری غیر موجودگی میں اس سے بات کر لیجئے گا اور ان پر واضح کر دیجئے گا کہ میں سنان بن زہیر سے شادی پر موت کو ترجیح دوں گی۔ جس دن اس سے میری شادی کا اہتمام کیا گیا اس وقت آپ دونوں اپنی بیٹی کی لاش دیکھیں گے۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر ازلام لرز کانپ گئی تھی۔ پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''بیٹی! نفیل بن ساعدہ بڑا سعادت مند اور بڑا فرمانبردار بچہ ہے۔ لیکن ساتھ میں یہ نوجوان اپنی انا، اپنی خودی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ میں ڈرتی ہوں کہ اگر تمہارے باپ نے ایک بار اسے تمہارا رشتہ دینے سے انکار کر دیا ہے، اس کے بعد اگر ہم سنان بن زہیر سے انکار کر کے اس کو رشتہ دینا چاہیں تو میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ انکار ہی نہ کر دے۔''

عشیرہ بے پناہ غصے اور غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اماں! اگر اس انکار پر نفیل بن ساعدہ انتقامی ہوتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ اگر وہ انکار کرتا ہے تو اس کی ساری کی ساری ذمہ داری میرے باپ پر ہو گی۔ نفیل بن ساعدہ کے انکار پر پھر میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے چاہے آپ دونوں مل کر میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دیں۔''

یہیں تک کہتے کہتے عشیرہ خاموش ہو گئی۔ کیونکہ اسی لمحہ اس کا باپ فردرس، اس کا سسر دونوں خیمے میں داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے عشیرہ خیمے سے نکل گئی تھی۔ اس کے اس طرح جانے پر فردرس مڑ کر کچھ دیر اس کی طرف دیکھتا رہا۔ حیران اور پریشان بھی تھا۔ پھر آگے بڑھ کر دونوں باپ بیٹا بیٹھ گئے۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز فردرس نے کیا تھا۔ اپنی بیوی ازلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ''یہ میری بیٹی عشیرہ بڑے غصے اور غضب کی حالت میں خیمے

یہ شور سن کر فردوس، ازلام اور اشجع بھی نکل آئے تھے۔ انہوں نے دیکھا عشیرہ ابھی تک زہیر بن سلمی کے خیمے کے دروازے پر کھڑی انتہائی غصے اور غضب ناکی میں ان پر برس رہی تھی۔ اتنی دیر تک فردوس، ازلام اور اشجع بھی وہاں پہنچ گئے۔ پھر فردوس نے آگے بڑھ کر عشیرہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

''بیٹی! تم یہاں آ کر کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ اس قسم کا اعلان کرنے سے پہلے تم نے مجھ سے پوچھا ہوتا، مجھ سے مشورہ تو کر لیا ہوتا۔''

اس موقع پر عشیرہ نے گھورتے کے انداز میں فردوس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''کیا آپ نے زہیر بن سلمی کے بیٹے سنان بن زہیر سے میرا رشتہ طے کرتے وقت مجھ سے مشورہ لیا تھا؟ میری رضامندی حاصل کی تھی؟ اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو میں آپ سے پوچھ کر ان کے ہاں رشتے سے انکار کرنے کے لئے آتی۔ لیکن آپ نے نہ میری رضامندی جانی نہ مجھ سے مشورہ کیا۔ اس بناء پر میں بھی آپ سے مشورہ کئے بغیر یہاں آئی اور ان کے سامنے اعلانیہ طور پر میں نے سنان بن زہیر کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔''

اس موقع پر ازلام آگے بڑھی، عشیرہ کا بازو پکڑا، کہنے لگی۔

''چل میری بچی! تو نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ دیا۔ اب خیمے میں چل۔''

عشیرہ نے اپنا بازو چھڑا لیا۔ کہنے لگی۔

''اماں! تم اپنے خیمے میں جاؤ۔ میں اب وہاں نہیں آؤں گی۔ میں اب نفیل بن ساعدہ کے دادا غنم بن عبید اللہ کے خیمے میں جا رہی ہوں۔ میں اب وہیں رہوں گی، اس کے ساتھ ہی۔''

غصے میں پاؤں پٹختے ہوئے عشیرہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی عشیرہ سیدھی نفیل بن ساعدہ کے خیمے میں گئی۔ وہ کافی بڑا خیمہ تھا اور اس کے وسط میں بستر پر بیٹھا بوڑھا غنم بن عبید اللہ اپنا کوئی پھٹا ہوا کپڑا سی رہا تھا۔

عشیرہ خیمے کے دروازے پر رک گئی پھر بڑی عقیدت میں غنم بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! میں اندر آ سکتی ہوں؟''

غنم بن عبید اللہ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرایا پھر شفقت بھری آواز میں کہنے لگا۔

''بچی! خیمے میں آنے کے لئے تمہیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ آ جاؤ میری بچی۔''

عشیرہ آگے بڑھی۔ جو کپڑا غنم بن عبید اللہ سی رہا تھا، وہ عشیرہ نے اس سے لے لیا۔ سوئی بھی اس سے چھین لی پھر اس سے کہنے لگی۔

''بابا! آپ یہ خود کیوں سی رہے ہیں؟ مجھے بلا لیا ہوتا۔ یہ میں آپ کو خود سی کر دوں گی۔ آئندہ میں آپ کے خیمے کے سارے کام کاج بھی خود ہی کروں گی اور اپنا زیادہ وقت آپ کے خیمے میں ہی گزاروں گی۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر غنم بن عبید اللہ نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اچانک وہ سنجیدہ اور متین ہو گیا اور عشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیٹی! یہ تو کس قسم کی گفتگو کر رہی ہے؟ تیرے ایسا کرنے سے تیرا باپ خفا ہو گا۔ تیری ماں ناراض ہو گی بیٹی.....''

غنم بن عبید اللہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا جبکہ عشیرہ اسے ڈھارس دینے کے انداز میں بول اٹھی تھی۔

''بابا! مجھے اب کسی کی ناراضگی، کسی کی خفگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ بابا! مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ نے نفیل کے لئے میرا رشتہ مانگا تھا پر میرے باپ نے انکار کر دیا تھا۔ بابا میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں ابھی سے نہیں، ایک عرصے سے نفیل کو پسند کر رہی ہوں۔ میں بہت پہلے اسے اپنی توجہ کا مرکز، اپنی محبت کا محور اور اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہوں۔ پر میرے باپ نے اس رشتے سے انکار کر کے میرا رشتہ زہیر بن سلمی کے بیٹے سنان بن زہیر سے طے کر دیا ہے۔ بابا! آپ نے بھی ایک بہت بڑی غلطی کی۔ جس وقت آپ نے نفیل کے لئے میرا رشتہ پوچھا تھا تو بابا نے اگر انکار کر دیا تھا تو کم از کم آپ نے مجھے اس صورت حال سے آگاہ کیا ہوتا۔ اس لئے کہ مجھے اس وقت تک محسوس ہو رہا ہے جس کا میں اندازہ نہیں لگا سکتی۔ اس لئے کہ جب میرے بابا نے رشتے سے انکار کر دیا اس وقت نفیل یہاں سے کوچ کر رہا تھا۔ وہ بڑا غم زدہ اور افسردہ تھا۔ جاتے جاتے اس نے اپنے قبیلے کے نوجوانوں کی سالاری سے بھی کنارہ کشی کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور اس کی جگہ میرے باپ نے سنان بن زہیر کو قبیلے کے

نوجوانوں کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ میرے باپ نے رشتے سے انکار کر کے آپ کی توہین کی ہے۔ آپ کی توہین کو نفیل بن ساعدہ برداشت نہیں کر سکا۔ اسی بناء پر اس نے سالار کے عہدے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب وہ ایک سالار کی حیثیت سے بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔ اور میں ڈرتی ہوں کہیں وہ مستقل طور وہاں رہائش اختیار نہ کر لے اور قبیلے میں واپس نہ آئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے عشیرہ خاموش رہی۔ کچھ سوچتی رہی۔ پھر غنم بن عبید اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہہ رہی تھی۔

"بابا! تھوڑی دیر پہلے ان سارے حالات کی خبر مجھے اناشید بنت زہیر بن سلمی سے ہوئی۔ یہ سن کر میں اپنی ماں ازام کے پاس آ گئی۔ اس سے اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب اس نے اناشیر کے انکشاف کی تائید کی تب میں سیدھی زہیر بن سلمی کے خیمے کی طرف گئی۔ زہیر بن سلمی اور اس کے اہل خانہ کو میں نے خوب سنائیں اور اس کے بیٹے سنان بن زہیر کے ساتھ میں نے اپنے رشتے کو منقطع کر دیا ہے۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی میں ان سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔ بابا! یہ میرا عہد، میرا وعدہ ہے کہ اگر کسی بھی موقع پر میرے باپ نے نفیل بن ساعدہ کی بجائے مجھے کسی اور کے گھر کی رونق، کسی اور کی بیوی بنانا چاہا تو میں شادی کرنے کی بجائے موت سے بغلگیر ہونے کو ترجیح دوں گی۔"

جب تک عشیرہ بولتی رہی، دھیرے دھیرے غنم بن عبید اللہ مسکراتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش ہی رہا۔ یہاں تک کہ عشیرہ نے اس کا پھٹا ہوا کپڑا سی دیا تھا۔ پھر غنم بن عبید اللہ کچھ سوچنے کے بعد عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! تیری اس حرکت پر یقیناً تیرا باپ ناراض ہوگا۔ تیری ماں خفا ہوگی۔ وہ تم پر سختی بھی کر سکتے ہیں۔"

عشیرہ طنزیہ انداز میں مسکرائی پھر خیمے میں اس کی آواز سنائی دی۔

"بابا! جس وقت میں زہیر بن سلمی کے دروازے پر کھڑی ہو کر انہیں باتیں سنا رہی تھی، ان کے بیٹے سے اپنے رشتے کو منقطع کر رہی تھی، وہاں میرا باپ، میری ماں اور بھائی بھی آ گئے تھے۔ ان کو خبر ہو چکی ہے کہ میں نے اس رشتے کو ختم کر دیا ہے۔ بابا! میرا کوئی کیا بگاڑے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گا کہ موت کے گھاٹ اتار دے گا

اس لئے کہ میں نفیل بن ساعدہ کے علاوہ کسی اور کی زبردستی بیوی نہیں بنوں گی۔"

عشیرہ کی اس ساری گفتگو سے غنیم بن عبید اللہ خوش اور مطمئن لگتا تھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بڑی شفقت میں اسے مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"بچی! تیری مہربانی کہ تو نے نفیل بن ساعدہ کو اتنی اہمیت دی۔ اب تو اپنے خیمے میں جا۔ تیرے یہاں آنے کو تیرے ماں باپ، بھائی اور دوسرے رشتہ دار برا محسوس کریں گے۔ بیٹی ..."

غنم بن عبید اللہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خیمے کے دروازے پر ازام نمودار ہوئی تھی۔ خیمے میں وہ داخل ہوئی۔ غنم بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! آپ جو باتیں اس سے کہہ رہے تھے میں سن چکی ہوں آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ میری بچی کو سمجھا رہے تھے۔"

پھر ازام آگے بڑھی، جھک کر اس نے عشیرہ کا بازو پکڑا اور اٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری بیٹی! چل اپنے خیمے میں۔ تیرے باپ سے بات کر کے آئی ہوں۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کہیں بھی تمہاری مرضی کے خلاف تمہارا رشتہ نہیں کیا جائے گا۔ جو تم چاہو گی، وہی ہوگا۔ جو فیصلہ تم کرو گی وہی آخری ہوگا۔"

اپنی ماں کے ان الفاظ پر عشیرہ خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا کپڑا اس نے غنم بن عبید اللہ کے سامنے رکھ دیا پھر کہنے لگی۔

"بابا! آپ فکرمند نہ ہونا۔ میں آتی رہوں گی۔ خیمے کا سارا کام کروں گی۔ آپ کا کھانا بھی میں خود ہی تیار کیا کروں گی۔"

اس پر غنم بن عبید اللہ نے اپنا عصا پکڑا، اس کے سہارے اٹھا اور دوبارہ عشیرہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بچی! تجھے یہ زحمت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ نفیل بن ساعدہ کا ماموں اور ممانی اصرار کر رہے تھے کہ مجھے اکیلے اس خیمے میں نہیں رہنا چاہئے لہٰذا آج وہ مجھے اپنے خیموں کی طرف لے جائیں گے۔ بہرحال یہاں پڑاؤ کے دوران یا آئندہ کہیں جہاں کہیں بھی پڑاؤ ہوگا، میرے پوتے نفیل بن ساعدہ کا خیمہ اسی طرح نصب کیا جائے گا۔ میری بیٹی! اس سلسلے میں تجھے میرے کھانے یا اور کسی کام کے کرنے کی

زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اب تو اپنی ماں کے ساتھ جا۔ تیرا باپ، تیرا بھائی، تیرے لئے پریشان ہوں گے اور تجھے ان کو پریشان نہیں کرنا چاہئے۔"

غنم بن عبید اللہ کے ان الفاظ پر عشیرہ مطمئن ہوگئی تھی۔ پھر وہ چپ چاپ اپنی ماں ازلام کے ساتھ غنم بن عبید اللہ کے خیمے سے نکل گئی تھی۔

*

سیتھین کے سردار برشام نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قومِ ماد کے شہنشاہ کیا کسارا کے مرکزی شہر ہمدان کا رخ کیا تھا۔ ہمدان کو ان دنوں اگبتانہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور سیتھین اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے اس شہر پر حملہ آور ہوکر کیا کسارا کو اپنے سامنے زیر کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

دوسری طرف کیا کسارا ایک بار سیتھین کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد خوفزدہ تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ سیتھین جو وحشی ہیں، آندھی اور طوفان کی طرح اس کے مرکزی شہر کا رخ کر رہے ہیں۔ لہٰذا اسے خدشہ تھا کہ کہیں سیتھین اسے فیصلہ کن شکست دے کر اس کے مرکزی شہر پر قبضہ کر کے اس کی ساری سلطنت پر ہی قبضہ نہ کر بیٹھیں۔ اس بناء پر سیتھین کے خلاف جنگ کرنے کی بجائے انہیں زیر کرنے کی خاطر کیا کسارا نے ایک چال چلی۔

اس نے تیز رفتار قاصد سیتھین کے سردار برشام کی طرف روانہ کئے۔ برشام کو اس نے صلح کی پیشکش کی۔ ساتھ ہی یہ بھی دعوت دی کہ برشام اپنے لشکر کے ساتھ بے شک ہمدان کی طرف آئے لیکن ہمدان کے نواح میں پڑاؤ کرنے کے بعد برشام اپنے ساتھیوں اور روساء کے ساتھ اس کے پاس آئے تاکہ ان سے صلح کی گفتگو ہو اور اس سلسلے میں باہم مل کر کچھ شرائط طے کر لی جائیں۔

سیتھین نے یہ خیال کیا کہ ایران کا شہنشاہ کیا کسارا خود بخود ان کے سامنے جھک رہا ہے لہٰذا برشام اپنے لشکر کو لے کر ہمدان کے قریب گیا۔ وہاں اس نے پڑاؤ کیا، پھر کیا کسارا کی پیشکش پر اس سے مصالحت اور صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے برشام کیا کسارا کی طرف گیا۔

کیا کسارا نے برشام، اس کے سالاروں اور عمائدین کے خلاف پہلے سے ایک شاطرانہ چال تیار کر رکھی تھی۔ اس نے سیتھین کے سردار برشام، اس کے امراء اور

سالاروں سمیت ان کا بہترین استقبال کیا۔ ان کے لئے ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا۔ برشام اور اس کے ساتھیوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ دعوت کے دوران برشام نے وحشی سیتھین کو تیز شراب پلا دی جس کی بناء پر وہ نشے میں بدمست ہو گئے۔ ان کی اس بدمستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا کسارا ان پر حملہ آور ہوا۔ برشام سمیت اس کے امراء اور سالاروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد کیا کسارا اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر ہمدان سے نکلا جہاں سیتھین کے سردار برشام نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں کا رخ کیا۔ سیتھین کے لشکر پر اس نے بڑا خونخوار حملہ کیا۔ اب سیتھین کی حالت یہ تھی کہ نہ ان کا سردار ان کے اندر تھا نہ بڑے بڑے سالار نہ ہی دوسرے عہدہ دار اور عمائدین۔ لہٰذا وہ کیا کسارا کے حملے کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کیا کسارا نے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ اس طرح کیا کسارا نے یہ شاطرانہ چال چلتے ہوئے نہ صرف سیتھین کے سردار اور ان کے بڑے بڑے سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بلکہ اکثر سیتھین کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی طاقت اور قوت کو بھی کچل کر رکھ دیا تھا۔

سیتھین کا سردار برشام، اس کے بڑے بڑے سالار اور عمائدین مارے جا چکے تھے اور برشام کے تحت کام کرنے والے سیتھین، کیا کسارا کے ہاتھوں شکست اٹھانے اور اپنے بہت سے ساتھیوں کو گنوانے کے بعد ہمدان کے نواح سے بھاگ گئے تھے۔

دوسری طرف برشام کی حسین و جمیل اور نیلی آنکھوں والی پرکشش بیٹی طرغانی اور اس کا بھائی کشلوک اپنے سرکردہ سالاروں کے ساتھ آشوریوں کی سلطنت میں گھس گئے تھے۔ اب آشوریوں میں اتنی طاقت اور قوت نہ تھی کہ وہ اپنے مرکزی شہر نینوا سے نکل کر وحشی سیتھین کا راستہ روکتے جس کی بناء پر یہ سیتھین طرغانی اور کشلوک کی سرکردگی میں کرب کی صدیوں میں فطرت کے زنگ آلود غموں، شب کے سناٹوں میں دلوں کو پیاسا کر دینے والی نفس کی ملامتوں، قلب کے نہاں خانوں میں اتر جانے والے سیاہ تفکرات کی طرح آگے بڑھتے رہے تھے۔ جو قصبہ، جو چھوٹا شہر بھی ان کے سامنے آتا وہ صدیوں کی شکست و ریخت کی طرح اس پر وارد ہوتے اور اپنے پیچھے شکستہ اور منہدم ویرانیوں کے سوا کچھ نہ رہنے دے رہے تھے۔

ابھی تک طرغائی اور کشلوک دونوں بہن بھائی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے ان کے باپ، ان کے سالاروں اور بڑے بڑے عمائدین کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس بناء پر وہ اپنی پوری خونخواری اور ستم کا اظہار کرتے ہوئے آشوریوں کی سلطنت میں دور دور تک پھیلنے کے بعد اب ان کے مرکزی شہر نینوا کا رخ کئے ہوئے تھے۔

دور دور تک تباہی اور بربادی کے خیابان کھڑے کرتے ہوئے جب طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کو خبر ہوئی کہ بابل کا بادشاہ بنو پولاسر ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہے تب انہوں نے ایک جگہ کھلے میدانوں کے اندر پڑاؤ کر لیا تھا۔ پڑاؤ انہوں نے اس جگہ کیا تھا جن علاقوں کا رخ بنو پولاسر کئے ہوئے تھا۔

دوسری طرف بنو پولاسر نے بھی نفیل بن ساعدہ اور دوسرے سالاروں کے ساتھ بڑی برق رفتاری اور تیزی کے ساتھ ادھر کا رخ کیا تھا جہاں طرغائی اور کشلوک کی سرکردگی میں سیتھین نے پڑاؤ کیا تھا۔

سیتھین کیونکہ گزشتہ کئی دنوں سے یلغار کئے ہوئے تھے اور ہر سمت سے کامیابیاں ان کی جھولی میں آ رہی تھیں، ان کے پاس مال و دولت کے انبار لگ گئے تھے اس لئے کہ انہوں نے گزشتہ کئی دنوں سے آشوریوں کی سلطنت کو لوٹنا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا بابل کا بادشاہ بنو پولاسر جب اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے آیا تو اپنے انہی بڑھے ہوئے حوصلوں کی بناء پر طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک نے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد اسی وقت بنو پولاسر کے ساتھ ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

یہ فیصلہ ہوتے ہی طرغائی اور کشلوک کی سرکردگی میں سیتھین، بنو پولاسر کے لشکر پر اندھی جدائی کی کالی آندھیوں دور تک سرابوں کے سمندر کھڑے کرتی سلگتی صحرائی حدتوں اور سفاک لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف بنو پولاسر نفیل بن ساعدہ اور بنو پولاسر کے دوسرے سالاروں نے بھی بے پناہ جرأت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا اور جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی سیتھین پر جسم و جاں کو ابتلاء میں ڈالتے مصائب کے ہجوم، قریۂ دل میں اوہام کے انبوہ بھرتے آندھیوں سے لکھے نصیب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے میدانِ جنگ کے اندر نفرت کے سنگریزوں اور

حقارت کے اولوں کی برسات کا سماں برپا ہو گیا تھا۔ ذلت اور بے آبروئی کی آندھیاں ذہنی اور خمیدہ کاری کا ہیجان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دکھ کے آسیب، درندگی اور سفاکی، دہشت اور خوف چار سُو ناچ اٹھے تھے۔

بندگانِ خدا حرص و ہوس کے داعی اور بے ضمیری کے غلام بن کر خدائی برکتوں، مادی نعمتوں سے محروم ارادے لے کر ایک دوسرے پر عذاب رُتوں کے طول کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی فتح کو کامیابی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ میدانِ جنگ میں غموں کی یلغار کے سامنے بڑے بڑے سورما بے شرف اور بے توقیر، بڑے بڑے عمدہ تیغ زن مجروح اور حرماں نصیب بڑے بڑے جانباز، بے وقعت و ذلت اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے درماندہ اور فرو ماندہ ہونے لگے تھے۔

کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ یہاں تک کہ سیتھین کے لشکر میں کچھ مخبر پہنچے انہوں نے طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کو خبر دی کہ قومِ ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے ان کے باپ برشام اور سالاروں اور عمائدین کے ساتھ دھوکا اور فریب دہی سے کام لیا ہے اور انہیں ایک دعوت میں بلا کر شراب پلا کر مدہوش کر کے ان کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کے لشکر پر حملہ آور ہو کر لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور بچے کھچے سیتھین اپنی جانیں بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ گئے ہیں۔

جو مخبر یہ خبر لائے تھے انہوں نے اس خبر کو راز میں رکھنے کی بڑی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ یہ خبر ایک کان سے دوسرے کان، ایک زبان سے دوسری زبان سے ہوتی ہوئی لشکر میں پھیل گئی۔ اس طرح سیتھین کے اندر ایک بد دلی اور افراتفری پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ بنو پولاسر نفیل بن ساعدہ اور دوسرے سالاروں نے سیتھین کی اس بدنظمی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے اپنے حملوں میں پہلے کی نسبت تیزی پیدا کی جس کی بناء پر سیتھین کو بدترین شکست ہوئی۔ سیتھین کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تاہم ان کے کچھ سالار بچے کھچے لشکریوں کو لے کر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ گئے۔ بہت سے سیتھین کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار ہونے والوں میں نیلی آنکھوں والی حسین طرغائی اور اس کا بھائی کشلوک بھی شامل تھے۔ کشلوک بری طرح زخمی تھا۔

سیتھین کو شکست دینے اور ان کے کچھ لوگوں کو اپنا قیدی بنانے کے بعد بنو پولاسر

اور نفیل بن ساعدہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نینوا شہر کا رخ کیا۔

بنو پولاسر کو خدشہ ہو چکا تھا کہ نینوا پر کوئی اور حکمران قبضہ نہ کر لے۔ لہذا نینوا کو وہ ہر صورت میں اپنی عملداری میں لانا چاہتا تھا۔

آگے بڑھ کر جب نینوا شہر کا محاصرہ کیا گیا تو آخری آشوری بادشاہ سراکس نے جب دیکھا کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے اندازہ لگا لیا کہ اب اس کے اور آشوریوں کی سلطنت کے آخری دن آ گئے ہیں۔

لہذا سراکس نے اپنے دارالسلطنت کو دشمنوں کے نرغے میں دیکھتے ہوئے ذلت کی زندگی سے مر جانا بہتر سمجھا۔ اس نے نینوا شہر کے اندر آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ جلا کر اپنے کنبے سمیت اس آگ میں کود کر اپنا خاتمہ کر لیا۔

اس طرح 606 قبل مسیح میں آشوریوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ نینوا شہر کے اندر آشوری خاندان کی راکھ اڑی تو اس طرح اڑی کہ اس کا تاب ناک نام صفحہ ہستی سے نابود ہو گیا۔ اس کی عظمت محض زیب داستان کے لئے باقی رہ گئی۔

آشوری حکومت کے خاتمے پر بنو پولاسر نے نینوا کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اب بنو پولاسر صرف بابل ہی نہیں بلکہ نینوا کا بھی بادشاہ تھا۔ کبھی یہی بنو پولاسر آشوری شہنشاہوں کی طرف سے صرف بابل کا حاکم ہوا کرتا تھا۔ اب وہ آشوریوں کی عظیم سلطنت کا بادشاہ بنا تھا۔

بنو پولاسر کی سلطنت میں جب وسعت ہوئی تو آس پاس کی سلطنتوں نے بھی اندازہ لگایا کہ بنو پولاسر کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو چکا ہے۔ سب سے پہلے ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات نے بنو پولاسر کی طاقت اور قوت کا اقرار کیا۔ پھر تین بڑی سلطنتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت آشوریوں کے علاقوں کا بادشاہ بنو پولاسر کو تسلیم کر لیا گیا۔ پہلی سلطنت قوم ماد کے بادشاہ کی کہلائی۔ دوسری ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کی اور تیسری بابل کے حکمران بنو پولاسر کی۔

کیا کسارا کی سلطنت کو ایشیائے کوچک تک کے علاقوں کا حاکم تسلیم کیا گیا۔ جبکہ ایشیائے کوچک اور اس سے آگے علاقوں کی سلطنت پر آلیات کی حکمرانی کو تسلیم کیا گیا۔

اس طرح آشوری عربوں کی ایک عظیم سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ کوئی عظیم سلطنت جب مٹتی ہے تو کرۂ ارض پر کچھ اور تبدیلیاں بھی رونما ہوتی ہیں۔ چنانچہ آشوریوں کی سلطنت

کے ختم ہونے سے ایشیائے کوچک میں میڈیا کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اس لئے کہ ایشیائے کوچک میں وہاں کے بادشاہ آلیات کی حکومت تھی۔ اسے میڈیا کی سلطنت کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ دجلہ کے آس پاس کے علاقے قومِ ماد کو ملے، یعنی کیا کسارا کے حصے میں آئے۔

آشوریوں کی سلطنت کے خاتمے کے بعد بابل کا وقار بھی بڑھا۔ ساتھ ہی بابل کی نئی حکومت قائم ہوئی جس نے آگے چل کر عالمگیر شہرت حاصل کی اور آشوریوں کے مقبوضہ جات یعنی جنوبی بین النہرین، شام، فلسطین، سلطنت بابل کا جزو بن گئے۔ اس طرح آشوریوں کے خاتمے کے بعد چار بڑی بڑی سلطنتیں ان علاقوں میں ابھر کر سامنے آئیں۔ ایک بابل کے بنو پولاسر کی، دوسری قوم ماد کے کیا کسارا کی، تیسری مصر کے فرعون نخاؤ کی، چوتھی ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کی اور پانچویں اور چھٹی دو ایک طرح سے کمزور سلطنتیں تھیں، وہ فلسطین میں بنی اسرائیل کی تھیں۔ اس لئے کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہودیوں کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

نینوا پر قبضہ کرنے کے بعد بنو پولاسر نے نفیل بن ساعدہ اور اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر شہر کا نظم و نسق درست کرنا شروع کر دیا تھا۔ شہر کو پوری طرح اپنی گرفت میں لینے کے بعد ایک روز جبکہ بنو پولاسر اکیلا بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنے چوبدار کو حکم دیا کہ وہ نفیل بن ساعدہ کو بلا کر لائے۔

بنو پولاسر کا یہ حکم سن کر اس کا چوبدار وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ نفیل بن ساعدہ بھی تھا۔

نفیل بن ساعدہ کو دیکھ کر بنو پولاسر خوش ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب بیٹھنے کو کہا پھر بڑے دھیمے اور رازدارانہ لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! جو حالات تم نے مجھے اپنے قبیلے کے سنائے ہیں وہ حالات سن کر مجھے بڑا دکھ ہوا تھا کہ تمہارے قبیلے کے سردار فردرس نے تمہارے دادا کے مانگنے پر اپنی بیٹی کا رشتہ تمہیں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ فردرس نے ایسا کر کے اپنی ہی بدنصیبی کے معاہدے پر مہر ثبت کی ہے۔

بہر حال بچے! تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں بیٹا کہہ چکا

ہوں، اب تمہاری حیثیت میرے ہاں بخت نصر جیسی ہے۔ میں نے سیتھین کے قیدیوں میں سے تمہارے لئے ایک تحفہ منتخب کیا ہے مجھے امید ہے کہ تم اسے پسند کرو گے۔''

بنو پولاسر کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا یہاں تک کہ بنو پولاسر نے پھر کہنا شروع کیا۔

''تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو تحفہ میں نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے وہ تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اسے دیکھ کر یقیناً تم خوش ہو گے۔''

اور پھر بنو پولاسر نے اپنے چوبدار کو اپنے قریب بلایا، اس کے کان میں مسکراتے ہوئے کچھ کہا جسے سن کر اس کا چوبدار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چوبدار واپس آیا۔ اس کے ساتھ حسین اور خوبصورت دراز قد نیلی آنکھوں والی طرغائی تھی۔ وہ سہمی سہمی، افسردہ اور خوفزدہ تھی۔ چوبدار نے اسے بنو پولاسر کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے بنو پولاسر کہنے لگا۔

''اس بچی کا نام طرغائی ہے۔ یہ سیتھین کے سردار برشام کی بیٹی ہے۔ جس وقت یہ گرفتار ہوئی اس وقت میں نے اس کی حفاظت اور تحفظ کا سامان کر لیا تھا اور اس وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اسے اپنے بہترین سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے کروں گا۔ سو یہ لڑکی اب تمہاری ایک طرح سے لونڈی ہے۔ چاہو تو اس کو بیوی بنا کر ساتھ رکھ لو، چاہو تو ایک خدمت گار اور خادمہ کی حیثیت سے اسے اپنے ساتھ رکھ لو''

یہاں تک کہنے کے بعد بنو پولاسر رکا پھر براہِ راست اس نے طرغائی سے کہنا شروع کیا۔

''یہ نوجوان جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کا نام نفیل بن ساعدہ ہے۔ میرے سب سے اچھے سالاروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ آج سے تم اس کی لونڈی اور باندی ہو۔ لہٰذا میں تمہیں اس کے حوالے کرتا ہوں۔''

پھر بنو پولاسر نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا۔

''اب تم اس لڑکی کو اپنے ساتھ اپنے خیمے میں لے جاؤ۔ اس کے بعد نینوا کے امور اور یہاں سے کوچ کرنے سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے میں تمہیں اپنے چوبدار کے ذریعے بلاؤں گا۔ اب تم اس لڑکی کو لے کر جاؤ اور اس کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرو کہ

تم اسے کس حیثیت سے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو؟''

بنو پولاسر کا یہ حکم سن کر نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم میرے ساتھ آؤ۔''

طرغائی چپ چاپ گردن جھکائے اس کے ساتھ ہو لی تھی۔ نفیل بن ساعدہ اسے اپنے خیمے میں لایا۔ جھجکتی، ڈرتی، سہمی سہمی سی طرغائی اس کے پیچھے خیمے میں داخل ہوئی تھی۔ خیمے کے وسط میں نفیل بن ساعدہ رک گیا۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے طرغائی کو ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر طرغائی بے چاری خوفزدہ سی ہو رہی تھی۔ ڈرے ڈرے، سہمے سہمے انداز میں کچھ دیر تک اس نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر فکرمند اور ہراساں سی اس نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے کے بعد نفیل بن ساعدہ اس کے سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجھے تمہارا نام طرغائی بتایا گیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد جب تمہیں گرفتار کیا گیا تھا تو تمہارے ساتھ تمہارا بھائی بھی گرفتار ہوا تھا۔ اس کا نام ثابو شلوک تھا۔ جس طرح تمہیں لونڈی اور خادمہ بنا کر میرے حوالے کر دیا گیا ہے اسے بھی غلام بنا کر کسی کے حوالے کیا جا چکا ہے تو مجھے بتاؤ، میں اس کے پاس جاتا ہوں اور تمہارے بھائی کی رہائی کا سامان کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں اگر مجھے اپنے بادشاہ سے بات کرنا پڑی تب بھی کروں گا۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں بہن بھائی چونکہ سیتھین کے سردار برشام کی اولاد ہو لہٰذا تمہاری عزت اور تمہارے وقار میں کسی قسم کی کمی نہیں آنی چاہئے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے جواب میں تشکر بھرے انداز میں لمحہ بھر کے لئے طرغائی نے اس کی طرف دیکھا پھر اس کی گردن جھک گئی۔ نفیل نے دیکھا پہلے اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے پھر اپنا حسین اور خوبصورت چہرہ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ اس کے بعد خیمے میں نفیل اس کی ہچکیاں اور سسکیاں سن رہا۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا۔ یہاں تک کہ طرغائی نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنی حسین خوبصورت نیلی آنکھیں اس نے صاف کیں۔ اس موقع پر اس کی تسلی اور تشفی کے

لئے نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

''شاید تمہیں میری کوئی بات ناگوار گزری ہے جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔''

طرغائی نے اس موقع پر چونک جانے والے انداز میں نفیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے .... دراصل مجھے اپنا بھائی یاد آ گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ کے خاتمے کے بعد وہ میرے ساتھ ہی گرفتار کیا گیا تھا لیکن وہ بری طرح زخمی تھا۔ گرفتاری کے اگلے روز وہ جانبر نہ ہو سکا، زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا اور اس طرح جہاں میں اپنے باپ اور ماں سے محروم ہوئی، وہاں بھائی سے بھی محروم ہو چکی ہوں۔ جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی اس وقت ہمارے کچھ مخبر آئے تھے جنہوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے دھوکہ دہی سے کام لے کر میرے باپ، اس کے سالاروں اور عمائدین کو دعوت پر بلایا۔ انہیں نشے میں دھت کر کے ان کا قتل عام کر دیا۔ اس کے بعد ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ لشکر کی اکثریت کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس تصادم میں میری ماں اور لشکر میں جو دوسری عورتیں تھیں وہ ہلاک ہو گئیں۔ بہت کم لوگوں کو جان بچا کر بھاگنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، خاموش ہوئی۔ امید بھرے انداز میں وہ نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''اس میں شک نہیں کہ بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے ایک خادمہ اور لونڈی کی حیثیت سے تمہیں میرے حوالے کیا تھا لیکن میں تمہاری عزت، تمہارے وقار میں کوئی حرف نہیں آنے دوں گا۔ سب سے پہلی بات جو میں تم سے کہتا ہوں وہ یہ کہ تمہاری حیثیت میرے پاس اس وقت لونڈی کی سی نہیں بلکہ ایک آزاد لڑکی کی سی ہے۔ میں اپنے ذہن سے کبھی اور کسی وقت بھی یہ بات نہیں نکالوں گا اور نہ ہی اس حقیقت فراموش کروں گا کہ تم سیتھین کے سردار برشام کی قابل عزت بیٹی ہو۔ بہر حال پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ اگر تم یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ جانا چاہو تو بتاؤ۔ میں تمہیں وہاں پہنچانے کا اہتمام کروں گا۔''

نفیل بن ساعدہ نے یہ الفاظ بڑی ہمدردی سے طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہے

تھے۔

طرغائی ان الفاظ سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ پہلی بار ہلکا سا تبسم اس کے خوبصورت ہونٹوں پر نمودار ہوا تھا، پھر کسی قدر مطمئن انداز میں کہنے لگی۔

''قسم نیلے آسمان کی قوتوں کی، جس وقت بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے ایک لونڈی کی حیثیت سے مجھے آپ کے حوالے کیا تھا اس وقت آپ کی شکل، آپ کا چہرہ دیکھتے ہوئے میرے دل نے بار بار مجھ سے کہا تھا کہ یہ شخص میری عصمت کو داغ دار نہیں کرے گا۔ میرے وقار، میری عزت کے احترام کا خیال رکھے گا۔ جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ اگر کوئی محفوظ جگہ ہے تو آپ مجھے وہاں پہنچا دیں گے، اس وقت میں بالکل بے ٹھکانہ ہوں۔ میرے باپ، بھائی، ماں مارے جا چکے ہیں۔ جو لشکر تھا اس میں اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ باقی سیتھین سالار جو رہ گئے ہیں اگر میں واپس ان کے اندر جاتی ہوں تو یاد رکھئے گا وہ مجھے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کا سر کاٹنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے قبل جب میرا باپ، میرا بھائی اور میری ماں زندہ تھے تو ہمارے لشکر کے بہت سے سالاروں کی نگاہ مجھ پر تھی۔ وہ میری خوبصورتی سے متاثر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جو میری نیلی آنکھوں میں کھو جاتے تھے۔ ان میں سے اکثر نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ میرے باپ برشام سے میرا ہاتھ مانگیں گے۔ ان میں سے کئی ایک نے ایسا کیا بھی۔ میرے باپ سے میرا رشتہ مانگا۔ لیکن میرے باپ نے جب مجھ سے مشورہ کیا تو میں ان میں سے کسی کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند نہ ہوئی۔ اب اگر میں یہاں سے آزاد ہونے کے بعد ان میں جاتی ہوں تو وہ انتقامی کارروائی کریں گے۔ میری عزت، میری عصمت کو گدھوں کی طرح نوچیں گے اور میں ایسا نہیں چاہتی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، پھر کچھ سوچا، اس کے بعد پہلے کی نسبت زیادہ اطمینان کی حالت میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''کیا ایسا ممکن نہیں کہ پہلے آپ مجھے اپنے حالات تفصیل کے ساتھ بتائیں۔ ہو سکتا ہے پھر کوئی ایسا درمیانی راستہ نکل آئے کہ میں کسی محفوظ جگہ رہ کر اپنی جان اور عزت کی حفاظت کا سامان کر سکوں۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، پھر اپنے سارے حالات اس نے تفصیل کے

ساتھ طرغائی سے کہہ دیئے تھے۔
نفیل کے خاموش ہونے پر طرغائی کچھ دیر خاموش رہی، پھر نفیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"آپ کے حالات سن کر جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہوئی ہے کہ آپ کا تعلق ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور یہ کہ آپ اس خانہ بدوش قبیلے کے جوانوں کے سالار تھے۔ میری خوشی کی وجہ یہ ہے کہ ہم خود بھی خانہ بدوش ہیں۔ مختلف علاقوں کی طرف اپنے مفاد کی خاطر نقل مکانی کیا کرتے تھے۔ کبھی اچھی چراگاہوں کی تلاش میں، کبھی مختلف اور صاحب ثروت علاقوں پر حملہ آور ہو کر وہاں سے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے۔ پر آپ کے حالات سن کر مجھے ایک دکھ بھی ہوا اور وہ یہ کہ آپ کے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردرس کی بدقسمتی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی عشیرہ کا رشتہ آپ کو دینے سے انکار کر دیا اور یہاں میں یہ کہوں گی کہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے اپنے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل کر لیا۔
طرغائی رکی، پھر بات کا رخ بدلتے ہوئے کہنے لگی۔
"میں جانتی ہوں جو کچھ میں کہنے لگی ہوں، شروع میں آپ میری ان باتوں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ میری اور آپ کی پہلی ملاقات ہے۔ نہ آپ میری طبیعت، میری سرشت سے واقف ہیں نہ میں آپ کی مزاج آشنا ہوں۔ لیکن میں اپنے تحفظ، اپنی عزت اور وقار کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ میں واپس سیتھین میں تو نہیں جاؤں گی لیکن سیتھین کے جو سالار اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے ہیں انہیں جب خبر ہو گی کہ میرا باپ، میرا بھائی، میری ماں مارے جا چکے ہیں تو وہ کسی نہ کسی طرح مجھے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جو سالار بچ گئے ہیں ان میں سے ہر کوئی یہ چاہے گا کہ مجھے حاصل کر کے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے۔ انہیں خبر ہو چکی ہو گی کہ میں بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکی ہوں لہٰذا کسی نہ کسی طرح سے وہ مجھے اٹھا لے جانے کی کوشش کریں گے اور پھر میں جو ان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کرتی رہی ہوں، وہ انتقامی کارروائی کرتے ہوئے مجھے داغدار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گی کہ کیا میں آپ کے خانہ بدوش قبیلے میں نہیں رہ سکتی؟ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات بھی آ رہی ہے کہ یقیناً

پ یہ سوچتے ہوں گے اگر آپ مجھے اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھتے ہیں تو کہیں میں پ کو نقصان پہنچا کر اپنی جان بچا کر بھاگ نہ جاؤں تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں ا میں کسی صورت ایسا نہیں کروں گی۔ میں اپنے تحفظ اور اپنی سلامتی کی خاطر آپ ے خانہ بدوش قبیلے میں رہنا چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں، میں وہاں زیادہ محفوظ رہ تی ہوں۔ آپ نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ آپ کے ماں باپ مارے جا چکے ہیں۔ پ کا ایک دادا ہے اور آپ اس کے ساتھ خیمے میں رہتے تھے۔ اب جبکہ آپ بابل ے بادشاہ بنو پولاسر کے لشکر میں اس کے سالار کی حیثیت سے شامل ہو چکے ہیں تو میں پ کے دادا کے پاس رہ لوں گی۔ ان کی خدمت کروں گی۔ اس طرح مجھے امید ہے ہ میں اپنی زندگی کے دن سلامتی اور تحفظ کے ماحول میں رہتے ہوئے گزار سکوں گی۔
آپ کے خانہ بدوش قبیلے میں میرا رقیب بھی کوئی نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ وہاں اگر ئی لڑکی آپ سے محبت کرنے والی ہوتی تو یقیناً آپ کے دادا کے ساتھ میرے قیام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور کبھی مجھے وہاں قیام نہ کرنے دیتی۔ کیونکہ ایسا نہیں ہے، پ کے سردار نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کو دینے سے انکار کر دیا ہے لہٰذا میرے خیال ں میں سلامتی کے ساتھ آپ کے دادا کے ساتھ خیمے میں زندگی کے دن گزار سکتی ں۔ ہاں اس موقع پر میں ایک بات ضرور کہوں گی، آپ نے اپنے قبیلے کے جوانوں ں پہ سالاری کے منصب سے جو سبکدوش ہونے کا فیصلہ کیا میرے خیال میں یہ فیصلہ ت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے آپ نے سوچ سمجھ کر اپنے طور پر بہتر اور اچھا ہی فیصلہ کیا ۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی کہوں گی کہ اگر آپ مجھے اپنے خانہ بدوش قبیلے ں رکھنے پر آمادہ ہو جائیں تو پہلے کچھ دن یا چند ہفتے آپ بھی وہاں قیام کریں۔ اس ں آپ کی موجودگی میں وہاں مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہو گا نہ ہی میں اجنبیت ں کروں گی۔ اور پھر آپ کی وہاں موجودگی کی وجہ سے لوگ مجھ سے مانوس بھی ہو یں گے۔ بعد میں جب آپ اپنے قبیلے میں نہ بھی ہوئے، بابل کے بادشاہ کے لشکر ں شامل ہو گئے تب بھی اس وقت تک میں خانہ بدوش قبیلے کا ایک حصہ بن چکی ہوں ، وہ لوگ مجھ سے اس قدر مانوس ہو چکے ہوں گے کہ میرے ساتھ اجنبیوں جیسا ے نہیں کریں گے۔
طرغائی کی اس گفتگو کا جواب نفیل بن ساعدہ دینا ہی چاہتا تھا کہ اسی لمحے خیمے کے

اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر آنے والے دور میں مصر کا یہی فرعون ہمارے لئے قضا اور موت ثابت ہوگا اور دور شمال تک اس کا مقابلہ کرنے اور اس کی راہ روکنے کے لئے کوئی طاقت نہ رہے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بنو پولاسر رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ لشکر کل یہاں سے بابل کا رخ کرے گا۔ بابل میں صرف چند روز تک قیام کیا جائے گا۔ حسب سابق میں اپنے بیٹے بخت نصر کو بابل ہی میں رکھوں گا تاکہ میرے بعد سلطنت کے امور احسن طریقے سے چلتا رہے۔ جو لشکر اس وقت میرے پاس ہے بابل پہنچ کر میں اس میں مزید اضافہ کروں گا اور جو سالار اس وقت میرے ساتھ ہیں وہ سب میرے ساتھ شامل ہوں گے۔ اس طرح ہم مصر کے فرعون کا راستہ روکنے کے لئے آگے بڑھیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بنو پولاسر رکا۔ اس بار اس نے خصوصیت کے ساتھ نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تمہارا اصل مقام اب تمہارا خانہ بدوش قبیلہ نہیں بلکہ میرا لشکر ہے۔ تمہارا شمار اب میرے لشکر کے سب سے اعلیٰ ترین سالاروں میں ہوتا ہے۔ اس بناء پر میرے لشکر میں تمہارا رہنا ناگزیر اور ضروری ہے۔ کیا تمہارا اس طرح لشکر میں رہنا تمہارے دادا کو تکلیف دہ یا ناگوار نہیں گزرے گا؟ اور کیا تمہاری غیر موجودگی میں اس کی دیکھ بھال احسن طریقے سے ہوتی رہے گی؟“

جواب میں نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”آپ کو میرے دادا سے متعلق فکر مندی اور پریشانی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خانہ بدوش قبیلے میں میرے ماموں اور ممانی کے علاوہ اور بہت سے قریبی اور عزیز ترین رشتہ دار ہیں جو بہترین انداز میں میرے دادا کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ اور پھر میں آپ کے لشکر میں اپنے دادا کی رضا مندی سے تو شامل ہوا ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ کا یہ جواب سن کر بنو پولاسر خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے سالاروں کو اپنے اپنے خیموں میں جانے اور کل کے لئے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دینے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سب سالار بنو پولاسر کے پاس سے اٹھ کر

ہٹ گئے تھے۔

❋

طرغانی اسی طرح نفیل بن ساعدہ کے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نفیل کے جانے کے بعد وہ کسی قدر سہمی سہمی، ڈری ڈری سی تھی۔ اتنے میں ایک عورت خیمے میں داخل ہوئی۔ وہ چونکہ اس قدر غور سے طرغانی کو دیکھتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئی کہ اس کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے طرغانی خوفزدہ ہو گئی تھی۔ پہلے کی نسبت زیادہ سہم کر رہ گئی تھی۔ قریب آ کر وہ عورت رکی، پھر دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”ذرا کھڑی ہو جاؤ۔“

طرغانی اور زیادہ سہم گئی۔ کھڑی نہیں ہوئی، اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔ ڈرے ڈرے انداز میں کہنے لگی۔

”کیا بات ہے..... تم کون ہو؟..... مجھ سے کیا چاہتی ہو..... مجھے یہاں بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے سالار نفیل بن ساعدہ بٹھا کر گئے ہیں.....“

طرغانی اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ وہ عورت کھل کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”جو کچھ تم نے کہا ہے مجھے اس کی خبر ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارا نام طرغانی ہے۔ ہمارے بادشاہ بنو پولاسر نے تمہیں اپنے سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے کیا ہے۔ اس سلسلے میں تمہیں کچھ کہنے اور بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے لئے نقصان دہ نہیں ہوں۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ دیکھو میں اپنے بادشاہ بنو پولاسر کے حرم کی خواتین کے لئے مشاطہ اور چاشنی گیر ہوں۔ میں نے تمہیں کہا کہ کھڑی ہو جاؤ لیکن تم نے میری بات نہیں مانی۔ شاید تم نے مجھے مشکوک جانا ہے۔“

طرغانی کو کسی قدر ڈھارس ہوئی، اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنے والی عورت کچھ دیر تک طرغانی کے سراپے کا جائزہ لیتی رہی پھر توصیفی انداز میں کہنے لگی۔

”جہاں تم قد کاٹھ کی خوب ہو وہاں اپنی خوبصورتی اور حسن میں بھی لاجواب ہو۔ میں نے اس سے پہلے تم جیسی خوبصورت اور گہری نیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں دیکھی۔ میرے خیال میں ان آنکھوں کے ساتھ اگر تم کسی چیز کی طرف غور سے دیکھو تو اس میں دراڑ کر کے رکھ دو گی۔“

اس عورت کے ان الفاظ پر طرغائی مسکرا دی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ عورت پھر بول اٹھی۔

''میری طرف سے مشکوک نہ ہو۔ تمہیں ڈرنے اور سہم جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میرا نام جریسہ ہے۔''

اس کے بعد اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دھاگے کو اس نے سنبھالا۔ طرغائی پھر خوفزدہ انداز میں کہنے لگی۔

''یہ تم کیا کرنے لگی ہو؟''

جریسہ آگے بڑھی، چپ چاپ اس کے سراپا، اس کے کپڑوں کا ناپ لینے لگی تھی۔

طرغائی نے جب اندازہ لگایا کہ وہ کپڑوں کا ناپ لے رہی ہے، اس کے لئے نقصان دہ نہیں تب وہ اپنی جگہ مطمئن ہوگئی تھی۔

جب جریسہ نام کی وہ ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون اپنا کام مکمل کر چکی تب کسی قدر خوش کن انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے طرغائی کہنے لگی۔

''کیا تم تھوڑی دیر بیٹھ کر میری بات نہیں سنو گی؟''

اس کے ساتھ ہی طرغائی بیٹھ گئی۔ جریسہ نام کی وہ خاتون بھی اس کے سامنے ہو بیٹھی۔ یہاں تک کہ طرغائی نے اسے مخاطب کیا۔

''یہ جو تم نے میرے جسم، میرے کپڑوں کا ناپ لیا ہے تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟''

جریسہ مسکرا دی، کہنے لگی۔

''طرغائی! میں آپ سے آپ تو یہ کچھ نہیں کر رہی تھوڑی دیر پہلے نفیل بن ساعدہ میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے کچھ رقم بھی دی ہے۔ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ تمہارے لئے کچھ نئے لباس مہیا کئے جائیں۔ اسی بناء پر میں تمہارے جسم کا ناپ لینے آئی ہوں۔ میں کیونکہ اپنا کام مکمل کر چکی ہوں، اب میں بازار جاؤں گی اور تمہارے لئے کچھ لباس خرید کر لاؤں گی۔''

جریسہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ نفیل بن ساعدہ اس وقت کہاں ہیں؟''

جواب میں جریسہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''دیکھو! لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا۔ اس بناء پر سارے سالار اپنے کوچ کی تیاریاں مکمل کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک نفیل بن ساعدہ تمہارے پاس آئے گا۔ میں اب جاتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی جریسہ نام کی وہ خاتون خیمے سے نکل گئی تھی۔

طرغائی پھر اکیلی بیٹھ کر انتظار کرنے لگی تھی۔ اسی حالت میں کافی دیر گزر گئی۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ خیمے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی طرغائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ نفیل آگے بڑھا اور تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''تم کھڑی کیوں ہوگئی ہو؟''

طرغائی نے اس موقع پر تور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا خیمے میں آپ کی آمد پر مجھے کھڑا نہیں ہونا چاہئے؟ اس لئے کہ میری حیثیت ایک مالک کے سامنے۔۔۔''

طرغائی اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

''طرغائی! نہ میں مالک ہوں نہ تم باندی اور لونڈی ہو۔ تم آزاد ہو۔ اگر اس وقت تم کہیں جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ یہ بات میں تمہیں پہلے سے کہہ چکا ہوں لہٰذا میں پھر کہوں گا کہ میرے آنے پر تم کھڑی نہ ہوا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گی تو میں سمجھوں گا کہ تم میرا مذاق اُڑانا چاہتی ہو۔''

طرغائی سنجیدہ ہوگئی، کہنے لگی۔

''میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟''

اس کے بعد جب نفیل بن ساعدہ ایک نشست پر بیٹھا تو اس کے سامنے جا کے طرغائی بھی وہاں بیٹھ گئی جہاں سے وہ اٹھی تھی۔ پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''آپ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک عورت خیمے میں آئی تھی۔ کیا آپ نے ۔۔۔''

''۔۔ میں نے ہی اسے بھیجا تھا تاکہ تمہارے لئے مزید لباس مہیا کئے جائیں۔ دیکھو طرغائی! برا مت ماننا، میں نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ تمہارے پاس وہی لباس ہے

جس سے تم نے تن ڈھانپ رکھا ہے، وہ بھی میلا ہو چکا ہے۔ لہٰذا تمہارے لئے دوسرے لباس کا اہتمام کرنا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں نہ تمہیں میرا ممنون ہونے کی ضرورت ہے نہ شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ بنو پولاسر تمہیں میرے حوالے کر چکا ہے لہٰذا تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھنا میرے اوّلین فرائض میں سے ایک ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر لمحہ بھر کے لئے طرغائی نے بڑی ممنونیت سے دیکھا پھر کہنے لگی۔

''آپ کو بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے بلایا تھا۔ خیریت تو ہے نا؟''

جواب میں نفیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

''دراصل مصر کا فرعون نخاؤ اپنے علاقوں سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ ہمارا بادشاہ بنو پولاسر اس کی راہ روکنا چاہتا ہے لہٰذا لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا۔ پہلے بابل جائے گا۔ بابل میں زیادہ سے زیادہ ایک دن قیام ہوگا۔ لشکر میں مزید اضافہ کیا جائے گا اس کے بعد بنو پولاسر اپنے لشکر کے ساتھ مصر کے بادشاہ کی راہ روکنے کے لئے آگے بڑھے گا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ سے طرغائی گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ پھر تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے یہاں سے آپ لشکر کے ساتھ بابل جائیں گے، وہاں سے مزید جنوب کی طرف کوچ کریں گے تاکہ مصر کے فرعون کی راہ روکی جائے۔ میرے خیال میں ان حالات میں آپ اپنے خانہ بدوش قبیلے میں تو نہیں جا سکیں گے۔ اگر ایسا ہوگا تو میں کیسے آپ کے قبیلے میں رہ سکوں گی۔ ایسی صورت میں مجھے آپ کے لشکر ہی میں قیام کرنا ہوگا۔''

''کیا تم لشکر میں قیام نہیں کرنا چاہتی ہو؟'' غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے پوچھ لیا تھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو خانہ بدوش اور نقل مکانی کرنے کی عادی ہوں۔ خواہ ایسی زندگی آپ کے خانہ بدوش قبیلے میں ہو یا لشکر میں، میری ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کہیں لشکر میں میرے قیام کو آپ اپنے اوپر بوجھ خیال نہ کریں۔ ایسی صورت میں، میں لشکر میں رہنا پسند نہیں کروں گی۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے لمحہ بھر کے لئے غور سے طرغائی کی طرف دیکھا۔ طرغائی اس کی تیز نگاہوں کی تاب نہ لا سکی تھی۔ نگاہیں اس نے جھکا لی تھیں۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

''طرغائی! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تمہارا لشکر میں قیام کرنا میرے لئے بوجھ اور مصیبت کا باعث نہیں تو پھر تم کیا کہتی ہو؟''

طرغائی اس بار جھجکنے کے انداز میں کہنے لگی۔

''تو پھر میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں تو آپ کے لشکر میں قیام کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔''

نفیل بن ساعدہ چونکا، غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''کیسی شرط؟''

''شرط یہ ہے کہ آپ مجھے کسی خیمے میں تنہا اور اکیلی نہیں رکھیں گے۔ میں قیام کے لئے دو میں سے ایک صورت اختیار کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھے خیمے میں اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتے تو پھر مجھے کسی ایسے خیمے میں ٹھہرائیے جہاں لشکر میں شامل صرف عورتیں قیام کرتی ہیں۔ اگر ایسا کوئی بندوبست اور اہتمام نہیں ہے تو پھر آپ مجھے اپنے خیمے میں رہنے کی اجازت دیں۔ میں کسی خیمے میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے کہ میں اجنبی ہوں۔ ابھی نہ کوئی مجھ سے شناسا ہے نہ ہی کوئی جاننے والا ہے۔ اس کے علاوہ۔''

طرغائی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

''اس سے آگے شاید تم یہ کہنا چاہو گی کہ تم انتہا درجہ کی خوبصورت ہو۔ لہٰذا کوئی تمہاری عفت یا تمہاری جان کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ دیکھو طرغائی! یہ مت خیال کرنا کہ میں تم پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرنا چاہتا۔ میری ایک بات یاد رکھنا کہ ہم لوگوں کا اخلاقی پیمانہ دوسرے لوگوں سے کچھ مختلف ہے۔ میں تمہیں اپنے مذہبی خیالات کے جھکاؤ کے متعلق بھی تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ انسان کے لئے ایک دن موت کا متعین ہے۔ نہ اس سے آگے جا سکتا ہے نہ پیچھے رہ سکتا ہے۔ میں اس بات سے بھی خوفزدہ نہیں کہ تم آج پہلے دن میرے پاس آئی ہو، تمہیں اپنے پاس ٹھہراؤں گا تو تم میرے لئے کہیں خدشات یا خطرے کا باعث نہ ہو۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں صرف

اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تم میرے ساتھ میرے خیمے میں رہنا پسند نہ کرو۔ اگر ایسا ہے تو میں تمہارے لئے کہیں اور قیام کرنے کا اہتمام کرتا ہوں۔''

طرغائی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ مجھے اس خیمے میں رکھتے ہیں تو یہ میری عزت افزائی، میری خوشی کا باعث ہوگا .....''

طرغائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ پہلے کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو سارا معاملہ ہی ختم ہوا۔ خیمہ تم دیکھ رہی ہو، کافی بڑا ہے۔ ایک طرف میرا بستر لگا رہے گا، دوسری طرف تمہارا بستر ہوگا۔ خیمے میں تم اطمینان کے ساتھ رہ سکتی ہو۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہوگئی تھی، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی لمحہ جریسہ نام کی وہ عورت خیمے میں داخل ہوئی۔ اس نے خاصی بڑی گٹھڑی اٹھا رکھی تھی۔ اس کی آمد پر نفیل بن ساعدہ نے خوشی کا اظہار کیا اور اسے اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔

جریسہ اس نشست پر بیٹھ گئی جس کی طرف نفیل بن ساعدہ نے اشارہ کیا تھا اور وہ نشست طرغائی کے قریب ہی تھی اور ساتھ ہی جریسہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گٹھڑی طرغائی کی گود میں رکھ دی اور بڑے ملائم اور نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بیٹی! یہ تیرا سامان ہے ... اب یہ سارا سامان دیکھ لے اور اسے سنبھال لے۔''

اس کے ساتھ ہی جریسہ نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

''مجھے اب اجازت دیں ..... میں جاتی ہوں۔ کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔ مجھے بادشاہ کے اہل خانہ کے پاس جانا ہوگا۔''

نفیل بن ساعدہ نے جواب میں جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب جریسہ اپنی جگہ سے اٹھ کر خیمے سے نکل گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک طرغائی گود میں پڑی ہوئی گٹھڑی کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے گٹھڑی کو کھولا، اس کے اندر جو کپڑے تھے ان کا جائزہ لیا۔ کپڑے خاصے قیمتی تھے اور ایک نہیں، کئی لباس تھے۔ ایک ایک لباس کو نکال کر طرغائی دیکھتی

رہی اور انہیں اٹھا کر باہر رکھتی رہی۔ اس کے بعد جب گٹھڑی خالی ہوگئی تو اس میں چھوٹی چھوٹی چمڑے کی دو خرجینیں رہ گئی تھیں۔ اس پر لمحہ بھر کے لئے طرغائی نے کچھ سوچا پھر دو خرجینوں میں سے ایک خرجین اس نے اٹھائی اور اس کا منہ کھولا۔ پھر اس خرجین کو اس نے اپنی گود میں الٹ دیا تھا۔ اس خرجین میں سے انتہائی قیمتی زیورات نکلے تھے جو طرغائی کی گود میں بھر گئے تھے۔ طرغائی کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ان زیورات کو اس نے اپنی گود میں پڑا رہنے دیا پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟''

نفیل نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''کیا تم نے زندگی میں کبھی زیورات نہیں پہنے؟''

طرغائی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''ضرور پہنے ہیں لیکن .....''

اس کی بات کاٹتے ہوئے نفیل فوراً بول اٹھا۔

''لیکن کے بعد تم یہ کہنا چاہو گی کہ زیورات کے لئے یہ موقع محل درست نہیں ہے اس لئے کہ تم اپنے قبیلے سے نکل کر ایک غیر قوم میں .....''

جس طرح نفیل نے طرغائی کی بات کاٹی تھی اسی طرح طرغائی بھی اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے ..... چونکہ میں نے اب یہیں رہنا ہے لہٰذا میں اب غیروں میں نہیں۔ میں اب یہی خیال کرتی ہوں کہ اپنوں میں ہوں۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ کو میری ذات پر اس قدر خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں زیورات کے بغیر بھی رہ سکتی تھی۔ اور پھر آپ نے جو میرے لئے اتنے ڈھیر سارے لباس منگوائے ہیں میں سمجھتی ہوں یہ بھی زیادہ ہیں۔''

''دیکھو طرغائی! اچھا لباس، اچھے زیورات پہننا ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے۔ میرے خیال میں تم میری اس بات سے اتفاق کرو گی۔ اب تم ایسا کرو اس موضوع پر گفتگو نہیں کرتے۔ میں خیمے سے باہر جاتا ہوں۔ تم یہ لباس اتار دو۔ اگر تم غسل کرنا چاہو تو خیمے کے دائیں جانب کونے میں طہارت خانہ بنا ہوا ہے، ادھر چلی جاؤ۔

نہا کر لباس تبدیل کر لو۔ زیورات میں سے کچھ پہننا چاہو تو پہن لو۔ اس لئے کہ یہ زیورات اور سارے لباس اب تمہارے ہیں۔ تم ان کی مالک ہو۔ جیسے چاہو ان کو اپنے استعمال میں لاؤ۔ ساتھ ہی میں تمہارے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے۔''

طرغائی اس بار بڑی اپنائیت میں کہنے لگی۔

''کیا آپ کھانا کھا چکے ہیں؟''

''نہیں ..... میں نے بھی ابھی کھانا ہے۔ میرا کھانا بھی یہیں آ جائے گا۔ کھانا میں کہہ کر آیا ہوں۔ تمہارا اور میرا کھانا یہیں آ جائے گا۔ میں خیمے سے باہر جاتا ہوں تا کہ تم لباس تبدیل کر لو۔''

اس پر طرغائی کہنے لگی۔

''آپ یہیں بیٹھے رہیں ..... میں طہارت خانے میں جاتی ہوں، نہانے کے بعد لباس تبدیل کروں گی۔ پر یہ جو میری گود میں دوسری خرجین ہے اس میں کیا ہے؟''

اس کے ساتھ ہی طرغائی نے دوسری خرجین اٹھائی، اس کا منہ کھول کر دیکھا۔ اس میں کافی نقدی تھی۔ کچھ دیر اس نقدی کا جائزہ لیا پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھ دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''یہ کیا ہے؟''

''یہ نقدی ہے جو میں نے جریسہ نام کی اس عورت کو دی تھی جو تمہارے لئے سامان لے کر آئی ہے۔ اس میں سے شاید یہ بچ گئی ہے اور وہ واپس کر گئی ہے۔ اب یہ تم اپنے پاس رکھو۔ تمہارے کام آئے گی۔ کل لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ بابل میں قیام کرے گا۔ بابل میں اگر کوئی چیز خریدنا چاہو تو تمہارے پاس نقدی تو ہونی چاہیے۔''

جواب میں طرغائی نے بڑی ممنونیت اور شکر گزاری کے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر گود میں رکھے ہوئے زیورات اس نے خرجین میں ڈالے۔ دونوں خرجینیں اپنی نشست کے دائیں جانب رکھ دیں۔ جو لباس اس نے نکالے تھے ان میں سے ایک لباس اس نے اٹھایا پھر وہ چپ چاپ اٹھ کر طہارت خانے کی طرف چلی گئی تھی۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک لشکری کھانے کا ایک طشت لے کر آیا تھا جو ایک باریک سفید کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ کھانے کا طشت نفیل بن ساعدہ کے پاس دھر کر چلا گیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ پہلے کی طرح وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نہانے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد طرغائی باہر نکلی۔ نفیل بن ساعدہ نے دیکھا کہ وہ پہلے کی نسبت زیادہ خوبصورت، پُرکشش اور جاذب نظر دکھائی دے رہی تھی۔ نفیل بن ساعدہ کے اس طرح دیکھنے پر طرغائی شرمائی، پھر کہنے لگی۔

''اب آپ یقیناً یہ کہیں گے کہ نہانے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد میں پہلے کی نسبت زیادہ خوبصورت دکھائی دینے لگی ہوں۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''نہیں ..... میں ایسا نہیں کہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔ میرے خیال میں اسیر بننے کے بعد تم نے پہلی بار غسل کیا ہے۔ اس طرح تمہاری تھکاوٹ بھی جاتی رہے گی۔ آؤ، پہلے مل کر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد کسی موضوع پر گفتگو کریں گے۔''

طرغائی نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر دونوں چپ چاپ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

اگلے روز بابل کے بادشاہ نبو پولاسر نے نینوا شہر پر اپنا حاکم مقرر کیا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ نینوا سے بابل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☼ ...... ☼

●●●

عشیرہ، اس کی ماں ازلام، بھائی اشجع بن فردس تینوں اپنے خیمے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ فردس گردن جھکائے افسردہ افسردہ، تھکا تھکا سا خیمے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے تینوں فکرمندی کے انداز میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ فردس آگے بڑھ کر جب ایک نشست پر بیٹھ گیا تب اس کی بیوی ازلام اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کیا بات ہے..... آپ کی حالت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ کیا کسی سے کوئی جھگڑا ہو گیا ہے یا کسی نے آپ کا کہا ماننے سے انکار کر دیا ہے یا قبیلے میں کوئی بری خبر آئی ہے؟''

ازلام کے ان سارے سوالوں کے جواب میں فردس نے لمحہ بھر کے لئے ان پر گہری نگاہ ڈالی۔ لمبا سانس لیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''قبیلے میں کچھ بغاوت اور سرکشی کے آثار نمودار ہونے لگے ہیں۔ لوگوں کے نااتفاقی اور نفرت کی ہوائیں چلنے لگی ہیں۔''

فردس کے ان الفاظ پر ازلام، عشیرہ اور اشجع تینوں فکرمند اور پریشان ہو گئے۔ یہاں تک کہ ازلام نے پھر پوچھ لیا۔

''ہوا کیا..... پہلے ہمیں تفصیل تو بتائیں۔''

فردس نے کچھ سوچا پھر بکھری بکھری سی آواز میں کہنے لگا۔

''قبیلے کے مسلح محافظ سنان بن زہیر کو اپنا سالار ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ بن زہیر نے کئی مواقع پر کچھ لوگوں کو کام کرنے کے لئے کہا لیکن اس کے کہنے پر کسی نے کوئی عمل نہیں کیا۔ قبیلے کے سارے محافظ تقاضا کر رہے ہیں کہ نفیل بن سا

...ن حیثیت سے قبیلے میں واپس لایا جائے۔ وہ یہ بھی تقاضا کر رہے ہیں کہ نفیل ...عدہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا سالار مانیں گے ہی نہیں۔ نفیل بن ساعدہ کے بعد ...کے مسلح جوانوں نے حرقوص بن شجرہ کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا ہے۔ اس کا کہا مانتے ...بعد حرقوص بن شجرہ بڑی سختی کے ساتھ یہ تقاضا کر رہا ہے کہ ہر صورت میں نفیل بن ...عدہ کو واپس لایا جائے۔ انہوں نے آج یہ دھمکی بھی دے دی ہے کہ اگر نفیل بن ...عدہ کو واپس نہ لایا گیا تو قبیلے کے اندر تقسیم اور نااتفاقی کا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا اور ...کے مسلح جوان اپنے اپنے اہل خانہ کو لے کر الگ ہو کر خیمہ زن ہو جائیں گے۔ اس ...ت نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ دیکھو اب شام ہونے والی ہے۔ صبح کے وقت میں ...اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو بابل کی طرف بھجوایا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ نفیل ...تحقیق پتہ کر کے آئے۔ اگر وہ بابل آ چکا ہے تو اسے بلا کر میرے پاس لائے اس ...اب نفیل بن ساعدہ ہی قبیلے کے اندر اٹھتی اس بغاوت کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ اس ...قبیلے کے جوان اس کے علاوہ کسی کو قبیلے کا سالار تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی ...ہیں۔ اس سلسلے میں زہیر بن سلمی سے میری تفصیل کے ساتھ بات ہو چکی ہے۔ ...بن سلمی نے بھی حالات کو دیکھتے ہوئے مجھے یہی مشورہ دیا ہے کہ اس کے بیٹے ...ن زہیر کو سالار نہ بنایا جائے ورنہ قبیلے کے اندر نفرت کی دیواریں کھڑی ہو ...ئی۔ زہیر بن سلمی کے اس فیصلے کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے سنان بن زہیر کو ...ی سے معزول کر دیا ہے اور سنان بن زہیر نے اس کو محسوس بھی نہیں کیا۔ وہ خود ...ہے کہ وہ اس منصب کے قابل نہیں ہے لیکن اب لوگ تقاضا کر رہے ہیں کہ نفیل ...ساعدہ کو واپس لایا جائے۔ وہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسے سالاری کے ...ب سے کس نے علیحدہ کیا؟ اور اگر ایسا کیا گیا تو ان سے کیوں مشورہ نہ کیا گیا تھا ...ان سے پوچھا گیا۔ میں نے لوگوں کو بڑا سمجھایا ہے کہ نفیل بن ساعدہ کو میں نے ...ل نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے منصب کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب وہ بابل کے ...ہو پولاسر کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے اور اس نے اسے ایک سالار کی حیثیت ...پنے لشکر میں شامل کر رکھا ہے۔ نفیل بن ساعدہ نے اگر اس کے لشکر میں رہتے ...اچھی کارگزاری کا مظاہرہ کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ نبو پولاسر اسے اپنے لشکر سے ...نہیں کرے گا۔ ایسی صورت میں، میں اپنے قبیلے کے جوانوں کو کیسے مطمئن کر

سکوں گا؟''

یہاں تک کہنے کے بعد فردس رکا، سرسری سی ایک نگاہ اپنے سامنے بیٹھی اپنی بیٹی عشیرہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی۔ اس کے دادا غنم بن عبید اللہ نے جب اس کے لئے عشیرہ کا رشتہ مانگا تھا تو مجھے انکار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ہاں کہہ دیتا تو قبیلے میں یہ طوفان کھڑا ہی نہ ہوتا۔ لیکن میں لالچ کر گیا کہ میری بیٹی قبیلے کے عام آدمی کی بجائے قبیلے کے نائب سردار کے بیٹے کی بیوی بنے۔ میرے اس لالچ اور اوچھے پن نے حالات کو ابتر اور خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ کون سا قدم اٹھاؤں۔ نفیل بن ساعدہ سے کیسے سامنا کروں؟ کیسے غنم بن عبید اللہ سے اپنے انکار پر معذرت کروں؟ اس لئے کہ...''

یہاں تک کہتے کہتے فردس خاموش ہو گیا۔ خیمے سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ خیمے کے دروازے پر ایک گھوڑ سوار آ کر رکا تھا۔ فردس بڑی بے چینی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ گھوڑ سوار جب دروازے پر آیا تو فردس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اندر آنے کے لئے کہا۔ وہ جوان اندر گیا۔ فردس نے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب فردس نے پوچھا۔

''تو بابل گیا تھا... بتا وہاں کے کیا حالات ہیں؟ نفیل بن ساعدہ لوٹ چکا ہے؟ اگر لوٹ چکا ہے تو کہاں قیام کر رکھا ہے؟''

اس پر وہ آنے والا نوجوان کہنے لگا۔

''سردار! نفیل بن ساعدہ اس وقت بابل میں قیام کئے ہوئے ہے۔ بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے اسے مستقل طور پر اپنے لشکر کے بڑے سالاروں میں شامل کر لیا ہے اور اب بنو پولاسر اور اس کا بیٹا بخت نصر دونوں آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں لہٰذا اس منصب کو چھوڑ کر واپس قبیلے کے منصب پر آنا اس کے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس کے علاوہ اب وہاں اس کے لئے ایک کشش اور جذب کا بھی معاملہ ہے۔''

اس کے ان الفاظ پر عشیرہ اور اس کی ماں ازلام دونوں چونکی تھیں۔ یہاں تک کہ فردس نے پوچھ لیا۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں سمجھا نہیں، تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟''

جواب میں آنے والے جوان نے بنو پولاسر کے سیتھین پر حملہ آور ہونے، طرغائی کے بھائی کو شکست دے کر دونوں کی گرفتاری، پھر نینوا شہر کو فتح کرنے اور سیتھین کے حکمران برشام کی بیٹی طرغائی کو نفیل بن ساعدہ کے حوالے کرنے کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل جان کر جہاں عشیرہ کا رنگ پیلا اور ہلدی ہو گیا تھا وہاں ازلام بھی فکرمند دکھائی دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ فردس نے پوچھ لیا۔

''اس لڑکی نے جس کا نام تم نے طرغائی بتایا ہے اور جسے بنو پولاسر نے ایک لونڈی کی حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کیا تھا اس نے کہاں قیام کر رکھا ہے؟''

آنے والے اس جوان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

''سردار! جس وقت بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے طرغائی کو نفیل بن ساعدہ کے حوالے کیا تو وہ لڑکی نفیل کے ساتھ اس کے خیمے میں گئی۔ وہاں نفیل نے اسے آزاد کر دیا اور اسے اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے اس کے اس رویے سے وہ دل ہی دل میں بے حد خوش ہوئی۔ چونکہ اس کا باپ، ماں، بھائی سب مارے جا چکے ہیں اور اسے کچھ سیتھین سرداروں سے خطرہ ہے جو اس کے باپ سے اس کا رشتہ طلب کرتے رہے تھے اور اس کا باپ انکار کرتا رہا تھا۔ اس لڑکی کو خطرہ ہے کہ ان میں سے جو سالار بچ گئے ہیں وہ اسے زبردستی بنو پولاسر کے ہاں سے اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ اسی بنا پر وہ اپنے آپ کو نفیل بن ساعدہ کی پناہ میں دیتے ہوئے محفوظ خیال کرتی ہے اور آج کل اس لڑکی نے نفیل بن ساعدہ ہی کے خیمے میں قیام کر رکھا ہے۔ میں خود بھی نفیل بن ساعدہ سے مل کر آیا ہوں۔ اس لڑکی کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ وہ لڑکی انتہائی خوبصورت ہے۔ اس کی آنکھوں سے زیادہ دیر تک آنکھیں نہیں ملائی جا سکتیں۔ اس کی آنکھیں جہاں بڑی بڑی ہیں وہاں وہ بڑی گہری اور ایسی نیلی ہیں کہ دیکھنے والا اس سے ایک نگاہ ملانے کے بعد اپنی نگاہیں جھکانے میں ہی اپنی عافیت خیال کرتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نوجوان رکا، دوبارہ فردس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

''آپ نے جو اس کے نام مجھے پیغام دیا تھا وہ میں نے اسے پہنچا دیا ہے۔ وہ ان

دنوں بڑا مصروف ہے۔ اس لئے کہ مصر کا فرعون ایک بہت بڑا لشکر لے کر شال کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ بنو پولاسر اس کی راہ روکنے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا ہے۔ میرے خیال میں بنو پولاسر بہت جلد اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کا رخ کرے گا اور مصر کے فرعون نخاؤ کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش کرے گا۔ نفیل بن ساعدہ اس کے لشکر میں ایک بڑے سالار کی حیثیت سے شامل ہو گا۔''

''کیا وہ اپنے قبیلے میں نہیں آئے گا؟'' فردرس نے کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

آنے والا نوجوان پھر بول اٹھا۔

''ضرور آئے گا...... لیکن آپ کے کہنے کے مطابق نہیں۔ میں نے اس کے ساتھ بات کی۔ وہ اب قبیلے کے مسلح جوانوں کی سالاری قبول نہیں کرے گا۔ دوران گفتگو اس نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ چونکہ قبیلے کے سردار نے عشیرہ کا رشتہ مجھے دینے سے انکار کر کے ایک طرح سے مجھے قبیلے کا کم تر اور ناقابل اعتبار شخص قرار دے دیا ہے لہٰذا ایسا شخص قبیلے کے جنگجوؤں کا سالار نہیں ہو سکتا۔''

فردرس فکر مند اور پریشان ہو گیا تھا۔ دھیمے سے لہجے میں اس جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم جا کر آرام کرو۔ میں اب دیکھتا ہوں کہ مجھے حالات کو کس رخ پر لے جانا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی وہ جوان فردرس کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

※

اس روز جب سورج غروب ہو گیا تب بوڑھا غنم بن عبید اللہ اپنے خیمے میں آیا۔ اس لئے کہ اپنے خیمے سے نکل کر اس نے نفیل بن ساعدہ کے ماموں کے پاس قیام کر لیا تھا۔ تاہم دن بھر وہ نفیل کے ماموں کے ہاں رہتا، رات بسر کرنے کے لئے اپنے خیمے میں آ جاتا تھا۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد غنم بن عبید اللہ ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ خیمے کے اندر چھوٹی سی ایک مشعل جل رہی تھی جس نے خیمے کی ہر چیز کو مدھم روشنی میں کافی حد تک عیاں کر رکھا تھا۔

غنم بن عبید اللہ کچھ دیر تک خیمے کا جائزہ لیتا رہا۔ خیمے کے ایک طرف کپڑے پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ دیر تک غور سے ان کو دیکھتا رہا، پھر ان کپڑوں کو سمیٹنے کے لئے وہ اپنی

جگہ سے اٹھ کر جب خیمے کے اس کونے کی طرف جانے لگا تب خیمے کے دروازے سے ایک خوش کن آواز اسے سنائی دی۔

''دادا...!''

غنم بن عبید اللہ نے جب مڑ کر دیکھا تو خیمے کے دروازے پر اس کا پوتا نفیل بن ساعدہ کھڑا تھا اور اس کے ساتھ حسین اور خوبصورت طرغائی بھی تھی۔ خیمے کے اندر جلتی چھوٹی مدھم مشعل کی روشنی میں کچھ دیر تک بوڑھا غنم بن عبید اللہ مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتا رہا پھر خیمے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بھاگا اور غنم بن عبید اللہ سے بغل گیر ہو گیا تھا۔ نفیل کے پیچھے پیچھے طرغائی بھی اندر داخل ہو چکی تھی۔

نفیل سے ملنے کے بعد غنم مسکراتے ہوئے طرغائی کے پاس آیا، شفقت آمیز انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا۔

''طرغائی میری بیٹی! تو کیسی ہے؟''

غنم بن عبید اللہ کے منہ سے اپنا نام سن کر جہاں طرغائی ہکا بکا رہ گئی تھی، وہاں نفیل بن ساعدہ بھی دنگ اور حیران تھا کہ غنم بن عبید اللہ کو کیسے خبر ہو گئی کہ اس کے ساتھ جو لڑکی ہے وہ طرغائی ہے۔

نفیل اس موقع پر اپنے دادا کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ ہمت کر کے طرغائی بول اٹھی۔

''دادا! آپ نے کیسے جان لیا کہ میں طرغائی ہوں؟''

جواب میں غنم نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردرس نے اپنا ایک آدمی نفیل سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بابل کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہی بابل میں میرے پوتے سے اور تم دونوں سے مل کر آیا۔ پہلے وہ فردرس کے پاس گیا، تمہارے اور نفیل سے متعلق اس نے تفصیل بتائی بعد میں اس نے وہ ساری تفصیل مجھے بھی آ کر کہہ دی تھی۔ میں نے جب تمہیں اپنے پوتے نفیل بن ساعدہ کے ساتھ دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ جو لڑکی میرے پوتے کے ساتھ آئی ہے وہ طرغائی کے علاوہ کوئی اور ہو ہی

نفیل بن ساعدہ سے ملنے کے بعد فردرس کچھ دیر تک بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''یہ جولڑکی تمہارے ساتھ ہے اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ سیتھین قبیلے کے سردار برشا کی بیٹی طرغائی ہے۔ اس سے متعلق میرا ایک آدمی تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہے۔ اسے بھی ہم اپنے قبیلے میں خوش آمدید کہتے ہیں۔''

اس موقع پر عشیرہ حرکت میں آئی، آگے بڑھی، طرغائی کے پہلو میں گئی، طرغائی کا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر کہنے لگی۔

''میں خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردرس کی بیٹی عشیرہ ہوں۔ تمہیں اپنے قبیلے میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ تمہاری خوبصورتی، تمہارے حسن، تمہاری آنکھوں کے منجدھار سے متعلق جس قدر سنا تھا تم اس سے کہیں زیادہ ہو۔''

عشیرہ کے اس طرح تعریف کرنے پر طرغائی شرما سی گئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی وقت فردرس نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ابن ساعدہ! تمہارے جانے کے بعد قبیلے کا نظام کچھ درہم برہم ہو گیا ہے..... لہذا میں تم سے کہتا ہوں کہ واپس قبیلے میں آ جاؤ اور پہلے کی طرح قبیلے کے مسلح جنگجوؤں کے سالار کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دو۔ دیکھو تمہارے جانے کے بعد وہ جوان جو تمہارے تحت کام کرتے رہے ہیں، سرکشی پر اتر آئے ہیں۔ تمہارے علاوہ کسی اور کو سالار ماننے کے لئے تیار بھی نہیں ہیں۔ تمہارے جانے کے بعد میں نے سنان بن زہیر کو سالار بنایا لیکن کسی بھی جوان نے اس سے تعاون نہیں کیا۔ لہذا اسے میں معزول کر چکا ہوں۔ ابن ساعدہ! تمہارے حق میں مجھ سے دو غلطیاں ہوئیں اور دونوں غلطیوں کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ پہلی فاش غلطی مجھ سے اس وقت ہوئی جب تمہارے دادا نے تمہارے لئے میری بیٹی عشیرہ کا رشتہ مانگا اور میں نے انکار کر دیا اور میں عشیرہ کا رشتہ سنان بن زہیر سے جوڑنا چاہتا تھا لیکن عشیرہ نے کھل کر اس رشتے سے انکار کر دیا۔

دوسری غلطی مجھ سے اس وقت ہوئی جب تم نے سپہ سالاری کے عہدے سے سبکدوشی کا اظہار کر دیا تو میں نے تمہیں روکا نہیں۔ اس وقت مجھے چاہئے تھا کہ میں

تمہیں روکتا اور اگر تم نہ رکتے اور جانے پر بضد رہتے تو تمہیں الوداع کہتے ہوئے یہ کہتا کہ تم بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے لشکر میں سالار کی حیثیت سے شامل بھی ہو سکتے ہو لیکن اپنے قبیلے میں سالار کا عہدہ صرف تمہارے لئے ہو گا۔ یہ دونوں میری بہت بڑی غلطیاں ہیں، ان کے لئے میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

فردرس کی اس ساری گفتگو کے جواب میں نفیل بن ساعدہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''مجھے آپ سے کوئی گلہ، کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں اب اپنے قبیلے کے جوانوں کے سالار کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا۔ بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے یوں جانیں مستقل طور پر مجھے اپنے لشکر کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ میں آج صرف ملنے کے لئے آیا ہوں اس لئے کہ کل بنو پولاسر اپنے لشکر کو لے کر جنوب کا رخ کرے گا۔ کیونکہ مصر کا بادشاہ نخاؤ ایک بہت بڑا لشکر لے کر شمال کا رخ کر رہا ہے۔ اس کے ارادے ہیں کہ فلسطین پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرے۔ اس کے بعد شمال کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے بابل، نینوا کے علاوہ آرامیوں کے شہر دمشق کو بھی اپنی گرفت میں کر لے۔ جبکہ بابل کا بادشاہ بنو پولاسر اسے ایسا نہیں کرنے دینا چاہتا۔ اسی بناء پر وہ کل لشکر لے کر نکلے گا اور مصر کے فرعون نخاؤ کی راہ روکے گا۔ اس بناء پر اگر آپ اپنے رویے پر معذرت بھی کریں تو میں نہ قبیلے میں رک سکتا ہوں نہ ہی سالار کی حیثیت سے فرائض انجام دے سکتا ہوں۔''

نفیل بن ساعدہ کے الفاظ پر فردرس کچھ دیر تک عجیب سی بے بسی میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تمہاری غیر موجودگی میں، میں نے سنان بن زہیر کو سالار بنایا تھا لیکن قبیلے کے نوجوانوں نے اسے سالار ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ چند دن ہی سالار رہا۔ ان چند دنوں کے دوران اس کا کوئی کہا نہ مانا گیا۔ اس بناء پر اسے سبکدوش کر دیا گیا۔ اب اگر تم بابل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو کر مصر کے فرعون کا مقابلہ کرنے کے لئے جا رہے ہو تو اپنے قبیلے کے سالار کے متعلق فیصلہ کرنا بھی تمہارا ہی کام ہے۔ اس لئے کہ قبیلے کے سارے جوان یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ تم قبیلے میں رہو یا

بابل کے بادشاہ کے ساتھ، اپنے فرائض انجام دیتے رہو۔ قبیلے کے جوانوں کے سالار تم ہی رہو گے۔ ہاں تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے کہنے پر کوئی اور یہ فرائض انجام دے سکتا ہے اور وہ بھی تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کر سکتا ہے۔ یہ میرا نہیں بلکہ قبیلے کے سارے مسلح جوانوں کا متفقہ فیصلہ ہے اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے لمحہ بھر کے لئے اپنے ساتھ نائب کی حیثیت سے کام کرنے والے حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ نفیل بن ساعدہ کے اس طرح دیکھنے سے ابن شجرہ کی گردن جھک گئی تھی۔ جواب میں نفیل بن ساعدہ مزید کچھ سوچتا رہا پھر فردرس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سردار! سالاری کا منصب مستقل طور پر میرے نام پر نہیں لکھ رکھا۔ نہ ہی میں نے اپنے قبیلے کے لئے کوئی اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جس کے صلے میں مجھے عمر بھر کے لئے اپنے خانہ بدوش قبیلے کے مسلح جوانوں کا سالار مقرر کر دیا جائے نہ ہی میری پیشانی پر یہ تحریر رقم ہے کہ میں اپنے خانہ بدوش قبیلے کی سالاری کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میری آپ سب لوگوں سے گزارش ہے کہ قبیلے کے سارے بوڑھوں اور جوانوں کو ایک جگہ جمع کریں، ان سے مشورہ کریں۔ اتفاق رائے سے جسے بھی وہ سالار بنانا چاہیں بنا لیں اور وہی سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہے گا۔ میرے جانے کے بعد آپ نے یہ کام نہیں کیا بلکہ اپنے طور سے سنان بن زہیر کو لوگوں پر مسلط کر دیا جس کی بناء پر لوگوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں رات یہاں رہوں گا۔ تھوڑی دیر مزید یہاں قیام کروں گا۔ میں چاہتا ہوں میری موجودگی میں سب لوگوں کو جمع کر کے یہ فیصلہ کر لیں کہ سالار کی حیثیت سے اب کس کو مقرر کیا جانا چاہئے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی فردرس نے حکم دیا کہ عورتیں ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو جائیں جبکہ قبیلے کے سارے بزرگ اور بوڑھے آگے آ جائیں اور باقی سارے جوان ان کے پیچھے کھڑے ہو جائیں تا کہ نئے سالار کے تقرر کا فیصلہ کیا جا سکے۔

فردرس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی عورتیں ایک طرف ہٹ گئی تھیں۔ اس موقع پر عشیرہ طرغائی کو بھی پکڑ کر ایک طرف لے گئی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے قبیلے کے

سارے بزرگ اور بوڑھے آگے آ کر بیٹھ گئے تھے اور ان کے پیچھے قبیلے کے سارے جوان کھڑے ہو گئے تھے۔ قبیلے کی عورتیں دائیں بائیں آ کر جمع ہو گئی تھیں تا کہ دیکھیں سالار کسے مقرر کیا جاتا ہے۔

اس موقع پر قبیلے کا نائب سردار زہیر بن سلمی اور اس کے دونوں بیٹے بھی فردرس کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے جبکہ زہیر بن سلمی کی بیوی احاطہ اور اس کی بیٹی اناشید دونوں اس جگہ جا کھڑی ہوئیں جہاں عشیرہ اور اس کی ماں ازلام دونوں طرغائی کے دائیں بائیں کھڑی ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

قبیلے کے جب سب لوگ جمع ہو گئے تب فردرس نے قبیلے کے معزز اور بوڑھے لوگوں سے پہلے مشورہ کیا کہ نفیل بن ساعدہ کی جگہ کس کو قبیلے کا سردار بنایا جائے۔ اس پر ان سب لوگوں نے باہم مشورہ کرنے کے بعد یہ رائے دی کہ قبیلے کے مسلح جوان جس کا نام لیں اور اتفاق رائے سے جس کے تحت کام کرنا چاہیں اسے خانہ بدوش قبیلے کا سالار بنا دیا جائے۔

فردرس اور زہیر بن سلمی دونوں نے اس رائے کو پسند کیا تھا۔ لہٰذا قبیلے کے ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا گیا جو جنگجو خیال کئے جاتے تھے۔ فردرس نے انہیں بلند آواز میں مخاطب کر کے کہا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے اس نوجوان کا نام لیں جسے وہ نفیل بن ساعدہ کی جگہ سالار بنانا چاہتے ہیں۔

یہ کہنے کے بعد کچھ دیر تک فردرس انتظار کرتا رہا۔ جب قبیلے کے جنگجوؤں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تب دوسری بار انہیں پکار کر اس نے سالار کا نام بتانے کے لئے کہا۔ پھر خاموش ہوا۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ اس طرح تیسری بار اس نے اپنے قبیلے کے جوانوں کو پکارا لیکن کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تب حرقوص بن شجرہ جو اس سے پہلے نفیل بن ساعدہ کے ساتھ اس کے نائب سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا، ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور جچی تلی چال کے ساتھ آگے بڑھا اور وہاں آیا جہاں فردرس اور زہیر بن سلمی کھڑے تھے، پھر فردرس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم فردرس! ہمارے قبیلے کا کوئی بھی جنگجو جوان نفیل بن ساعدہ کے علاوہ کسی اور کو سالار مقرر کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔ قبیلے کے مسلح جوانوں کا سالار اعلیٰ نفیل

بن ساعدہ ہی رہے گا۔ اس میں اگر کسی نے تبدیلی کرنے کی کوشش کی تو قبیلے کے مفاد کو یقیناً نقصان ہوگا۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے قبیلہ دو گروہوں میں بٹ کر کمزور اور بے بس ہو کر رہ جائے۔''

حرقوص بن شجرہ کی یہ بات نفیل بن ساعدہ نے بھی سن لی تھی، آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ حرقوص کے پاس آیا، اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''حرقوص! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ کل کو میں کسی جنگ میں کام آ گیا تب بھی تم لوگ مجھے ہی اپنے قبیلے کا سالار رہنے دو گے؟''

اس موقع پر حرقوص بن شجرہ نے عجیب سے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! موت سب کو آنی ہے۔ وہ ایک دوسرا معاملہ ہے۔ لیکن جب تک آپ زندہ ہیں اس وقت تک اس قبیلے کا کوئی اور سالار سوائے آپ کے نہ ہوگا نہ ہو سکتا ہے نہ ہی ہمارے جوان اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔''

اس موقع پر زہیر بن سلمی، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تم بابل کے بادشاہ بنو پولاسر سے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ تم اس کے لشکر میں رہ کر کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ قبیلے میں تمہاری ضرورت زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''ابن سلمی! تمہارا کہنا بھی اپنی جگہ درست ہے لیکن میں بنو پولاسر کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا میں ابھی تھوڑی دیر تک اس کے لشکر میں واپس چلا جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں میرے ہوتے ہوئے لشکر کی سالاری کا فیصلہ ہو جائے تاکہ قبیلے میں انتشار پیدا نہ ہو۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے کچھ سوچا پھر فردرس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کروں اور میرا وہ فیصلہ حرقوص بن شجرہ کے علاوہ قبیلے کے دوسرے جوانوں کو بھی منظور ہو تو کیا آپ دونوں سردار اسے قبول کر لیں گے؟''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فردرس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! اگر تم ایسا کرو تو میں سمجھوں گا یہ قبیلے پر تمہارا بہت بڑا احسان ہوگا۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، حرقوص کی طرف چند لمحے غور سے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابن شجرہ! میں اپنی طرف سے تمہیں قبیلے کے جوانوں کا سالار مقرر کرتا ہوں۔ انکار مت کرنا۔''

ان الفاظ پر ابن شجرہ چونکا، نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میں آپ کا کہا ٹال نہیں سکتا۔ آپ مجھے موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو میں چھلانگ لگا سکتا ہوں لیکن اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میری جگہ کسی اور کو سالار بنا دیا جائے۔ ابن ساعدہ! بات یہ ہے کہ ہمارے قبیلے کے جنگجوؤں کے سالار آپ ہی رہیں گے، تاہم جب تک آپ بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے لشکر میں کام کرتے ہیں، اپنے قبیلے سے باہر رہتے ہیں اس وقت تک میں آپ کے نائب کی حیثیت سے کام کر سکتا ہوں۔ اور مجھے قبیلے کے اندر سالار نہیں بلکہ نائب سالار کی حیثیت سے کام کرنا منظور ہے۔ اگر آپ میری اس شرط کو قبول کرتے ہیں تو پھر میں تیار ہوں ورنہ......''

حرقوص مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فردرس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

''ابن شجرہ! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ آخری ہے۔ نفیل بن ساعدہ مستقل طور پر قبیلے کا سالار رہے گا۔ جب تک یہ قبیلے میں واپس نہیں آتا اس وقت تک تم اس کی نیابت کرو گے اور قبیلے کے نائب سالار کہلاؤ گے۔''

قبیلے کے سارے بوڑھوں اور جوانوں نے اس فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد نفیل بن ساعدہ، حرقوص کو گلے لگا کر کہنے لگا۔

''ابن شجرہ! تم نے میری بات مان لی، تمہارا شکر گزار ہوں۔ اب میں رخصت ہوں گا۔ اس لئے کہ کل بنو پولاسر اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف پیش قدمی کرے گا اور میں نے اس کے ساتھ جانا ہے۔''

حرقوس کے بعد نفیل بن ساعدہ فردرس، زہیر بن سلمی، اپنے ماموں، دوسرے قریبی رشتہ داروں اور دادا سے ملا۔ اس موقع پر دور کھڑی عشیرہ بڑے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں ایک تجسس، ایک انتظار، امید کی کرن تھی۔
جس وقت نفیل بن ساعدہ لوگوں سے مل رہا تھا، طرغائی کی نگاہیں بھی اس پر جم گئی تھیں لہٰذا عشیرہ اور اس کی ماں ازلام، اناشید، احاطہ سے ملنے کے بعد وہ بھی اس کی طرف ہو لی تھی۔ پھر دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دریائے دجلہ کے کنارے کنارے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بابل کا رخ کر رہے تھے۔

❋ ...... ❋

●●●

سیتھین قبیلے کے سردار کے علاوہ بڑے بڑے سالار اور ان گنت لشکری قوم ماد کے شاہ کیا کسارا کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ان میں سے صرف ایک سالار تو لک بچا تھا جو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شمال کی طرف جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔
سیتھین کے دوسرے گروہ جو طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کی کمانداری میں ...کر رہے تھے، ان کا قتل عام بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے کیا تھا جس میں طرغائی ...بھائی بھی کام آ گیا تھا۔ لشکر کے اس حصے سے سیتھین کا ایک سالار جانتو اپنے مٹھی بھر ...تھیوں کے ساتھ بچا تھا۔ اب یہ تو لک اور جانتو دونوں سالار ایک جگہ جمع ہوئے۔ ...دن تک وہ یونہی اِدھر اُدھر آوارہ گردی کرتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ...ب اپنے لئے وہ کہیں مستقل ٹھکانہ نہیں بنا سکتے تب ایک روز جانتو اور تو لک اپنے ...تھیوں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ گفتگو کا آغاز تو لک نے کیا اور جانتو کو ...طب کر کے وہ کہنے لگا۔
''حالات ہم سیتھین کے سخت خلاف ہو چکے ہیں۔ ہمارا اتنا بڑا لشکر تھا جو سردار ...کی کمانداری میں شمال کے کوہستانوں سے نکل کر جنوب کی طرف بڑھا تھا۔ پر برا ...قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کا کہ اس نے ہمارے سردار کے علاوہ دوسرے بڑے ...ے سالاروں کو دعوت پر بلا کر بے ہوش کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر ہمارے ...پر حملہ آور ہوا اور ہمارے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرا حادثہ ...نے لئے بنو پولاسر نے کھڑا کیا۔ برشام کے بیٹے کشلوک کو موت کے گھاٹ اتار دیا ...س کی بیٹی طرغائی کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب جو خبریں ہم تک آئی ہیں وہ یہ کہ بنو

بولاسر نے طرغائی کو اپنے ایک سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے ایک لونڈی کی حیثیت سے کیا تھا۔ اس نے طرغائی پر مہربانی کی، اسے لونڈی کی حیثیت سے اپنے پاس نہیں رکھا، آزاد کر دیا ہے اور اس وقت طرغائی اسی کے پاس اپنی حفاظت کے لئے ٹھہری ہوئی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تو لک رکا، کچھ سوچا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''اس میں شک نہیں کہ میں طرغائی کو پسند کرتا رہا ہوں اور برشام سے میں نے اس کا ہاتھ بھی مانگا تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تم بھی طرغائی پر مرتے رہے ہو۔ میری طرح تم نے بھی برشام سے طرغائی کا رشتہ مانگا تھا۔ لیکن برشام اور طرغائی دونوں نے ہی ہماری پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ دونوں اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ مل کر کسی نہ کسی طرح طرغائی کو بنو پولاسر کے لشکر سے حاصل کر کے شمال کے ان علاقوں کی طرف لائیں۔ یہاں لا کر میرے اور تمہارے درمیان قرعہ اندازی کی جائے۔ جس کے نام قرعہ نکلے وہی طرغائی کو اپنی بیوی بنا کر اپنے ساتھ رکھ لے۔ بولو، تم کیا کہتے ہو؟''

تو لک جب خاموش ہوا تب جائتو کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''تو لک! جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے آدھے حصے سے میں اتفاق کرتا ہوں، آدھے حصے کو رد کرتا ہوں۔ میں تمہاری اس پیشکش کو تو قبول کرتا ہوں، کہ طرغائی کے سلسلے میں میرے اور تمہارے درمیان قرعہ اندازی ہو اور قرعہ جس کے نام نکلے وہی طرغائی کو اپنی بیوی بنا لے۔ لیکن تم نے یہ جو کہا ہے کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر طرغائی کو بنو پولاسر کے لشکر سے نکالنا چاہئے تو تمہاری اس تجویز سے میں اتفاق نہیں کرتا۔

تو لک! بنو پولاسر بابل کا بادشاہ ہے اور اب وہ نینوا کا بھی حکمران ہے۔ اس کی طاقت اور قوت قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ اگر ہم نے شب خون مار کر یا کسی مناسب موقع پر بنو پولاسر کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر وہاں سے طرغائی کو نکالنا چاہا تو یاد رکھنا ہم سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ طرغائی کا اس طرح وہاں رہنا اس بات کی غمازی بھی کرتا ہے کہ وہ خود اپنی مرضی، اپنی منشاء

سے اپنی حفاظت کی خاطر وہاں قیام کئے ہوئے ہے۔ اگر وہ وہاں قیام نہ کرنا چاہتی، وہاں تنگ ہوتی تو یقیناً کوئی نہ کوئی مناسب موقع جان کر بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے لشکر سے بھاگ کھڑی ہوتی اور یقیناً ہماری طرف آتی۔ اس نے کیونکہ ایسا نہیں کیا لہٰذا میرا اندازہ ہے کہ بنو پولاسر کے پڑاؤ میں طرغائی اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے ہوئے اپنی مرضی اور رضا مندی سے وہاں قیام کئے ہوئے ہے۔ اس بناء پر وہاں حملہ آور ہو کر اسے نکالنا یوں جانو، ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔''

اس موقع پر تو لک مایوسانہ انداز میں جائتو کی طرف دیکھنے لگا پھر دھیمے لہجے اور پست سی آواز میں کہنے لگا۔

''پھر تمہارا کیا خیال ہے؟''

جائتو تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے تو لک کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''جس طرح تمہارے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے اسی طرح میرے ذہن میں بھی ایک ترکیب ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنے ان مسلح ساتھیوں کو لے کر قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس سے دو التجائیں کریں۔ پہلی یہ کہ اس کے لشکر میں شامل ہونے کی التجا کریں۔ دوسری التجا یہ کریں کہ وہ بابل کے بادشاہ بنو پولاسر سے ہمارے بادشاہ برشام کی بیٹی طرغائی کو حاصل کرے۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہم یہ راستہ اپنائیں تو پھر طرغائی کے ملنے کی امید ہے۔''

تو لک نے جائتو کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اگلے روز وہ دونوں اپنے مسلح ساتھیوں کو لے کر قوم ماد کے مرکزی شہر اگبتانا کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد دونوں نے جب کیا کسارا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیا کسارا کے مسلح جوان دونوں کو پکڑ کر کیا کسارا کے سامنے لے گئے۔ جب دونوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تب جائتو نے گفتگو کا آغاز کیا اور کیا کسارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''قوم ماد کے عظیم بادشاہ! ہم سیتھین کے سردار برشام کے سالار ہیں۔ ہم مغلوب ہو چکے ہیں۔ اب ہم کسی کے لئے خطرے کا باعث نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ چند مسلح جوان ہیں جن کے ساتھ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے پاس

وہ التجائیں لے کر آئے ہیں۔

پہلی التجا یہ ہے کہ برشام کی بیٹی بابل کے بادشاہ بنو پولاسر کے ساتھ ٹکراتے ہوئے گرفتار ہو چکی ہے اور بنو پولاسر نے اسے ایک لونڈی کی حیثیت سے اپنے ایک سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا ہے۔ ہماری پہلی گزارش آپ سے یہی ہے کہ آپ بابل کے بادشاہ بنو پولاسر سے کہہ کر طرغائی ہمیں دلا دیں۔ اس لئے کہ ہم دونوں طرغائی کو پسند کرتے ہیں۔ طرغائی کے ملنے کے بعد ہم قرعہ اندازی کریں گے۔ جس کے نام قرعہ نکلے گا، وہی طرغائی سے شادی کر لے گا۔ اے بادشاہ! ہماری دوسری خواہش یہ ہے کہ آپ کے لشکر میں رہ کر آپ کی خدمت کریں۔ اس لئے کہ اب ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔''

جانتو جب خاموش ہوا تب قوم اماد کا بادشاہ کیا کسارا کچھ دیر تک سوچتا رہا، وقفے وقفے سے ان دونوں کی طرف غور سے دیکھا اور ان کے چہروں کا بھی جائزہ لیا۔ پھر دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں تم دونوں کو تمہارے ساتھیوں سمیت اپنے لشکر میں شامل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے تم پر گہری نگاہ رکھی جائے گی۔ اگر تم لوگوں نے میرے ساتھ خلوص اور وفاداری کا اظہار کیا تو پھر میں تمہیں اپنے بہترین سالاروں کی طرح نوازوں گا۔ جہاں تک تمہارے سردار برشام کی بیٹی طرغائی کا تعلق ہے اگر وہ بنو پولاسر کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران گرفتار ہو چکی ہے اور لونڈی کی حیثیت سے بنو پولاسر نے اسے اپنے سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا ہے تو یقیناً اس نے اسے اپنی بیوی بنا لیا ہوگا۔ لہٰذا کیا وہ تم دونوں کی خاطر اپنی بیوی کو چھوڑنے پر تیار ہوگا یا طرغائی اس سے شادی کرنے کے بعد تمہاری طرف آنا پسند کرے گی؟''

اس پر تو لک جھٹ سے بولا اور کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! اپنے جس سالار کے حوالے بنو پولاسر نے طرغائی کو کیا ہے اس میں شک نہیں اس کے حوالے اسے لونڈی کی حیثیت سے کیا گیا تھا لیکن اس سالار نے طرغائی کو لونڈی کی حیثیت سے اپنے پاس نہیں رکھا، آزاد کر دیا ہے۔ اب ایک آزاد لڑکی کی حیثیت سے طرغائی نے بنو پولاسر کے ہاں قیام کر رکھا ہے۔''

تو لک کے خاموش ہونے پر کیا کسارا کہنے لگا۔

''جہاں تک نفیل بن ساعدہ کا تعلق ہے میں ذاتی طور پر اسے جانتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں اس جیسا اچھا تیغ زن اور جنگجو نہیں دیکھا۔ وہ ایک سالار کی حیثیت سے بنو پولاسر کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے تو یقیناً بنو پولاسر اس کی قدر دانی کرے گا۔ بہر حال میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت اپنے لشکر میں شامل کرتا ہوں۔ اس کے بعد مناسب موقع جان کر میں کچھ قاصد روانہ کروں گا اور بنو پولاسر سے کہلا بھیجوں گا کہ طرغائی کو تم دونوں کے حوالے کر دیا جائے۔''

کیا کسارا کے ان الفاظ پر جانتو اور تو لک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انہوں نے کیا کسارا کا شکریہ ادا کیا۔ کیا کسارا نے پہلے ان دونوں کو ان کے ساتھیوں سمیت اپنے لشکر میں شامل کر لیا اور جب لشکر میں رہتے ہوئے انہوں نے اپنی وفاداری، اعتماد اور بھروسے کا بہترین ثبوت دیا تب کیا کسارا نے انہیں قابل اعتماد محافظ دستوں میں شامل کر لیا تھا۔

*

مصر کا فرعون نخاؤ اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے شمال کا رخ کئے ہوئے تھا اور وہ فلسطین پر حملہ آور ہو کر فلسطین پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ دوسری طرف بابل کا بادشاہ بنو پولاسر بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے جنوب کا رخ کئے ہوئے تھا اور اس کا مدعا و مقصد مصر کے فرعون نخاؤ سے فلسطین کو بچانا تھا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر فلسطین، مصر کے فرعون نخاؤ کے قبضے میں چلا گیا تو پھر شمال کے سارے علاقوں کو مصر کی طرف سے خطرات لاحق ہو جائیں گے۔

ان دنوں فلسطین کی حالت بھی عجیب تھی۔ وہاں کوئی بڑی قوت نہ تھی۔ اس لئے کہ ملی انتشار کا شکار ہو چکے تھے۔ جہاں تک بنی اسرائیل کی حالت کا تعلق ہے تو وہ بھی انتشار کا شکار تھے۔

دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تو یہاں مختلف قومیں آباد تھیں جن میں حتی، آشوری، کنعانی، فریزی، حوری، یبوسی، فلسطی وغیرہ بھی قومیں آباد تھیں اور یہ قومیں بدترین شرک کا شکار تھیں۔

ان قوموں کے سب سے بڑے معبود اور دیوتا کا نام ایل تھا۔ اسے یہ قومیں دیوتاؤں کا باپ کہتی تھیں اور اسے عموماً سانڈھ سے مشابہت دی جاتی تھی۔

اس کی بیوی کا نام عشیرہ تھا اور اس سے خداؤں اور خدائنیوں کی ایک پوری نسل چلتی تھی جن کی تعداد ستر کے لگ بھگ پہنچتی تھی

ان دیوی دیوتاؤں کی اولاد میں سب سے زیادہ زبردست بعل خیال کیا جاتا تھا جس کو بارش اور روئیدگی کا خدا یا دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور اسے آسمان کا مالک بھی جانا جاتا تھا۔

اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک شمالی علاقوں میں، اس کا نام اناس تھا اور دوسری فلسطین میں اسے عشتارات کہتے تھے۔

یہ دونوں خواتین عشق اور افزائش نسل کی دیویاں تھیں۔ ان کے علاوہ کوئی دیوتا موت کا مالک تھا، کسی دیوی کے قبضے میں صحت تھی، کسی دیوتا کو وبا اور قحط لانے کے اختیارات تفویض کیے گئے تھے اور یوں ساری خدائی بہت سے معبودوں میں بٹ گئی تھی۔

ان دیوتاؤں اور دیویوں کی طرف ایسے ایسے ذلیل اوصاف اور اعمال منسوب تھے کہ اخلاقی حیثیت سے انتہائی بدکردار انسان بھی ان کے ساتھ مشتہر ہونا پسند نہ کرے۔
اب ظاہر ہے کہ یہ لوگ ایسی کمینہ ہستیوں کو خدا بنائیں اور ان کی پرستش کریں، وہ اخلاق کی ذلیل ترین پستیوں میں گرنے سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ ان کے جو حالات آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے دریافت ہوتے ہیں وہ شدید اخلاقی گراوٹ کی شہادت باہم پہنچاتے ہیں۔ ان کے ہاں بچوں کی قربانی کا عام رواج تھا۔ ان کے معابد زنا کاری کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کو داسیاں بنا کر عبادت گاہوں میں رکھنا اور ان سے بدکاریاں کرنا عبادت کے اجزاء میں داخل تھا اور اسی طرح کی اور بہت سی بداخلاقیاں بھی ان میں پھیلی ہوئی تھیں۔

تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو ہدایت دی گئی اور ان سے صاف صاف کہہ دیا گیا کہ تم ان قوموں کو ہلاک کر کے ان کے قبضے سے فلسطین کی سرزمین چھین لینا اور ان کے ساتھ رہنے بسنے کی اخلاقی اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا۔

لیکن بنی اسرائیل جب فلسطین میں داخل ہوئے تو وہ اس ہدایت کو بھول گئے۔ انہوں نے اپنی کوئی متحدہ سلطنت قائم نہ کی۔ وہ قبائلی عصبیت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان

سے ہر قبیلے نے اس بات کو پسند کیا کہ مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ لے کر الگ ہو بیٹھیں۔ اس تفرقے کے نتیجے میں ان کا کوئی قبیلہ بھی اتنا طاقتور نہ ہو سکا کہ اپنے علاقے کو مشرکین سے پوری طرح پاک کر دیتا۔

آخر کار انہیں یہ گوارہ کرنا پڑا کہ مشرکین ان کے ساتھ ہی بسیں۔ نہ صرف بسیں بلکہ ان کے مفتوحہ علاقوں میں جگہ جگہ ان مشرک قوموں کی چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں بھی موجود رہیں جن کو بنی اسرائیل مسخر نہ کر سکے۔ اسی بات کی شکایت زبور میں بھی بیان کی گئی۔

اس شرک کا پہلا خمیازہ بنی اسرائیل کو یہ بھگتنا پڑا کہ ان قوموں کے ذریعے ان کے مذہبی شرک گھس آیا اور اس کے ساتھ بتدریج دوسری قوموں کی گندگیاں بھی ان کے اندر راہ پانے لگیں چنانچہ ان کی شکایت تورات کے باب قضا میں اس طرح کی گئی۔

''اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور بعل کی پرستش کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے خدا کو جو انہیں ملک مصر سے نکال لایا تھا چھوڑ دیا۔ دوسرے معبودوں کی جو ان کے گرداگرد قوموں کے دیوتاؤں میں سے تھے پیروی کرنے اور ان کو سجدہ کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دلایا۔ وہ خداوند کو چھوڑ کر بعل اور عشتارات کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا۔''

اس کے بعد دوسرا خمیازہ بنی اسرائیل کو اسی طرح بھگتنا پڑا کہ جن قوموں کی شہری ریاستیں انہوں نے چھوڑ دی تھیں انہوں نے اور فلسطیوں نے جن کا پورا علاقہ غیر مغلوب رہ گیا تھا، بنی اسرائیل کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کیا اور پے در پے حملے کر کے فلسطین کے بڑے حصے سے ان کو بے دخل کر دیا۔ حتیٰ کہ ان سے خداوند کے عہد کا صندوق یعنی تابوت سکینہ بھی چھین لیا۔ آخر کار بنی اسرائیل کو ایک فرمانروا کے تحت اپنی ایک متحدہ ریاست قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور ان کی درخواست پر اللہ کے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام نے 1020 قبل مسیح میں طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا۔

اس طرح یکے بعد دیگرے اس متحدہ سلطنت کے تین بڑے بڑے حکمران ہوئے۔ پہلا طالوت جس نے بنی اسرائیل پر 1020 سے 1004 قبل مسیح تک حکومت کی۔ دوسرے حضرت داؤد علیہ السلام جنہوں نے 1004 تا 965 قبل مسیح

تک بنی اسرائیل پر حکمرانی کی اور تیسرے حضرت سلیمان علیہ السلام جنہوں نے **965** سے **936** قبل مسیح تک بنی اسرائیل پر حکومت کی۔ ان فرماں رواؤں نے اس کام کو مکمل کیا جسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

صرف شمالی ساحل پر فونیقیوں کی اور جنوبی ساحل پر فلسطیوں کی ریاستیں باقی رہ گئی تھیں جنہیں مسخر نہ کیا جا سکا اور محض انہیں باج گزار بنانے پر اکتفا کیا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر دنیا پرستی کا شدید غلبہ ٹھہرا اور انہوں نے آپس میں لڑ کر اپنی دو الگ ریاستیں قائم کر لیں۔ ایک شمالی فلسطین اور مشرقی اردن میں۔ یہ سلطنت اسرائیل کہلائی اور اس کا پایۂ تخت سامریہ شہر قرار دیا گیا۔ دوسری ریاست فلسطین اور ادوم کے علاقے میں سلطنت یہودیہ کہلائی اور اس کا پایۂ تخت یروشلم رہا۔ ان دونوں سلطنتوں میں تخت رقابت اور کشمکش اول روز سے شروع ہو گئی تھی اور آخر تک رہی۔

اسرائیل کی ان دو ریاستوں میں سے جس ریاست کا نام اسرائیل تھا اس کے فرماں رواں اور باشندے ہمسایہ قوموں کے مشرکانہ عقائد اور اخلاقی فساد سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متاثر ہوئے اور یہ حالات اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔

جب اس ریاست کے فرماں روا اخی اب نے سیدہ کی مشرک شہزادی ایزبل سے شادی کر لی اس وقت تک حکومت کی طاقت اور ذرائع سے شرک اور بد اخلاقیاں سیلاب کی طرح اسرائیلیوں میں پھیلنا شروع ہوئیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت الیسع علیہ السلام نے اس سیلاب کو روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن یہ قوم جس تنزل کی طرف جا رہی تھی اس سے باز نہ آئی۔

آخر اللہ کا غضب اسرائیلیوں پر آشوریوں کی شکل میں ٹوٹا۔ آشوری بنی اسرائیل پر حملہ آور ہوئے اور نویں صدی قبل مسیح سے فلسطین آشوری فاتحین کے مسلسل حملوں کا شکار ہوئے۔ اس دور میں اللہ کے نبی عاموص نے **787** تا **747** قبل مسیح اور دوسرے نبی ہوسیع نے **747** تا **735** قبل مسیح تک بنی اسرائیل کو پے در پے تنبیہات کیں مگر جس غفلت کے نشے میں وہ سرشار تھے وہ تنبیہ کی ترشی سے اور زیادہ تیز ہو گیا یہاں تک کہ عاموص نبی کو اسرائیل کے حکمران نے ملک سے نکل جانے اور دولت سامریہ میں نبوت بند کر دینے کا نوٹس دے دیا۔ اس کے بعد کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ خدا کا

عذاب اسرائیلی سلطنت اور اس کے باشندوں پر ٹوٹا اس لئے کہ **721** قبل مسیح میں آشوریوں کا سخت گیر فرماں رواں اسارگون ان پر حملہ آور ہوا۔ سامریہ کو فتح کر کے دولت اسرائیل کا خاتمہ کر دیا۔ ہزار ہا اسرائیلیوں کو تہہ تیغ کیا اور ستائیس ہزار سے زیادہ بااثر اسرائیلیوں کو ان کے علاقوں سے نکال کر پوری سلطنت کو شرقی اصلاح میں تتر بتر کر کے رکھ دیا اور دوسرے علاقوں سے لا کر غیر قوموں کو اسرائیل کے علاقوں میں بسایا۔ ان کے درمیان جو بچا کھچا اسرائیلی عنصر رہ گیا تھا وہ اپنی قومی تہذیب سے روز بروز بیگانہ ہوتا چلا گیا۔

بنی اسرائیل کی دوسری ریاست یہودیہ کے نام سے جنوبی فلسطین میں قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بہت جلد شرک اور بد اخلاقی میں مبتلا ہو گئی مگر نسبتاً اس کا اعتقادی اور اخلاقی زوال دولت اسرائیل کی نسبت کم تھا اس لئے اس کو مہلت بھی کچھ زیادہ دی گئی۔

اگرچہ دولت اسرائیل کی طرح اس پر بھی آشوریوں نے پے در پے حملے کئے، ان کے شہروں کو تباہ کیا اور ان کے پایۂ تخت کا محاصرہ کیا لیکن یہ ریاست آشوریوں کے ہاتھوں ختم نہ ہو سکی بلکہ ان کی ایک طرح سے باج گزار بن کر رہ گئی۔ پھر جب حضرت یسعیاہ اور حضرت یرمیاہ کی مسلسل کوششوں کے باوجود بنی اسرائیل اپنی بد اخلاقیوں اور شرک سے باز نہ آئے یہاں تک کہ ان کا بادشاہ بھی اسی اخلاقی گندگی میں مبتلا ہو چکا تھا اور اب صورت حال یہ تھی کہ مصر کا بادشاہ نخاؤ ایک بہت بڑا لشکر لے کر فلسطین اور شام پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔

دوسری طرف حالات کی ستم ظریفی کہ بابل کا بادشاہ بنو پولاسر خود اپنے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے مصر کے فرعون نخاؤ سے ٹکرانا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے بخت نصر کو سلطنت کا کاروبار چلانے کے لئے اپنے مرکزی شہر بابل میں چھوڑا تھا لیکن بنو پولاسر ابھی اپنے علاقوں ہی میں تھا کہ سخت بیمار ہو گیا اور وہ مصر کے فرعون نخاؤ کی راہ روکنے کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کی وجہ سے بابلی لشکر کو رک جانا پڑا یہاں تک کہ بیمار بنو پولاسر کو بابل پہنچا دیا گیا اور اب بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے اپنے لشکر کی کمانداری اپنے بیٹے بخت نصر کو سونپ دی تھی۔

اس طرح بنو پولاسر خود بابل میں رہ گیا تھا اور اس کا بیٹا بخت نصر لشکر کی کمانداری

ہوئے اور بخت نصر کو اس کے باپ کے مرنے کی اطلاع کی۔

ایسے موقع پر اپنے باپ بنو پولاسر کی موت کا سن کر بخت نصر کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس نے نخاؤ کا تعاقب ترک کر دیا اور وقت ضائع کئے بغیر اس نے بابل کا رخ کیا تھا۔ اس لئے کہ اسے خطرہ تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں کہیں کوئی اور مملکت کا دعوئی دار ہی اٹھ کھڑا نہ ہو۔

واپسی کا سفر کرتے ہوئے ایک روز اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے بخت نصر نے جب ایک جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تب جس وقت وہ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا، اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مالک! قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی طرف سے دو قاصد آئے ہیں اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کیا کسارا کا کوئی اہم پیغام دینا چاہتے ہیں۔''

ان الفاظ پر بخت نصر چونکا تھا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ان دونوں کو اندر بھیجو۔ میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتے ہیں۔''

اس پر محافظ دستوں کا سالار وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کیا کسارا کے دو قاصدوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ خیمے میں ان کے داخلے سے پہلے دونوں کی اچھی طرح جامہ تلاشی لی گئی۔ اس کے بعد انہیں اندر جانے دیا گیا۔ اس موقع پر بخت نصر کے خیمے کے اردگرد محافظوں کا کڑا پہرہ تھا۔

کیا کسارا کے دونوں قاصد خیمے میں داخل ہوئے۔ اپنے آپ کو زمین کی طرف جھکاتے ہوئے انہوں نے بخت نصر کو تعظیم دی، کچھ کہنا چاہتے تھے کہ بخت نصر نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

''میرے محافظ دستوں کے سالار نے بتایا ہے کہ تم قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی طرف سے آئے ہو۔ اگر اس کی طرف سے میرے لئے کوئی پیغام لائے ہو تو کہو۔''

بخت نصر کے اس استفسار پر ایک قاصد اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

''اے بادشاہ! ہم اپنے بادشاہ کیا کسارا کی طرف سے آپ کے لئے دو پیغام لے کر آئے ہیں۔ پہلا پیغام یہ ہے کہ کیا کسارا اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دینا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ اس طرح بابل اور قوم ماد کی سلطنتوں کے درمیان اتحاد، تعاون

اور یگانگت کا ایک رشتہ پیدا ہو جائے گا اور دشمن قوتیں اگر دونوں میں سے ایک پر بھی حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گی تو دونوں مل کر اپنے دفاع کو احسن طریقے سے پورا کر سکیں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد رکا، گلا صاف کیا اور کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! دوسرا پیغام جو ہم اپنے بادشاہ کی طرف سے آپ کے لئے لے کر آئے ہیں وہ یہ ہے کہ نینوا کے نواح میں جو آپ کے باپ نے سیتھین کے ساتھ جنگ لڑی تھی اس میں سیتھین کی شہزادی گرفتار ہوئی تھی، اس کا نام طرغائی ہے۔ ہمارے بادشاہ کو یہ خبر بھی پہنچی تھی کہ آپ کے باپ نے سیتھین کی شہزادی طرغائی کو لونڈی کی حیثیت سے اپنے ایک سالار کے حوالے کر دیا تھا جس کا نام نفیل بن ساعدہ ہے۔ یہ بھی خبریں وہاں تک پہنچی ہیں کہ نفیل بن ساعدہ نے طرغائی کو اپنے پاس لونڈی کی حیثیت سے رکھنے کی بجائے اسے آزاد کر دیا ہے۔

ہمارے بادشاہ کیا کسارا کے پاس طرغائی کے دو دعوے دار پہنچے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام تولک، دوسرے کا نام جانتو ہے۔ وہ دونوں ہی طرغائی کے دعوے دار ہیں۔ ان دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب طرغائی ان کے پاس پہنچ جائے گی تو قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جس کے نام قرعہ نکلے گا، طرغائی اس کے حوالے کر دی جائے گی۔

اے بادشاہ! اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ تولک اور جانتو نام کے وہ دونوں سیتھین سالار اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ہمارے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ ان کی کارگزاری، وفاداری کو دیکھتے ہوئے ہمارے بادشاہ کیا کسارا نے انہیں اپنے محافظ دستوں میں شامل کر لیا ہے۔ اب ان ہی کے ایما، ان ہی کی التجا پر کیا کسارا نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ آپ طرغائی کو ہمارے حوالے کر دیں اور ہم اسے لے کر اپنے بادشاہ کیا کسارا کی طرف روانہ ہو جائیں۔''

وہ قاصد جب خاموش ہوا تب بخت نصر تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کیا کسارا کی طرف سے آنے والے دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جہاں تک تمہارے بادشاہ کیا کسارا کا پہلا پیغام ہے تو میں اس کی بیٹی سے عقد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس طرح دونوں مملکتوں اور دونوں سلطنتوں کے اس رشتے سے دونوں کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو گا۔ جہاں تک سیتھین کی شہزادی طرغائی کا

تعلق ہے تو اس سے متعلق میں آخری فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ جس وقت طرغائی گرفتار ہوئی تھی اس وقت سیتھین کے ساتھ میرے باپ نے جنگ کی تھی۔ میں اپنے باپ کے نائب کی حیثیت سے بابل میں موجود تھا۔ میرے باپ نے ہی طرغائی کو لونڈی کی حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا تھا اور یہ نفیل بن ساعدہ کی شرافت اور سعادت مندی ہے کہ اس نے طرغائی کو لونڈی کی حیثیت سے اپنے پاس رکھنے کی بجائے اسے آزاد کر دیا ہے۔ طرغائی اس وقت ہمارے لشکر ہی میں قیام کیے ہوئے ہے۔ میں تمہارے آرام اور قیام کا بندوبست کرتا ہوں، ساتھ ہی میں اس سلسلے میں نفیل بن ساعدہ کو بلاتا ہوں۔ طرغائی کے سلسلے میں اس سے مشورہ کرتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو وہ طرغائی تک پہنچائے۔ اگر طرغائی نے اپنی خوشی سے یہاں سے نکل کر تم لوگوں کے ساتھ کیا کسارا کے پاس جانا چاہا اور تو لک اور جانتو دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا تو طرغائی کو تمہارے ساتھ روانہ کر دیا جائے گا۔ کوئی زبردستی نہیں روک پائے گا اور اگر طرغائی نے تم لوگوں کے ساتھ تو لک اور جانتو کے پاس جانے سے انکار کر دیا تب بھی ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ طرغائی کو کوئی یہاں سے زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جا سکے گا۔ اگر تو لک اور جانتو کو خوش کرنے کے لئے کیا کسارا نے اس پر زور بھی دیا تب بھی طرغائی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی آواز دے کر بخت نصر نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو بلایا۔ جب وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا تب اسے مخاطب کر کے بخت نصر کہنے لگا۔

''کیا کسارا کے ان دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ایک خیمے میں ان کے آرام اور طعام کا اہتمام کرو۔ ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔''

اس کے ساتھ ہی بخت نصر کے محافظ دستوں کا سالار حرکت میں آیا اور کیا کسارا کے ان دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

❊ ...... ❊

•••

دوسری طرف اسی روز نفیل بن ساعدہ اور طرغائی دونوں اپنے خیمے میں بیٹھے بڑی خوش طبعی میں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ ان کے خیمے کے دروازے پر ایک نوجوان نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی پریشانی کے عالم میں نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا تھا۔ نفیل کی یہ حالت دیکھتے ہوئے طرغائی بھی پریشان ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ خیمے کے دروازے پر نمودار ہونے والا شاید نفیل بن ساعدہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس لئے کہ اس کا حلیہ ایسا ہی تھا۔ نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! اندر آ جا۔ تیرا چہرہ بتاتا ہے کہ تُو میرے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ بتا کیا معاملہ ہے؟''

نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر وہ نوجوان ایک نشست پر بیٹھ گیا، پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کا دادا سخت بیمار ہے..... مجھے آپ کے ماموں نے آپ کی طرف بھیجا ہے اس لئے کہ آپ کا دادا بڑی شدت سے آپ کو یاد کرتا ہے لہٰذا آپ میرے ساتھ قبیلے میں چلیں۔''

اس انکشاف پر نفیل بن ساعدہ پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا..... طرغائی بھی اندیشوں میں الجھ کر رہ گئی تھی یہاں تک کہ اس آنے والے نوجوان کو نفیل بن ساعدہ نے مخاطب کیا۔

''پہلے یہ کہو کہ ہمارا قبیلہ اس وقت کہاں ہے؟''

جواب میں آنے والا نوجوان بول اٹھا۔

''جس وقت آپ نے بخت نصر کے لشکر کے ساتھ کوچ کیا تھا اس کے دوسرے روز

قبیلے نے بھی وہاں سے کوچ کیا تھا۔ منزل پر منزل مارتے ہوئے اپنے مخصوص راستو پر سفر کرتے ہوئے قبیلہ اس وقت یروشلم سے گزرنے کے بعد جنوب کی طرف روا دواں ہے۔ میری خوش قسمتی کہ میں نے آپ کو یہاں تلاش کرلیا۔ یہاں سے قبیلے فاصلہ بھی کم ہے۔ اس بناء پر میں آپ سے کہوں گا کہ آپ فی الفور میرے ساتھ روا ہو جائیں۔''

اس نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسی لم خیمے کے دروازے پر ایک مسلح نوجوان نمودار ہوا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے کہنے لگا۔

''ابنِ ساعدہ! آپ کو بادشاہ نے طلب کیا ہے۔''

ان الفاظ پر طرغائی پھر پریشان ہوگئی تھی۔ دھیمے سے لہجے میں نفیل بن ساعدہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کیا معاملہ ہوسکتا ہے؟ بخت نصر نے آپ کو کیوں بلایا ہے؟''

اس پر نفیل بن ساعدہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''طرغائی! تم بیٹھو۔''

پھر آنے والے قبیلے کے نوجوان کو بھی اس نے اپنے ساتھ لیا۔ جو مسلح جوان اسے بلانے کے لئے آیا تھا اسے مخاطب کر کے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''میرے عزیز! یہ میرے قبیلے کا قاصد ہے، اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کے طعام اور قیام کا اہتمام کرو، اس کا گھوڑا بھی لے جاؤ اور اس کے دانے، چارے کا بندوبست کرو۔''

اس پر وہ نوجوان حرکت میں آیا اور نفیل بن ساعدہ کے قبیلے سے آنے والے اس نوجوان کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

نفیل بن ساعدہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جب بخت نصر کے خیمے کے دروازے پر پہنچا تو بخت نصر نے اسے خیمے کے اندر آنے اور اپنے سامنے ایک نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نفیل بن ساعدہ وہاں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد بخت نصر نے تھوڑی دیر پہلے کیا کسارا کے قاصدوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیل ابنِ ساعدہ سے کہہ دی تھی۔

اس موقع پر ہلکا سا تبسم نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''پہلے پیغام پر میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ کیا کسارا اپنی بیٹی کا عقد آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک اچھی خبر ہے۔ جہاں تک طرغائی کا تعلق ہے تو آپ جانتے ہیں میں نے اسے زبردستی نہیں روکا ہوا۔ جس وقت آپ کے والد محترم نے اسے میرے حوالے کیا تھا میں نے اسی وقت اسے آزاد کر دیا تھا لیکن اس نے اپنے تحفظ اور اپنی حفاظت کی خاطر میرے ہی خیمے میں قیام کر رکھا ہے۔ اب جو قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے طرغائی کو مانگا ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں طرغائی کے پاس واپس جاؤں، اس موضوع پر اس سے گفتگو کروں۔ اگر وہ اپنی مرضی اور رضامندی سے تو لک اور جانتو کسی ایک کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند ہے تو اسے اس وقت کیا کسارا کے قاصدوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ رضامند نہ ہو تو پھر اس سے زبردستی نہیں کی جانی چاہئے۔ اس کی مرضی کے خلاف اسے نہیں بھیجنا چاہئے۔''

اس پر بخت نصر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

''اگر طرغائی نے جانے سے انکار کر دیا تو پھر کوئی قوت اسے زبردستی یہاں سے نہیں لے جاسکتی۔ اس سلسلے میں تم بالکل آسودہ اور بے فکر رہو۔''

بخت نصر کے اس جواب سے نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ بخت نصر کو مخاطب کیا۔

''میں بھی آپ سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔''

ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ نے اپنے قبیلے کے قاصد کے آنے، اپنے دادا کی بیماری کا احوال بخت نصر سے کہہ دیا تھا۔

یہ خبر سن کر بخت نصر فکر مندی اور پریشانی کا اظہار کرنے لگا۔ کہنے لگا۔

''نفیل! تمہاری حیثیت میرے بھائی کی سی ہے۔ اگر تمہارا دادا سخت بیمار ہے تو میں چاہوں گا تم آج ہی اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے کہنے کے مطابق تمہارا قبیلہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اور جب تم دیکھو کہ تمہارا دادا تندرست ہو گیا ہے تو واپس بابل پہنچ جانا۔ اس لئے کہ اب تم میرے لشکر کے سالار کی حیثیت سے میرے لئے ایک اہم حیثیت اختیار کر چکے ہو۔ لہٰذا میں نہیں چاہوں گا کہ تم زیادہ دن تک بابل

سے نیہ حاضر رہو۔ اس موقع پر میں ایک اور بات بھی تم سے کہنا چاہوں گا۔

دیکھو ابن ساعدہ! اگر تم طرغائی کے کیا کسارا کے قاصدوں کے ساتھ جانے پر ا رضامندی کا اظہار کر دو تو پھر معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا اور اگر وہ تمہارے پاس رہ چاہے، کیا کسارا کے پاس جانا پسند نہ کرے تو پھر میں تم سے یہ کہوں گا کہ اس سے عقد کر لو، اسے اپنی بیوی بنا لو۔ اس سے بہتر، اس سے خوبصورت اور اس سے حسین لڑکی تمہیں کہیں مل ہی نہیں سکتی۔ میں سمجھتا ہوں یہ کیا کسارا اپنی جس شہزادی کا عقد مجھ سے کرنا چاہتا ہے تو طرغائی اس سے بھی کہیں حسین اور خوبصورت ہو گی۔ اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟''

بخت نصر کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔ ''فی الوقت اس موضوع پر میں اس سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ آپ جانتے ہیں وہ میرے تحفظ میں ہے۔ وہ یہ خیال کرتی ہے کہ کہیں اور رہ کر وہ غیر محفوظ ہو جائے گی ا سیتھین سرداروں میں سے جو اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اسے اٹھانے کی کوشش کریں گے اور اگر اس نے کسی کے ساتھ نہ جانا چاہا تو اسے قتل بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اس نے میرے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔ لہٰذا اس کی پناہ سے میں ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا۔ اسے اپنے عقد میں داخل کرنے کی ترغیب نہیں دینا چاہتا۔ میں اس کے خیالات، اس کے رجحانات کا جائزہ لوں گا۔ اگر اس کی منشاء، اس کی مرضی میرے متعلق اچھی ہوئی تو میں اس کو اپنا لوں گا اور اگر وہ ویسے ہی صرف پناہ اور تحفظ کی خاطر لشکر میں رہنا چاہے تو اس کی حیثیت میرے پاس ایک امانت اور ایک معزز اور معتبر مہمان کی سی ہو گی۔''

نفیل بن ساعدہ خاموش ہوا تو بخت نصر کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر توصیفی انداز میں کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میں تمہاری امانت داری اور تمہارے ان خیالات کی قدر کرتا ہوں جن کے تحت تم نے سیتھین کی شہزادی طرغائی کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طرغائی کی بھی خوش قسمتی ہے کہ اسے تم جیسا محافظ اور مہربان میسر ہے۔ بہرحال جو گفتگو میں نے تم سے کی ہے اس کے تحت طرغائی سے بات کر لو، دیکھو وہ کیا کہتی ہے، پھر مجھے اس سے آگاہ کرو۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ بخت نصر کے خیمے سے نکلا۔ جب وہ اپنے خیمے کے دروازے پر گیا تو اس نے دیکھا طرغائی خیمے میں اپنا اور نفیل بن ساعدہ کا سامان سمیٹ چکی تھی اور چمڑے کی ایک بڑی خرجین کا منہ بند کر رہی تھی۔

نفیل بن ساعدہ کچھ دیر تک دروازے پر کھڑے ہو کر اسے خوش کن انداز میں دیکھتا رہا۔ طرغائی کی نگاہ بھی اس پر پڑ گئی تھی لہٰذا ہاتھ میں پکڑی ہوئی خرجین اس نے ایک طرف کر دی اور دبے دبے سے تبسم میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ خیمے کے دروازے پر اس طرح کھڑے ہو گئے ہیں جیسے یہ خیمہ آپ کا نہ ہو بلکہ کسی اجنبی اور نا آشنا کا ہو اور یہ کہ آپ اجازت لے کر اندر آنا چاہتے ہوں۔''

نفیل بن ساعدہ آہستہ آہستہ خیمے میں داخل ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے طرغائی اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ آگے بڑھ کر نفیل ایک نشست پر بیٹھ گیا تو طرغائی بھی اس کے سامنے ہو بیٹھی۔ پھر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں دیکھتی ہوں آپ کسی معاملے میں پریشان اور فکرمند لگتے ہیں۔ کیا بخت نصر نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جس سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو لات ماریں اس لشکر کو۔ آپ کا اپنا قبیلہ ہے اور پھر آپ کے قبیلے کے لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کو سالار تسلیم کرنے کے لئے تیار بھی نہیں ہیں۔ جیسی عزت آپ کی یہاں ہے ویسی عزت آپ کو وہاں بھی میسر آ سکتی ہے۔ لہٰذا وہیں چل کر رہیں۔ اس میں فکر مندی اور پریشانی کی کیا بات ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، دوبارہ کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

''اور اگر بخت نصر نے میرے متعلق کوئی غلط فیصلہ کیا ہے تو میں اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دوں گی۔ اس لئے کہ بخت نصر کے باپ نے جنگ کے دوران گرفتار کرنے کے بعد ایک لونڈی کی حیثیت سے مجھے آپ کے حوالے کیا تھا۔ آپ کی مہربانی، یہ آپ کا مجھ پر احسان کہ آپ نے مجھے لونڈی کی حیثیت نہ دی، آزاد کر دیا اور ایک محترم مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا۔ اگر بخت نصر اس فیصلے میں کوئی ترمیم کرنا چاہے تو ابن ساعدہ! میں بزدل نہیں ہوں۔ میں گردن کٹوا سکتی ہوں پر اپنی ذات پر حرف اور اپنی ذات پر بدنامی کا کوئی دھبہ کسی صورت قبول نہیں کروں گی۔''

طرغائی جب خاموش ہوئی تو لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''طرغائی! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ نہ ہی بخت نصر نے میری کوئی دل شکنی کی ہے نہ ہی اس نے تمہارے متعلق کوئی غلط فیصلہ کیا ہے۔ دراصل قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں۔ انہوں نے تمہارا مطالبہ کیا ہے۔''

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ نے پوری تفصیل طرغائی سے کہہ دی تھی۔ یہ ساری تفصیل جان کر لمحہ بھر کے لئے طرغائی گہری سوچوں میں کھوئی رہی، پھر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ تولک اور جاتو کون ہوتے ہیں میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے ..... اور قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا ان سے کس رشتے اور رابطے کے تحت ان کے لئے مجھے حاصل کرنے کے درپے ہے؟ جہاں تک تولک اور جاتو کا تعلق ہے تو ان دونوں نے میرے مرنے والے باپ سے میرا رشتہ طلب کیا تھا اور میرے باپ نے ہی نہیں بلکہ میں نے بھی انکار کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں کون ہوتے ہیں میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے!''

طرغائی کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''دراصل یہ تولک اور جاتو دونوں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کیا کسارا کے محافظ دستوں میں شامل ہو چکے ہیں، اسی بناء پر ....''

نفیل بن ساعدہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا کیونکہ طرغائی غصے میں کہنے لگی۔

''اگر وہ کیا کسارا کے محافظ دستوں میں شامل ہو چکے ہیں تو جہنم میں جائیں۔ مجھے ان سے کیا تعلق اور واسطہ ..... میں کیا کسارا کے قاصدوں کے ساتھ جانے کی بجائے موت کو ترجیح دینا پسند کروں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، کچھ سوچا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''نفیل! اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کے ذاتی خیالات کیا ہیں؟ مجھے کیا قدم اٹھانا چاہئے یا آپ کیا چاہتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟''

اس موقع پر نفیل نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''طرغائی! میرا فیصلہ تمہارے لئے آخری نہیں ہو سکتا۔ آخری فیصلہ تو .....''

نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ طرغائی بھی تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ آپ کا فیصلہ ہی میرے لئے آخری ہو سکتا ہے۔''

نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''طرغائی! اس سلسلے میں، میں تمہارا ممنون اور شکرگزار ہوں کہ تم مجھ پر اس قدر اعتماد اور بھروسہ رکھتی ہو لیکن جس فیصلے کا اظہار تم کرو گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔ ہاں میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی بھی کام تمہاری مرضی کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کہیں لے جانے یا تمہیں مجبور کرنے کی کوشش کی تو اس کا سر اس کے جسم پر نہیں رہے گا نہ ہی کسی ایسے شخص کو زندہ چھوڑوں گا کہ وہ تمہیں تکلیف دے اور تمہارے لئے اذیت کا باعث بنے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے نفیل کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

''آپ نے یہ الفاظ ادا کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میں نے آپ کا اور اپنا سامان سمیٹ دیا ہے۔ کیا کسارا کے قاصدوں کے علاوہ تولک اور جاتو پر بھی لعنت بھیجیں اور چلیں، قبیلے میں چلتے ہیں۔ آپ کے دادا بیمار ہیں، ان کی احوال پرسی کریں اور ان کی دیکھ بھال کریں گے۔''

طرغائی کے ان الفاظ پر نفیل بھی خوش ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

''طرغائی! میں تمہارے فیصلے سے بخت نصر کو آگاہ کر آؤں، پھر آتا ہوں اور یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ طرغائی! ایک بات اپنے دل میں بٹھا کر رکھنا، تمہارا مطالبہ کرنے والا کتنا ہی اہم شخص کیوں نہ ہو جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہیں تمہارے ارادوں کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جست لگانے کے انداز میں طرغائی اٹھ کھڑی ہوئی، پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ بخت نصر سے گفتگو کر کے واپس آئیں، پھر یہاں سے کوچ کریں۔ اتنی دیر

تک میں کوچ کی تیاری کو آخری شکل دیتی ہوں۔"

نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ دوبارہ بخت نصر کے خیمے میں وہ داخل ہوا اور جو گفتگو اس کی طرغائی سے ہوئی تھی اس کی تفصیل بخت نصر سے کہہ دی تھی۔

بخت نصر نے خوشی کا اظہار کیا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نفیل! تم وقت ضائع کئے بغیر اپنے قبیلے میں جاؤ اور اپنے دادا کی دیکھ بھال کرو۔ میری دعا ہے کہ تمہارا دادا صحت مند ہو جائے۔ اور جب ایسا ہو جائے تو واپس میرے پاس آنے میں تاخیر سے کام مت لینا۔"

اس کے بعد بخت نصر اٹھا، نفیل بن ساعدہ کو گلے لگا کر اسے الوداع کیا۔ اس کے ساتھ ہی نفیل اس کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

نفیل سیدھا ادھر گیا جہاں گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ اپنے اور طرغائی کے گھوڑوں پر اس نے زینیں ڈالیں، انہیں دھانہ چڑھایا، خوراک کے توبروں کے علاوہ پانی کے مشکیزے بھی دونوں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیئے تھے اس کے بعد دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑے وہ اپنے خیمے کی طرف ہو لیا۔ دونوں گھوڑوں کو اس نے خیمے کی طنابوں کے کھونٹوں کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ پھر خیمے میں داخل ہوا۔ طرغائی کو شاید اس کے آنے کی خبر ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس نے سامان کی دو بڑی بڑی خرجینیں اپنے دونوں کندھوں سے لٹکا لی تھیں۔ اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا پھر آگے بڑھا اور دونوں خرجینیں اس نے طرغائی کے کندھوں سے اتار لیں۔ جب وہ باہر نکلنے لگا تو طرغائی مڑی، چاہتی تھی جو بستر اس نے باندھے تھے ان میں سے ایک اٹھائے کہ نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

"طرغائی! رکو۔ پہلے خیمے سے باہر آؤ، مجھے تم سے ایک کام ہے۔"

طرغائی رک گئی اور نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر اس کے پیچھے پیچھے وہ خیمے سے باہر نکلی تھی۔ نفیل بن ساعدہ نے خرجینیں دونوں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیں جب وہ پیچھے ہٹا تو تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی نے پوچھ لیا۔

"آپ نے مجھے کس کام کے سلسلے میں خیمے سے باہر بلایا تھا؟"

نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"طرغائی! میں نے دیکھ لیا تھا کہ جس وقت میں نے تم سے خرجینیں لی تھیں تم

بستروں کی طرف لپکنے والی تھیں۔ چاہتی تھیں کہ بستر لے کر آؤ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم میری موجودگی میں یہ کام کرو۔ تم دونوں گھوڑوں کے پاس کھڑی رہو، میں دونوں بستر لے کر آتا ہوں اور گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھتا ہوں، پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ میرے قبیلے کا جو جوان آیا تھا وہ یہاں سے کوچ کر گیا ہے۔"

طرغائی نے منہ سے کچھ کہے بغیر تیز نگاہوں سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا۔ جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا۔ جب وہ خیمے میں داخل ہو کر ایک بستر اٹھانے لگا تو طرغائی بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور دوسرا بستر اس نے اٹھا لیا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے اچانک طرغائی کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

"طرغائی! تم رہنے دو ..... میں خود دونوں بستر لے کر جاؤں گا۔"

طرغائی سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اپنا بازو نفیل بن ساعدہ کی گرفت ہی میں رہنے دیا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بھی کھڑا ہو گیا، پھر گہری مسکراہٹ میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی کہنے لگی۔

"اگر آپ نے میرا بازو پکڑا ہے تو اسے چھوڑیئے گا نہیں۔ میں آج تک کسی بھی موقع پر اپنے جذبات کا اظہار آپ سے نہ کر سکی۔ میں سمجھتی ہوں کہ قدرت کی طرف سے مجھے یہ موقع مل رہا ہے کہ اس بستر کی وجہ سے آپ نے میرا بازو تھام لیا۔ ورنہ میری خواہش تھی کہ اس خیمے میں رہتے ہوئے کسی موقع پر آپ خود مجھے مخاطب کر کے کہیں، طرغائی! میں تمہاری ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ زندگی بھر کے لئے تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتی ہوں یہ جو آپ نے بازو پکڑا ہے شاید رات کے وقت جو میں اس سلسلے میں دعائیں مانگتی رہی ہوں، کائنات کے مالک نے انہیں قبول کر لیا ہے۔"

طرغائی جب خاموش ہوئی تب نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

"طرغائی! میں اس سلسلے میں کبھی کبھی تم سے کچھ کہنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی۔ کبھی کبھی چاہتا تھا کہ تم سے کہوں کہ طرغائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک ساتھ رہنے کا عزم کر لیں؟ پھر سوچتا تھا کہ ہو سکتا ہے تم محسوس کرو کہ میں نے تمہیں خیمے میں پناہ دی ہے اور اس پناہ سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ طرغائی! کبھی کبھی میں یہ بھی سوچتا تھا کہ تم سیتھین قبیلے کی شہزادی ہو، جبکہ میں ایک عام اور معمولی خانہ بدوش قبیلے کا فرد ہوں....."

اس سے آگے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا کیونکہ بے چین ہو کر طرغائی نے گداز ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا تھا، پھر کہنے لگی۔

''میں کسی بھی صورت آپ سے اعلیٰ اور ارفع نہیں ہوں۔ اگر میں سیتھین شہزادی ہوں تو سیتھین بھی تو خانہ بدوش ہی ہیں۔ اور اس سے پہلے بھی خانہ بدوش تھے۔ اور پھر آپ تو خانہ بدوش قبیلے کے سالار ہیں۔ آپ کے قبیلے میں آپ کا مقام، آپ کی عزت اور احترام ہے۔ میں سمجھتی ہوں طرغائی، نفیل بن ساعدہ ہی کے لئے پیدا ہوئی تھی اسی لئے حالات نے مجھے کوہستانِ قفقاز سے جنوب کی طرف دھکیلا۔ پھر وہی حالات مجھے نینوا کی طرف کھینچ کر لے گئے۔ گرفتار ہوئی اور آپ کے حوالے کر دی گئی۔ اب جو آپ نے میرا بازو تھام لیا ہے تو اس کا مجھے کس قدر اطمینان، کس قدر خوشی ہوئی ہے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتی ہوں مجھے میری منزل مل گئی ہے۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، ہلکی سی چپت اس کے گال پر لگائی، پھر کہنے لگا۔

''شاید قدرت کو میرا تمہارا ساتھ اسی طرح بنانا تھا۔ آؤ، اب یہاں سے کوچ کریں۔''

اس کے ساتھ ہی جب جھک کر نفیل بن ساعدہ دوسرا بستر بھی اٹھانے لگا تب طرغائی نے اس کا بازو پکڑ لیا، کہنے لگی۔

''اب ہم دونوں زندگی بھر کے ساتھی ہیں۔ لہٰذا دونوں مل جل کر کام کریں گے۔ میں آپ کو اس طرح اکیلے تو کام نہیں کرنے دوں گی۔''

اس کے ساتھ ہی طرغائی نے ایک بستر اٹھا لیا۔ دونوں باہر آئے۔ باری باری نفیل بن ساعدہ نے دونوں بستر گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیئے، پھر طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''طرغائی! پانی کے مشکیزے بھر کر میں نے زین کے ساتھ باندھ دیئے ہیں۔ جہاں تک زادِ راہ کا تعلق ہے تو وہ راستے میں کسی سرائے یا بھٹیار خانے سے حاصل کر لیں گے۔ اب اپنے گھوڑے پر بیٹھو تاکہ یہاں سے کوچ کریں۔''

طرغائی پہلے ہی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی، جست لگا کر اپنے گھوڑے پر بیٹھی اور اس کی لگام پکڑتے ہوئے گہری مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

''چلیں، پھر دیر کاہے کی۔''

طرغائی کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بھی جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور لشکر گاہ سے نکل کر وہ ایک سمت اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

❋ ...... ❋

●●●

اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور طرغائی دونوں سرسبز اور شاداب علاقوں میں داخل ہوئے اور ان علاقوں میں داخل ہونے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر دی تھی۔ پھر اپنے پہلو میں سفر کرتے ہوئے طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''طرغائی! ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ سامنے دیکھو، ذرا فاصلے پر خیمے ہیں۔ وہی ہمارا خانہ بدوش قبیلہ ہے۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغائی بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس سرزمین کا نام کیا ہے؟''

نفیل بن ساعدہ نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''اسے مدین کہتے ہیں۔ لیکن مدین اس علاقے کا نام نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ ایک سارہ، دوسری ہاجرہ اور تیسری قطورہ۔ سارہ سے ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام تھے، ہاجرہ سے اسماعیل علیہ السلام اور تیسری بیوی قطورہ سے ان کے بیٹے کا نام مدین تھا۔ یہ مدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پہلو میں حجاز کی ان سرزمینوں میں آ کر آباد ہوئے اور یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ ہو گیا۔ ان لوگوں کو اصحاب الایکہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ علاقہ زیادہ تر سرسبز اور شاداب جنگلوں پر مشتمل ہے۔

اپنے محل وقوع کے لحاظ سے یہ علاقہ تم دیکھتی ہو بڑا اہم ہے۔ جو شاہراہ شام،

فلسطین، یمن، مصر کی طرف جاتی ہے اور جس پر تجارتی کاروان گزرتے ہیں وہ شاہراہ اسی علاقے سے ہو کر گزرتی ہے۔ اسے کھلی شاہراہ کا بھی نام دیا گیا ہے۔ اس علاقے میں رہنے والے لوگوں کو اصحاب الایکہ یعنی جھنڈ والے بھی کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ علاقہ سرسبز اور شاداب ہے۔ ہرے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے جنگلوں اور بنوں میں اُگی جھاڑیوں نے اسے مزید خوبصورت بنا دیا ہے۔

یہ علاقہ جو مدین کہلاتا ہے عرب کی سرزمینوں کے شمال مغرب میں ایسی جگہ آباد ہے جو بحر قلزم کے مشرقی کنارے پر ہے اور شام کے متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جا سکتا ہے۔ حجاز والوں کو شام، فلسطین بلکہ مصر جانے میں انہی راستوں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو کے جواب میں طرغائی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا، تھوڑا سا آگے کچھ فاصلے پر ایک بہت بڑے حوض کے قریب نفیل بن ساعدہ کے قبیلے کی عورتیں کپڑوں سمیت نہا رہی تھیں۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے کو دائیں جانب موڑا۔ تھوڑا سا آگے جا کر طرغائی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''یہ کون عورتیں تھیں جو پانی کے حوض کے قریب کپڑوں سمیت نہا رہی تھیں؟''

اس پر ہلکے ہلکے تبسم میں طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''طرغائی! یہ عورتیں جو نہا رہی تھیں، یہ ہمارے قبیلے کی ہیں۔ سامنے دیکھو، سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا ہے۔ جب کبھی بھی ہمارا قبیلہ ان سرزمینوں میں پڑاؤ کرتا ہے تو کیا مرد اور کیا عورتیں، یہاں آ کر ضرور نہاتے ہیں۔ یہاں ایک کنواں ہے جو بڑا متبرک خیال کیا جاتا ہے اور اس کے احترام کی وجہ سے لوگ یہاں غسل کرتے ہیں، اپنے جانوروں کو بھی یہاں پانی پلاتے ہیں۔ یہ جو حوض بنا ہوا ہے، پہلے قبیلے کے مرد حرکت میں آتے ہوئے بڑے بڑے ڈولوں کے ذریعے پانی نکال کر اس حوض کو بھرتے ہیں۔ دن کا پہلا حصہ مردوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ وہ وہاں جا کے نہا سکتے ہیں۔ پچھلا پہر عورتوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے کے قریب عورتیں وہاں سے ہٹ جاتی ہیں۔ قبیلے کے جوان پھر حرکت میں آتے ہیں، حوض کو لبالب بھرتے ہیں۔ اس کے بعد قبیلے کے جانوروں کو وہاں لایا جاتا ہے اور اسی حوض سے

بھی حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا سوار جب خاموش ہوا تب فردرس کی بجائے نفیل بن ساعدہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر بنی اسرائیل نے ہم پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے تو یہ ان کی حماقت اور کم عقلی ہے۔ ہم ہی نہیں، ہمارے آباؤ اجداد اور ان کے بھی آباؤ اجداد برسوں اور صدیوں سے اس تجارتی شاہراہ پر سفر کر رہے ہیں اور آج تک اس طرح کسی نے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں لوٹنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اگر بنی اسرائیل نے ہم سے ٹکرانے کی کوشش کی تو انہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ آنے والے دور میں ہمارے نام ہی سن کر ان پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ ہم کوئی بھیڑ بکریوں کا ریوڑ نہیں کہ وہ بھیڑیے بن کر ہمیں چیر پھاڑ کریں گے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فردرس اور زہیر بن سلمی دونوں فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آنے والا سوار اس بار براہِ راست نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے نوجوان! تیری گفتگو نے ہمیں خوش اور مطمئن کر دیا ہے۔ کیا تو بتائے گا کہ اکادیوں کے اس خانہ بدوش قبیلے میں تیری کیا حیثیت ہے؟''

وہ سوار جب رکا تب نائب سردار زہیر بن سلمی فخریہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یوں جانو یہ اس قبیلے کا مالک ہے۔ نام اس کا نفیل بن ساعدہ ہے اور ہمارے قبیلے میں جو جنگجو ہمارے نوجوان ہیں یہ ان کا سالارِ اعلیٰ ہے۔ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ تیغ زنی میں بے مثل ولا جواب ہے۔''

زہیر بن سلمی کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ نے آنے والے اس سالار کو پھر مخاطب کیا۔

''کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمارے قبیلے پر وہ کب حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

اس پر آنے والا وہ سوار بول اٹھا۔

''وہ تم پر اس وقت حملہ آور نہیں ہوں گے جب تم نے پڑاؤ اٹھا لیا ہو گا۔ وہ سفر کے دوران تم پر حملہ آور ہوں گے اور حملہ آور بھی اچانک ہوں گے کہ تم لوگوں کو خبر نہ ہو گی

تاکہ وہ اپنے حملے کو کامیاب بنا سکیں۔''

نفیل بن ساعدہ نے توصیفی انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آنے والے صائبیو اور نبطیو! تمہارا شکریہ کہ تم نے بنی اسرائیل کے ان قبائل کے غلیظ ارادوں سے ہمیں آگاہ کر دیا۔ اب دیکھنا ہم ان کے ان ارادوں کو کیسے ان کی شکست اور بربادی میں تبدیل کرتے ہیں۔ تم جہاں سے آئے ہو، ادھر ہی چلے جاؤ۔ اپنے آدمیوں کو جا کر تسلی اور تشفی دو کہ بنی اسرائیل نے جو سامان تم سے چھینا ہے وہ سامان بھی ہم تمہیں ان سے لے کر دیں گے اور بنی اسرائیل سے ہی ہم تمہارے نقصان کی تلافی کریں گے۔ اس سلسلے میں تم لوگوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر آنے والا خوش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''قسم کعبہ کے رب کی۔ حقیقت میں تو ہم آپ لوگوں کے پاس یہی استدعا لے کر آئے تھے اور تھوڑی دیر بعد میں یہ استدعا بھی کرنے والا تھا لیکن اے ابن ساعدہ! آپ نے یہ پیشکش کر کے ہمارا دل خوش کر دیا ہے۔''

اس نوجوان کے خاموش ہو جانے پر فردرس اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر ہمارے قبیلے میں آرام کرو۔ ہم تمہارے کھانے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے بعد واپس اپنے قبیلے کے لوگوں کو جا کر انہیں تسلی اور تشفی دو کہ ان کے نقصان کی تلافی کر دی جائے گی۔''

اس کے ساتھ ہی فردرس کے کہنے پر قبیلے کا ایک آدمی ان سواروں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے فردرس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''میں ذرا دادا سے مل لوں، پھر آتا ہوں۔''

فردرس اور زہیر بن سلمی دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر نفیل بن ساعدہ وہاں سے ہٹا تھا۔ طرغائی اس کے ساتھ ہو لی تھی۔ اس موقع پر عشیرہ ایک طرف کھڑی عجیب سے اداس اور مایوسانہ انداز میں دونوں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

※

نفیل بن ساعدہ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اپنے قبیلے کی خیمہ گاہ کے اس طرف گیا جہاں اس کے ماموں اور اس کے دوسرے عزیز و اقارب کے خیمے تھے۔ ایک خیمے کے قریب رکا۔ اس کا ماموں، اس کی ممانی اور دوسرے عزیز و اقارب بھی اس کے ساتھ تھے۔ نفیل بن ساعدہ نے پہلے اپنے گھوڑے کو خیمے کے ایک کھونٹے سے باندھا، پھر آگے بڑھ کر وہ طرغائی کے گھوڑے کو باندھنا چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک دوسرے کھونٹے کے ساتھ طرغائی اپنے گھوڑے کو باندھ چکی تھی۔

دونوں ایک ساتھ جب خیمے میں داخل ہوئے تو اندر فرش پر بچھی کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر بستر پر غنم بن عبید اللہ لیٹا ہوا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ اس موقع پر اس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا کہ نفیل بن ساعدہ بھاگ کر آگے بڑھا، اپنے دادا کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس کی پیشانی چومی پھر اسے بستر پر لٹاتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''

ابنِ ساعدہ کے ان الفاظ کا جواب دینے سے پہلے غنم بن عبید اللہ نے ہلکے ہلکے تبسم میں طرغائی کی طرف دیکھا جو اس وقت تک اس کے قریب ہی بیٹھ چکی تھی۔ پہلے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے شانے تھپتھپائے پھر کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تو کیسی ہے؟''

جواب میں کسی قدر فکر مندی سے غنم کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی بول اٹھی۔

''میں ٹھیک ہوں ..... آپ بتائیں، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''

لمحہ بھر کے لئے ہلکے ہلکے تبسم میں غنم بن عبید اللہ نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''نفیل آ گیا ہے ..... اب میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ چلنے پھرنے بھی لگوں گا۔ ویسے جس بیماری نے مجھ پر حملہ کیا تھا تو میں تو یہ ٹھان چکا تھا کہ شاید میری زندگی کی آخری بیماری ہو گی اور مجھے یہاں سے چلتا کر دے گی۔ لیکن بچ گیا ہوں۔ اور پھر تم دونوں کے آنے کی وجہ سے جو تھوڑی بہت کمزوری رہ گئی ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ بہرحال اب میں اس لحاظ سے تو یکسو ہوں کہ میں بیماری سے جان چھڑا چکا ہوں۔''

غنم بن عبید اللہ یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر نفیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے! تیرے یہاں نہ ہونے کے باوجود تیرا خیمہ اسی طرح نصب کیا جاتا ہے۔ تیرے جانے کے بعد جہاں تیرے ماموں، ممانی اور دوسرے عزیز و اقارب نے میرا خیال رکھا وہاں حرقوص بن شجرہ نے میری اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ تیمارداری کی جس کی میں امید تک نہیں رکھ سکتا تھا۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے اپنے ماموں کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ماموں! اگر آپ اجازت دیں تو میں دادا کو اپنے خیمے میں لے جاؤں۔ جتنے دن میں قبیلے میں ہوں، دادا میرے ساتھ رہیں۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر اس کا ماموں اس کے قریب آیا اور اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''بیٹے! اس سلسلے میں تمہیں میری اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارا دادا تم سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور تم بھی اس کی طرح اسے چاہتے ہو۔ تمہارے دادا کا بخار تو اتر چکا ہے لیکن جو تھوڑی بہت کمزوری اور بیماری کے اثرات ہیں وہ تمہارے آنے سے جاتے رہیں گے۔ تمہارے ساتھ رہنے سے تمہارا دادا بہت جلد پہلے کی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔''

اپنے ماموں کا یہ جواب سن کر نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر غنم بن عبید اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''دادا! اٹھو۔ اپنے خیمے میں چلیں۔ میں کچھ عرصہ اپنے قبیلے ہی میں رہوں گا اور اس عرصے میں، میں چاہوں گا کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔''

غنم بن عبید اللہ نے اس سے اتفاق کیا پھر کہنے لگا۔

''مجھے اٹھاؤ اور مجھے سہارا دو ..... تمہارے سہارے چل کر میں اپنے خیمے تک جا سکتا ہوں۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''آپ کو ایسی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ حرکت میں آیا پہلے اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دادا کی بغل میں ڈالے، اسے اٹھایا، پھر اٹھا کر اسے اپنی پیٹھ پر لادا اور خیمے سے باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا۔

''دادا! جب تک میں زندہ ہوں، آپ کو کسی سہارے اور سواری کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسی طرح آپ کو خیمے میں لے کر چلوں گا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ایسا کرنے سے جہاں غنم بن عبید اللہ مسکرا رہا تھا وہاں اس کے ماموں، ممانی اور دوسرے رشتہ دار بھی ہنس رہے تھے۔ اس موقع پر طرغائی بھی اٹھ کھڑی ہوئی، نفیل بن ساعدہ ہی کے ساتھ وہ خیمے سے نکلی۔ جلدی جلدی دونوں گھوڑوں کی اگامیں جو خیمے کے کھونٹے کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں وہ اس نے کھولیں اور دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر وہ نفیل بن ساعدہ کے پیچھے پیچھے ہو لی تھی۔

نفیل اپنے دادا کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ خیمے کے اندر کئی بڑی بڑی چٹائیاں ایک کونے میں رکھی ہوئی تھیں۔ نفیل نے پہلے چٹائیاں اٹھا کر ایک طرح سے پورے خیمے میں بچھا دیں۔ پھر جو بستر کونے میں پڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک بستر اٹھا کر اس نے ایک چٹائی پر ڈالا۔ یہ سارے کام اس نے اپنے دادا کو اپنی پیٹھ پر سوار رکھتے ہوئے ہی کئے تھے۔ پھر دادا کو اس نے بستر پر لٹا دیا۔ اتنی دیر تک طرغائی خیمے کے کھونٹوں کے ساتھ دونوں گھوڑوں کو باندھنے کے بعد نفیل بن ساعدہ کے گھوڑے کی زین اتار رہی تھی کہ نفیل بھی باہر آیا۔ اس نے دیکھا دونوں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ جو سامان اور بستر بندھے ہوئے تھے، وہ طرغائی اتار چکی تھی۔ نفیل آگے بڑھا، پہلے وہ سارا سامان خیمے میں رکھا پھر دوبارہ باہر آیا۔ اتنی دیر تک طرغائی نے دوسرے گھوڑوں کی زین بھی اتار دی تھی۔ نفیل نے زین اٹھائی اور خیمے کے اندر لے گیا۔ عین اسی موقع پر حرقوص پہنچا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! قبیلے کے سب سرکردہ افراد فردس کے خیمے میں جمع ہو رہے ہیں۔ آپ بھی تھوڑی دیر تک وہاں آ جائیں۔ میں ادھر ہی جا رہا ہوں اور آپ کا وہاں بڑی بے چینی سے انتظار کیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی حرقوص نے اپنے ساتھ آنے والے ایک نوجوان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ اور طرغائی کے گھوڑوں کو لے جاؤ۔ پہلے انہیں پانی پلاؤ پھر ان کے چارے کا اہتمام کرو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان آگے بڑھا۔ دونوں گھوڑوں کو کھول کر وہاں سے لے گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن شجرہ! تم چلو، میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی ابن شجرہ وہاں سے ہٹ گیا تھا جبکہ نفیل اور طرغائی دونوں اپنے خیمے میں داخل ہوئے تھے۔

خیمے میں داخل ہونے کے بعد جو بستر نفیل اور طرغائی لائے تھے وہ تو بندھے رہنے دیئے گئے جبکہ جو بستر خیمے کے کونے میں پڑے ہوئے تھے ان کی طرف نفیل بن ساعدہ بڑھا۔ وہ ایک بستر اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر طرغائی نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

''یہ کام آپ کا نہیں، طرغائی کا ہے اور آپ یہ کام کر کے ایک طرح سے میرے کاموں میں دخل اندازی کر رہے ہیں اور کوئی بھی اپنے معاملات میں دخل اندازی کو پسند نہیں کرتا۔''

نفیل بن ساعدہ، طرغائی کے ان الفاظ پر مسکرا دیا تھا۔ پھر مٹھاس بھرے لہجے میں کہنے لگا۔

''کوئی بات نہیں دونوں مل کر بستر لگاتے ہیں۔''

طرغائی اس پر رضامند ہو گئی۔ تیزی سے انہوں نے دو بستر لگائے۔ ایک بستر غنم بن عبید اللہ کے دائیں جانب، دوسرا بائیں طرف۔ اس کے بعد دونوں غنم بن عبید اللہ کے بستر پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک دونوں غنم بن عبید اللہ کی احوال پرسی کرتے رہے جبکہ وہ ان کے حالات کی تفصیل سنتا رہا۔ اس کے بعد اچانک طرغائی، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''راستے میں آپ نے کہا تھا کہ بنی اسرائیل سے متعلق تفصیل آپ مجھے قبیلے میں آرام سے بیٹھ کر سنائیں گے لیکن قبیلے میں پہنچ کر میری جستجو میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اب میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ یہ سابی اور نبطی کون ہیں جنہوں نے آپ کے

قبیلے پر بنی اسرائیل کے ایک قبیلے کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دی ہے؟''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے غور سے طرغائی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''طرغائی! میں تو فردرس کے خیمے میں جا رہا ہوں۔ تم نے دیکھا کہ حرقوص بن شجرہ مجھے بلانے آیا تھا۔ میرے بعد دادا تمہیں بنی اسرائیل کے علاوہ نبطیوں اور صابئیوں سے متعلق تفصیل سے بتائیں گے.....''

نفیل بن ساعدہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک دم رک گیا۔ اس لئے کہ اسی موقع خیمے کے دروازے پر حسین اور خوبصورت عشیرہ نمودار ہوئی تھی اور پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

''اگر میں خیمے میں داخل ہوں تو آپ لوگوں کے درمیان میں مخل تو نہ ہوں گی؟''

نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور عشیرہ کی طرف کسی قدر مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''عشیرہ! اگر ہم تمہاری آمد پر مخل بھی ہوں تو تب بھی تمہاری آمد ہمارے لئے گراں نہیں ثابت ہوسکتی۔ تمہیں کچھ کہنے اور پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اندر آجاؤ۔''

عشیرہ مسکراتی ہوئی جب خیمے میں داخل ہوئی تب طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل کہنے لگا۔

''میں سردار کے خیمے کی طرف جاتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر بنی اسرائیل نبطیوں اور صابئیوں سے متعلق دادا تمہیں تفصیل نہ بتا سکیں تو یہ تفصیل عشیرہ بھی بہتر انداز میں تم سے کہہ سکتی ہے۔''

عشیرہ شاید یہ بات سمجھ گئی تھی لہٰذا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں ...... ان تینوں سے متعلق دادا مجھ سے بہتر بتا سکتے ہیں۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے عشیرہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''تم دادا اور طرغائی کے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارے باپ کے خیمے کی طرف جاتا ہوں۔ کیا وہاں لوگ جمع ہو چکے ہیں؟''

اس پر عشیرہ کہنے لگی۔

''سب لوگ وہاں جمع ہو چکے ہیں۔ صرف آپ کا انتظار ہے۔ اسرائیل کے قبیلوں کے متعلق لوگوں کے اندر بڑا غم اور غصہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے انہوں

نے کبھی ہمارے قبیلے کو اپنا ہدف بنانے کی جرئت نہ کی تھی۔ اب جو وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ رہے ہیں تو قبیلے کے سب افراد چاہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایسے جنگجوؤں کو سبق ضرور سکھانا چاہئے۔''

عشیرہ کے خاموش ہونے پر مسکراتے ہوئے نفیل کہنے لگا۔

''خداوند نے چاہا تو ان اسرائیلیوں کو ہم ایسا سبق سکھائیں گے جو مدتوں ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان فراہم کرتا رہے گا۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔

جب وہ فردرس کے خیمے کے قریب آیا تو اس نے دیکھا خیمے کے سامنے شامیانے کی صورت میں لوگوں کے بیٹھنے کے لئے ایک کھلی جگہ بنا دی گئی تھی اور وہاں چٹائیوں پر قبیلے کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ ساتھ حرقوص بن شجرہ اور اس کے کچھ مسلح سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ جب ان کے قریب گیا تو سب نے اس موقع پر اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے عزت اور احترام دیا۔ اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر چٹائی پر ہاتھ مارتے ہوئے فردرس نے نفیل بن ساعدہ کو اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔ نفیل بن ساعدہ آگے بڑھا اور جس جگہ فردرس نے ہاتھ مارا تھا اس جگہ ہو بیٹھا۔ اب نفیل بن ساعدہ کے ایک طرف قبیلہ کا سردار فردرس، دوسری طرف حرقوص بن شجرہ اور سامنے قبیلے کا نائب سردار زہیر بن سلمی تھا۔

گفتگو کا آغاز فردرس نے کیا تھا۔ سب سے پہلے اس نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ، عزیز بیٹے! جن حالات کے تحت ہم سب لوگ جمع ہوئے ہیں اس کی تفصیل تو تم نے آتے ہی سن لی ہے۔ تمہاری آمد سے پہلے میں نے قبیلے کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ ساتھ حرقوص بن شجرہ اور اس کے ساتھیوں سے بھی مشورہ کیا ہے۔ سب کا کہنا ہے کہ نفیل بن ساعدہ کو آنے دیا جائے۔ جو فیصلہ وہ کرے گا وہی آخری ہوگا۔ اب بتاؤ، اسرائیلیوں کے اس متوقع حملے کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟''

فردرس کے اس سوال کے جواب میں نفیل بن ساعدہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس کی نگاہیں اپنے پہلو میں بیٹھے حرقوص بن شجرہ پر جم گئی تھیں پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ شجرہ! جو سوال قبیلے کے سردار فردرس نے مجھ سے پوچھا ہے کیا اس کے اس سوال کا جواب دینے کی مجھے تمہاری طرف سے اجازت ہے؟''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر حرقوص بن شجرہ چونک اٹھا تھا۔ اس موقع پر دنیا بھر کے گلے، جہاں بھر کے شکوے اس کے چہرے پر رقص کرنے لگے تھے۔ پھر کہنے لگا۔

''ابنِ ساعدہ! یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ محترم فردرس نے جو آپ سے پوچھا ہے تو اس کا جواب دینے کے لئے آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ قبیلے کے سردار اور نائب سردار سے بھی بڑھ کر جوانوں کے اندر ہر دلعزیز ہیں۔ اس بناء پر.....''

حرقوص بن شجرہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ابنِ ساعدہ بول اٹھا تھا۔

''حرقوص! میں تمہاری اس گفتگو سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں اپنے قبیلے سے نکل کر بابل کے بادشاہ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو چکا ہوں۔ اب میں اس کے لشکر کا ایک سالار ہوں۔ میری غیر موجودگی میں اب قبیلے کے لشکر کے سالار تم ہو لہٰذا قبیلے کی حفاظت اور قبیلے کے دشمنوں پر ضرب لگانے کے لئے جو لائحہ عمل تم مرتب کیا کرو گے، وہی آخری ہو گا۔ میں جب بخت نصر کے لشکر میں ہوں تب بھی اور اپنے قبیلے میں موجود ہوں تب بھی تمہاری حیثیت سب پر مسلم اور برتر ہے۔ اس بناء پر میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے تمہاری اجازت ضروری ہے کہ تم قبیلے کے مسلح جوانوں کے سالار ہو۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جہاں فردرس اور زہیر بن سلمیٰ دونوں پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کر رہے تھے وہاں حرقوص بن شجرہ بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھ رہا تھا، پھر کہنے لگا۔

''نفیل میرے عزیز بھائی، میرے قبیلے کے محترم سالار! جو الفاظ تم نے میرے متعلق ادا کئے ہیں ایسے الفاظ ادا کرنے سے بہتر تھا آپ میرے سینے میں خنجر گونپ دیتے، میرا خاتمہ ہو جاتا اور جو الفاظ آپ کہہ چکے ہیں انہیں سننے کے قابل نہ رہتا۔ یہ گفتگو کرنے سے پہلے آپ کو اپنے ذہن میں یہ بات تو رکھنی چاہئے تھی کہ میری حیثیت آپ کے نائب کی سی ہے۔ کیا کسی سالار کو کوئی کام کرنے کے لئے اپنے نائب سالار

سے اجازت لینے کی بھی ضرورت پیش آ سکتی ہے؟''

حرقوص بن شجرہ کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ پھر بول اٹھا۔

''ابنِ شجرہ! تم دھوکے اور فریب کا شکار ہو۔ اپنے آپ کو نائب سالار مت کہو۔ میرے بخت نصر کے لشکر میں شامل ہونے کے بعد قبیلے کے سالار کا عہدہ خالی ہے۔ لہٰذا تمہاری حیثیت نائب سالار کی نہیں بلکہ سالار کی سی ہے۔ اس بناء پر آئندہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کی حفاظت کے لئے جو معرکہ پیش آئے گا، جس لڑائی، جس مہم کا بھی سامنا کرنا پڑے گا، اس میں، میں تمہارے ماتحت ایک عام اور معمولی لشکری کی حیثیت سے کام کروں گا۔ لیکن اس قدر ضرور کہوں گا کہ جس طرح ایک سالار کی حیثیت سے میں پوری جانفشانی اور خلوص کے ساتھ اپنے قبیلے کے لئے کام کرتا رہا ہوں اسی طرح آنے والے دور میں بھی اپنے قبیلے کے جنگجوؤں میں ایک عام اور معمولی لشکری کی حیثیت سے بھی اسی جذبے اور جواں مردی کے ساتھ کام کرتا رہوں گا۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب ایک دم حرقوص بن شجرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کمر پر بندھی ہوئی اپنی تلوار اور خنجر کی پیٹی کھولی اور اسے نفیل بن ساعدہ کے پاؤں کے قریب پھینک دیا۔ اس موقع پر جو دوسرے سرکردہ لشکری اور چھوٹے سالار موجود تھے، حرقوص کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بھی اٹھے اور اپنی اپنی پیٹیاں کھول کر انہوں نے نفیل بن ساعدہ کے پاؤں پر ڈال دی تھیں۔ اس موقع پر حرقوص بن شجرہ، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابنِ ساعدہ! اگر تم اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے سالار کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے کے لئے تیار ہوتے ہو تو ہم اپنے جسم کے خون کے آخری قطرے تک تمہارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر تم قبیلے کی سالاری قبول نہیں کرتے، ایک لشکری کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہو تو پھر ہم نے اپنے ہتھیاروں کی پیٹیاں کھول تمہارے پاؤں میں ڈال دی ہیں۔ ہم آنے والے معرکوں اور مہموں میں حصہ نہیں لیں گے۔ ہماری اس گستاخی، ہماری اس نافرمانی کی جو سزا تم دو گے وہ ہمیں بخوشی قبول ہو گی۔''

حرقوص بن شجرہ خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابنِ ساعدہ کہنے لگا۔

''ابنِ شجرہ! جس خلوص کا تم اظہار کر رہے ہو اسے میں سلام پیش کرتا ہوں۔ پر

دیکھو، قبیلے کے دونوں سردار یہاں اس وقت موجود ہیں۔ تمہارے مشورے سے یہ
چاہیں سالار مقرر کرلیں اور تمہیں نائب سالار رکھیں۔ میں ہر ایک کی کمانداری
ایک عام لشکری کی حیثیت سے اپنے قبیلے کے مفاد کے لئے کام کرنے کے لئے
ہوں۔''

نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر حرقوص بن شجرہ اسے مخاطب کر کے کچھ
چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی فردوس بول اٹھا تھا۔

''نفیل بن ساعدہ! تمہاری دل شکنی، سالاری کے منصب سے تمہارے انکار کی
میں اور زہیر بن سلمی دونوں جانتے ہیں۔ تمہارے دادا نے تمہارے لئے میری بیٹی عشیرہ
کا رشتہ مانگا تھا۔ مجھ سے غلطی اور خطا ہوئی کہ میں نے یہ رشتہ دینے سے انکار کر دیا
میرے خیال میں تمہارے دل میں یہی دل شکنی ہے جس کی بناء پر تم قبیلے کا کوئی
منصب اپنے پاس رکھنے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہے ہو۔ لہٰذا ان سب لوگوں
سامنے میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ میں تمہیں اپنی بیٹی عشیرہ کا رشتہ دیتا ہوں۔ اب
بولو، کیا کہتے ہو؟''

فردوس کے خاموش ہونے پر بغیر کسی تامل کے نفیل بن ساعدہ جھٹ سے بول اٹھا
''سردار! آپ کے اندیشے، آپ کے اندازے غلط ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں
کہ جس وقت آپ نے اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دینے سے انکار کیا تھا اس وقت میرے
کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا تھا۔ لیکن خدا گواہ ہے کسی بھی موقع پر میں نے اپنے
سے عشیرہ کا رشتہ مانگنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ میرے دادا نے خود ایسا چاہا تھا اور مجھ
مشورہ کئے بغیر اس نے آپ سے یہ رشتہ مانگ لیا تھا۔ یہ میرے دادا کی غلطی اور
تھی کہ اس نے مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ بہرحال آپ نے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے
انکار کر دیا اس سلسلے میں مجھے آپ سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں اور اب تو آپ مجھے
بیٹی کا رشتہ دینے کی پیشکش کر رہے ہیں تو میں آپ کی اس پیشکش کو رد کرتا ہوں۔
آپ کی بیٹی کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اس موقع پر
بھی کہتا ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ انتہائی غصے
غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے حرقوص بن شجرہ بول اٹھا تھا۔

''محترم فردوس! یہ معاملہ کب ہوا؟ ہمیں اس کی خبر ہی نہیں کہ ابن ساعدہ کے دادا
نے اس کے لئے عشیرہ کا رشتہ مانگا اور آپ نے انکار کر دیا۔ کیا ہمارے قبیلے میں کوئی
ایسا نوجوان ہے جو نفیل بن ساعدہ سے بڑھ کر ہو؟ پھر کس بناء پر آپ نے عشیرہ کے
رشتے سے غنم بن عبید اللہ کے مانگنے کے باوجود انکار کر دیا۔ کیا یہ ''

حرقوص بن شجرہ خاموش ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ نفیل بن ساعدہ بول اٹھا تھا۔

''ابن شجرہ! اس معاملے پر مٹی ڈال دو۔ یہ معاملہ ختم ہو چکا۔ میں اب فردوس کی
بیٹی عشیرہ کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کر چکا ہوں۔ میں اپنی بات مکمل نہیں کر سکا تھا کہ
تم بول اٹھے۔ حرقوص میرے عزیز بھائی! تمہارے اور اپنے ان جنگجو ساتھیوں اور
سالاروں کے کہنے پر میں قبیلے کی سالاری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن مستقل
طور پر نہیں۔ اس وقت اسرائیلیوں کی طرف سے ہمیں جو خطرات اور خدشات ہیں انہیں
ختم کرنے کے لئے میں سالاری قبول کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں تم
سب مجھ سے تعاون کرو گے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر حرقوص بن شجرہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس
کے دوسرے جنگجو ساتھی بھی مسکرا رہے تھے۔ پھر حرقوص بن شجرہ جھکا، نفیل بن ساعدہ کی
پیشانی پر ایک لمبا بوسہ دیا پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز اور محترم سالار! جس طرف تم اشارہ کرو گے، آگ اور آہن کا کھیل
کھیلتے چلے جائیں گے۔''

حرقوص بن شجرہ کی اس حرکت پر نفیل بن ساعدہ اور زہیر بن سلمی دونوں مسکرا رہے
تھے۔ فردوس اور اس کا بیٹا اثیح دونوں اداس اور افسردہ تھے۔ شاید اس بناء پر کہ نفیل بن
ساعدہ نے عشیرہ کے رشتے کو ٹھکرا دیا تھا۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اسرائیلیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جس منصوبہ بندی پر ہم نے عمل کرنا ہے وہ
غور سے سنو۔ آج ہی اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کو اسرائیلیوں کے ان علاقوں کی
طرف پھیلا دیا جائے جہاں سے نکل کر ہم پر وہ حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ
محسن اور مربی صابی اور نبطی بتا چکے ہیں کہ وہ اس وقت ہم پر حملہ آور ہوں گے
جب ہم سفر کی حالت میں ہوں گے۔ لہٰذا سفر پر نکلنے سے پہلے ہی پہلے میں حملہ

آور اسرائیلیوں کا کام تمام کر دینا چاہتا ہوں۔ ابنِ شجرہ! تم جن مخبروں کو روانہ کرو گے ان کے ذمے دو کام لگانا۔ پہلا کام وہ یہ کریں کہ جنگجو اسرائیلیوں کا محل وقوع جاننے کی کوشش کریں۔ دوسرا کام یہ کریں کہ ان جنگجو اسرائیلیوں نے صائبیوں اور نبطیوں سے ان کا سامان لوٹ کر کہاں رکھا ہوا ہے۔ اس موقع پر میں یہ بھی بتا دوں کہ یہ ان کی پہلی واردات نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے بھی وہ تجارتی کاروانوں پر حملہ آور ہوتے رہے ہوں گے اور سارا سامان انہوں نے کہیں نہ کہیں ضرور محفوظ کیا ہوگا۔ جس وقت ہمارے مخبر ہمیں یہ دونوں اطلاعات فراہم کر دیں گے اس کے بعد میں ان اسرائیلی لٹیروں پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ ہم انہیں اپنے سامنے رگید اور برباد کر کے رکھ دیں گے۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے حرقوص اور اس کے سارے ساتھی خوش ہو گئے تھے۔ سب نے اپنی اپنی پیٹیاں اٹھا کر باندھ لی تھیں۔ پھر ابن شجرہ، نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس پر آج ہی سے عمل شروع کر دیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی حرقوص اور اس کے ساتھی نفیل بن ساعدہ کے اردگرد بیٹھ گئے تھے۔

اس موقع پر فردوس کے بیٹے اشجع بن فردوس کو نجانے کیا ہوا۔ اب تک تو وہ اُداس اُلجھا اُلجھا، پریشان سا بیٹھا ہوا تھا، اچانک اپنی جگہ سے اٹھا، نفیل بن ساعدہ کے پہلو میں آ کر بیٹھا پھر انتہائی تاسف اور دکھ بھرے انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ، میرے بھائی! قسم کعبہ کے رب کی، مجھے یہ خبر نہیں کہ آپ کے دادا نے میری بہن عشیرہ کا رشتہ مانگا تھا۔ مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میری بہن کا رشتہ میرے باپ نے سنان بن زہیر سے کب طے کر دیا تھا؟ مجھے تو اس وقت پتہ چلا جب میری بہن نے اعلانیہ سنان بن زہیر کے ساتھ اپنے رشتے کو منقطع کر دیا۔ اگر آپ کے دادا نے میری بہن عشیرہ کے لئے رشتہ مانگا تھا اور میرے باپ نے انکار کیا تھا تو یہ میرے باپ کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی اور خطا ہے۔ میری بہن کو آپ سے بڑھ کر اچھا

زندگی کا ساتھی مل ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ قدم اٹھا کر میرے باپ نے ایک طرح سے اپنی بیٹی اور میری بہن عشیرہ کا مستقبل تاریک اور خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں، میں آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں۔''

اشجع بن فردوس جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور پھر فردوس سے بھی مجھے گلہ اور شکوہ نہیں ہے۔ عشیرہ اس کی بیٹی ہے۔ وہ اسے جہاں چاہے بیاہ دے۔ کسی کو کوئی اعتراض کھڑا کرنے کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔''

اس موقع پر خود فردوس بھی معذرت طلب انداز میں کہنے لگا۔

''ابنِ ساعدہ میرے بیٹے! مجھے اپنی غلطی، اپنی خطا کا احساس ہے۔ میں تو خود بھی اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں۔''

نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا اور نرم لہجے میں فردوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''محترم فردوس! آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ آپ سے کوئی خطا ہوئی ہے نہ غلطی۔ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے، آپ جہاں چاہیں عشیرہ کا رشتہ طے کر دیں۔''

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ قبیلے کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ وہاں جمع ہونے والے جنگجو سالاروں اور دوسرے سرداروں کے ساتھ بنی اسرائیل سے نمٹنے کے لائحہ عمل پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

❋ ...... ❋

•••

دوسری طرف عشیرہ جب طرغائی کے پاس بیٹھ گئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی کہنے لگی۔

''اب مجھے بنی اسرائیل، نبطیوں اور صائبیوں سے متعلق تفصیل بتاؤ جیسا کہ نفیل بن ساعدہ تم سے کہہ کر گئے ہیں۔''

اس پر عشیرہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''مجھ سے بہتر یہ تفصیل دادا بتا سکتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ دادا ضرور بتائیں گے۔''

اس موقع پر غنم بن عبید اللہ مسکرایا پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! میں تمہیں یہ تفصیل بتاتا ہوں۔ سنو، جہاں تک بنی اسرائیل اور نبطیوں کا تعلق ہے تو یوں جانو یہ دو بھائیوں یا ایک ہی باپ کی دو بیویوں کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم اور نبطی یوں جانو ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک بنی اسرائیل کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا اور نبطیوں کا تعلق ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ سے متعلق ہیں۔ میری عزیز بیٹی! جہاں تک ہاجرہ کا تعلق ہے تو وہ مصر کے حکمران کی بیٹی تھی۔ ہاجرہ اصل میں عبرانی لفظ سے ہے جس کے معنی بیگانہ اور اجنبی کے ہیں۔ اصل میں ان کا وطن کیونکہ مصر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ مصر گئے تھے تو مصر کے بادشاہ نے دیگر انعام و اکرام کے ساتھ یہ لڑکی بھی ان کے ساتھ کر دی تھی۔ اس ہاجرہ سے اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جبکہ دوسری بیوی سارہ سے حضرت اسحاق علیہ

''لام پیدا ہوئے۔ ان سے بنی اسرائیل کی نسل چلی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ہنے لگا۔

''بیٹی! بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہاجرہ، سارہ کی لونڈی تھی اس لئے بنی اسرائیل ہم ے اعلیٰ اور ارفع ہیں تو یہ بات قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ ہاجرہ کا لونڈی ہو: ثابت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہاجرہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ اس نے جب ،رہ کی کچھ کرامات دیکھیں تو کہا کہ میری بیٹی کے لئے اس کے گھر میں خدمت گزار ن کر رہنا دوسرے کے گھروں میں بیوی بن کر رہنے سے بہتر ہے۔

بہر حال حضرت ہاجرہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شادی کی تھی۔ چونکہ ،ضرت سارہ سے شادی کرنے کے بعد ایک عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ں اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ للہذا اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کے نے خداوند قدوس سے دعا مانگی جو مقبول ہوئی۔

اس دعا کے نتیجے میں حضرت ہاجرہ کے ماں بننے کی امید بندھی۔ یہ صورت حال ،یکھ کر حضرت سارہ کو رشک ہوا اور وہ ہاجرہ کو ستانے لگیں۔ اس صورت حال کے تحت ،جرہ نے گھر چھوڑ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک چشمہ تک جو شور کی سرزمینوں ے راستے پر واقع تھا آ کر ٹھہر گئیں۔ وہیں اچانک ایک فرشتہ حضرت ہاجرہ کے پاس آ رکا اور اپنے خداوند قدوس کا پیغام دیتے ہوئے ہاجرہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہاجرہ! اپنی بی بی کے گھر واپس جا۔ میں تیری نسل کو اتنا بڑھاؤں گا کہ وہ کثرت ے گنی نہ جائے گی۔ تو ماں بننے والی ہے۔ تو ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا ،ندا نے تیرا دکھ سنا۔ تیرا بیٹا جدوی آدمی ہوگا۔ اس کے ہاتھ سب کے خلاف اور ب کا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے سکونت کرے گا۔''

جہاں فرشتہ حضرت ہاجرہ سے ہم کلام ہوا وہاں ایک کنواں تھا۔ ہاجرہ نے اس ،یں کا نام زندہ نظر آنے والا کنواں رکھا۔ اس کے بعد وہ واپس گھر آ گئیں اور ان ،ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور خداوند قدوس کے پیغام کے مطابق ہاجرہ نے اس بیٹے کا ،ماعیل رکھا۔

اسماعیل عربی لفظ ہے اور یہ عبرانی میں شمع ایل ہے۔ شمع عربی کے لفظ سمع کا مساوی

اولاد مختلف عرب علاقوں میں پھیل گئی۔ یطور کی اولاد شام کے صوبہ حوران میں نظر آتی تھی اور ایک موقع پر ان کا بنی اسرائیل سے ٹکراؤ بھی ہوا تھا۔ بطور کی اولاد بھی حوران ہی میں جا بسی تھی۔ دومہ کی اولاد شمالی عرب میں مدینہ اور شام کے درمیان جا بسی تھی۔ تیمار کی اولاد عرب اور شام میں رہی۔ اس خاندان کے انتساب سے ایک قدیم آبادی بھی مشہور ہے جسے تیماء کہتے ہیں۔ (اللہ کے نبی حضرت ایوبؑ کے زمانے میں اس خاندان کو کسی قدر عسکری اہمیت بھی حاصل تھی اس لئے کہ ان کے دور میں تیماء کے سواروں کا ذکر ملتا ہے)

جہاں تک حضرت اسماعیل کے سب سے چھوٹے بیٹے قیدماہ کا تعلق ہے تو انہیں کاظمہ بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ قیدماہ کی نسل کو اصحاب الرس کا بھی نام دیا گیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ رکا پھر بڑے غور سے طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بچی! نبطیوں اور ان کے قریبی عزیز و اقارب سے متعلق جس قدر میں جانتا تھا اس کی تفصیل میں نے تم سے کہہ دی ہے۔''

جواب میں طرغائی بڑے نرم لہجے میں کہنے لگی۔

''دادا! آپ کا شکریہ، آپ کی مہربانی کہ آپ نے یہ تفصیل مجھ سے کہی۔ اب آپ صائبیوں سے متعلق بھی کچھ بتائیں۔ پھر میں بنی اسرائیل سے متعلق تفصیل جاننا چاہوں گی۔''

غنم بن عبید اللہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا، اس کے بعد اس نے گلا صاف کیا اور کہنے لگا۔

''طرغائی میری بیٹی! صائبین کا اصل وطن بابل تھا۔ اس لئے کہ ان سرزمینوں میں ستارہ پرستی کا رواج مدت سے تھا۔ اسی کے ساتھ ان میں ارواح پرستی بھی آ گئی۔ ستاروں کے ہیکل ان کے معبد تھے۔ یہ لوگ خدائے واحد پر یقین رکھتے ہیں لیکن ستاروں اور ارواح کو خدا اور زمین کے بندوں کے درمیان واسطہ سمجھتے ہیں۔ تین وقت ستاروں کی پوجا کرتے ہیں۔ صبح کے وقت دوپہر کو عین زوال کے وقت اور شام کو آفتاب ڈوبنے تک۔

ان کا اعتقاد ہے کہ تمام ستاروں کا مرکز قطب شمالی ہے۔ تمام ستارے آغازِ عالم

ت ہر وقت اپنی جگہ سے ہٹتے رہتے ہیں اور بڑھتے رہتے ہیں لیکن قطب کا تارہ ہمیشہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اس لئے کہ وہ قبلہ ہے۔ اس طرف منہ کر کے وہ اپنی دعا اور مناجات پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بیٹی! یہ صائبین اپنے آپ کو ماندین بھی کہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر ساحل فرات، بصرہ و خوزستان کے پاس آباد ہیں۔ ماند کے لفظی معنی ان کی زبان میں علم کے ہیں۔ ان کی بول چال کی زبان عربی سے ملتی جلتی ہے لیکن مذہبی زبان زیادہ تر آرامی استعمال ہوتی ہے۔ ان کی تحریر قدیم تدمری خط سے مشابہہ ہے۔ اسی زبان میں ان کے پاس ایک مذہبی صحیفہ بھی ہے جس کے بعض حصے بڑے قدیم ہیں۔ اس صحیفے میں سب سے اور قدیم ٹکڑے کا نام سدرب یعنی بڑی کتاب ہے اور اسی کا دوسرا نام گنز یعنی گنج خزانہ ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ بڑے کو یمین یعنی دایاں ہاتھ اور چھوٹے کو شمال یا بایاں ہاتھ کہتے ہیں۔ پہلا حصہ زندگی کے لئے ہے اور دوسرے حصے میں مذہبی بیماروں کی تجہیز و تکفین کی دعائیں ہیں۔

ان کے نزدیک تمام اشیاء کی اصل ایک تاریک غار ہے۔ یہ لوگ سب سے اہم بت کو ماسارب یعنی روح اعظم سمجھتے ہیں جس کو وہ ملک النور بھی کہتے ہیں۔ اسی ... ب نے ان کے عقیدے کے مطابق قوائے ازلیہ یعنی حیات قدیمہ یا علت اولیٰ کو ... ۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ خود پردۂ راز میں چھپ گیا اور صرف نیک ... وں کی موت کے بعد نظر آتا ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہی حیات قدیمہ یا علت اولیٰ عملاً اس فرشتے کا خدا ہے۔ ... باتوں اور دعاؤں میں اسی کی حمد و ثنا ہوتی ہے ملک النور اپنے تمام جاہ و جلال ... شمالی سمت میں سکونت پذیر ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حیات اولیٰ سے پھر حیات ثانیہ یا علت ثانیہ پیدا ہوئی۔ ... دوسرا نام دیشومن بھی ہے۔ اس کا دوسرا مظہر رسول حیات یعنی ماند ہے جس کی ... ے اس فرشتے کا نام ماندین پڑا اور جس کو وہ اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ ماند کو ... ماسارب کا فرزند اول اور فرزند عزیز خیال کرتے ہیں ...

اس حیاتِ اولیٰ نے اس عالمِ ظاہری میں اپنے تین مددگار پیدا کئے۔ ایک کا نام تبل،
دوسرے کا نام شیتیل اور تیسرے کا نام آنوس ہے۔ یہ تینوں محافظ ارواح خیال کئے
جاتے ہیں۔ آنوس کا دوسرا نام حیاتِ ثالثہ بھی ہے۔ صابی اسے عتیق یعنی قدیم بھی کہہ
کر پکارتے ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت کے بیچ میں عالمِ نور کی آخری سرحد پر رہتا ہے اور
ان کے عقیدے کے مطابق اس دنیا سے جو جاتا ہے یہ اپنے ترازو میں اس کے اعمال
پہلے تول لیتا ہے۔

اس کے نیچے ایک غار میں میلا پانی تھا جس میں اس کا عکس پڑا تو صورت پیدا ہو گئی
جسے حیاتِ ثالثہ کا نام دیا گیا اور یہی حیاتِ ثالثہ عالمِ مادی کا خالق ہے۔ اسی نے آدم
اور حوا کو پیدا کیا۔ لیکن یہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اس لئے حیاتِ اولیٰ تبل، شیتیل اور
آنوس کو بھیجا۔ انہوں نے ان کے اندر روح پھونکی اور ان کو خدا کے حکم سے تعلیم کیا کہ
عالمِ نور کیا چیز ہے اور یہ کہ ان کا اصلی خالق حیاتِ ثالثہ نہیں، خدائے برتر ہے۔ یہ لوگ
مختلف سیاروں کی پوجا پاٹ اور پرستش کرتے ہیں اور ان کے انہوں نے مختلف نام
رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں آفتاب کا دوسرا نام قادوش ہے جسے وہ قدوس بھی بتاتے
ہیں۔ یہ تمام ستاروں کے ارواح کا مالک خیال کرتے ہیں اس لئے ان کی جگہ ان کے
وسط میں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ آسمان خالص پانی کا ایک سمندر ہے جس میں یہ
ستارے تیر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شمالی قطبی ستارہ ستاروں کا مرکز آفتاب ہے
جس کے اردگرد تمام اجزائے سماوی حرکت کر رہے ہیں اور وہ تاجِ زر پہنے عالمِ نور کے
دروازے پر بیٹھا ہے۔ یہ صابی عبادت کرتے وقت اس طرف رخ کرتے ہیں
زمانے کے مختلف اجزاء کر کے ہر زمانے کی حکومت ایک خاص ستارے سے منسوب کیا
کرتے ہیں۔''

غنم بن عبید اللہ رکا، کچھ سوچا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''ان کے ہاں روزوں کے دن بھی مقرر ہیں لیکن روزے کے دن کا معنی صرف
آرام کے دن شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ فاقہ ان کے ہاں سخت ممنوع ہے۔ حکم ہے کہ
روزوں کے دنوں میں مرد و زن سب سفید کپڑے پہنیں اور تین وقت نہائیں۔ کم
جانور کو ان دنوں نہ ماریں اور نہ گوشت کھائیں۔ سہ شنبہ ان کا مقدس دن ہے۔ مذہبی
عقائد کو غیروں سے چھپانا ان کا اولین اصول ہے۔ سب سے تعجب انگیز بات یہ ہے

ان کے مذہبی عقائد بنی اسرائیل کے عقائد اور اصولوں کی بالکل ضد ہیں۔ یہ بدبخت
لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر دوسرے پیغمبروں کو کاذب پیغمبر سمجھتے ہیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کی طرف داری کرتے ہیں۔ فرعون کو اپنا
راہنما اور پیشوا خیال کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدا کا مذہب اس کے زمانے
میں مصر میں قائم تھا۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مصر کے فرعون کے ساتھیوں میں
سے جو ڈوبنے سے بچ گئے وہ قطب شمالی کی چھوٹی جنت میں آرام کر رہے ہیں۔''

(چھٹی صدی عیسوی کا ایک عیسائی مؤرخ اپنی تحقیق کی بناء پر نہایت وثوق کے
ساتھ بیان کرتا ہے کہ صابئین کا مذہب قدیم کلدانیوں کا مذہب ہے۔ قطب شمالی ان کا
قبلہ ہے۔ تین وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ اول طلوعِ آفتاب کے آدھ گھنٹے پہلے طلوعِ
آفتاب تک آٹھ رکعتیں۔ دوسری عین زوالِ آفتاب اور تیسری غروب کے وقت پانچ
پانچ رکعتیں۔ ہر رکعت میں تین سجدے ادا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں روزے بہت
ہیں۔ اول تین روزے ایک ساتھ مارچ میں، اس کے بعد نو روزے، اس کے بعد مزید
روزے دسمبر میں پھر سات دن کے روزے فروری میں)

''یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ قربانیاں کثرت سے کرتے
ہیں لیکن کھاتے نہیں بلکہ جلا دیتے ہیں۔ ان کی باتیں حکماء سے مشابہہ ہوتی ہیں۔ توحید
کے مسائل ان کے ہاں نہایت مضبوط ہیں۔ لہسن، لوبیا، کرم کلہ اور مسور نہیں کھاتے۔
ان کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ گار کچھ عرصہ عذاب اٹھا کر آخر کار رحمت الٰہی کے سائے میں
داخل ہو جائیں گے۔

صابئیت عراق کا نہایت قدیم مذہب تھا۔ رفتہ رفتہ سیاسی انقلابات کے بعد ان پر
دوسرے مذاہب غالب آتا گیا ان کے کچھ اجزاء ان میں شامل ہوتے گئے۔ ان میں بنی
اسرائیل، یہودیت، ایرانیوں کی مجوسیت، یونانیوں کا فلسفہ، رومنوں کی عیسائیت ہر چیز
سرایت کر گئی۔ خدائے واحد پر ان کا عقیدہ تھا مگر ستاروں کی ارواح کو خدا اور اس
کے بندوں کے درمیان واسطہ سمجھنے لگے۔ تین وقت ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ خاموش ہوا، دم لیا اس کے بعد ہلکی ہلکی
مسکراہٹ میں طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! اب تم یہ کہو گی کہ میں تمہیں بنی اسرائیل کے متعلق تفصیل بتاؤں۔''

جواب میں طرغائی نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب غنم بن عبد اللہ پھر کہہ رہا تھا۔

''بنی اسرائیل دراصل اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان کے لقب اسرائیل کی بناء پر یہ بنی اسرائیل کہلائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں تقسیم ہوئی۔ ان بیٹوں کے نام روبن، شمعون، لادی، یہودہ، زبولون، اشکار، دان، جد، آشر، نفتالی، یوسف اور بنیامین تھے۔

ان میں سے یوسف جو اللہ کے نبی ہوئے وہ پہلے ہی ایک غلام کی حیثیت سے پہنچ کر ہوئے مصر پہنچ چکے تھے۔ جب انہیں مصر کے حکمرانوں کی توقیر ملی اور پھر انہیں وہاں کی حکومت بھی ملی تو ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے سارے بیٹوں اور ان کی اولاد کے ساتھ وہاں گئے۔ وہاں جا کر بنی اسرائیل کی آبادی خوب بڑھی اور مصر کا ایک علاقہ ان کی آبادی سے بھر گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد مصر کے لوگ بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی طاقت کی بناء پر ان کے مخالف ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کرنا شروع کر دیا، ان سے سخت محنت لیتے اور ان کے بیٹوں کو مار ڈالتے۔ نوزائیدہ بیٹوں کے قتل کا حکم مصر کے فرعون کی طرف سے باقاعدہ جاری کیا گیا تھا لیکن خداوند قدوس کو ان کی بقاء منظور تھی لہٰذا لادی قبیلے میں پیدا ہونے والا ایک بچہ فرعون کے ہاں پلا، بڑھا اور یہ جوان ہو کر نبی ہوا اور ان کا نام موسیٰ علیہ السلام تھا۔ انہیں خدا نے نبوت سے سرفراز کیا اور توریت دی۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی اور خدا کے حکم پر مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف لائے۔ بنی اسرائیل کے جو افراد اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلے ان کی تعداد چھ لاکھ تھی اور انہوں نے مصر میں کل چار سو تیس برس گزارے تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبد اللہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔

''مصر سے نکلنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خدا کے احکامات پر چلنے کا عہد لیا مگر پستیوں میں گری ہوئی اس قوم نے ہمیشہ نافرمانیاں کیں۔ جس پر بنی اسرائیل چالیس برس تک صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے۔ یہاں ان پر آسمان سے من و سلویٰ

غذائی کی صورت میں اترا کرتا تھا اور یوں خدا تعالیٰ نے اس قوم پر نعمتوں کی بارش کئے رکھی۔ اس دوران ان کی آزمائش بھی کی جاتی رہی تاکہ دیکھا جائے کہ وہ شریعت پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ مگر وہ نافرمان قوم بد اعمالیوں سے باز نہ آئی۔ حتیٰ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہ طور پر گئے تو ان کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے گائے کی پرستش شروع کر دی۔

اور جب انہیں ان کی مقدس زمین فلسطین انہیں دکھا کر کہا گیا کہ یہ وہ ملک ہے جس کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا سو اس میں داخل ہو جاؤ تو بنی اسرائیل جن کے وجود میں شرارت اور کاہلی داخل ہو چکی تھی، کہنے لگے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جاؤ اور اس ارض مقدس کے لوگوں سے لڑو۔ کیونکہ وہ بڑے جابر اور طاقت ور لوگ ہیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ جب یہ ملک ان سے خالی ہو جائے گا تو ہم آ جائیں گے۔

بنی اسرائیل کی یہ گستاخی خداوند قدوس کو ناگوار گزری اور اس نے انہیں یہ سزا دی کہ جب تک موجودہ نسل کے تمام بالغ مر نہیں گئے وہ وادی تیہ میں بھٹکتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے جانشین حضرت یوشع علیہ السلام کی سرکردگی میں بنی اسرائیل دشت سینا سے نکل کر ارض کنعان کی طرف بڑھے اور اس میں فتح حاصل کی۔ حضرت یوشع علیہ السلام آخری عمر تک بنی اسرائیل کی نگرانی اور اصلاح حال میں مصروف رہے۔ ان کے باہمی جھگڑوں کے تصفیوں کے لئے قاضیوں کو مقرر کیا گیا تاکہ وہ آئندہ اس طرح کا اپنا نظام قائم رکھیں۔ یہ نظام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد تک قائم رہا۔ ان کے قبیلوں پر حکومت ان کے سردار کرتے اور قاضی فیصلے کا کام انجام دیتے تھے۔

اس عرصے میں بنی اسرائیل کا نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ کوئی حکمران۔ اس لئے ہمسایہ قومیں اکثر ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور بنی اسرائیل ان کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔ کبھی عمالقہ ان پر چڑھ دوڑتے، کبھی مدائنی حملہ آور ہو جاتے، کبھی آرامی قوم انہیں مارتی۔ اس طرح یہ مختلف اقوام کا نشانہ بنتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں انبیاء کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا لیکن ان میں سے اکثر کو جھٹلاتے رہے۔ آخر ان کی ہی التجا پر اللہ کے نبی نے ان کے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیا جس کا نام طالوت تھا۔ جب وہ بادشاہ ان پر مقرر کیا

گیا تو اس پر بھی انہوں نے اعتراض شروع کر دیے۔ کہنے لگے یہ ہم پر کیسے حکمران ہو سکتا ہے جبکہ اس سے کہیں زیادہ ہم حکمران بننے کے حقدار ہیں۔ علاوہ ازیں اسے مال و دولت کی وسعت بھی حاصل نہیں۔ اس پر اللہ کے نبی نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔
''اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کی قابلیت و استعداد میں تم پر اسے برگزیدہ اور فائز کیا ہے علم کی فراوانی اور جسم کی طاقت دونوں میں اسے وسعت عطا فرمائی اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ فراخی والا، جاننے والا ہے۔''

انہوں نے اپنے بادشاہ طالوت کا بہت کم ساتھ دیا جس کی بناء پر فلسطینیوں کا بادشاہ جالوت ان پر حملہ آور ہوا اور بنی اسرائیل سے وہ تابوتِ سکینہ بھی چھین لیا جس کے اندر ان کے آباؤ اجداد اور پیغمبروں کے نوادرات تھے اور جس کی وجہ سے بنی اسرائیل یہ خیال کرتے تھے کہ جس لشکر میں وہ تابوت سکینہ ہو اسے فتح نصیب ہوتی ہے۔

اس کے بعد ایک بار پھر ان کے بادشاہ طالوت اور فلسطینیوں کے بادشاہ جالوت کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اللہ کے ایک نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے انہیں اپنا داماد بنا لیا اور ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نبوت اور بادشاہ کے منصب پر فائز رہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بادشاہ اور نبی مقرر ہوئے لیکن بنی اسرائیل نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی بہتان طرازیوں کا آغاز کر دیا۔ انہیں جادوگر مشہور کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں یعنی اسرائیل اور یہودہ میں تقسیم ہو گئی۔ یہ لوگ آپس میں لڑتے رہے۔ ان پر مختلف نبی مبعوث ہوتے رہے مگر یہ قوم اپنی سرکشی اور کج روی سے کبھی باز نہ آئی اور اب بھی بنی اسرائیل کی دو حکومتیں ہیں۔ دونوں ہی اس قابل نہیں کہ بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکیں۔
اس سے پہلے مصری حکمران ان پر حملہ آور ہوتے رہے۔ ان کے معبدوں کی اینٹ سے اینٹ بجاتے رہے۔ اب یہ بابل کے حکمران بخت نصر کے خلاف مصر کے حکمرانوں کے ساتھ سازشیں اور ساز باز کر رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ اگر انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو بخت نصر بھی ان پر حملہ آور ہو کر ان کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر

رہے گا۔''
یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ رکا اور طرغانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''بیٹی! بنی اسرائیل کے متعلق جس قدر میں جانتا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔''
اس پر طرغانی، غنم بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
''ابا! جس وقت میں نفیل کے ساتھ آ رہی تھی تو کچھ عورتیں کنوئیں کے قریب حوض پر نہا رہی تھیں۔ میں نے اس کنوئیں کی تفصیل جب نفیل سے جاننا چاہی تو اس نے کہا کہ میں قبیلے میں پہنچ کر بتاؤں گا اس لئے کہ وہ کنواں بڑا متبرک ہے۔ آپ نے جو بنی اسرائیل کی تفصیل بتائی ہے اس میں اس کنوئیں کا تو آپ نے ذکر ہی نہیں کیا۔''
جواب میں غنم بن عبید اللہ کچھ دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔
''بیٹی! بنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے مصر کے اندر ایک قتل ہو گیا تھا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک مرتبہ شہری آبادی سے آپ ایک کنارے جا رہے تھے کہ دیکھا ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ کو دیکھا تو فریاد کرتے ہوئے مدد چاہنے لگے۔
موسیٰ علیہ السلام نے مصری کی اس جابرانہ حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر مصری نہ مانا۔ موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں آ کر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا۔ اسی وقت مر گیا۔ اس مصری کے مرنے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو مصر چھوڑنا پڑا اور انہی سرزمینوں کی طرف آنے کا ارادہ کیا جہاں اس وقت ہم نے پڑاؤ کیا ہوا ہے اور جسے مدین کی سرزمین کہتے ہیں۔
اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین میں داخل ہوئے تو اسی کنوئیں کے پاس آئے جہاں تم نے ہمارے قبیلے کی عورتوں کو نہاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اللہ کے نبی نے دیکھا کہ کنوئیں کے پاس حوض تھا جس کے پاس جانوروں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔ مگر پانی پلانے والوں سے ذرا فاصلے پر دو لڑکیاں کھڑی تھیں اور اپنے جانوروں کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھیں۔
موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہاں بھی وہی ہو رہا ہے جو دنیا کی ظالم طاقتوں نے تیار کر رکھا ہے اور خدائے برتر کے بہترین قانون کو توڑ کر قوموں کا سارا نظام ظلم کی بنیادوں پر قائم کر دیا ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ لڑکیاں کمزور اور غریب گھرانے سے تعلق رکھتی

ہیں تب ہی اس انتظار میں ہیں کہ قوی اور سرکش جب اپنے جانوروں کو سیراب کر چکیں تو وہ بھی آگے بڑھ کر بچا کھچا پانی اپنے جانوروں کو پلائیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو آگے بڑھ کر لڑکیوں سے دریافت کیا کیوں پانی نہیں پلاتی ہو؟ پیچھے کس لئے کھڑی ہو؟ اس پر انہوں نے کہا ہم مجبور ہیں اگر جانوروں کو لے کر آگے بڑھتی ہیں تو یہ طاقتور زبردستی ہم کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں ہمارے والد بوڑھے ہیں، ان میں طاقت نہیں کہ وہ ان کی مزاحمت کو دور کر سکیں۔ پھر جب یہ سب پانی پلا کر واپس ہو جائیں گے تب بچا ہوا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلا کر جائیں گی۔ یہی ہمارا روز کا دستور ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوش آ گیا اور آگے بڑھ کر تمام بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنوئیں پر جا پہنچے اور کنوئیں کا بڑا ڈول اٹھایا، تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ جس وقت وہ مجمع کو چیرتے ہوئے بھیڑ میں گھسنے لگے اگرچہ لوگوں کو ناگوار گزرا لیکن ان کی پر جلال صورت اور جسمانی طاقت سے مرعوب ہو گئے اور وہ پانی کا ڈول جسے کئی نوجوان ایک ساتھ کھینچتے تھے وہ انہوں نے اکیلے کھینچ کر لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا تھا۔ اس بناء پر لوگ ان سے مرعوب ہو گئے تھے۔

وہ لڑکیاں جن کے جانوروں کو موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلایا تھا وہ اللہ کے ایک دوسرے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی اور یہیں مدین ہی میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس قیام کر لیا تھا۔ یہی وہ متبرک کنواں ہے جس کے متعلق تم نے تفصیل جاننے کی کوشش کی ہے۔ بیٹی! جب کبھی ہمارا خانہ بدوش قبیلہ یہاں سے گزرتا ہے تو ہم اس کنوئیں کے پاس ہی آ کر پڑاؤ کرتے ہیں۔ یہاں ہمارا دستور ہوتا ہے کہ ہر روز دوپہر سے قبل تک مرد کنوئیں سے پانی نکال کر حوض میں بھرتے ہیں اور وہاں نہاتے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد حوض کو پھر بھر دیتے ہیں اور پھر اس بھرے ہوئے حوض سے عورتیں شام سے پہلے تک استفادہ کرتی ہیں، نہاتی ہیں۔ جب وہ اپنے خیموں میں جاتی ہیں تو مرد پھر حرکت میں آتے ہیں، حوض کو بھر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے جانور دن بھر چرنے کے بعد وہاں جاتے ہیں اور پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ یہاں قیام کے دوران ہمارا یہی دستور رہتا ہے۔''

غنم بن عبید اللہ کے خاموش ہونے پر طرغائی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ نفیل بن ساعدہ خیمے میں داخل ہوا تھا۔ نفیل بن ساعدہ کو دیکھتے ہی عشیرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ آئیں اور میں آپ لوگوں کے لئے کھانے کا اہتمام کروں۔''

اس پر نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''عشیرہ! تمہیں یہ زحمت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کھانے کا اہتمام ہوں کرنے لگے تھے لیکن حرقوص بن شجرہ نے انہیں بھی منع کر دیا ہے۔ اب حرقوص بن شجرہ ہم سب کا کھانا لے کر یہیں آ رہا ہے۔ تم بھی یہیں بیٹھو اور ہمارے ساتھ ہی کھانا کھانا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر عشیرہ خاموش ہو گئی تھی۔ جہاں سے اٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد حرقوص بن شجرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا۔ وہ سب کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ کھانے کے برتن انہوں نے خیمے میں رکھ دیئے اور پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد نفیل، طرغائی، عشیرہ اور غنم بن عبید اللہ چاروں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

* ...... *

●●●

ایک ہفتہ بعد جب نفیل بن ساعدہ اپنے خیمے میں اپنے دادا اور طرغانی کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ خیمے کے دروازے پر حرقوص بن شجرہ نمودار ہوا اور آواز دے کر اس نے نفیل بن ساعدہ کو باہر بلایا۔

نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ سے اٹھا، خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس موقع پر طرغانی بھی پریشان ہو گئی تھی۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی جبکہ قنم بن عبید اللہ بھی تجسس بھرے انداز میں حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ان دونوں کی کیفیت کو شاید ابن شجرہ نے بھانپ لیا تھا لہٰذا انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ دونوں پریشان اور فکر مند نہ ہوں۔ نفیل بن ساعدہ نے کچھ مخبروں کو کام پر لگایا تھا وہ اس کام کی تکمیل کر کے لوٹے ہیں اور اسی پر ہم نے بحث کرنی ہے۔''

حرقوص بن شجرہ کے ان الفاظ پر طرغانی مطمئن ہو کر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ قنم بن عبید اللہ بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ ایک طرف ہو لئے۔

وہ قبیلے کے سردار فردرس کے خیمے کے سامنے جو شامیانہ لگا ہوا تھا وہاں پہنچے۔ وہاں قبیلے کے بلند پایہ سالاروں کے علاوہ فردرس، زبیر بن سلمی اور کچھ دوسرے سرکردہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مخبر بھی وہاں پہنچ چکے تھے جنہیں نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر بنی اسرائیل کے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جب حرقوص بن شجرہ کے ساتھ نفیل بن ساعدہ وہاں پہنچا تو اس کے احترام میں سب اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ ان کے درمیان بیٹھ گئے پھر اپنے قبیلے کے مخبروں کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ

کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! اب کہو تم کیا اطلاعات اور تفصیل لے کر آئے ہو؟''

ان مخبروں میں سے ایک نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''نفیل بن ساعدہ! ہم دو طرح کی تفصیل لے کر آئے ہیں۔ اول بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں صرف ادومی نہیں بلکہ ان کے دوسرے قبیلے مواب اور کچھ مزید قبائل کے جنگجو بھی ان کے اندر شامل ہیں اور وہ واقعی ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں لوٹنے کے درپے ہیں اور وہ حملہ بھی اس وقت کریں گے جب ہم یہاں سے کوچ کرنے کے بعد سفر کی حالت میں ہوں گے۔

بنی اسرائیل کا جو لشکر ہے اس نے تو جبل سینا کے شمال مشرق میں ذرا فاصلے پر درختوں کے گھنے جنگل کے اندر پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہاں انہوں نے اپنے لئے ہر رہائش کا اہتمام کیا ہوا ہے۔

دوسری تفصیل جو ہم ان کے متعلق لے کر آئے ہیں، وہ لوٹ کے سامان کے متعلق ہے۔ ہم آپ پر انکشاف کریں کہ ان اسرائیلی جنگجوؤں نے اس سے پہلے صرف نطیوارا اور صابئیوں ہی کو نہیں لوٹا بلکہ بہت سے تجارتی کاروانوں پر حملہ آور ہو کر ان کو ان کے مال و متاع سے محروم کرتے رہے ہیں اور ان کا قتل عام بھی کرتے رہے ہیں۔ اب تک جو مال وہ حاصل کرتے رہے ہیں وہ انہوں نے کوہستان سینا کے اس حصے کی غاروں میں چھپا رکھا ہے جہاں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی تھی۔

وہاں تین اطراف سے بلند کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک وادی ہے جس کے اندر بڑی بڑی غاریں ہیں۔ ان کے اندر ان اسرائیلی جنگجوؤں نے لوٹ مار کا سارا سامان محفوظ کر رکھا ہے۔ یوں جانیں وہ غاریں سامان اور زر نقد سے بھری ہوئی ہیں۔''

یہاں تک تفصیل جاننے کے بعد نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا، پھر ان مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم جاؤ... کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔ آنے والی شب کے پہلے حصے میں تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کوچ کرنا ہے اور جس علاقے کی تم مخبری کر کے آئے ہو وہاں تک ہماری راہنمائی کرنی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں وہاں سے اٹھ کر چل دیے تھے۔

ان کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر باری باری فردرس اور زہیر بن سلمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ دونوں کی موجودگی میں کیا مجھے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ اسرائیلیوں پر حملہ آور ہونے کا معاملہ طے کرنے کی اجازت ہے؟''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو کا جواب فردرس دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی زہیر بن سلمی بول اٹھا، کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! قسم کعبہ کے رب کی، تم ہمیں بار بار شرمندہ کرتے ہو۔ تم قبیلے کے جوانوں کے سربراہ ہو اور سالار اعلیٰ ہو۔ اس سلسلے میں جو بھی فیصلہ تم کرو گے وہ ہم دونوں کے لئے آخری ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں ہم سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری اس طرح کی گفتگو سے فردرس بڑا مایوس اور افسردہ ہو رہا تھا۔ گزشتہ نشست کے بعد اس نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا اور کہا تھا کہ نفیل بن ساعدہ ہم سے نہیں بلکہ اپنے قبیلے سے بھی ایک طرح کی اجنبیت برتنے لگا ہے لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سارے قبیلے کو جمع کروں اور ان کی موجودگی میں قبیلے کی سرداری سے دستبردار ہو کر نفیل بن ساعدہ کو قبیلے کا سردار بنا دوں۔ ابن ساعدہ! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی تصدیق تم فردرس سے کر سکتے ہو۔ میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔''

نفیل بن ساعدہ اس موقع پر بڑے غور سے فردرس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فردرس کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا بیٹا اشجع بن فردرس بول اٹھا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے عزیز بھائی! قبیلے کی سرداری سے دستبردار ہونے کا مشورہ میں نے ہی اپنے باپ کو دیا تھا۔ یہ مشورہ میں نے اس بناء پر دیا تھا کہ میرے باپ کی کچھ غلطیوں کی وجہ سے آپ کی دل شکنی ہوئی تھی اور اسی دل شکنی کی تلافی کے طور پر میں نے بابا کو قبیلے کی سرداری سے سبکدوش ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ اس معاملے میں، میں محترم زہیر بن سلمی اور ان کے دونوں بیٹوں زید بن زہیر اور سنان بن زہیر کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بھی اپنے باپ زہیر بن سلمی کو مشورہ دیا تھا کہ اگر میرے بابا سرداری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں تو وہ بھی نائب سرداری سے سبکدوش ہو جائے۔''

یہاں تک کہتے کہتے اشجع بن فردرس کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسی لمحہ سنان بن زہیر حرکت میں آیا، آگے بڑھ کر اس نے نفیل بن ساعدہ کے دونوں گھٹنے پکڑ لئے پھر منت کے انداز میں کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! آپ ہمارے قبیلے کے گوہر اور جوہر ہیں۔ ہم کسی بھی صورت میں یہ برداشت نہیں کریں گے کہ قبیلے کے اندر ناچاقی اور نااتفاقی پیدا ہو۔ ہم سب آپ کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔ ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ ہمارے باپ اشجع بن فردرس کے علاوہ اس کے بابا کی طرف سے آپ کو اجازت ہے کہ آپ خود قبیلے کے سردار بن جائیں اور اپنی طرف سے حرقوص بن شجرہ کو قبیلے کا نائب سردار بنا دیں۔ میں کعبہ کے رب کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یہ ہم اپنی خوشی، اپنی دلی رغبت سے کہہ رہے ہیں۔''

سنان بن زہیر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ، فردرس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

''آپ لوگوں کی اس پیشکش کا شکریہ۔ محترم فردرس! قبیلے کے سردار آپ ہی رہیں گے اور نائب سردار زہیر بن سلمی رہیں گے۔ قبیلے کے سردار کی حیثیت سے قبیلے میں آپ کی حیثیت وہی ہے جو سلطنت میں کسی حکمران کی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے آپ بھی اپنے قبیلے کے حکمران ہیں اور میں تو قبیلے کا سالار ہوں۔ اپنے محافظ ساتھیوں کا سربراہ ہوں لہٰذا حکمران اور سالار میں فرق ہوتا ہے۔ دونوں کے فرائض میں بھی تفاوت اور بعد ہوتا ہے لہٰذا میں قبیلے کا محافظ ہی رہنا چاہتا ہوں، سردار بننے کا خواہش مند نہیں ہوں۔''

نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا اس کے بعد حرقوص بن شجرہ کی طرف وہ دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن شجرہ! اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔ قبیلے کے اندر جس قدر مجھ سے تیغ زن ہیں یا دوسرے الفاظ میں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارے قبیلے کے جو محافظ ہیں ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے ساتھ رہے گا، میرے ساتھ میری مدد کے لئے اشجع بن فردرس ہو گا۔ دوسرا حصہ حرقوص بن شجرہ! تمہاری سالاری میں ہو گا اور سنان بن زہیر تمہارے نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام

کرے گا۔ جہاں تک تیسرے حصے کا تعلق ہے تو وہ اپنے پڑاؤ ہی میں رہے گا اور اس کی کمانداری ہم دونوں کی غیر موجودگی میں زید بن زہیر کرے گا۔ اب ہم نے جو کچھ کرنا ہے وہ بھی ذرا غور سے سننا۔

آنے والی شب کے پہلے حصے میں ہی میں اور تم دونوں اپنے مسلح جوانوں کو تیار رکھتے ہوئے یہاں سے کوچ کریں گے۔ کوچ کرنے سے پہلے اپنے چند دستوں کو اپنے آگے آگے روانہ کریں گے۔ رات کی تاریکی میں جو بھی مشتبہ شخص انہیں نظر آئے یا جس پر انہیں شک ہو کہ ان کا تعلق اسرائیلیوں سے ہے، انہیں موت کے گھاٹ اتارتے چلے جائیں گے۔ جو مخبر اسرائیلیوں کے لشکر کے محل وقوع سے متعلق اطلاعات لے کر آئے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے اور ان کے محل وقوع تک وہ ہماری راہنمائی کریں گے۔

ہمارے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد زید بن زہیر مسلح جوانوں کے تیسرے گروہ کے ساتھ رات کے وقت پوری طرح چوکس اور چوکنا رہے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اسرائیلیوں کے مخبر بھی ہمارے پڑاؤ کے اردگرد سرگرداں ہو کر ہماری نقل و حرکت کے متعلق انہیں آگاہ کرتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میرے اور تمہارے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد اسرائیلی ہم دونوں کی غیر موجودگی میں کوئی چکمہ دے کر ہمارے قبیلے پر شب خون مارنے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت میں زید بن زہیر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ دفاع کر سکے گا۔

اس موقع پر میں محترم فردوس اور زہیر بن سلمی سے بھی یہ کہوں گا کہ ہم دونوں کی روانگی کے بعد وہ قبیلے کے سب مرد اور عورتوں کو بھی چوکس رکھیں۔ لوگ اپنے تیروں اور اپنی کمانوں پر گرفت رکھیں اور جونہی ایسا موقع آئے، قبیلے کے کیا مرد کیا عورتیں سب حملہ آور اسرائیلیوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کر دیں۔ یہ معاملہ اس وقت ہوگا جب اسرائیلیوں نے ہمیں چکمہ دے کر ہماری غیر موجودگی میں ہمارے قبیلے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔

اب یہاں سے روانہ ہونے کے بعد میرے اور تمہارے کام کی ابتداء ہوگی۔ ہمارے مخبر ہماری راہنمائی کر رہے ہوں گے۔ اسرائیلیوں کے لشکر سے مخصوص فاصلے پر جا کر جس کی اطلاع ہمیں ہمارے مخبر کریں گے ہم اپنے لشکر کو روکیں گے۔ وہاں میں

اور تم اپنے اپنے حصے کے ساتھ علیحدہ ہو جائیں گے۔ اپنے حصے کے مسلح جوانوں کو لے کر میں دائیں طرف ہو جاؤں گا، تم بائیں جانب کا رخ کرنا۔ اسی طرح رہنمائی کرنے والے مخبر بھی آپس میں تقسیم کر لئے جائیں گے۔ اس طرح گویا میں بنی اسرائیل کے مسلح جنگجوؤں کے دائیں پہلو کی طرف بڑھوں گا اور تم بائیں پہلو کا رخ کرو گے۔ حرقوص بن شجرہ! ہم اپنے مخبروں کی راہنمائی میں اس رفتار سے سفر کریں گے کہ اسرائیلیوں کے ان لٹیروں کے پڑاؤ کے قریب ہم صبح کا سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے پہنچیں۔ جاتے ہی ہم حملہ آور ہو جائیں گے۔ حملے کی ابتداء میں خود کروں گا۔

ابن شجرہ! جب میں اسرائیلی جنگجوؤں پر حملے کی ابتداء کروں گا تو ظاہر ہے سارے کے سارے اسرائیلی اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے سنبھلیں گے اور مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے دوڑیں گے۔ جب تم دیکھو کہ میں حملہ آور ہو چکا ہوں اور اسرائیلیوں کے لشکر میں ایک ہلچل اور افراتفری کا عالم برپا ہے اور وہ اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے مجھ سے ٹکرانے کے لئے اپنے پڑاؤ کے دائیں جانب کا رخ کر رہے ہیں تب تم بھی رات کی تاریکی میں اپنے کام کی ابتداء کرنا۔

جب تم اسرائیلیوں کے پڑاؤ کے بائیں جانب سے حملہ آور ہو گے تو گویا تم ان کی پشت کی طرف سے یلغار کرو گے اور جب تم ان کی پشت پر حملہ آور ہو گے تو تمہیں انہیں کاٹنے اور نقصان پہنچانے کا خوب موقع ملے گا۔ اس لئے کہ اسرائیلی تو اپنی پوری طاقت وقوت کے ساتھ مجھ سے ٹکرا رہے ہوں گے اور جب تم ان کی پشت پر حملہ آور ہو گے تو ان کے لشکر کا کافی حصہ کٹ جائے گا۔ اس دوران جب ان کے کچھ حصے پلٹ کر تمہاری طرف راغب ہوں گے تو ان کا زور مجھ پر کم ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں، میں بھی ان پر پوری طاقت اور قوت سے یلغار کرتے ہوئے ان کے اندر گھس کر ان کا قتل عام کر دوں گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ اس دوطرفہ حملے سے ہم ان جنگجو اور لٹیرے اسرائیلیوں کا خاتمہ کر دیں گے اور پھر جو کچھ انہوں نے تجارتی کاروانوں سے لوٹ کر جمع کر رکھا ہے اس پر قبضہ کر کے نہ صرف نبطیوں اور صابئیوں کے نقصانات کی تلافی کریں گے بلکہ اس کے علاوہ بھی جن لوگوں کو انہوں نے لوٹا ہے ان کی تالیف قلوب کریں گے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو کے جواب میں حرقوص بن شجرہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

فردس کے ان الفاظ پر الزام پریشان اور ملول ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنی ماں کی حالت دیکھتے ہوئے عشیرہ بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

''اماں! اس میں پریشان اور فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پھر اس میں نفیل بن ساعدہ کا بھی کوئی قصور نہیں۔ جب آپ لوگ ایک بار اسے میرا رشتہ دینے سے انکار کر چکے ہیں تو پھر وہ اتنا گرا پڑا تو نہیں ہے کہ دوسری بار جب آپ اسے پیش کش کریں تو وہ فوراً قبول کر لے۔ خصوصیت کے ساتھ ایسے حالات میں جب بابل کے بادشاہ بنو پولاسر نے ایک ایسی لڑکی اس کے حوالے کر دی ہے جو قد کاٹھ، خوبصورتی اور شخصی وقار میں مجھ سے اعلیٰ و ارفع ہے اور میں نے طرغائی کے ساتھ گفتگو کے دوران یہ بھی اندازہ لگا لیا ہے کہ طرغائی نفیل بن ساعدہ کو پسند کرتی ہے اور خود نفیل بن ساعدہ کا جھکاؤ بھی اس کی طرف ہے۔ اس کے علاوہ طرغائی کوئی گری پڑی لڑکی بھی نہیں ہے۔ کسی دور میں سیتھین کی شہزادی تھی۔ لہٰذا نفیل بن ساعدہ کا اس کی شخصیت سے مرعوب ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس سلسلے میں مجھے نہ طرغائی سے کوئی شکوہ ہے نہ نفیل بن ساعدہ سے کوئی شکایت ہے۔

ابا! آپ نے اس کے دادا غنم بن عبید اللہ کو میرا رشتہ دینے سے انکار کر کے ایک طرح سے اس کی تذلیل کی تھی۔ کوئی بھی اپنی تذلیل، اپنی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس انکار کے فوراً بعد وہ بابل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اسی جنگ کے دوران بابل کے بادشاہ نے تحفے کے طور پر طرغائی اس کے حوالے کر دی۔ اگر اس موقع پر آپ نے نفیل کو میرا رشتہ دینے سے انکار نہ کیا ہوتا اور آپ نے ہاں کہہ دی ہوتی تو یقیناً نفیل بن ساعدہ طرغائی کو وہیں اور بھجوا دیتا اور اس سے کنارہ کش ہو جاتا، اس لئے کہ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔ لیکن آپ کے انکار نے حالات کو پیچیدہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ بہرحال آپ لوگوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپ لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ اگر نفیل بن ساعدہ سے میرا رشتہ نہ ہوا تو عمر بھر شادی نہیں کروں گی۔ لہٰذا میری سب سے التماس اور گزارش ہے کہ آئندہ کبھی میرے رشتے کے متعلق گفتگو نہ کیجئے گا۔''

اس کے ساتھ ہی عشیرہ اپنے خیمے سے اٹھ کر نکل گئی تھی۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت خیمے میں غنم بن

عبید اللہ اور طرغائی بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی نفیل آگے بڑھ کر طرغائی اور غنم بن عبید اللہ کے بیچ بیٹھ گیا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے طرغائی نے پوچھ لیا۔

''آپ کو کس سلسلے میں بلایا گیا تھا اور کیا فیصلہ ہوا ہے؟''

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے وہاں ہونے والی گفتگو کی تفصیل طرغائی اور اپنے دادا غنم بن عبید اللہ سے کہہ دی تھی۔

نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر غنم بن عبید اللہ کہنے لگا۔

''بیٹا! اس کا مطلب ہے تم آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔''

نفیل بن ساعدہ نے اس موقع پر اپنا ہاتھ اپنے دادا کے شانے پر رکھا پھر کہنے لگا۔

''دادا! آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اپنے قبیلے کے جنگجو ساتھیوں کی طرف جاؤں گا۔ وہاں حرقوص اور دوسرے سالار میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ قبیلے کے جس قدر تیغ زن ہیں انہیں تین حصوں میں تقسیم کر کے اپنی کارروائی کی تیاری کرنی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا پھر وہ طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''طرغائی! تم یہیں پڑاؤ ہی میں قیام کرو۔''

اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ طرغائی نے پہلے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی تھی پھر دھیمے اور مٹھاس بھرے لہجے میں کہنے لگی۔

''کیا میں آپ کے ساتھ لشکر میں شامل نہیں ہو سکتی؟ آپ جانتے ہیں کہ میں ایک اچھی تیغ زن ہوں۔ اگر دونوں لشکروں کے ٹکراؤ کے دوران میں کسی صف میں رہ کر جنگ میں بھرپور حصہ نہیں لے سکتی تو کم از کم ہمارے جو لشکری اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر ہوں گے ان میں رہ کر میں ......''

طرغائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ معذرت طلب انداز میں نفیل کہنے لگا۔

''طرغائی! میں تمہیں لشکر میں شامل ہونے سے روکتا نہیں۔ میں تو صرف تمہارے آرام اور تمہارے سکون کی خاطر ایسا کہہ رہا تھا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ لشکر میں شامل ہو تو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ میں اب جاتا ہوں تاکہ قبیلے کے جنگجوؤں کی تقسیم کا

فریضہ ادا کیا جا سکے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہوئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

”آپ جائیں، میں بھی اٹھ کر کوچ کی تیاری کرتی ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ اسی روز سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے دوسرے سالاروں اور اپنے جنگجو ساتھیوں کو ساتھ لے کر اپنے پڑاؤ سے نکل گئے تھے۔

❊ …… ❊

● ● ●

رات خوابوں کے دیار میں تخیلات کی نگینہ کاری کرتی ہوئی بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ گہری ہوتی رات نے پریم کی برستی زلفوں کی طرح مصلحتوں کی خاموشی، زندگی کی گہری نظروں اور جذبوں کی گلکاری میں گہری نیند بھرنا شروع کر دی تھی۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں اپنے متحدہ دستوں کو لے کر بڑی برق رفتاری سے رات کی گہری تاریکی میں جبل سینا کا رخ کیے ہوئے تھے۔ اپنے رہنماؤں کے کہنے پر ایک جگہ نفیل بن ساعدہ نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ کچھ دیر تک وہ اپنے راہنماؤں سے گفتگو کرتا رہا پھر حرقوص بن شجرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے بھائی! یہاں سے میں اور تم جدا ہوں گے۔ کچھ راہنما تم اپنے پاس رکھ لو، وہی میرا ساتھ دیں گے۔ میں دائیں جانب کا رخ کرنے لگا ہوں۔ تم بائیں جانب ہو۔ جب میں کعبہ کے رب کو پکارتے ہوئے اسرائیلیوں کے جنگجوؤں پر حملہ آور ہوں اسی وقت تم بھی بائیں جانب سے اپنی کارروائی کی ابتداء کر دینا اور مجھے امید ہے کعبہ کے رب کی مدد و حمایت سے کامیاب اور فوز مند ہم ہی رہیں گے۔“

اس کے بعد دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر علیحدہ ہوئے۔ نفیل بن ساعدہ دائیں جانب گیا جبکہ حرقوص بن شجرہ نے بائیں جانب کا رخ کیا تھا۔

راہنما بڑی مستعدی سے ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ بنی اسرائیل کے ان جنگجوؤں کے دائیں کونے پر جا پہنچا پھر دیکھتے ہی دیکھتے نفیل بن ساعدہ زندگی کی تہوں میں سرایت کر دینے والے موت کے ہولناک ہیولوں، بھاگتی رات کی تاریکی میں آتشی لاوے کے بہتے سیلاب اور زندگی کی سنگین فصیلوں تک کو توڑ دینے والے قضا کے بیکراں بحر کی طرح اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسرائیلیوں پر یہ حملہ بڑا اچانک اور غیر متوقع تھا۔ وہ تو اپنی طرف سے یہ منصو
بندی کر چکے تھے کہ جس وقت عربوں کا وہ خانہ بدوش قبیلہ مدین کی سرزمینوں سے
کر کوچ کرے گا اور سفر کی حالت میں ہوگا اس پر اس وقت وہ بے خبری کی حالت م
ٹوٹ پڑیں گے اور ان کا قتل عام کر کے اپنی کامیابی اور کامرانی پر مہر لگائیں گے
یہ توقع اور امید نہیں کر سکتے تھے کہ الٹا خانہ بدوش قبیلے کے جنگجو انہیں اپنا ہدف بنا کر
پر موت کی مہریں لگانا شروع کر دیں گے۔

جس وقت نفیل بن ساعدہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا اس وقت
جنگجو اسرائیلیوں پر ایک طرح سے خوف، وحشت اور ڈر طاری ہو گیا تھا اس لئے کہ
اس اچانک حملے کی توقع ہی نہیں رکھتے تھے۔ تاہم جلدی جلدی انہوں نے اپنے آپ
مسلح کیا اور اپنے پڑاؤ کے دائیں جانب بھاگنے لگے تاکہ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا
سکے۔ اتنی دیر تک نفیل بن ساعدہ ان پر زوردار حملے کرتے ہوئے ان کی خاصی بڑ
تعداد کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور جب اسرائیلی جنگجو مجتمع ہو کر نفیل بن ساعدہ
طرف لپکے تب ان کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔

پشت کی جانب سے حرقوص بن شجرہ کعبہ کے رب کی توصیف کے گیت گاتا
نمودار ہوا اور اسرائیلیوں کی پشت کی طرف سے وہ کرب و مرگ کے تماشے کھڑے کر
بکھرتی، ٹوٹتی، کڑکتی برق، لمحوں کی نظروں کو رسوا، بستیوں کو ویران اور فضاؤں کو دھوا
دھواں کر دینے والے بے روک اور سرگرم طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت حرقوص بن شجرہ پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا اس وقت ایک طر
سے سارے اسرائیلی جنگجو نفیل بن ساعدہ سے ٹکرا چکے تھے۔ اس لئے کہ کسی اور سم
سے وہ کسی کے حملہ آور ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا پشت کی طرف
حرقوص بن شجرہ کو انہیں کاٹنے کا خوب موقع ملا اور ان کی خاصی بڑی تعداد کو اس
موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسری طرف اتنے اسرائیلیوں کے مرنے سے نفیل بن
ساعدہ پر بھی ان کا زور کم ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے حملوں میں اور زیادہ تیز
اور شدت پیدا کر لی تھی۔

اب اسرائیلی جنگجو چکی کے دو پاٹوں کی طرح دونوں جانب سے پسنے لگے تھے
ایک جانب سے نفیل بن ساعدہ بڑی تیزی سے انہیں کاٹ رہا تھا دوسری جانب سے

حرقوص بن شجرہ اسی رفتار سے اس کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

مشرق کی طرف سے سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ بڑھ چڑھ کر ان پر حملہ آور ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اسرائیلیوں کی اکثریت کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جس وقت فضاؤں میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلنا شروع ہوئی، دونوں کے سامنے تھوڑے سے جنگجو اسرائیلی رہ گئے تھے۔ تب اسرائیلی بھی بڑے پریشان ہوئے۔ رات کی گہری تاریکی میں تو انہیں خبر ہی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کے کس قدر ساتھی دشمن سے ٹکرا رہے ہیں۔ فضاؤں میں جب ہلکی ہلکی روشنی پھیلی اور انہوں نے چاروں طرف دیکھا، جب اپنے ساتھیوں کی لاشیں بکھری دیکھیں اور انہوں نے یہ بھی جب دیکھا کہ ان کے بہت کم لشکری دشمن کا سامنا کرنے کے لئے بچ گئے ہیں تب جو بچے تھے وہ اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنگجو اسرائیلیوں کے خلاف نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کی یہ شاندار کامیابی اور فتح مندی تھی۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد سب سے پہلے مرنے والوں کی تجہیز و تکفین کی گئی اور زخمیوں کی بہترین دیکھ بھال کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے بعد اسرائیلیوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔

ایسا کرنے کے بعد نفیل بن ساعدہ اور ابن شجرہ اپنے راہنماؤں کے ساتھ حرکت میں آئے اور ان گھاٹیوں کی طرف گئے جہاں اُن اسرائیلی لٹیروں نے ڈھیروں سامان غاروں کے اندر چھپا رکھا تھا۔

اپنے راہبروں کے ساتھ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے سارے سامان کا جائزہ لیا۔ سامان جہاں تھا انہوں نے وہیں پڑا رہنے دیا اور انہی گھاٹیوں کے اندر نفیل بن ساعدہ نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ساتھ ہی اُس نے کچھ قاصد اپنے خانہ بدوش قبیلے کی طرف روانہ کر دیئے تھے تاکہ قبیلہ وہاں سے کوچ کر کے جبلِ سینا کی انہی وادیوں کی طرف آ جائے جہاں نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے بحرۂ قلزم کے دو شاخے کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

❋

جبلِ سینا کی ان وادیوں میں پڑاؤ کرنے کے بعد ایک روز جب طرغائی نفیل بن

ساعدہ کے ساتھ خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی تو اچانک اسے کوئی خیال گزرا اور نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کل جس وقت یہاں پڑاؤ کیا جا رہا تھا تو ایک لشکری نے کہا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کو خداوند قدوس کی طرف سے نبوت عطا کی گئی تھی۔ کیا آپ مجھے اس سے متعلق تفصیل نہیں بتائیں گے؟''

طرغائی کے اس استفسار پر لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھو۔ میں تمہیں اس جگہ لے کر جاتا ہوں جہاں اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کو کائنات کے رب نے پکارا تھا اور نبوت عطا کی گئی تھی۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہو گئی تھی۔ پھر دونوں خیمے سے نکل کر کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ نفیل بن ساعدہ رک گیا اور ایک درخت کی شاخ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

''یہی وہ درخت ہے جہاں خداوند قدوس نے اپنے بندے موسیٰ (علیہ السلام) کو نبوت عطا کی تھی۔''

طرغائی کچھ دیر تک بڑے غور سے اس درخت کو دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

''کیا آپ تفصیل نہیں بتائیں گے کہ وہ کیسے یہاں آئے؟ کیسے کائنات کا مالک ان سے ہم کلام ہوا؟ کیسے انہیں نبوت ملی؟''

اس پر لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''دادا نے تمہیں یہاں تک تو بتا دیا تھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) سے مصر میں ایک قتل ہو گیا تھا جس کی بناء پر آپ مصر سے بھاگ کر مدین میں اللہ کے دوسرے نبی شعیب (علیہ السلام) کے پاس آ گئے تھے۔ وہاں ان کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی اور پھر آپ نے مصر جانے کا قصد کیا۔

آپ سفر کرتے ہوئے اسی کوہستانِ سینا کے پاس آئے۔ اس وقت رات ہو گئی تھی۔ کوہستانِ سینا اپنی تمام تر ہیبت و صولت کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ بھی تھیں۔ رات تاریک اور سرد تھی۔ ٹھنڈ کے

باعث آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مزید سفر جاری رکھا جائے۔ ارادہ کیا کہ آگ کا الاؤ روشن کر کے رات جبل سینا کے پاس ہی گزار لی جائے۔

آپ کے ساتھ آپ کا ریوڑ بھی تھا۔ ایک جگہ ریوڑ کو ٹھہرایا، اپنے اہل خانہ کو بھی بٹھایا پھر گھاس پھوس جمع کی تاکہ آگ کا الاؤ روشن کریں۔ اس کے بعد آپ نے دو پتھروں کو رگڑ کر آگ پیدا کریں مگر بہتیری کوشش کے بعد بھی آگ نہ جل سکی۔ حالانکہ آپ اس سے پہلے پتھروں کو رگڑ کر آگ حاصل کرتے تھے۔ لیکن اُس روز رات کی تاریکی اور سردی میں آپ ان پتھروں کو رگڑ کر آگ حاصل نہ کر سکے۔

ابھی آپ آگ روشن کرنے کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے کہ جبل سینا کی وادی ایمن میں آپ کو آگ دکھائی دی جو چمکتے ہوئے شعلے کی مانند تھی۔

اس موقع پر آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنی اہلیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''وہ دیکھو، دائیں جانب کی وادی میں آگ دکھائی دے رہی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں وہاں جاتا ہوں اور آگ لے کر آتا ہوں۔ ساتھ ہی ان لوگوں سے جنہوں نے یہ آگ روشن کر رکھی ہے یہ بھی معلوم کر کے آؤں گا کہ مصر کو جانے والا کوئی نزدیک ترین راستہ ہے؟''

اس کے بعد آپ اُس آگ کی طرف بڑھے۔ جب آپ آگ کے پاس پہنچے تو آپ نے ایک خلاف عقل عجیب و حیرت انگیز منظر دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بہت ہی آگ روشن ہے جو ایک ہرے بھرے درخت کے اوپر شعلے مار رہی تھی اور وہ مقام یہی ہے جس کی طرف میں نے اس سے پہلے تمہیں اشارہ کر کے بتایا ہے۔

مگر حیران کن بات یہ تھی کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں تھا بلکہ اُس آگ نے درخت کو تر و تازہ اور سرسبز و شاداب بنا کر رکھ دیا تھا۔ موسیٰ (علیہ السلام) اس حیرت انگیز اور خلاف عقل منظر کو تھوڑی دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید اس آگ کی کوئی چنگاری زمین پر گرے تو اسے اٹھا کر واپس اپنے اہل خانہ کے پاس جائیں۔ مگر جب دیر تک کوئی چنگاری نہ گری تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے اطراف میں سے کچھ خشک گھاس جمع کی اور اس کو اس آگ کے قریب کیا کہ اگر اس گھاس کو آگ لگ گئی تو بھی میرا کام چل جائے گا۔ لیکن آپ کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ جب آپ گھاس کو آگ کے پاس لے گئے تو آگ پیچھے

ہٹ گئی۔ جب گھاس کو آپ نے پیچھے ہٹایا تو آگ پھر آگے بڑھ آئی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کچھ پیچھے ہٹ گئے۔ بہرحال آپ کا آگ حاصل کرنے کا مقا
پورا نہ ہو سکا۔ اس عجیب و غریب آگ کی وجہ سے آپ حیرت زدہ اور تعجب کی حالت
میں کھڑے تھے اور جو عصا آپ کے پاس تھا اسے مضبوطی سے تھام رکھا تھا کہ خطرہ
کی صورت میں اس سے کام لے سکیں۔ ابھی آپ اسی تردد و کشمکش میں تھے کہ ا
آگ کے اندر سے ایک آواز آئی۔

''اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار دو۔ اس وقت تم طویٰ کی مقد
وادی میں کھڑے ہو اور میں نے تمہیں پسند کیا۔ سو تو سنتا رہ جو حکم ہو۔ سنو، میں ا
ہوں۔ میرے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرنا اور نماز قائم کرنا۔ بے شک قیامت آنے وا
ہے اور میں اسے مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر کسی کو بدلہ ملے جو کچھ اس نے دنیا میں ک
ہو۔ تجھے کہیں روک نہ دے اس سے وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اور پیچھے پڑا رہا ا
موضوع کے اور پھر تو بھٹک نہ جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا پھر طرغائی کو مخاطب کرتے ہوئے ک
لگا۔ ''موسیٰ علیہ السلام نے یہ آواز اس طرح سنی کہ ہر جانب سے یکساں آ رہی تھی
اس کی کوئی سمت، کوئی جہت متعین نہ تھی اور اس آواز کا سننا بھی عجیب انداز سے ہوا ا
اس آواز کو صرف کانوں ہی نے نہیں بلکہ سارے اعضائے بدن نے سنا جو ایک معجز
کی صورت تھی۔

آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو وہ آگ سمجھ رہے تھے وہ اللہ کی تجلی تھی اور ا
میں فرمایا کہ میں ہی آپ کا رب ہوں۔ اور درخت کا آگ نہ پکڑنا، آواز کا ہر سمت
جہد سے آنا اور موسیٰ علیہ السلام کے تمام اعضائے بدن سے اس آواز کو سننا اس وجہ
تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو جائے کہ وہ آواز ان کے رب کی ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ آواز ان کے رب ہی کی ہے تو تاریک
رات کے تنت ویرانوں میں وہ آواز پھر سنائی دی۔

''اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

گو رب العزت کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ان کا عصا ہے لیکن
اس کے باوجود یہ بات اس لئے پوچھی گئی کہ حیرت انگیز مناظر دیکھنے اور کلامِ ربانی ک

ے جو ہیبت و وحشت موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہو گئی تھی وہ اس لطف و کرم اور خاص
ہربانی سے بھرپور اندازِ تخاطب سے جاتی رہے۔

اس سوال میں یہ حکمت بھی تھی کہ اس عصا کو اپنی ہیئت بدلنا تھی۔ اس لئے پہلے
وسیٰ علیہ السلام کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھ لو تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اور جب موسیٰ
علیہ السلام نے اچھی طرح سے دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ میں ان کی لاٹھی ہے تب اسے
اژدھا بنائے جانے کا معجزہ ظاہر کیا گیا۔ ورنہ موسیٰ علیہ السلام کو احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید
رات کے اندھیرے میں لاٹھی کی جگہ سانپ ہی پکڑ لائے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بات کو طول دیا اور فرمایا۔

''اے میرے رب! یہ میرا عصا ہے۔ میں اس سے بہت کام لیتا ہوں۔ ایک یہ کہ
اس پر ٹیک لگاتا ہوں دوسرے یہ کہ اس سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں سے پتے
جھاڑتا ہوں۔''

اس تفصیل اور طویل جواب میں عشق و محبت اور اس کے ساتھ رعایت ادب کی
جامعیت کا کمال ظاہر ہوتا تھا۔ عشق و محبت کا تقاضا یہ تھا کہ جب محبوب مہربان ہو کر
متوجہ ہو تو گفتگو کو دراز کیا جائے تاکہ بات کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔ اسی
لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کے سوال کے جواب میں اس قدر تفصیل
بیان کی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔

''اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دے۔''

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو زمین پر ڈالا تو دیکھا وہ عصا ایک بہت
بڑے اژدھے کی صورت اختیار کر گیا اور اس قدر جسیم ہونے کے باوجود چھوٹے سے
سانپ کی طرح تیزی سے حرکت کرتا تھا۔ یہ اژدھا ایسی تیزی سے حرکت کرتا تھا کہ
اس کے پہلو سے ٹکرا کر بڑی بڑی چٹانیں اکھڑ کر پستی میں لڑھکتی چلی گئی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام یہ خوف ناک منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے۔ تب خداوند قدوس
نے پھر ان کو پکارا۔

''اے موسیٰ! آگے آؤ۔ ڈرو مت۔ تم ہر طرح سے امن میں ہو۔ یہ تمہارا معجزہ
ہے۔ آگے بڑھ کر عصا کو پکڑ لو۔''

جب موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ اس اژدھا پر ڈالا۔ وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اس

کے بعد یہاں خداوند قدوس نے اپنے نبی کو کچھ اور معجزے بھی عطا کئے اور فرائض نبوت ادا کرنے کے لئے انہیں مصر جانے کا حکم دیا گیا۔

(یہ مقام جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھاڑی میں آگ لگی ہوئی دیکھی تھی طور کے دامن میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ سلطنت کے پہلے نصرانی بادشاہ قسطنطین نے 365ء کے لگ بھگ ٹھیک اسی مقام پر ایک کلیسا تعمیر کرایا تھا۔ اس کے دو سو برس بعد قیصر جسٹنین نے یہاں ایک خانقاہ کرائی تھی جس کے اندر قسطنطین کے بنائے ہوئے کلیسا کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ خانقاہ اور کلیسا دونوں آج بھی موجود ہیں اور یونانی کلیسا کے راہبوں کا ان پر قبضہ ہے)

نفیل بن ساعدہ کی بتائی ہوئی تفصیل سے طرغائی کافی متاثر و مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اس کوہستانی سلسلے کے اندر اِدھر اُدھر گھومتے رہے اس کے بعد نیچے اتر کر اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔

چند روز بعد پورا قبیلہ بھی مدین کی سرزمینوں سے اٹھ کر وہاں پہنچ گیا تھا اور ان کے پہنچنے کے کچھ ہی دن بعد وہاں نبطی اور صابی تاجر آنا شروع ہو گئے تھے اور جس جس قدر سامان بنی اسرائیل کے ہاتھوں چھنا تھا، نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن ... نے وہ سامان ان کے حوالے کرتے ہوئے ان کی تالیفِ قلوب کا سامان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہاں سینا کے اردگرد کے پہاڑوں میں اور نیچے وادیوں میں جانوروں کے گھاس کافی تھی لہٰذا قبیلے نے وہیں قیام کر لیا تھا۔

* ...... *

●●●

اگجانہ شہر میں تو لک اور جانتو ایک جگہ جمع ہوئے۔ کچھ دیر دونوں خاموش، فکرمند اور ملول سے بیٹھے رہے۔ پھر گفتگو کا آغاز تو لک نے کیا اور اپنے ساتھی سالار جانتو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جانتو! بابل کے بادشاہ بخت نصر نے طرغائی کو کیاکسارا کے قاصدوں کے حوالے نہ کر کے ہم پر بڑا ظلم اور جبر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے طرغائی اب مستقل طور پر ہی اس خانہ بدوش کے پاس رہے گی۔ جب کہ میں ایسی صورتِ حال کو قطعی پسند نہیں کروں گا۔''

تو لک کے خاموش ہونے پر جانتو بھی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو لک! تمہارا اندازہ درست ہے۔ اس معاملے میں کیاکسارا نے کھل کر ہماری حمایت نہیں کی۔ اگر یہ زور ڈالتا، دھمکی آمیز لہجہ اختیار کرتا تو یقیناً بخت نصر طرغائی کو کیاکسارا کے قاصدوں کے حوالے کر دیتا اور آج طرغائی ہمارے پاس ہوتی۔''

''تو لک! اب کیاکسارا کے قاصد تو ناکام و نامراد آ گئے ہیں لیکن یہ ناکامی اور نامرادی صرف ہمارے لئے ہے۔ جس مقصد کے لئے کیاکسارا نے ان قاصدوں کو بخت نصر کی طرف روانہ کیا تھا اس مقصد میں تو کیاکسارا کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ بخت نصر نے کیاکسارا کی حسین و خوبصورت بیٹی کو اپنے عقد میں لینے کی حامی بھر لی ہے۔ تم نے دیکھا آج ہم نے جب اُس سے ملاقات کی تو وہ بے حد خوش تھا۔ ہم دونوں اس کے سامنے فکرمند و پریشان کھڑے تھے۔ لیکن اُس کی خوشی اُس کی طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی اور اب یہ بھی سنا ہے کہ کیاکسارا بہت جلد اپنی بیٹی امیتہ کی شادی بخت نصر کے ساتھ کر دے گا۔ اس کے بعد کیاکسارا کسی بھی صورت ہمیں طرغائی

لے کر نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ کیا کسارا اور بخت نصر کے درمیان ایک رشتہ قائم ہو جائے گا اور یہ رشتہ ایسا اہم ہے کہ کیا کسارا کسی بھی صورت اس میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ دوسری بات جو اب ہمارے سامنے آتی ہے اور جو ہمارے لئے رکاوٹ ہے وہ یہ کہ بخت نصر اب کوئی معمولی اور کمزور حکمران نہیں ہے۔ اس کی سلطنت بھی اب کیا کسارا جیسی وسیع اور بڑی ہوگئی ہے۔ لہٰذا اگر کیا کسارا اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی پیش کش نہ بھی کرتا تب بھی بخت نصر طرغائی کے مقابلے میں کیا کسارا کے سامنے دبنے والا نہیں تھا۔

تو لک میرے بھائی! یوں جانو اب کیا کسارا کے ذریعے طرغائی کو کسی بھی صورت بخت نصر سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ طرغائی کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ صرف اپنے زور بازو سے ہے اور اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک ترکیب بھی آتی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے ہم طرغائی کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں گے۔''

تو لک نے چونکنے کے انداز میں جانتو کی طرف دیکھا پھر تجسس بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

''جو تدبیر اس موقع پر تمہارے ذہن میں آئی ہے مجھ سے بھی کہو تا کہ اگر وہ قابل عمل ہوئی تو کم از کم مجھے بھی اطمینان اور آسودگی حاصل ہو جائے گی۔''

اس پر جانتو مسکرایا اور کہنے لگا۔

''تو لک! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا۔ جو تجویز میرے ذہن میں آئی ہے بڑی سادہ اور انتہا درجہ کی قابل عمل ہے۔ اسے اپناتے ہوئے ہم بڑی آسانی کے ساتھ طرغائی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔''

تو لک نے انتہائی بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اب بتاؤ، مجھے زیادہ تجسس میں نہ ڈالو۔''

جانتو مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

''یہ تو تم جانتے ہو کہ بخت نصر کے باپ بنو پولاسر نے طرغائی کو ایک لونڈی کی حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں یہ اس شخص کی فراخ دلی ہے کہ اس نے لونڈی کی حیثیت سے طرغائی کو بے آبرو نہیں کیا بلکہ اُسے آزاد کر دیا

اور اس کے تحفظ کا سامان کیا۔ یہ اس کی شرافت اور امانت داری کا ایک پہلو ہے جو قابل تعریف ہے۔''

جانتو رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو لک! یہ بھی تم جانتے ہو کہ نفیل بن ساعدہ کا تعلق چونکہ خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور بخت نصر کے باپ نے اُسے ایک سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کیا تھا لہٰذا اکثر و بیشتر یہ نفیل بن ساعدہ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر اپنے خانہ بدوش قبیلے میں جاتا ہوگا اور وہاں قیام کرنے کے بعد واپس بخت نصر کے لشکر میں بھی آتا ہوگا۔ اس آنے جانے میں یقیناً طرغائی بھی اس کے ساتھ ہوتی ہوگی۔ اس لئے کہ اگر وہ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر اپنے خانہ بدوش قبیلے میں جاتا ہے تو طرغائی اکیلی تو اس کے خیمے میں نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح میرے خیال میں طرغائی اس کی غیر موجودگی میں اس کے خانہ بدوش قبیلے میں بھی نہیں رہ سکتی۔ وہاں نہ اس کا کوئی شناسا ہے نہ اس کی دیکھ بھال کرنے والا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو رکا۔ اس کے بعد اس نے بات کو مزید آگے بڑھایا۔

''تو لک! یہاں ہمارے سامنے دو پہلو آتے ہیں۔ اگر تو نفیل بن ساعدہ نے طرغائی کو اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھا ہوا ہے پھر تو ہمارے لئے معاملہ کسی قدر مشکل ہو جائے گا اس لئے کہ وہاں سے طرغائی کو حاصل کرنا ناممکن نہیں تو انتہا درجہ کا مشکل ضرور ہے۔''

جانتو کو یہ کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ تو لک خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جانتو! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کچھ کچھ میں سمجھ گیا ہوں۔ لیکن اگر نفیل بن ساعدہ نے اسے اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھا ہوا ہے تو پھر اسے وہاں سے اٹھانا ہمارے لئے مشکل تو نہیں ہے۔ اچانک رات کے کسی وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ خانہ بدوش قبیلے پر ٹوٹ پڑیں گے اور طرغائی کو اٹھا کر اپنی راہ لیں گے۔ وہ خانہ بدوش قبیلہ ہے، کوئی لشکر تو نہیں جو ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا۔''

اس موقع پر جانتو نے گھورنے کے انداز میں تو لک کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

''تو لک! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ میرے خیال میں تم اس خانہ

بدوش قبیلے سے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ وہ اکادی عربوں کا خانہ بدوش قبیلہ ہے اور ا
قبیلے کے افراد آج سے نہیں صدیوں سے اسی طرح خانہ بدوشانہ متحرک ہیں مجھے ا
قبیلے کی تفصیل کیاکسارا کے محافظ دستوں کے سالارِ اعلیٰ نے ایک موقع پر بیٹھ کر تفصیا
کے ساتھ بتائی تھی۔

توبلک! وہ صرف خانہ بدوشوں کا گروہ نہیں ہے۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ وہ بہت
قبیلہ ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اپنے دل میں بٹھا رکھنا کہ اس کے اندر ہزاروں کی تعد
میں جنگجو اور بہترین قسم کے تیغ زن ہیں جو حملہ آوروں کا حلقوم کاٹنے کا ہنر جا
ہیں۔ لہٰذا یہ بات تو اپنے ذہن سے نکال دو کہ ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت
آتے ہوئے اس خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہو کر طرغائی کو وہاں سے حاصل کر
ہیں۔ تاہم طرغائی کو حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے
آدمیوں کو مقرر کر دیں کہ وہ نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں
جب بھی نفیل بن ساعدہ طرغائی کے ساتھ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر اپنے قبیلے
طرف جانے تو ہمیں اطلاع دے دیں کہ کسی ویران جگہ پر ہم ان دونوں کی راہ رو
کھڑے ہوں اور نفیل بن ساعدہ سے طرغائی کو حاصل کر کے اسے مار بھگائیں۔"

توبلک کو شاید جاتو کی یہ تجویز پسند آئی تھی لہٰذا بڑی بے تابی اور بے چینی کا ا
کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مار کیوں بھگائیں؟ اُس کی گردن کاٹ کر اس کا خاتمہ کر دیں گے اور طرغائی کو
کر چلتے بنیں گے۔"

جاتو نے اس موقع پر گھورنے کے انداز میں توبلک کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

"توبلک! اُسے قتل نہ کرنے کا ارادہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اس نے طرغا
اپنے پاس رکھتے ہوئے اس کی عزت، اس کی آبرو کا بڑا احترام کیا ہے۔ نہ صرف ا
کی حفاظت کی ہے بلکہ اس کی عزت کو بھی بچا کر رکھا ہے۔ ساتھ ہی اسے لونڈی
آزاد کر کے اس کی عزت، اس کی توقیر میں بھی اضافہ کیا ہے اور یہ ایسا کام ہے ا
سامنے رکھتے ہوئے اسے قتل کرنے سے باز رہا جا سکتا ہے۔"

اس موقع پر گھورنے کے انداز میں توبلک نے جاتو کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

"جاتو! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ تم جانتے ہو جب ہمارے

کے افراد کسی دشمن قوت پر حملہ آور ہو کر ان کا قتلِ عام کرتے ہیں تو اس قتلِ عام میں
بوڑھے، بچوں اور عورتوں میں کوئی تمیز نہیں کی جاتی۔ جو سامنے آتا ہے اس کی گردن
کاٹ دی جاتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون نیک ہے اور کون برائی پر عمل کرنے
والا؟ کون شیطانی اعمال کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے اور کس نے نیکی کا
راستہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اس وقت ہماری تلوار سب کو برابر کاٹتی چلی جاتی ہے۔ بالکل
اسی طرح جس طرح سے کوئی کسان اپنے کھیت کے چھوٹے بڑے سب ہی پودوں کو
کاٹتا چلا جاتا ہے۔"

توبلک رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"جاتو! جو تجویز تم نے کہی ہے وہ واقعی بڑی آسان اور قابلِ عمل ہے۔ میرے
خیال میں ہم آج ہی اپنے کچھ آدمیوں کو مقرر کرتے ہیں جو اِدھر اُدھر مخبروں کی طرح
جھلکتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور طرغائی پر نگاہ رکھیں گے اور جب کبھی بھی وہ بخت نصر
کے لشکر سے نکل کر قبیلے کی طرف یا قبیلے سے بخت نصر کے لشکر کی طرف روانہ ہوں تو
ہمیں اطلاع کریں۔ ہم راستے ہی میں ان کی راہ روک کھڑے ہوں گے اور اپنا مقصود
حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

کچھ دیر تک دونوں خاموش رہ کر شاید اپنی اس تجویز سے لطف اندوز ہوتے رہے
یہاں تک کہ توبلک کو کچھ خیال گزرا اور جاتو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جاتو! اگر نفیل بن ساعدہ نے مستقل طور پر طرغائی کو اپنے خانہ بدوش قبیلے میں
رکھا ہوا ہے اور وہاں ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر طرغائی کو حاصل نہیں کر
سکتے تو اس خانہ بدوش قبیلے سے طرغائی کو حاصل کرنے کی ایک راہ نکل سکتی ہے۔"

توبلک کے ان الفاظ پر جاتو چونک پڑا تھا۔ غور سے اُس کی طرف دیکھا، پوچھ لیا۔

"تمہارا اشارہ کس راہ کی طرف ہے؟"

توبلک اس موقع پر مکروہ ہنسی ہنسا اور کہنے لگا۔

"جاتو! تُو جانتا ہے ایک بار میں اور تم دونوں جس وقت کیاکسارا کے سالار ایرج
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے نفیل بن ساعدہ سے اپنے تیغ زنی کے مقابلے کا
ذکر کیا تھا۔ تم جانتے ہو اُسے اس بات کا بھی بڑا قلق اور رنج و افسوس اور دکھ ہے کہ تیغ
زنی کے مقابلے میں نفیل بن ساعدہ نے اُسے اس کے بادشاہ کیاکسارا کی موجودگی میں

''جاتو! اس سلسلے میں بالکل مطمئن اور بے فکر رہو۔ یہ تجویز میرے اور تمہارے درمیان ہے اور میرے اور تمہارے درمیان ہی رہے گی۔ کسی تیسرے فرد کو اس کا علم نہیں ہونے پائے گا۔''

تو لک کے ان الفاظ پر جاتو خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے پھر تو لک کو مخاطب کیا۔

''مجھے تمہارے جذبات و احساسات کا تو اندازہ نہیں لیکن جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے میں اس کیا کسارا کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اس میں کوئی شک نہیں میں اور تم دونوں اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں لیکن میں اس کے خلاف ایک انتقامی کارروائی کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں۔

جو انتقامی کارروائی میں کیا کسارا کے خلاف کرنا چاہتا تھا اس کا جو احساس میرے شعور میں تھا پہلے وہ دبا دبا، نرم اور بجھا بجھا تھا۔ لیکن اب جو کیا کسارا اپنے اثر و رسوخ سے طرغائی کو ہمارے لئے حاصل کرنے میں ناکام ہوا ہے تو میرے شعور میں پلتا ہوا وہ جذبہ جس کے تحت میں کیا کسارا سے انتقام لینا چاہتا ہوں اس نے اب طوفانی صورت اختیار کر لی ہے۔

کیا کسارا ہمارے سردار برشام کے علاوہ ہمارے بہت سے سالاروں، ہمارے ان گنت لشکریوں اور ہماری بے شمار عورتوں کا قاتل ہے۔ اس نے دھوکا دہی سے کام لے کر ہمارے سردار، دوسرے سالاروں اور معزز لوگوں کو نشے میں غرق کر کے انہیں قتل کیا اور بعد میں اچانک ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا اور اسے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگر یہ ایسا نہ کرتا تو اب تک ہم اس کی سرزمینوں کو فتح کر چکے ہوتے اور اس کی جگہ ان علاقوں کا حکمران ہمارا سردار برشام ہوتا۔''

یہاں پر تو لک نے توصیفی انداز میں جاتو کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''جاتو! میرے خیالات و احساسات تم سے مختلف اور جدا نہیں ہیں۔ جس طرح تم سوچتے ہو اسی طرح میں بھی سوچتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کیا کسارا ستمگین! قاتل ہے لیکن یہ تو کہو تم اس سے انتقام کیسے اور کس طرح لینا چاہتے ہو؟''

جاتو کے چہرے پر اس موقع پر عجیب سی خونی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

''جس طرح میں کیا کسارا سے انتقام لینا چاہتا ہوں اس کی تفصیل فی الحال نہیں

ؤں گا۔ بہر حال میں تمہیں یہ اشارہ دیتا ہوں کہ میں نے ان دنوں کیا کسارا کے ایک ۔۔۔ اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا ہے۔ وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اور میری ۔ت سے بڑا متاثر ہے۔ کیا کسارا کے خلاف میں اپنی انتقامی کارروائی کی ابتداء اس ۔ت کروں گا جب ہمارے مخبر ہمیں نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کی نقل و حرکت سے آگاہ ۔یں گے۔ یہ اطلاع ملنے کے بعد ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ طرغائی کو حاصل کرنے ۔ لئے یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ لیکن کوچ کرنے سے پہلے کیا کسارا کے خلاف ۔ت میں آ کر ایسا انتقام لیں گے کہ ہمارا وہ انتقام کیا کسارا کے لئے زندگی بھر کا ۔ن کر رہے گا۔''

جاتو کی اس گفتگو کے جواب میں تو لک مزید اُسے کریدنا چاہتا تھا کہ ایک طرف ۔ان کے کچھ ساتھی آتے دکھائی دیئے لہٰذا اس موقع پر گفتگو انہوں نے بند کر دی اور ۔رے موضوع پر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے تھے۔

* ...... *

•••

ایک روز طرغائی اور عشیرہ دونوں کوہستانِ سینا کے اس مقام پر کھڑی تھیں جہاں
کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خداوند قدوس ہم کلام ہوا تھا اور جہاں انہیں
عطا کی گئی تھی۔ اس مقام کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے وہ ایک دوسرے سے باتیں
کرتی جا رہی تھیں کہ اچانک عشیرہ چونک پڑی۔ نیچے وادی میں دیکھتے ہوئے اس
چہرے پر دنیا بھر کی اُداسیاں اور تفکرات ہجوم کر آئے تھے۔ اس کے اس طرح
دیکھتے ہوئے طرغائی بھی جب اس کی طرف دیکھنے لگی تو طرغائی بھی انتہا درجہ کی پر
اور فکرمند ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ نفیل بن ساعدہ بھاگتا ہوا ایک طرف جا رہا تھا۔

اس موقع پر تفکرات بھری آواز میں عشیرہ نے اپنے پہلو میں کھڑی طرغائی کو مخاطب کیا۔

''طرغائی میری بہن! یہ نفیل بھاگتا ہوا کس طرف جا رہا ہے اور یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟''

اس پر طرغائی پہلے سے بھی زیادہ پریشان کن آواز میں کہنے لگی۔

''عشیرہ! چلو جلدی نیچے چلیں۔ مجھے شک پڑتا ہے کہ دادا کی طبیعت کہیں زیادہ خراب نہ ہوگئی ہو۔ اس لئے کہ گزشتہ دو دن سے انہیں بخار آ رہا تھا۔ طبیب برابر ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے، انہیں دوا بھی پلا رہا ہے لیکن ابھی تک انہیں افاقہ نہیں ہوا ہے۔ نفیل پریشان تھا اس لئے کہ...''

یہاں تک کہتے کہتے طرغائی کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ عشیرہ فوراً ڈھلان پر بھاگنے کے انداز میں کہنے لگی۔

''طرغائی! آؤ، وقت ضائع نہ کرو۔ دیکھیں کیا ہوا ہے؟''

عشیرہ کے ساتھ ساتھ طرغائی بھی بھاگ کھڑی ہوئی تھی اور وہ دونوں بڑی تیزی سے کوہستانی سلسلے سے اترتی ہوئی نیچے وادی کا رخ کر رہی تھیں۔

نفیل کی طرف جانے کی بجائے طرغائی اور عشیرہ دونوں نے خیمے کا رخ کیا۔ دونوں جب ایک ساتھ خیمے میں داخل ہوئیں تو خیمے کے اندر بوڑھا غنم بن عبید اللہ بے سدھ پڑا تھا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے طرغائی اور عشیرہ دونوں پریشان ہوگئی تھیں۔ آگے بڑھ کر دونوں غنم بن عبید اللہ کے بستر پر بیٹھ گئیں۔ طرغائی نے غنم بن عبید اللہ کا بازو اپنے ہاتھ میں لیا۔ بازو بخار سے تپ رہا تھا۔

اس موقع پر عشیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے طرغائی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ نفیل بن ساعدہ طبیب کو لئے خیمے میں داخل ہوا تھا اور ان دونوں کے پیچھے حرقوص بن جُرہ، فردوس، زہیر بن سلمی اور کچھ دوسرے لوگ بھی خیمے میں داخل ہوئے تھے۔

طبیب کے آنے پر طرغائی اور عشیرہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک طرف کھڑی ہوگئی تھیں۔ طبیب آگے بڑھ کر غنم بن عبید اللہ کے پاس بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک غنم کا جائزہ لیتا رہا پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بخار کو اتر جانا چاہئے تھا۔ جو دوا میں نے دی تھی، بخار توڑنے میں بڑی مجرب مانی جاتی ہے۔ بہرحال میں دوا تبدیل کرتا ہوں اور وقفے وقفے سے انہیں وہ دوا دیتے رہیں۔''

اس کے ساتھ ہی طبیب نے کوئی دوا نکال کر نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دی تھی۔ تھوڑی دیر تک طبیب وہاں بیٹھ کر نفیل بن ساعدہ اور دیگر لوگوں کو ڈھارس دیتا رہا۔ اس کے بعد وہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ خیمے سے نکلنے کے بعد کچھ دیر خیمے میں خاموشی رہی پھر فردوس نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''نفیل! تمہارے بنائے لائحہ عمل کے تحت قبیلے نے کل یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ حال غنم کی طبیعت ایسی ہے کہ سفر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کل دن یہاں سے اپنے کوچ کو التواء میں ڈال دیں۔''

فردوس کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ نے تھوڑی دیر تک غور سے اپنے دادا کی طرف دیکھا پھر فردوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کوچ کو التواء میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ یہاں ہمیں قیام کئے کئی دن گزر چکے ہیں۔

جس وقت ہم آئے تھے تو یہاں ہمارے جانوروں کے لئے کافی گھاس تھی۔ اب وہ بات نہیں رہی۔ ہمارے جانور اب ان کوہستانی سلسلوں اور وادیوں میں چر کر پیٹ بھر کر نہیں آتے۔ لہٰذا یہاں سے کوچ کرنا بے حد ضروری ہے ورنہ جانور بھوکے مرنا شروع ہو جائیں گے اور یہ ہمارے لئے نقصان دہ بلکہ تکلیف دہ ہوگا۔

جہاں تک میرے دادا کا تعلق ہے تو دادا کو سامان لے جانے والے چھکڑے میں ڈال دیں گے۔ میرے خیال میں اس میں دادا سکون سے سفر کر سکے گا۔ دادا چونکہ کمزور ہو گیا ہے لہٰذا یہ بخار سے لڑنے کے لئے اپنے اندر پوری سکت نہیں پاتا۔"

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب زہیر بن سلمی اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹے! اچھی طرح سوچ لو۔ اگر غنم بن عبید اللہ سفر کرنے کے قابل ہے تو کل کوچ کرتے ہیں۔ ورنہ کوچ کو التواء میں ڈالتے ہیں۔ جانوروں کے لئے یہاں دور نزدیک کوئی اور چراگاہ تلاش کر لیتے ہیں۔"

نفیل بن ساعدہ نے نفی میں گردن ہلائی، کہنے لگا۔

"دادا سامان کے چھکڑے میں سفر کر لے گا۔ لیکن کوچ ضرور کل یہاں سے ہوگا۔"

اس پر فردرس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

"بیٹے! اگر تمہارا یہ فیصلہ ہے تو پھر میں سب لوگوں سے کہہ دیتا ہوں کہ اپنی تیاری مکمل کر لیں۔ کل صبح ہی صبح لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔"

اس کے ساتھ ہی فردرس اور زہیر بن سلمی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے حرقوص بن شجرہ اور اس کے ساتھ جو دوسرے سالار آئے تھے کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر ابن شجرہ نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے بھائی! آپ دادا کے پاس بیٹھیں۔ میں دادا کے سفر کے لئے چھکڑے کا اہتمام کرتا ہوں۔ اس کے اندر ایسا اہتمام کروں گا کہ دادا اُس میں آرام دہ حالت میں سفر کر سکے گا۔"

اس کے ساتھ ہی فردرس، زہیر بن سلمی، حرقوص اور ان کے ساتھ آنے والے سب خیمے سے نکل گئے تھے۔ خیمے کے دروازے پر جا کر فردرس رُک گیا، مڑ کر پیچھے دیکھا پھر اپنی بیٹی عشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عشیرہ! تم چلو گی یا یہاں بیٹھنا ہے؟"

اس پر عشیرہ اپنے قریب کھڑی طرغائی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا! آپ جائیں۔ میں طرغائی کے ساتھ یہاں دادا کے پاس بیٹھوں گی۔ ہم دونوں مل کر اس کی دیکھ بھال کر سکتی ہیں۔"

عشیرہ کے ان الفاظ پر فردرس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا پھر وہ مطمئن ہو کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

خیمے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر طرغائی شکایت آمیز انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"جب عشیرہ کے بابا قبیلے کے کوچ کو التواء میں ڈالنا چاہتے تھے تو آپ کو اس التواء کو قبول کر لینا چاہئے تھا۔ دادا کی حالت دیکھیں کیسی ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ سفر کر سکیں گے؟"

نفیل بن ساعدہ نے غور سے طرغائی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"طرغائی! یہ محترم فردرس کی مجھ سے محبت اور خلوص ہے کہ وہ دادا کی بیماری کی وجہ سے قبیلے کے کوچ کو التواء میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔ طرغائی! قبیلے کے جنگجو ساتھیوں اور جانوروں سے متعلق میں فردرس سے بہتر جانتا ہوں۔ اس لئے کہ میرا جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والوں سے براہِ راست رابطہ رہتا ہے۔ تم نے دیکھا ہم گزشتہ کئی دنوں سے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ جب ہم آئے تھے تو یہاں چاروں طرف گھاس کا جنگل تھا۔ لیکن اب یہاں جانوروں نے چر کر وادیوں اور کوہستانوں کو بالکل عریاں اور برہنہ کر دیا ہے۔ پہلے پہلے جانور پیٹ بھر کر آتے تھے اب بہت سے جانور بھوکے آنے لگے ہیں۔ اگر ہم نے یہاں مزید قیام کیا تو بھوک کے باعث کئی جانور مرنا شروع ہو جائیں گے، جو قبیلے کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہوگا۔ اس بناء پر میں یہاں سے کوچ کو التواء میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

نفیل بن ساعدہ جب رکا تب طرغائی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"یہاں سے کوچ کرنے کے بعد ہمارا رخ کس طرف ہوگا؟"

نفیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"طرغائی! جس جگہ ہمارے قبیلے نے پڑاؤ کر رکھا ہے یہ ان راستوں پر نہیں ہے

جہاں ہم معمول کے مطابق سفر کرتے ہوئے یمن سے بابل و بابل سے یمن کا
لگاتے ہیں۔ ان علاقوں میں تو ہم صرف بنی اسرائیل کے جنگجوؤں پر حملہ آور ہونے کے
لئے آئے تھے۔ چونکہ ہمارے مخبروں نے بتا دیا تھا کہ یہاں گھاس کے وسیع جنگل
ہیں۔ اس بناء پر قبیلے کو بھی یہاں بلا لیا گیا تاکہ چند روز تک جانور یہاں پیٹ بھر کر
گھاس چر سکیں اور فربہ ہو جائیں۔ ورنہ ہمارا معمول کا راستہ تو شمال کی طرف رہ گیا ہے
اور ہم نے اب اسی سمت جانا ہے۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغائی پھر بول اٹھی۔

''آپ نے کہا تھا کہ دادا کے سفر کے لئے سامان کے چھکڑے میں اہتمام کر دیا جائے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ گھوڑے پر سفر کرنے کی بجائے میں بھی دادا کے ساتھ اسی چھکڑے میں سفر کروں۔ سفر کے دوران میں دادا کی دیکھ بھال کر سکوں گی اور طبیب جو دوا دے گا بروقت دادا کو پلا سکوں گی۔''

طرغائی کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، کہنے لگا۔

''طرغائی! اگر تم یہ بات نہ کہتیں تب میں تم سے خود کہنے والا تھا کہ تم دادا کے ساتھ سفر کرنا۔ اس لئے کہ میں تو کوچ کے وقت اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ قبیلے کے آگے ہوں گا۔ اگر تم چھکڑے میں سفر کرتی ہو تو دادا کی بہتر انداز میں خدمت کر سکتی ہو، اُسے بروقت دوا بھی پلا سکتی ہو۔ ہو سکتا ہے تمہاری ہی بہتر تیمارداری سے دادا اس بخار اور بیماری سے نجات پا جائے۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو طرغائی اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی، اس سے پہلے ہی نفیل کی طرف دیکھتے ہوئے عشیرہ بول اٹھی تھی۔

''نفیل! اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی طرغائی کے ساتھ دادا کے چھکڑے میں سفر کرلوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم دونوں بہنیں مل کر بہتر انداز میں دادا کی خدمت کر سکیں گی۔''

عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

''عشیرہ! تمہارے پہلے ہی ہم پر بڑے احسان ہیں۔ تم میری غیر موجودگی میں بھی

اکثر اوقات دادا کی بہترین خدمت کرتی رہی ہو۔ اس کے لئے میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ لیکن اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ اگر تم طرغائی کے ساتھ دادا کے چھکڑے میں سفر کرنا چاہتی ہو تو تم ایسا کر سکتی ہو۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں تمہارا یہ فعل میری خوشی کا باعث ہوگا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جہاں عشیرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی وہاں طرغائی بھی پُرمسرت انداز میں کبھی نفیل بن ساعدہ اور کبھی عشیرہ کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کچھ سوچتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں بہنیں دادا کے پاس بیٹھو۔ میں ذرا حرقوص بن شجرہ کے پاس جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ دادا کے لئے کون سے چھکڑے کا انتخاب کیا جاتا ہے اور اس میں دادا کے آرام اور سہولت کے لئے کیا اہتمام کیا جاتا ہے۔''

طرغائی اور عشیرہ دونوں نے جب اس سے اتفاق کیا تب نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔

اگلے روز خانہ بدوش قبیلے نے الحجر کی طرف کوچ کیا تھا۔ کوچ کی حالت یہ تھی کہ قبیلے کے آگے آگے فردوس اور زہیر بن سلمی کے ساتھ نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ، اشجع بن فردوس، زہیر بن سلمی کے دونوں بیٹوں کے علاوہ قبیلے کے کچھ اہم لوگ اور چھوٹے سالار بھی تھے۔ قبیلے کی اکثر عورتیں بھی اپنے گھوڑوں پر سوار تھیں۔ عورتوں اور بوڑھے لوگوں میں وہ لوگ جو گھوڑے کی سواری نہیں کر سکتے تھے ان میں سے کچھ اونٹوں کے کجاوے پر سفر کر رہے تھے۔ زیادہ لاغر افراد کو باربرداری کے چھکڑوں میں ڈال دیا گیا تھا۔ اس طرح خانہ بدوش قبیلہ حرکت میں آیا۔ آگے آگے قبیلے کے افراد تھے۔ کچھ گھوڑوں پر سوار، کچھ اونٹوں کی نکیلیں پکڑے ہوئے، کچھ چھکڑوں کو ہانکتے ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے قبیلے کے جانور تھے جو بھیڑ بکریوں کے علاوہ فالتو اونٹوں اور گھوڑوں پر مشتمل تھے۔ اور ان جانوروں کے پیچھے پھر مسلح جوان تھے جو ان جانوروں کو ہانکتے چلے جا رہے تھے۔

کچھ آگے جا کر حرقوص بن شجرہ نے سوالیہ سے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا تھا۔ نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس موقع پر فردوس

اور زبیر بھی مسکرا رہے تھے۔ شاید حرقوص کے اس طرح دیکھنے کا مطلب سمجھ گئے تھے پھر تھوڑی دیر بعد قبیلے کے کچھ مغنی حرکت میں آئے اور مل کر وہ خداوند قدوس کی حم گانے لگے تھے جس کا انداز اور مفہوم کچھ اس طرح تھا:

فلک کو چاند ستاروں سے جس نے سجا رکھا ہے
زمین کی کوکھ میں آتش کو جس نے جلا رکھا ہے
وہی تو ہے میرا خدا کہ جس نے لفظ ''کن'' سے
بزمِ کائنات کو کیا خوب سجا رکھا ہے
چمکتے ہیں ماہ و نجوم کہیں نکلتا ہے سورج
یہ روز و شب کا تغیر اُسی نے رچا رکھا ہے
نکالا آگ سے جس نے کسی کو بیر ویران سے
اسی خالق کمال نے کمال یہ دکھا رکھا ہے
دہر میں بے ہمتا ہے وہ آفتاب کو جس نے
حدتوں کا ارتکاز بنا و سجا رکھا ہے
راہی بے منزل ہو کوئی یا کوئی حکمراں ہو
قضا کا دن سب کے لئے اس نے ٹھہرا رکھا ہے

خانہ بدوش قبیلے کے مغنیوں نے ایک ساتھ مل کر خداوند قدوس کی حمد اپنا شروع کی تھی۔ اس وقت قبیلے میں طرغائی نے عجیب وغریب سماں دیکھا تھا۔ اس لئے کہ قبیلے کے کیا بوڑھے، کیا بچے، کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بچیاں، کیا بوڑھیاں سب ہی مل کر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی ہوئی ان مغنیوں کی لے سے لے ملاتی ہوئی وہ حمد گا رہی تھیں اور اس طرح ان سب کے مل کر وہ حمد گانے سے جس تاریخی شاہراہ پر وہ سفر کر رہے تھے اس شاہراہ کے راستے، اس شاہراہ کے کوہستانی سلسلے، اس شاہراہ کے صحرائی ٹیلے سب اس حمد کی بازگشت سے گونج رہے تھے۔

بہرحال وہ خانہ بدوش قبیلہ اس طرح خوش کن انداز میں سفر کرتا ہوا الحجر پہنچا اور وہاں قبیلے کے نوجوان بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنے خیمے نصب کرتے ہوئے پڑاؤ قائم کرنے لگے تھے۔

اس موقع پر چھکڑے میں بیٹھے ہی بیٹھے طرغائی نے عشیرہ کی طرف دیکھا پھر بڑی

بی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''عشیرہ میری بہن! ہمیں اب چھکڑے سے نیچے اترنا چاہئے اور دادا کو بھی اتار لینا چاہئے۔''

طرغائی کے ان الفاظ کے جواب میں عشیرہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''طرغائی! ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قبیلے کے سارے جوان پورے قبیلے کے خیمے نصب کریں گے۔ جب خیمے نصب ہو جائیں گے تو نفیل بن ساعدہ خود ہی یہاں آئیں گے۔ اس کے بعد دادا کو خیمے میں منتقل کیا جائے گا۔ ہم بھی ان کے ساتھ ہی چھکڑے سے اتر کر خیمے کی طرف ہو لیں گی۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغائی مطمئن ہو گئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی یہاں تک کہ اس نے پھر عشیرہ کو مخاطب کیا۔

''یہ جس جگہ خیمے نصب ہو رہے ہیں یہ جگہ کون سی ہے اور یہاں قبیلے کا کتنے دن تک قیام رہتا ہے؟''

طرغائی کے اس سوال پر عشیرہ پھر بول اٹھی۔

''طرغائی میری بہن! یہاں کافی دن تک قبیلہ قیام کرے گا اور یہ سرزمین بڑی اہم، تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغائی نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''کس لحاظ سے یہ اہم اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے؟''

''میری بہن! اس سرزمین میں کائنات کے مالک اور خداوند قدوس نے یہاں بسنے والی قوم کے لئے اپنے ایک پیغمبر کو مبعوث کیا تھا۔ اس قوم نے کیونکہ اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تھی لہٰذا اہل قوم پر انہی سرزمینوں کے اندر انتہائی ہولناک اور کرب خیز عذاب نازل ہوا تھا اور پیغمبر کی نافرمانی کرنے والی قوم کو کائنات کے مالک نے نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغائی کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ تجسس بھرے انداز میں وہ عشیرہ کی طرف دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی بول اٹھی۔

"میری بہن! کیا تم مجھے اس کی تھوڑی بہت تفصیل نہ بتاؤ گی؟ تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو۔ اب کیونکہ میں تمہارے خانہ بدوش قبیلے کی ایک اکائی ہوں لہٰذا جن شاہراہوں پر، جن کوہستانی سلسلوں کے اندر، جن جن صحراؤں میں سے قبیلہ ان مسافتوں کو طے کرتا ہے ان سے متعلق میری معلومات مکمل ہونی چاہیے۔"

طرغائی کے اس سوال پر عشیرہ نے کچھ سوچا پھر بول اٹھی۔

"طرغائی میری بہن! جو قوم یہاں آباد تھی اسے دو نام دیئے گئے ہیں۔ اُسے قوم ثمود بھی کہتے ہیں اور قوم عادِ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ عادِ اولیٰ ان سرزمینوں میں آباد تھے جہاں ہم آگے چل کر پڑاؤ کریں گے۔ قوم عادِ اولیٰ کے متعلق تفصیل میں تمہیں اُن کی سرزمینوں میں جا کر بتاؤں گی۔ یہاں جس جگہ ہمارا قبیلہ قیام کر رہا ہے یہ عادِ ثانیہ کی سرزمین ہے۔ اسے قوم ثمود بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ جہاں خیمے نصب کئے جا رہے ہیں ان سرزمینوں کو الحجر کہتے ہیں۔ یہ حجاز اور شام کے درمیان وادی القراء تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں سب جگہ اس قوم کی سکونت تھی۔ اس علاقے کو فج الناقہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں اپنی قوم کے کہنے پر ان میں مبعوث ہونے والے پیغمبر نے خداوند قدوس سے ایک معجزہ بھی دکھایا تھا۔ یہ معجزہ اونٹنی کا تھا۔ اس بناء پر اس اونٹنی کی نسبت سے اس سرزمین کو فج الناقہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔۔ میری بہن! فج الناقہ کا یہ مقام حِجر ثمود بھی کہلاتا ہے اور یہ مدین شہر سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ خلیج عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح ان کے آباؤ اجداد یعنی عادِ اولیٰ کو عادِ ارم کہا گیا ہے اسی طرح یہاں بسنے والی قوم کو ثمود ارم یا ثمودِ ثانیہ کہا گیا ہے۔

(مستشرقین جس طرح تحقیق کے نام پر غلط دعوے کرنے کے عادی ہیں اسی طرح انہوں نے ثمود کو بھی اپنی تحقیقات کا تختۂ مشق بنایا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ ثمود کی اصل کیا ہے اور اس کا وجود کب ہوا اور کس زمانے میں وہ قوم یہاں آباد تھی۔ اس سوال کے جواب میں مغربی ملکوں کے دو گروہ ہیں۔

ایک فریق کہتا ہے کہ ثمود دراصل یہودیوں کا ایک گروہ تھا جو فلسطین میں داخل نہیں ہوا تھا اور یہیں بس گیا تھا۔ مگر یہ قول نہ صرف پایۂ تحقیق سے گرا ہوا ہے بلکہ قطعاً غلط، مہمل اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ تمام مؤرخین بالاتفاق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابھی وہ

زمانہ قریب بھی نہ آیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلتے کہ ثمود کی آبادیاں تباہ اور ہلاک ہو چکی تھیں اور ان کا خداوند قدوس نے قلع قمع کر دیا ہوا تھا۔

نیز قرآن مقدس اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو قومِ فرعون نے جھٹلایا تو آلِ فرعون ہی میں سے ایک مردِ مومن نے یہ کہہ کر اپنی قوم کو ڈرایا کہ تمہاری اس تکذیب کا نتیجہ کہیں یہ نہ ہو جائے جو تم سے پہلے قومِ نوح، قومِ عاد اور قومِ ثمود اور اس کے بعد کی قوموں کا اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی وجہ سے ہوا تھا۔

مغربی مؤرخین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ لوگ وہ عرب تھے جن کو تاریخ کے اوراق میں عمالقہ کہا جاتا ہے اور وہ فرات کے مغربی حصے سے اٹھ کر یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ یہاں بسنے والے عمالقہ انہی میں سے تھے جن کو مصر کے بادشاہ اعمس نے خارج البلد کر دیا تھا۔ اس لئے کہ یہ قوم ایک عرصہ تک مصر پر حکومت کرتی رہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہی قوم مصر پر حکمران تھی۔ ان مؤرخین کا یہ کہنا ہے کہ کیونکہ مصر کے زمانے میں ان لوگوں نے فنِ سنگ تراشی میں کمال حاصل کر لیا تھا اس لئے جب وہ یہاں سے الحجر میں آ کر آباد ہوئے تو انہوں نے پہاڑوں اور پتھروں کو تراش کر بے نظیر عمارات تعمیر کیں اور انتہائی لاجواب محل تعمیر کئے۔ مگر جمہور مؤرخین اس کے خلاف ہیں)

یہاں تک کہنے کے بعد عشیرہ رکی، دم لیا اور اس کے بعد طرغائی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"میری بہن! یہاں سے اٹھنے کے بعد ہمارا قبیلہ اگلی منزلوں کی طرف جائے گا تو وہاں بھی قیام کریں گے جہاں عادِ اولیٰ نام کی قوم ہوا کرتی تھی۔ وہاں جو لوگ اس وقت آباد ہیں ان کا کہنا ہے کہ ثمود کی آبادیاں اور محلات قومِ عاد کی صناعی کا نتیجہ ہیں۔ قومِ عاد حضرموت کے مقام پر آباد تھی جہاں پر ہمارا اگلا پڑاؤ ہوگا۔ لہٰذا یہ ثمود قومِ عاد کی باقیات میں سے تھے۔ جب وہاں ہمارا قبیلہ پڑاؤ کرے گا تو میں نفیل بن ساعدہ سے کہوں گی کہ تمہیں یہاں کی عمارتوں کی سیر کرائے۔ اس لئے کہ قومِ ثمود نے یہاں کی بڑی چٹانوں، بڑے بڑے کوہستانی سلسلوں کو تراش کر اپنی رہائش کے لئے بڑی عمدہ عمارات اور محل بنائے تھے جن کے واضح نشانات اب بھی موجود ہیں۔

جہاں تک قوم ثمود کے یہاں آباد ہونے کے زمانے کا تعلق ہے تو وہ لوگ اللہ
نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے یہاں آباد تھے۔ ان کی بعثت سے پہلے وہ
ہلاک بھی ہو چکے تھے۔

(یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ثمود کی آبادیوں کے قریب آج کل بعض ایسی قبر
بھی پائی گئی ہیں جن پر آرامی زبان کے کتبے لگے ہوئے ہیں۔ ان کتبوں پر جو تاریخ
کندہ ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کی ہیں۔ اس سے بعض لو
کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وجود میں آئی
حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ دراصل ان لوگوں کی قبریں ہیں جو اس قوم کی ہلاکت
ہزاروں برس کے بعد اتفاقاً یہاں آ کر بس گئے تھے اور انہوں نے اپنے بزرگوں
آثار کی قدامت ظاہر کرنے کے لئے آرامی خط میں اپنے کتبے لکھوا کر یادگار کے طو
یہاں نصب کروا دیئے تھے۔ اس لئے ان دنوں وہی قوم ان علاقوں کی طرف آ
اور ان لوگوں کا قومِ عاد سے کوئی تعلق نہیں ہے)

یہاں تک کہنے کے بعد عشیرہ رکی تب طرغانی اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اگر ثمود نام کی ایک قوم یہاں آباد تھی اور جس طرح تم نے کہا ہے کہ ان کے
کائنات کے مالک نے اپنے ایک پیغمبر کو بھی مبعوث کیا تھا تو پھر یہاں آباد ہونے
اس قوم کا مذہب کیا تھا؟ اور کیسے اور کس طرح ان پر عذاب نازل ہوا اور وہ تباہ و
ہو گئی؟''

طرغانی کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لئے عشیرہ نے پُر شوق انداز میں اس کی طرف
دیکھا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

''طرغانی! میری بہن! ثمود اپنے بت پرست پیش روؤں کی طرح بت پرست
اور وہ خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودانِ باطل کے پرستار اور شرک میں
تھے۔ اس لئے ان کی اصلاح اور راہنمائی کے لئے خداوند قدوس نے انہی کے ا
میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کو راہِ راست
لائیں۔ ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے وہ صبح و شام لطف اندوز ہوتے رہے
اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور
دلائل اور براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور عبا

صرف اُسی ذات احد کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے۔''

اس موقع پر طرغانی نے پھر دخل اندازی کی اور پھر کہنے لگی۔

''اگر کائنات کے مالک نے اس قوم کی بہتری اور بھلائی کے لئے اپنے پیغمبر کو
مبعوث کیا تھا تو وہ قوم کیوں نہیں مانی؟ کیسے اللہ کے نبی نے یہاں معجزہ دکھایا اور پھر
معجزہ دکھانے کے باوجود بھی اس قوم نے پیغمبر کو کیوں تسلیم نہ کیا؟''

طرغانی کے اس سوال پر عشیرہ مسکرائی اور پھر وہ انتہائی عالمانہ اور معلمانہ انداز میں
کہنے لگی۔

''اس میں شک نہیں کہ نبی اور پیغمبر کو معجزہ نہ بھی دیا جائے تب بھی پیغمبر کی پیغمبرانہ
زندگی، کتابِ ہدایت کی موجودگی اور عقلی دلائل اور براہین کی روشنی میں اس کی صداقت
پر ایمان لانا از حد ضروری ہوتا ہے اور اس کا انکار مذہب کی اصطلاح میں کفر تسلیم کیا
جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آفتابِ صبح سے زیادہ روشن اور عقلی دلائل کے
باوجود عوام کی فطرت اکثر و بیشتر حق اور صداقت کو قبول کرنے کے لئے بھی دلائل سے
زیادہ ایسے امور سے جلد متاثر ہوتی ہے جو عقل کو حیران اور دماغ کو مرعوب کر کے ان
پر ظاہر کر دے اور دعویٔ نبوت کے ساتھ نبی کا یہ عمل بلاشبہ خدا کی دی ہوئی ایسی طاقت
ہوتا ہے جس کا مقابلہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور اس کے مظاہرے کے سامنے
عاجز اور درماندہ ہو کر وہ یقین کر لیتے ہیں۔ جو یقین کر لیتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں اور
جو نبی کی طرف سے معجزے اور واضح براہین دیکھنے کے بعد بھی انکار کرتے ہیں ایسی
قومیں عذاب سے دوچار ہو جاتی ہیں۔

طرغانی میری بہن! میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ قوم ثمود کے لوگ بڑے
بڑے بڑے طاقتور اور دراز قد تھے۔ جب اللہ نے انہی میں سے حضرت صالح
علیہ السلام کو ان کی راہبری کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس قوم نے اللہ کے پیغمبر کو
نہ مانا۔ اس لئے کہ اس وقت اس قوم کے اندر بڑے بڑے محل تھے۔ ان کے پاس
مال و دولت کے انبار تھے۔ جانوروں کے ریوڑ کے ریوڑ تھے۔ اور جب اللہ کے پیغمبر
حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی بندگی کی طرف
بلایا تو قوم کے سرداروں نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

''ہم باطل پرست ہوتے، خدا کے صحیح مذہب کے منکر ہوتے اور پسندیدہ طریقہ

پر قائم نہ ہوتے تو آج ہم کو یہ دھن دولت، سرسبز و شاداب باغات کی فراوانی، سیم و زر کی بہتات، بلندی اور عالیشان محلات کی رہائش، میوہ جات اور پھلوں کی کثرت، شیریں نہروں اور عمدہ مرغزاروں کی افزائش حاصل نہ ہوتی۔''

اور جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ کہتے۔

''تو خود اپنے پیروکاروں کی طرف دیکھ اور ان کی تنگ حالی اور غربت پر نظر کر بتلا کہ خدا کے پیارے اور مقبول کون ہیں، ہم یا تم؟''

اس کے باوجود اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔

''تم اپنی اس عیش و عشرت پر شیخی نہ مارو اور خدا کے سچے رسول اور اس کے دین حق کا مذاق نہ اڑاؤ۔ اس لئے کہ تمہارے کبر اور غرور اور انا کا یہی حال رہا تو پل میں سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اور پھر نہ تم رہو گے اور نہ تمہارا یہ ساز و سامان۔ بے شک یہ سب کچھ خدا کی نعمتیں ہیں۔ بشرطیکہ ان کو حاصل کرنے والے اس کا شکریہ ادا کریں اور اس کے سامنے سر نیاز جھکائیں۔ اور بلاشبہ یہی سامانِ عذاب اور لعنت ہے اگر ان کا استیصال شیخی اور غرور کے ساتھ کیا جائے۔ اس لئے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ سامانِ عیش خوشنودی الٰہی کا ثمرہ ہے۔''

قومِ ثمود کو یہ بھی حیرانی تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم میں سے ایک انسان خدا کا پیغمبر بن جائے اور وہ خدا کے احکام سنانے لگے۔ اس پر وہ سخت تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے۔

''اگر ایسا ہونا ہی تھا تو اس کے اہل ہم تھے نہ کہ صالح۔''

اور کبھی اپنی قوم کے کمزور لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے۔

''بلاشبہ ہم تو اس شے کا جس پر تمہارا ایمان ہے، انکار کرتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عشیرہ رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگی۔

''طرغائی! میری بہن! اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی مغرور اور سرکش قوم نے ان کی پیغمبرانہ دعوت اور نصیحت کو یوں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور خدا کے نشان یعنی معجزے کا مطالبہ کیا۔

تب اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے خداوندِ قدوس کے ہاں معجزے کی دعا کی اور اس دعا کی قبولیت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''تمہارا مطالبہ یہ ہے کہ تمہارے سامنے کوہستانی سلسلے کے اندر سے اونٹنی نکلے اور تمہارے سامنے وہ ایک بچے کو جنم دے۔ دیکھو، خداوندِ قدوس تمہاری راہبری اور رہنمائی کے لئے یہ معجزہ دکھائیں گے اور یہ بات سن لینا، اونٹنی کی صورت میں جو معجزہ تمہیں دکھایا جائے گا، دیکھو اگر تم نے اس اونٹنی کو ایذا پہنچائی تو پھر یہی تمہاری ہلاکت کا سامان ثابت ہوگی۔''

اس معجزے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے، قومِ ثمود جب حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ سے اکتا گئی تو اس کے سرخیل اور سرکردہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ اے صالح! اگر تو خدا کا فرستادہ ہے تو کوئی نشانی دکھا تاکہ ہم تیری صداقت پر ایمان لے آئیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشان آنے کے بعد بھی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔ اس پر قوم کے ان سرداروں نے وعدہ کیا کہ وہ معجزہ دیکھنے کے بعد فوراً ایمان لے آئیں گے۔

تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا نشان چاہتے ہیں؟ قوم نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ میں سے یا بستی کے اردگرد کے ان پتھر میں سے جو کنارے پر نصب ہے ایسی اونٹنی نمودار ہو جو گابھن ہو اور وہاں سے نکلنے کے بعد بچے کو جنم دے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے اس مطالبے کو پورا کرنے کے لئے خداوند قدوس سے دعا کی۔ اسی وقت ان کے سامنے ایک اونٹنی نمودار ہوئی اور اس نے ان کے سامنے ایک بچے کو جنم دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے ایک سردار جس کا نام جندع بن عمرو تھا وہ اسی وقت اللہ کے پیغمبر پر ایمان لایا۔ دوسرے سرداروں نے بھی اس کی پیروی میں ایمان لانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان کے ہیکلوں، ان کے معبدوں اور بتوں کے مہنتوں میں سے ذواب بن عمرو اور اس قوم کے کاہنوں میں سے رباب بن صمعر نے ان کو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے سے باز رکھا۔ اس طرح باقی لوگوں کو بھی حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے سے روک دیا گیا۔

''تم ان الحجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔''

ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب حضور ﷺ الحجر میں داخل ہوئے تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ سے نشانیاں نہ طلب کیا کرو۔ دیکھو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ پہاڑ کی کھوہ سے نکلی اور اپنی باری میں کھا پی کر دہیں وا چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی۔ لیکن ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور ناقہ کی کونچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے انہیں چیخ کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مُردہ ہو کر رہ گئے۔ صرف ایک شخص ابو رغال نامی بچا جو حرم میں گیا تھا۔ لیکن جب وہ حدودِ حرم سے باہر آیا تو وہ بھی عذاب کا شکار ہو کر ہلاک ہو گیا۔''

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عشیرہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک دم خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ سامنے کی طرف سے نفیل بن ساعدہ آ رہا تھا جس کی بناء پر عشیرہ خاموش ہو گئی۔ طرغائی نے بھی نفیل بن ساعدہ کو آتے ہوئے دیکھ لیا لہٰذا عشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''عشیرہ! میں تمہاری بڑی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم نے اس علاقے کی تفصیل سے مجھے آگاہ کیا۔''

اتنی دیر تک نفیل بن ساعدہ بھی قریب آ گیا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا اس چھکڑے کے اندر ہی مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ ہے؟ تم دونوں چھکڑے سے باہر نہیں نکلو گی؟''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے جواب میں عشیرہ اور طرغائی دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور پھر میٹھی نگاہوں سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے مٹھاس بھرے لہجے میں طرغائی کہنے لگی۔

''ہم دونوں تو آپ کا انتظار کر رہی تھیں کہ آپ آئیں اور ہم دادا کو لے کر خیمے میں چلیں۔''

اس کے ساتھ ہی طرغائی اور عشیرہ دونوں چھکڑے سے اتر گئی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ

چھکڑے پر چڑھا اپنے دادا غنم بن عبید اللہ کو اٹھا کر اپنی کمر پر لاد لیا۔ چھکڑے سے نیچے اترا اور اپنے خیمے کی طرف ہو لیا۔ طرغائی اور عشیرہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے ہو لی تھیں۔

تینوں جب خیمے میں داخل ہوئے تو خیمے کے اندر تین بستر لگے ہوئے تھے۔ درمیان والے بستر پر نفیل بن ساعدہ نے غنم بن عبید اللہ کو لٹا دیا تھا۔ پھر طرغائی اور عشیرہ کو مخاطب کر کے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''تم دونوں یہیں بیٹھو۔ عشیرہ! اگر تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ کہیں تمہارے ماں باپ تمہارا بے چینی سے انتظار نہ کر رہے ہوں۔ میں زبردستی تمہیں نہیں روکنا چاہتا۔ اگر اپنی خوشی سے بیٹھنا چاہو تو اس میں میری خوشی ہو گی۔''

عشیرہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میرے ماں باپ میرے یہاں رہنے سے نہ فکرمند ہوں گے اور نہ ناراض۔ آپ جائیں، میں اور طرغائی دونوں دادا کے پاس بیٹھی ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجھے قبیلے کے کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں۔ اتنی دیر تک کھانا بھی تیار ہو جائے گا۔ پھر میں خیمے میں آؤں گا اور سب اکٹھے کھانا کھائیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل کر چلا گیا تھا۔

✲ ...... ✲

•••

اگلے روز سہ پہر کے وقت جس وقت طرغائی خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی، خیمے کے دروازے پر عشیرہ نمودار ہوئی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی طرغائی کے چہرے پر خوشگوار تبسم پھیل گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''عشیرہ! اجنبیوں کی طرح خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑی ہو گئی ہو؟ اندر آؤ مجھے بڑی بے چینی سے تمہارا ہی انتظار تھا۔''

عشیرہ آگے بڑھی۔ جب وہ طرغائی کے پہلو میں بیٹھنے لگی تو طرغائی مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب تم یہ کہو گی کہ نفیل بن ساعدہ کہاں ہیں تو میں تم سے یہ کہوں کہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی نکلے ہیں۔ مجھ سے جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ مجھے ساتھ لے کر جائیں گے اور ان علاقوں میں جو قوم ثمود کی باقیات ہیں وہ مجھے دکھائیں گے۔''

طرغائی جب خاموش ہوئی تب عشیرہ بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''بے فکر رہو ..... میں تم سے نفیل بن ساعدہ کے متعلق نہیں پوچھوں گی۔ کیونکہ میں نفیل سے مل کر آ رہی ہوں۔ وہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہیں اور ایک انتہائی اہم موضوع پر مشورہ ہو رہا ہے۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغائی کسی قدر پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ اس فکرمندی میں وہ عشیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی عشیرہ خود ہی بول اٹھی۔

''دراصل کچھ صابی سوداگر گھوڑوں کا لین دین کرنے کے لئے ہمارے قبیلے میں آئے تھے۔ اُن سے گفتگو کرنے کے لئے میرے باپ نے نفیل بن ساعدہ کو بلایا۔ انہی صابیوں نے یہ اطلاع دی کہ ہم نے جو اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچایا ہے اور ان کے ڈھیروں سامان اور مال و دولت پر قبضہ کر لیا ہے اس کا ردعمل ظاہر ہونے والا ہے۔''

طرغائی اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔ فکرمندی میں پوچھا۔

''کیسا ردعمل؟''

اس موقع پر عشیرہ نے ایک لمبا سانس لیا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

''آنے والے وہ صابی سوداگر کہہ رہے تھے کہ ہم نے جو اسرائیلی بت ماروں اور کاہنوں پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کیا ہے اور ان کے ڈھیروں سامان پر قبضہ کر لیا ہے اس کا اسرائیلی ہم سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ سب اسرائیلی قبائل آپس میں اتحاد اور تعاون کرتے ہوئے ایک جنگجو گروہ تیار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بنی اسرائیل کی دونوں مملکتوں یعنی سامریہ اور یہودیہ کے حکمرانوں کی حمایت بھی حاصل ہے اور وہ ہمارے قبیلے پر حملہ آور ہو کر ہم سے اپنے مرنے والے ساتھیوں اور اپنے لٹ جانے والے سامان کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔ اسی موضوع پر سب مل کر گفتگو کر رہے ہیں۔''

عشیرہ جب خاموش ہوئی تب پہلے جیسے تفکرات بھرے انداز میں طرغائی پھر بول اٹھی۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہمارا قبیلہ یہاں زیادہ دن قیام نہیں کرے گا۔ یہاں سے کسی سمت کوچ کرے گا۔''

جواب میں عشیرہ نے پھر نفی میں گردن ہلائی اور ساتھ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

''قبیلہ یہیں قیام کرے گا۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل تو ابھی ہم پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں ہیں۔ آنے والے صابی کہہ رہے تھے کہ جب ہم یمن تک اپنا چکر لگانے کے بعد وہاں سے لوٹتے ہوئے ان علاقوں کی طرف آئیں گے تب بنی اسرائیل کے لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس بناء پر بنی اسرائیل کے فی الفور ہم پر حملہ آور ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ان حالات میں ہمارا قبیلہ ان علاقوں میں اتنے دن ہی قیام کرے گا جتنے دن پہلے معمول کے مطابق کرتا رہا ہے۔ اس کے بعد

ہم حجاز کی سرزمینوں سے ہوتے ہوئے حضر موت، یمن کی طرف بڑھتے چلے جا گے۔''

تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد عشیرہ نے بات کا رخ بدلا طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں نفیل کے دادا سے بھی مل کر آ رہی ہوں۔ ان کی طبیعت پہلے کی نسبت د خراب ہو چکی ہے۔ نفیل سے میرے یہ الفاظ مت کہنا کیونکہ اس کی دل شکنی ہو گ جہاں تک میں نے دادا کا اندازہ لگایا ہے، وہ بچیں گے نہیں۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغائی بھی اداس ہو گئی تھی، کہنے لگی۔

''میں بھی تھوڑی دیر پہلے ان سے مل کر آئی ہوں۔ ان کی بڑھتی ہوئی بیماری ک پیش نظر نفیل نے انہیں اپنے ماموں اور دوسرے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں ک خیموں کے اندر رکھا ہوا ہے اور وہاں ان کے ماموں اور دوسرے عزیز دن رات ان دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے لئے ایک طبیب مختص کر دیا گیا ہے جو ت دن رات ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس کے باوجود دادا کی طبیعت سنبھل نہیں رہی

خیمے میں کچھ دیر پھر خاموشی رہی۔ اس بار عشیرہ نے موضوع بدلا اور تیز نگاہوں س طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''طرغائی! یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم دل کی گہرائیوں سے نفیل سے محبت کرتی ہو تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتی؟ میرا تو اندازہ ہے کہ اگر تم ایک بار ان سے شا کی خواہش کا اظہار کرو تو وہ اسی وقت مان جائیں گے۔''

عشیرہ کے ان الفاظ پر کچھ دیر مسکرا کر طرغائی اس کی طرف دیکھتی رہی پھر اس ک چہرے پر کسی قدر متانت اور سنجیدگی پھیل گئی۔ ساتھ ہی خیمے میں اس کی آواز ا دی تھی۔

''عشیرہ! میرے علاوہ بھی ایک اور لڑکی نفیل بن ساعدہ کی حق دار ہے اور اس لڑ کا نام عشیرہ ہے۔ اور وہ اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ عشیرہ! میں نے تو نفی بن ساعدہ کو بعد میں چاہا ہے اور تم تو مجھ سے کہیں پہلے ان سے محبت کرتی آ رہی ہو لہٰذا نفیل بن ساعدہ کو حاصل کرنے کا پہلا حق تمہارا ہے۔ عشیرہ! نفیل بن ساعدہ ک ساتھ پہلے تمہاری شادی ہو گی۔ اس کے بعد اگر تم پسند کرو گی تو میں ان سے شا

دوں گی ورنہ......''

اس سے آگے کے الفاظ طرغائی ادا نہ کر سکی تھی اس لئے کہ عشیرہ نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی۔

''طرغائی! میں نے تمہیں اپنی چھوٹی بہن کہا ہوا ہے۔ کسی بھی موقع پر کسی بھی معاملے کے سلسلے میں، میں ہرگز ہرگز تمہاری دل شکنی پسند نہیں کروں گی۔ دیکھو، جہاں تک میرا تعلق ہے میرا رشتہ نفیل کے دادا نے مانگا تھا لیکن میرے باپ نے غلط قدم اٹھاتے ہوئے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لحاظ سے میری ذات اب ایک طرح سے متنازعہ ہے۔ اس لئے کہ ایک موقع پر میرے باپ نے انکار کے بعد نفیل بن ساعدہ کو میرا رشتہ دینے کی پیشکش کی تھی لیکن نفیل نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب نجانے نفیل کے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے کہ نہیں، وہ مجھ سے شادی کرنا پسند کریں گے بھی کہ نہیں۔ لیکن جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ، کوئی دیوار نہیں ہے۔ تمہاری شادی ہر صورت میں نفیل بن ساعدہ کے ساتھ ہو گی۔ میری بہن! اس میں کوئی شک نہیں کہ نفیل بن ساعدہ ہم دونوں کی منزل ہے۔ اگر کعبہ کے رب کو منظور ہوا تو تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی اور دونوں بہنیں اپنی منزل پر پہنچ کر مجھے امید ہے بڑی آسودگی اور طمانیت سے زندگی بسر کریں گی۔''

اس گفتگو کا جواب طرغائی دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحے خیمہ میں نفیل بن ساعدہ داخل ہوا تھا۔ آتے ہی تیز انداز میں وہ طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''طرغائی! جلدی کرو، اٹھو، چلیں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں قوم ثمود کے کھنڈرات دکھاؤں گا۔ عشیرہ کو بھی اسی بناء پر میں نے ادھر بھیجا ہے۔ ہم تینوں مل کر نکلیں گے۔ پر جلد ہی لوٹ آئیں گے اس لئے کہ میں دادا کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی بلکہ بگڑ رہی ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر عشیرہ اور طرغائی دونوں پریشان ہو گئی تھیں۔ دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر نفیل بن ساعدہ کے ساتھ وہ خیمے سے نکل گئی تھیں۔ اپنے خانہ بدوش قبیلے کی خیمہ گاہ سے نکل کر وہ بائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کی طرف ہو لئے تھے۔

نفیل دونوں کو لے کر پتھروں سے تراشی ایک بہت بڑی حویلی میں داخل ہوا
ہیئت اور اپنی حالت سے وہ قومِ ثمود کی کوئی شاہی حویلی لگتی تھی۔ اس میں متعدد کم
تھے اور اس حویلی کے ساتھ ایک بڑا حوض بھی تھا اور یہ پورا مکان پہاڑ کاٹ کر
گیا تھا۔

(قومِ ثمود کے ایسے آثار اب بھی موجود ہیں بلکہ وہاں سے بعد کے ادوار میں
کتبہ بھی ملا جس پر نبطی زبان کے حروف کندہ ہیں اور ولادتِ مسیح سے قریب زما
اسے شمار کیا جاتا ہے۔ اس پر جو تحریر لکھی ہے اس کا لب لباب کچھ اس طرح ہے:

''یہ مقبرہ کم کم بنتِ وائلہ بن حرم اور کم کم کی بیٹی قلیبہ نے اپنے لئے اور
اولاد کے لئے بنوایا ہے۔ اس کی تعمیر بہت اچھے مہینوں میں شروع کی گئی
نبطیوں کے بادشاہ حارث کی تخت نشینی کا نواں سال ہے اور حارث جو اپنے
عاشقِ صادق ہے۔''

اس کتبے پر جو مزید تحریر لکھی ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

''پس ذوالشریٰ، ارشہ، لات، منوت اور قیس کی ان پر لعنت جو ان قبروں کو
فروخت کرے یا رہن رکھے یا ان میں سے کسی جسم کو یا عضو کو نکالے یا کم کم اور اس کی
بیٹی اور اس کی اولاد کے علاوہ کسی کو دفن کرے اور جو شخص بھی اس پر لکھے ہوئے کی
مخالفت کرے اس پر ذوالشریٰ، ہبل اور منوت کی پانچ لعنتیں ہوں اور جو اس کے خلاف
کرے اس پر ایک ہزار درہم حارثی کا تاوان واجب ہے۔ مگر یہ کہ اس کے ہاتھ میں کم
کم، قلیبہ یا اس کی اولاد میں سے کسی کے ہاتھ کی تحریر ہو جس میں اس اجنبی قبر کے
لئے صاف اور صریح الفاظ اور اجازت موجود ہو اور وہ اصلی ہو جعلی نہ ہو۔'')

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ طرغائی کو قومِ ثمود کے دوسرے بہت سے آثار دکھانے
لگا تھا۔ جہاں تک عشیرہ کا تعلق تھا تو اس نے تو یہ آثار پہلے ہی کئی بار دیکھ رکھے تھے کافی
دیر تک وہ قومِ ثمود کی تباہ حال بستیوں میں گھومتے رہے۔ کوہستانی سلسلوں کو تراش
تراش کر جو محل بنائے گئے تھے بغور ان کا جائزہ لیتے رہے۔ اس موقع پر ایک جگہ
طرغائی رک گئی اور پھر حسرت بھرے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگی۔

''عجیب پُر قوت قوم تھی جس نے اتنے بڑے کوہستانی سلسلوں کو تراش کر اپنی

رہائش گاہیں بنائیں۔ آخر انہوں نے کیوں نہیں کائنات کے مالک کی فرمانبرداری
اختیار کی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی تباہی اور اپنی بربادی کا پروانہ لکھا؟''

طرغائی جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''طرغائی! یہ اس کائنات کے مالک اور خدا کا طریقہ کار ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے
پیغمبر کی ہدایت کو نہیں مانتی اور پیغمبر کے لائے ہوئے پیغام پر کان نہیں دھرتی تو ضروری
نہیں کہ وہ قوم ہلاک کر دی جائے لیکن جو قوم اپنے نبی سے اس وعدہ پر نشان اور معجزہ
طلب کرے کہ ان کا مطلوبہ نشان اگر ظاہر ہو گیا تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اور
پھر وہ ایمان نہ لائیں تو اس قوم کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے اور خداوندِ قدوس اس کو
معاف نہیں کرتا۔ تاوقتیکہ وہ تائب ہو جائے اور خدا کے دین کو قبول کر لے۔ ورنہ ایسی
سرکش قوم کو خداوند قدوس عذاب سے دوچار کرتا ہے اور دنیا سے نیست و نابود کر کے
رکھ دیتا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ایک نوجوان بھاگتا
ہوا آیا۔ اس کے اس طرح آنے پر نفیل بن ساعدہ چونکا تھا۔ پریشانی سے اس کی طرف
دیکھنے لگا تھا۔ وہ نوجوان قریب آیا اور پھولی ہوئی سانس میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

''آپ فوراً چلیں۔ آپ کے دادا کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔''

ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے خیموں کی
طرف دوڑ رہا تھا۔ جو جوان یہ خبر لے کر آیا تھا وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا
تھا۔ طرغائی اور عشیرہ بھی بڑی پریشانی کی حالت میں نفیل بن ساعدہ کے پیچھے پیچھے خیمہ
گاہ کی طرف بھاگ رہی تھیں۔

نفیل جب اس خیمے کے پاس آیا جس میں اس کے ماموں کے خیمے کے قریب ہی
اس کے دادا کو رکھا گیا تھا تو اس نے دیکھا خیمے کے باہر اس وقت قبیلے کے سردار اور
نائب سردار کے علاوہ اور بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ سب میں سے ہوتا ہوا
نفیل خیمے میں داخل ہوا۔ اندر بستر پر اس کا دادا بے سدھ لیٹا ہوا تھا۔ اس کے قریب
نفیل کا ماموں، ممانی اور دوسرے عزیز و اقارب بیٹھے ہوئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ کے
پیچھے پیچھے طرغائی اور عشیرہ بھی خیمے میں داخل ہو گئی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت غنم بن عبید اللہ نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ سانس رک رک کر آ رہی تھی۔ طرغائی اور عشیرہ بھی آگے بڑھ کر غنم بن عبید اللہ کی ٹانگوں کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ نے غنم بن عبید اللہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر لحہ بہ لحہ بکھرتی اور روتی ہوئی آواز میں اس نے غنم بن عبید اللہ کو مخاطب کیا۔

''دادا! میری طرف دیکھو، میں نفیل تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔''

بڑی مشکل سے غنم بن عبید اللہ نے اپنے سر کو تھوڑی سی جنبش دی۔ آہستہ آہستہ بڑی مشکل سے اس نے آنکھیں کھولیں۔ اس کے بعد نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی نحیف، باریک، ڈوبتی اور ختم ہوتی آواز میں کہنے لگا۔

''بچے! تیرا میرا ساتھ ختم ہو رہا ہے۔ وہ مالک جس نے اس کائنات اور اس میں چلنے والے نظام اور قانونِ فطرت کو جاری ساری کیا وہ تیرے اور میرے درمیان دوری اور بعد کی ایک دیوار کھڑی کر رہا ہے۔ اور ایسا ایک دن ہونا بھی تھا۔

بیٹے! میں نے اپنی زندگی کی ابتداء تجھ سے بہت پہلے کی تھی لہٰذا مجھے اپنے مالکِ حقیقی کے پاس تم سے پہلے ہی جانا تھا۔ سو میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ میرے مرنے پر نوحہ خوانی ہرگز مت کرنا۔ اس لئے کہ اس زمین پر جو آیا ہے خداوندِ قدوس نے اس کی واپسی اور اس کی موت کا دن بھی مقرر کر رکھا ہے۔ سو ہر ایک نے واپس جانا ہے۔ اگر سارے مسافر باری باری یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں تو پھر کیسا رونا، کیسی نوحہ خوانی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ کی سانس دھیمی پڑنے لگی تھی۔ وہ رک گیا اور اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ نحیف آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

''مجھے یہیں کسی کوہستانی سلسلے کے اوپر کسی ٹیلے، کسی دامن، کسی وادی میں دفن کر دینا تاکہ جب تم اپنے قبیلے کو لے کر یہاں سے بابل اور پھر واپسی پر سفر کرتے ہوئے یمن کا رخ کیا کرو گے تو میری روح بھی تم لوگوں کی حالت کا جائزہ لے لیا کرے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ رکا، پھر اس کی اداس اور افسردہ نگاہیں اپنے قریب بیٹھی طرغائی پر جم گئی تھیں۔ چند ثانیوں تک وہ طرغائی کی طرف دیکھتا رہا۔ طرغائی بھی بڑی افسردگی سے غنم بن عبید اللہ کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ

[نف]یل کو غنم بن عبید اللہ نے مخاطب کیا۔

''میرے بیٹے! اس بچی کا خیال رکھنا۔ اس کے ماں باپ اور عزیز و اقارب مارے جا چکے ہیں۔ ایسی بچیاں انتہا درجہ کی نگہداری کی حق دار ہوتی ہیں...... اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی حفاظت......''

اس سے آگے غنم بن عبید اللہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی سانس رک گئی اور وہ دم توڑ گیا۔ قریب جو طبیب بیٹھا ہوا تھا اس نے غنم بن عبید اللہ کی نبض کا جائزہ لیا پھر انتہائی [افس]ردہ انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا

''غنم بن عبید اللہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی طبیب نے غنم بن عبید اللہ کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کی چھاتی پر سر رکھ کر سسکنے لگا تھا جبکہ اس موقع پر طرغائی اور عشیرہ بھی رو دی تھیں۔ غنم بن عبید اللہ کی موت کی خبر سن کر حرقوص بن شجرہ، فردرس اور زہیر بن سلمی بھی اندر آئے اور نفیل بن ساعدہ کو ڈھارس اور تسلی دینے لگے تھے۔

☼ ...... ☼

●●●

قومِ ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی بیٹی امیتہ کی شادی بابل کے بادشاہ بخت نصر ساتھ بڑی دھوم دھام کے ساتھ رچائی گئی تھی۔ بخت نصر ایک جرار لشکر کی صورت قومِ ماد کے بادشاہ کیا کسارا کے مرکزی شہر اکبتانہ گیا۔ وہاں شادی کی رسومات طریقے سے ادا کی گئیں۔

قومِ ماد کی شہزادی کو رخصت کرنے کے لئے سونے کی بگھی میں بٹھایا گیا۔ طرح یہ نئی نویلی دلہن قومِ ماد کے مرکزی شہر اکبتانہ سے بخت نصر کے مرکزی شہر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

جس روز بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اپنی دلہن کو لے کر اکبتانہ سے بابل داخل ہوا اُس روز بابل کی 53 عبادت گاہوں کے دروازوں پر ایسا چراغاں کیا گیا دیکھ کر دیکھنے والے دنگ رہ گئے تھے۔ اس کے علاوہ بابل میں زمینی دیوتاؤں کی سو، آسمانی دیوتاؤں کی چھ سو اور دوسرے بہت سے دیوی دیوتاؤں کی ساری زبانیں کھول دی گئی تھیں۔ شاہراہوں کے علاوہ دیواروں پر بھی مشعلیں لٹکا دی گئی تھیں پورے شہر کو روشن کر کے روشنی سے جگمگا دیا گیا تھا۔

دلہن کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے شہر کے اندر بخت نصر کے مسلح جوان کوچوں میں گشت کرنے لگے تھے۔ شہر کے اندر جو فقیر، کوڑھی، اندھے، طاعون مریض اور اس جیسے لوگ تھے انہیں پکڑ پکڑ کر اور ایک طرح سے ہانکتے ہوئے گلی کوچوں اور سڑکوں سے ان کو صاف کر دیا گیا تھا۔ شہر کو صاف کر کے دلہن کی طرح سجا دیا تھا۔ کوڑا کرکٹ بابل شہر کے مشرقی دروازے سے باہر نکال کر گڑھوں میں ڈال دیا تھا۔

بخت نصر کے اپنی دلہن کے ساتھ بابل میں داخل ہونے سے پہلے بابل کے سب سے بڑے دیوتا مردوک کو بابل کے بڑے مندر اساگیلہ سے باہر نکالا گیا۔ اس موقع پر مندر کی چھت پر کئی بگل بجنے لگے۔ تب بے شمار کبوتر چھوڑے گئے جو فضاؤں کے اندر پرواز کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد مردوک دیوتا کو ایک رتھ پر سوار کر دیا گیا تھا۔ جس رتھ پر مردوک دیوتا کو سوار کیا گیا تھا وہ خاص طور پر دیوتا ہی کے لئے بنایا گیا تھا اور اس رتھ کو بابل کے لوگ تخت اژدر کے نام سے پکارتے تھے۔

جس وقت بابل کے سب سے بڑے دیوتا کو مندر سے نکالا گیا تو لوگ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مردوک کی تعریف میں گیت گانے لگے تھے۔ گیت گانے والوں میں مرد عورتیں سب شامل تھے۔ عورتیں چنگ اور رباب بجا رہی تھیں۔ مرد دفیں بجاتے ہوئے گا رہے تھے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو رباب اور دفوں کی لے پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے گا رہے تھے۔ ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں تک تھی۔

مردوک کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں کو بھی نکالا گیا اور ان دیوتاؤں کو بھی اپنے اپنے رتھ میں سوار کیا گیا۔ ان رتھوں کو سفید گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ مردوک کے علاوہ بخت نصر کی شادی کی خوشی میں جو دوسرے شہروں سے دیوتا بابل لائے گئے تھے ان دیوتاؤں میں حران شہر کا ظلم کا دیوتا سکین، سپار شہر کا دیوتا جو پروں والے شیر پر سوار تھا اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کے علاوہ بابل کی سب سے حسین اور خوبصورت دیوی ایشار کا مجسمہ بھی مندر سے نکال کر رتھ میں رکھا گیا تھا۔ اس مجسمے کے چہرے پر نقاب ڈال دیا گیا تھا۔

سب دیوتاؤں کے رتھوں کو ایک قطار کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا اور سب سے آگے مردوک دیوتا کا رتھ تھا۔ ان سارے دیوتاؤں کو ان کے مندروں سے بخت نصر کے استقبال کے لئے لایا گیا تھا۔ پھر سارا بان حرکت میں آئے۔ رتھوں کے گھوڑوں کو ہانک دیا گیا۔ یہ بھی عجیب و غریب سماں تھا۔ بے شمار رتھ تھے جنہیں ہانکا جا رہا تھا۔ سب رتھوں کے گھوڑے سفید تھے اور ہر رتھ کے اندر کوئی نہ کوئی دیوتا کھڑا تھا۔ اس طرح دیوتاؤں کا یہ جلوس اس دروازے کی طرف گیا جس دروازے سے بخت نصر نے اپنی دلہن کے ساتھ بابل شہر میں داخل ہونا تھا۔

ان دیوتاؤں کو دیکھنے کے لئے لوگ طوفان کی طرح اُمڈے چلے آ رہے تھے۔ اس

لئے کہ ان میں اکثر ایسے دیوتا بھی تھے جو دوسرے شہروں سے لائے گئے تھے اور وہ ان کے لائے جانے کا مقصد بخت نصر اور اس کی نئی نویلی دلہن امیتہ کا دیوتاؤں کے ذریعے استقبال کرنا مقصود تھا۔

جس دروازے سے بخت نصر نے اپنی دلہن کو لے کر داخل ہونا تھا، سارے دیوتاؤں کو وہاں لے جایا گیا۔ پھر ایک ترتیب کے ساتھ سارے رتھ کھڑے کر دیے گئے۔ سب سے آگے مردوک دیوتا کے رتھ کو رکھا گیا۔ اس کے پیچھے دوسرے دیوتاؤں کے رتھ تھے۔ اس کے بعد انتظار کیا گیا۔ پھر شاہی رتھ جو سنہری تھا اس دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس رتھ کے اندر بخت نصر اور اس کی بیوی امیتہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی وہ رتھ شہر میں داخل ہوا بابل کے بڑے پجاری نے جو ایک رتھ پر سوار تھا مخصوص اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی سارے دیوتاؤں کے رتھ حرکت میں آ گئے تھے۔ اس طرح دیوتاؤں کے پیچھے پیچھے بخت نصر اور اس کی دلہن کا رتھ بھی حرکت میں آیا تھا اور ان کے پیچھے باقی سالاروں کے رتھوں کے علاوہ پورا لشکر جو بابل سے اکجانہ گیا تھا حرکت میں آ چکا تھا۔

یہ رتھ حرکت کرتے ہوئے بابل کے قصر کے قریب آ رکے۔ پھر سارے رتھوں کو روک دیا گیا تھا۔ اس کے بعد بخت نصر اپنی دلہن کو لے کر اپنے قصر میں داخل ہوا اور لشکری اپنے اپنے مستقر کی طرف چلے گئے تھے۔ اس کے بعد بابل کے اس قصر کی چھت کے اوپر کھڑے ہو کر ان گنت بگل بجانے والے زور زور سے بگل بجانے لگے تھے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ بخت نصر کی شادی اور بابل میں اس کی آمد کی خوشی میں آنے والی شب کو جشن کی شب کے طور پر منایا جائے گا۔

اس کے بعد بخت نصر کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ اس جشن کے موقع پر سب لوگوں کی دعوت کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ اعلان سن کر سب لوگوں کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مختلف شعبوں کے لوگ بابل کے مختلف مقامات پر جمع ہو کر اپنے اپنے موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ ان میں فال کی تعبیر نکالنے والے، بخت کشائی کرنے والے، پیش گوئیاں کرنے والے، سکے اور سستے موتی جمع کرنے والے، نجومی اور اس طرح کے دوسرے لوگ اپنے اپنے عمل و ہنر سے کام لیتے ہوئے بخت نصر اور قوم ماد کی شہزادی کی شادی سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ

پیش گوئیاں بھی کرنے لگے تھے۔

بخت نصر اور قوم ماد کی شہزادی امیتہ کی اس شادی کے موقع پر لگاتار کئی روز تک بابل شہر کے اندر جشن کا سماں برپا رہا۔ ہر روز شہر کے سارے دیوتاؤں کو اور ان دیوتاؤں کو بھی جو دوسرے شہروں سے بخت نصر کی شادی کے سلسلے میں دوسرے شہروں سے لائے گئے تھے ان کے مندروں سے نکالا جاتا۔ انہیں ان کے رتھوں پر سوار کیا جاتا اور شہر کے اندر پھرایا جاتا۔ اس طرح لوگ اپنے ان دیوتاؤں کے ساتھ بھاگتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے۔ پورا دن اسی طرح کی تقریبیں جاری رہتیں اور شام کو شہر کے لوگوں کے لئے دستر خوان بچھا دیئے جاتے اور لوگوں کی بہترین دعوت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

قوم ماد کی شہزادی امیتہ کے ساتھ جو اس کی خادمائیں، لونڈیاں اور دوسرے خدمت گار آئے تھے وہ بابل کی ان رسومات سے واقف اور شناسا نہ تھے۔ لہٰذا وہ ان رسومات کے علاوہ بخت نصر کی شادی کے اس موقع پر بابل کے لوگوں کی خوشی اور ان کے جشن کو دیکھتے ہوئے حیرت اور تعجب کا اظہار کر رہے تھے۔ اکجانہ سے آنے والے لوگ اس بات پر بھی تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ ان کی نسبت بابل کے لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کی زیادہ عزت اور احترام کرتے تھے۔ ان کی حیرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے مرکزی شہر اکجانہ کی نسبت بابل زیادہ بڑا، خوبصورت اور صاف ستھرا شہر تھا۔ وہ بابل کی عمارات اور دوسرے عجائبات کو ہی دیکھ دیکھ کر دنگ اور حیران ہو رہے تھے۔

لگاتار کئی روز تک شادی کا یہ جشن منایا جاتا رہا اور جشن کے آخری روز بخت نصر کے حکم پر بابل شہر کے اندر جس قدر مندر، جس قدر عبادت گاہیں اور جس قدر دیوتاؤں کی زیارت گاہیں تھیں سب کے پجاریوں کو بابل کے قصر میں مدعو کیا گیا تھا۔ بخت نصر نے سب سے پہلے خصوصیت سے ان لوگوں کی دعوت اور ان کی خاطر داری کا سامان کیا۔ سب کو شاہی انداز میں کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ بخت نصر نے اپنی طرف سے قیمتی شاہانہ اور انتہائی قیمتی خلعتوں سے بھی نوازا۔

جب یہ دعوت ختم ہو چکی تب قصر کے ایک حصے میں ان سب لوگوں کو جمع کیا گیا۔ اس حصے کے سامنے ایک شہ نشین تھی۔ اس شہ نشین پر بخت نصر اور اس کی بیوی امیتہ دونوں بیٹھ گئے۔ پھر بخت نصر کے کہنے پر بابل شہر کے سارے مندروں، عبادت گاہوں

اور دیگر مذہبی عمارتوں کے بڑے پجاری اور نگران بخت نصر کی شادی کی کامیابی کے علاوہ حکومت کے استحکام اور سلطنت کی زرخیزی کے لئے دعا مانگنے لگے تھے۔ اس طرح بخت نصر کی شادی کے سلسلے میں بابل شہر کے اندر جس جشن کی ابتداء ہوئی تھی وہ اپنے انجام کو پہنچا۔

❊

ایران یعنی قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے جن سیتھیوں کو شکست دے کر مار بھگایا تھا ان کے کچھ سالار تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کسارا کی ملازمت اختیار کر چکے تھے۔ وہ کیا کسارا کے نہ صرف محافظ دستوں میں شامل تھے بلکہ کیا کسارا نے اپنے لئے شکار کرنے کی ذمہ داریاں بھی انہی سیتھین سرداروں کے سپرد کر رکھی تھیں۔ اس طرح سیتھین سالار جن میں سے دو طرغائی کو اپنانا چاہتے تھے وہ کیا کسارا کے دربار میں طاقت اور قوت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہنے لگے۔

وہ سیتھین جو اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ کیا کسارا کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد بھاگ گئے تھے وہ کچھ عرصہ تو مشرق سے مغرب اور کبھی مغرب سے مشرق کی طرف سفر کرتے ہوئے سرگرداں رہے۔ آخر اپنے آپ کو محفوظ کرنے اور پناہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کا رخ کیا۔ آلیات ان دنوں طاقت و قوت کے لحاظ سے مصر کا مد مقابل خیال کیا جاتا تھا اور جس طرح ان دنوں فرعونی حکمران کو انتہائی پر قوت خیال کیا جاتا تھا اسی طرح آلیات کی حکومت بھی بڑی مستحکم تھی اور اس کی عسکری حیثیت بھی بڑی مضبوط تھی۔

اس کے علاوہ یہی آلیات ایران یعنی قوم ماد کے حکمرانوں سے بھی اختلاف رکھتا تھا۔ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی سلطنت کی حدود آلیات سے ملتی تھی۔ اس بناء پر ان دونوں قوتوں میں آئے دن اختلافات کے علاوہ ٹکراؤ بھی ہوتا رہتا تھا اور اس ٹکراؤ میں عموماً آلیات ہی کا پلہ بھاری رہتا تھا۔

جن سیتھین کو ایران کے بادشاہ کیا کسارا نے شکست دے کر مار بھگایا تھا انہوں نے کسی خاص مقصد کے تحت ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کا رخ کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ان علاقوں میں اگر کوئی قوت، کوئی حکمران کیا کسارا سے ٹکرا سکتا ہے تو وہ صرف آلیات ہی ہے۔ لہٰذا آلیات کے لشکر میں شامل ہو کر وہ کیا کسارا سے اپنی شکست کا

وہ اپنے لوگوں کے قتل عام کا انتقام لینے پر تل گئے تھے۔

ایشیائے کوچک کے حکمران آلیات نے سیتھین کو خوش آمدید کہا۔ سیتھین کا جو ان سرگرداں سیتھین کو لے کر آلیات کے پاس پہنچا اس کا نام بیطرس تھا اور وہ ان سیتھین کو لے کر آلیات کے پاس پہنچا اور آلیات نے انہیں اپنے لشکر میں بھرایا تھا۔ اس طرح کیا کسارا کے مقابلے میں آلیات کی عسکری قوت کو استحکام نصیب ہوا۔

انہی دنوں آلیات کو ایک اور قوت بھی ہاتھ آئی اور یہ میری قوم کے سرگرداں جنگجو تھے۔ میری قوم کسی دور میں عراق کے وسیع علاقوں پر حکومت کرتی تھی۔ دو پرانی اور اہم قومیں تھیں میری اور اکادی۔ جہاں تک اکادیوں کا تعلق ہے تو وہ ایک طرح سے روپوش ہو کر رہ گئے تھے جبکہ میری بھی ایک طرح کی خانہ بدوشانہ زندگی ہی بسر کر رہے تھے۔ لیکن یہ جنگجو تھے اور ادھر ادھر حملہ آور ہو کر اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ لہٰذا جب سیتھین کو آلیات نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تو اس نے اپنی طاقت بڑھانے کے لئے ان سرگرداں رہنے والے میریوں سے بھی رابطہ قائم کیا۔ میریوں کا اس وقت سردار تکریس تھا۔ اس سے آلیات نے رابطہ قائم کیا اور سیتھین کی طرح اس نے ان سارے جنگجو میریوں کو بھی تکریس کی سرکردگی میں اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا اور سیتھین اور میری دونوں کو اس نے بہترین سہولتیں مہیا کی تھیں۔

ان دونوں قوموں کے لئے آلیات نے نہ صرف بہترین رہائش بلکہ ضروریات کی چیزیں وافر مقدار میں مہیا کی تھی ساتھ ہی انہی کی طرز پر اس نے اپنے لشکریوں کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔

یہ آلیات پہلے چھوٹے سے علاقے کا حکمران تھا جو اناطولیہ کے علاقوں پر مشتمل تھا اناطولیہ کے ان علاقوں کو پہلے کت پتو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں یہاں کے اونچے ہموار میدان تھے جو آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ جنوب میں دجلہ و فرات کے منبعوں کے علاوہ مشرق میں آرمینیا کے کوہستانی سلسلے اور شمال میں بحر اسود کے ساحل پر یونانیوں کی تجارتی بندرگاہوں کو راستے نکلتے تھے۔

قدیم دور کے پرانے یونانی ماہی گیروں نے اس علاقے کو ایک محدود علاقہ سمجھ کر مشرقی خطے کا نام اناطولیہ رکھ دیا تھا۔ لیکن بہت عرصہ بعد جب انہیں پتہ چلا جزیرہ

حتیوں کا بادشاہ شوبیلو لیوما حملہ آور ہوتا تھا وہاں کے لوگ اکثر و بیشتر مصر کے **فرعون** اخناطون کی طرف شکایتی خطوط لکھا کرتے تھے۔

اخناطون تک تو حتی حکمران مصری حلیفوں اور ان کے بہت سے علاقوں پر **قبضہ** کرتے رہے لیکن بعد میں مصریوں نے حتیوں کے خلاف یورش کرنے کا **فیصلہ کرلیا۔** اخناطون کے بعد جب رعمسیس ثانی مصریوں کا فرعون بنا تو اس نے 1287 قبل **مسیح** میں حتیوں سے ٹکرانے کا عزم کرلیا۔ اس طرح دنیا کی دو عظیم اقوام کے درمیان **ٹکراؤ** ہوا۔ اس جنگ کا نام جنگِ تمارش رکھا گیا۔ اس جنگ میں رعمسیس ثانی نے حتیوں **کو** بدترین شکست دی اور ان کے تمام بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا **اور** حتیوں کو ایسا بھگایا کہ انہیں دریائے عاصی کے بھی اس پار دھکیل کر رکھ دیا۔

شکست کھانے کے باوجود حتیوں نے مصر کے فرعون رعمسیس کے خلاف **فریب کا** جال پھیلایا۔ انہوں نے ایک جگہ اپنے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ گھات میں **بٹھا دیا** تھا۔ رعمسیس جب ان کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تو حتیوں نے اچانک رعمسیس **پر** حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے مصری جنگجو بکھر گئے اور فرعون رعمسیس کو پلٹنا پڑا **جس** کے نتیجے میں رعمسیس کو شمالی اور وسطی شام کے پورے علاقے ان کے لئے **خالی کرنے** پڑے۔

جنگ کے بعد حتیوں اور مصریوں کے درمیان امن کا ایک معاہدہ ہوا اور **اس** معاہدے کو مؤرخین امن، صلح اور خوشگوار برادرانہ تعلقات کا معاہدہ قرار دیتے ہیں۔ **اس** معاہدے میں شمالی شام کو جس میں اموروبھی شامل تھا، حتی علاقہ تسلیم کرلیا گیا۔ **جنوبی** شام جس میں فلسطین بھی شامل تھا مصریوں کے قبضے میں رہنے دیا گیا۔ یہ معاہدہ **چاندی** کی ایک تختی پر لکھا گیا اور اس میں بابلی اور مصری دونوں خط استعمال کئے گئے تھے۔

اس دور میں جہاں مصری حکومت اپنے عروج پر تھی وہاں حتی سلطنت بھی اپنی **طاقت** کے عروج پر تھی لیکن پھر 1200 قبل مسیح کے آس پاس حتی سلطنت پر زوال اور **انحطاط کا** دور شروع ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ اس پر بحرہ ایجہ کے حلقہ سے جنگجو نکل کر حملہ آور **ہونا** شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے حتی سلطنت کو بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا **پڑا۔** اسی دوران حتیوں کے لئے ایک اور بدبختی اٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ بابل اور **نینوا کے** علاقوں میں آشوری عربوں کا ایک گروہ طاقت اور قوت پکڑنے لگا۔ ان آشوریوں **نے**

یزی کے ساتھ قوت پکڑی کہ آس پاس کی بڑی بڑی طاقتوں اور قوتوں کو انہوں ﻧﮍ لے کی طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ شروع میں آشوری حتیوں پر حملہ آور ہو کر ان کی طاقت اور قوت کا جائزہ لیتے رہے یہاں تک کہ 717 قبل مسیح میں آشوریوں بادشاہ سرجون ثانی نے حتیوں پر زوردار حملے شروع کئے۔ یہ حملے ایسے زوردار اور ت تھے کہ حتی آشوریوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ لہٰذا آشوری عربوں نے ان حتیوں کو بد شکست دے کر ان کے مرکزی شہر پر بھی قبضہ کرلیا اور اس طرح حتیوں کی آزاد لت صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گئی۔

یوں کی سلطنت کا شیرازہ بے شک بکھر گیا لیکن ان کا نام باقی رہا۔ ان کی سیاسی لت بھی ختم ہو گئی لیکن ان کے علاوہ وہ لوگ جو ان کے اندر آباد تھے وہ بھی حتی ہی انے لگے۔ خصوصیت کے ساتھ آشوری یہ اصطلاح ان لوگوں کے لئے استعمال نے رہے جو سابقہ حتی سلطنت کے علاقوں میں رہتے تھے۔ اگرچہ ان میں بہت اکثریت دوسری اقوام کی بھی تھی۔

فلسطین جو کبھی حتی سلطنت میں شامل ہی نہ ہوا تھا وہاں بھی حتی عناصر کی خاصی ت تھی۔ توریت میں حتی اصطلاح فلسطین کے ان غیر آسامی باشندوں کے لئے ال کی جاتی رہی جو عبرانیوں کی فتح سے پہلے وہاں موجود تھے۔

چنانچہ بتایا گیا کہ فلسطین کی آبادی میں حتی عناصر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نے میں بھی تھے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جرون شہر حتیوں کا ہی شہر خیال کیا جاتا تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیسو جو حضرت یعقوب السلام کے بڑے بھائی تھے ان کی بیویاں حتی قوم سے تھیں۔ اس کے علاوہ بنی ائیل نے حتی عورتوں سے ازدواجی تعلقات پیدا کئے۔

آثار قدیمہ میں چودھویں صدی قبل مسیح کے جن آثار کا سراغ ملا ہے ان کے علاوہ ن اور جو ہتھیار برآمد ہوئے ہیں ان سے حتی اثرات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ اس بھی کوئی شبہ نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں بھی حتی خواتین موجود ں۔ پیغمبر حزقی ایل کی کتاب میں بے وفا یروشلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا تھا۔

تیرا باپ آموری تھا اور تیری ماں حتی تھی۔''

ہاں تک ان حتیوں کے نظامِ سلطنت کا تعلق تھا تو حتی سلطنت اصلاً جاگیر اور امور

کی حکومت تھی جس میں مختلف متفرق قومی عناصر پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ عسکری کامیابیوں کا راز بکسوس عربوں کی طرح گھوڑوں اور جنگی رتھوں کے میں مضمر تھا اور یہی حتیوں کے خاص ہتھیار تھے۔

حتیوں کے ہر رتھ پر تین آدمی سوار ہوتے تھے۔ ایک رتھ چلانے والا، دوسرا والا، تیسرا جنگجو۔ ان کی ڈھال مربع ہوتی تھی۔ حتی میدانِ جنگ میں پیادہ لشکر سے کام لیتے تھے اور اس لشکر کے مختلف حصوں کی سالاری مختلف سرداروں کے پاس تھی۔ ان کے ہتھیاروں میں زیادہ تر کمان، جنگی تیر، برچھیاں اور خم دار تلوار کرتی تھیں۔

اس تباہ ہونے والی حتی قوم کی دستاویزات کا سب سے بڑا مجموعہ 1906ء 1914ء کے درمیانی عرصے میں بوغاز کوئی کے مقامات سے برآمد ہوا۔ یہ دس ہزار زیادہ تختیاں تھیں جو حکمرانوں نے شاہی محافظ خانے کے طور پر 1300 قبل مسیح کے پاس جمع کی تھیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان تختیوں پر جو عبارت لکھی گئی ہے وہ مسماری خط ہے۔ کلید حال ہی میں ایک چیک عالم نے دریافت کی۔ مؤرخین کا حتیوں سے معلومات کا سب سے بڑا ذریعہ یہی تختیاں ہیں۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ حتی اپنی عام ضرورتوں کے لئے مسماری خط سے کام تھے۔ لیکن جب یادگاریں بناتے تھے تو ان میں تصویری خط استعمال کرتے تھے تصویری کتبات پتھروں یا چٹانوں پر کندہ کئے جاتے تھے ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک دائیں سے بائیں جانب تو دوسری سطر بائیں سے دائیں جانب ہوتی ہے۔ اس رسم کی کلید بھی دریافت ہو گئی ہے۔

شام میں تین مقامات پر ان کے تصویری کتبات اور یادگاریں ملتی ہیں۔ جرابلس، دوسرا حلب اور تیسرا حماۃ۔ یہاں سے جو سنگی کتبات کھدائی کے دریافت ہوئے وہ برطانیہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔

جہاں تک قدیم حتی قوم کے مذہب کا تعلق ہے تو اس سے متعلق کوئی زیادہ معلو حاصل نہ ہو سکیں۔ تاہم یہ مظاہر پرستی کے قائل تھے۔ چشموں، دریاؤں، درختوں پہاڑوں کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ دیوتاؤں میں ان کا سب سے بڑا اور معروف

ب تھا جو آندھیوں اور جھکڑوں کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ اسی کو وہ اپنا قومی دیوتا ال کرتے تھے۔

ان حتیوں کے علاوہ ایک دوسری قوم جس کو میتانی کہتے ہیں وہ بھی اسی دیوتا کی تش کرتی تھی اور دوسرے مختلف شہروں کے دیوتاؤں کو اس کا مظہر خیال کرتی تھی۔

حتیوں کا یہ قیشوب نام کا دیوتا قدیم شامی قوتوں کے دیوتا حدد سے ملتا جلتا تھا۔ مریوں کے ساتھ جو حتیوں کا معاہدہ ہوا اس میں حدد کی رفیقہ کو عشتارت بتایا گیا ہے ان اس کا حتی نام ابھی تک ٹھیک دریافت نہیں ہو سکا۔ شاید اس کا نام ماتھا تھا۔ یہ ہوی زمین کی نمائندہ اور مغلوب قوموں کی سب سے زیادہ پرانی دیوی خیال کی جاتی تھی۔

قیشوب اور عشتارت کی پوجا بالکل اسی طرح ہوتی تھی جس طرح شام میں تموز اور عشارت کی، مغرب میں ایڈونیس اور اورفیس کی، ایشیائے کوچک میں عاتلیس اور سیبل کی۔

حتیوں کے بڑے دیوتا قیشوب کو یوں پیش کیا جاتا تھا کہ ایک آدمی سانڈ پر کھڑا ہوتا تھا اور اس نے اپنے ہاتھ میں برق پکڑی ہوتی تھی۔ سب سے زیادہ طاقتور ان کی سورج دیوی تھی جو جنگ کی دیوی بھی بن گئی تھی۔

ان کے دیوتاؤں کا لباس جیسا کہ یادگاروں کی تمثالوں سے ظاہر ہوتا ہے عموماً ٹخنوں سے اوپر کرتہ ہوتا اور سر پر مخروطی شکل کی ٹوپی ہوتی تھی۔ دیویوں کو بہت لمبے کرتے پہنائے جاتے اور ان کے سروں پر ٹوپیاں رکھی جاتی تھیں۔ جوتے نوک دار ہوتے تھے اور اگلا حصہ اوپر کو اٹھا ہوتا تھا اور یہ چیزیں دیوتاؤں اور دیویوں میں مشترک ہوتی تھیں۔

بعد میں جب حتیوں نے شامی مصریوں اور آشوریوں سے بھی تعلقات پیدا کر لئے اجنبی دیوتاؤں اور دیویوں کو بھی اپنا لیا۔ مصری معاہدے میں ایسے الفاظ بھی ملے ہیں جن میں لکھا گیا ہے:

''ایک ہزار دیوتا اور دیویاں۔''

بہر حال ایشیائے کوچک کے بادشاہ نے اس تباہ ہونے والی حتی قوم کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت کی بنیاد رکھ کر اسے استوار کرتے ہوئے اب سیتھین اور کمیریوں کو اپنے

ساتھ ملا کر بڑی تیزی کے ساتھ ایران کے مقابلے میں اپنی طاقت اور قوت
مضبوط اور مستحکم بنانا شروع کر دیا تھا۔

اناطولیہ کوچک کے بادشاہ آلیات نے حتیوں کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت
کرنے کے بعد اب جو سیتھین اور سمیریوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت
میں اضافہ کرنا شروع کیا تھا تو اس کے حالات پوری طرح سمجھنے کے لئے سمیر
سمیریوں سے متعلق بھی کچھ جاننا ضروری ہے۔

جہاں تک سمیریوں کا تعلق ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لگ بھگ تین
سال قبل یہ سمیری قوم مغربی ایشیا کے اندر تہذیب اور دوسری ترقی کے لحاظ سے
سے بڑی نمائندہ خیال کی جاتی تھی۔ اس قوم نے اپنی تہذیب کا آغاز دریائے فرات
تہذیب پر کھڑے ہو کر کیا۔ انہوں نے مسماری رسم الخط ایجاد کیا۔ انہوں نے
مذہبی اور روحانی تصورات پیدا کئے اور ادبیات کو فروغ دیا۔ ان ہی سمیریوں سے
چیزیں ان کے آشوری اور بابلی جانشینوں کے ذریعے شام کی میراث کا ایک
گئیں۔ اور اس میراث میں بنی اسرائیل بھی شریک ہو گئے۔

اس قوم کے مسماری رسم الخط میں بابلی زبان پورے مغربی ایشیا میں سیاسی اور
مفادات کا بین الاقوامی ذریعہ بن گئی اور سمیریوں میں اپنے دیوتاؤں کے متعلق
کہانیاں مشہور تھیں وہ شام کی یہودی اور مسیحی ادبیات میں بھی شامل ہو گئیں۔ ان
تخلیق اور طوفان کی داستانیں بھی شامل ہیں۔ جن لوگوں نے عہد نامہ قدیم مرتب
ان کے ذریعے سے بعض کہانیوں نے انسان کی نہایت حسین اور خوبصورت اور
ادبی تخلیقات کا درجہ بھی حاصل کر لیا۔ اس دور میں سمیریوں کی طاقت اور قوت اور
تہذیب اپنے عروج پر تھی۔

سمیری اپنے بادشاہ کو پاتسی کہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ پاتسی امور شہر کو
مرضی کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے پاتسی ایک قسم کے مطلق العنان
ہوا کرتے تھے جو امور مملکت اور مذہبی رسومات کو اپنی مرضی کے مطابق تنظیم اور تر
دیتے تھے۔

انہی سمیریوں کے ہمسائے میں دو عظیم سلطنتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک اکادی عر
کی تھی اور دوسری عیلامی عربوں کی۔ ان دو اقوام کو عرب اس لئے کہا گیا کہ یہ

نسل تھے اور عرب کے صحراؤں سے نکل کر ان شامی علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔

2800 قبل مسیح کے لگ بھگ ان سمیریوں کے اندر طاقت اور قوت کا زوال بھی پیدا ہوا۔ اس لئے کہ ان کے ہمسائے اکادی عربوں نے طاقت اور قوت پکڑ لی تھی۔ انہی اکادی عربوں نے 2800 قبل مسیح کے لگ بھگ اپنی طاقت کو مضبوط کر لیا اور ان کے بادشاہ نے عیلامی قوم پر چڑھائی کی اور عیلام کے بادشاہ کو شکست دے کر اسیر کر لیا۔

اس طرح عیلامی قوم ان اکادیوں کی باج گزار بن گئی۔

اکادی روز بروز ترقی کرتے چلے گئے جبکہ ان کے مقابلے میں سمیری پستی کی طرف چلتے گئے۔ اسی سامی یعنی عرب نسل کے بادشاہ سارگون نے بہت سی فتوحات حاصل کیں اور اپنی سلطنت کو مغرب میں شام تک اور شمال میں کوہ زاگروس تک یعنی موجودہ کرمان شاہ تک وسعت دے دی اور یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اسی بادشاہ کے حکم سے تمام ادب جو سحر، مذہب اور قوانینِ سلطنت سے متعلق تھا سامی یعنی عرب زبان میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

سارگون کے بعد بھی اکادیوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ایک کتبے سے جو ڈی مورگان نے دریافت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اکادی بادشاہ فرام سین نے بھی بہت سی فتوحات حاصل کی تھیں۔

اکادیوں کے اس عروج اور معراج کے بعد 2500 قبل مسیح میں سمیریوں کو ایک بار پھر عروج حاصل ہوا۔ یہ عروج انہیں اس لئے حاصل ہوا کہ ان سمیریوں نے اکادیوں سے تیر اندازی کا فن سیکھ لیا تھا اور اپنے لشکر کو سکھا دیا تھا۔ اس سے سمیری لشکر زیادہ تربیت یافتہ ہو گیا تھا۔

اسی دوران ان کا ایک بادشاہ اٹھا جس کا نام دونگی تھا۔ اس نے آس پاس کے علاقے فتح کئے۔ یہاں تک کہ اس نے قومِ عیلام کے شہر لولو کو بھی فتح کر لیا۔ یہ لولو بھی موجودہ دور کے شہر بغداد اور کرمان شاہ کے علاقے کو کہا جاتا تھا۔

چونکہ یہ سمیری اکثر و بیشتر اپنے ہمسائے میں عیلامی قوم پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے، عیلامی بنیادی طور پر عرب تھے لہٰذا انہوں نے بھی طاقت اور قوت حاصل کرنا شروع کر دی۔ اپنے لشکریوں میں اضافہ کیا۔ وہ سمیریوں کے آئے دن کے حملوں سے تنگ آ چکے تھے لہٰذا انہوں نے تہیہ کر لیا کہ ان سمیریوں کو اپنے سامنے زیر کریں گے۔

چنانچہ 2280 قبل مسیح کے لگ بھگ عیلامیوں نے جب طاقت اور قوت کو خوب مضبوط کر لیا تب ان کا ایک بادشاہ جس کا نام کودور نانخندی تھا وہ اٹھا، اپنے لشکر کو لے کر وہ سمیریوں کے مرکزی شہر "ار" کی طرف گیا۔ سمیریوں کو اس نے بدترین شکست دی۔ اس طرح اس نے سمیریوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

سمیریوں کے مرکزی شہر کو فتح کرنے کے بعد وہ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور ان کے دوسرے شہروں کو بھی مسخر کرتا چلا گیا۔ اس طرح سمیری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہی سمیری اِدھر اُدھر خانہ بدوشانہ انداز میں بھٹکتے رہے اور اب یہی بچے کھچے سمیری آلیات کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

جہاں تک سیتھین کا تعلق ہے تو یہ شمال کے کوہستانی سلسلوں کے اندر بھٹکنے والی قوم تھی۔ بالکل ترکوں اور منگولوں کی طرح یہ شمال کے کوہستانی سلسلوں کے اندر رہتے ہوئے مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک سفر کیا کرتے تھے اور یہ آلیات کے علاقوں ہی نہیں بلکہ یونان کی تہذیب سے بھی واقف تھے اور یہ مشرق سے مغرب تک سفر کرتے ہوئے مختلف اقوام سے تجارت بھی کرتے تھے۔ بنیادی طور پر خانہ بدوش تھے لیکن تجارت اور جانور پال کر بھی خوب کماتے تھے اور یہ مختلف اقوام کی زبانوں سے بھی واقف تھے۔ اس لئے کہ بعد کے دور میں جب سکندر اعظم ایران کو فتح کر رہا تھا تو ایران کے شمالی علاقوں میں جب اس کا واسطہ سیتھین سے پڑا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے سیتھین نہ صرف یونانی تہذیب بلکہ ان کی زبان سے بھی خوب واقف تھے۔

اس طرح ایران میں ایرانی آریوں نے جو اپنی سلطنت قائم کی اسے قومِ ماد کی سلطنت یا اہلِ ماد کی سلطنت پکارا جاتا تھا۔ اسی طرح آلیات نے ایشیائے کوچک میں جو اپنی سلطنت قائم کی اسے لیڈیا کی سلطنت کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اہلِ لیڈیا جو اپنا اثر و رسوخ مختلف علاقوں میں پھیلا رہے تھے انہوں نے آلیات کی سرکردگی میں اپنے مرکزی شہر سارڈس کو بہت وسیع اور باعظمت بنا لیا تھا۔ آلیات کا یہ مرکزی شہر تمولس کے مقدس کوہستانی سلسلوں کے پاس ایک جگہ واقع تھا۔

اس شہر میں زندگی کے وسائل اس درجہ فراہم تھے کہ فقط اہلِ مصر لیڈیا والوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ اہلِ مصر دریائے نیل کے سہارے بہترین زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے کہ نیل ان کی زندگی کا سرچشمہ تھا۔

ان کے علاوہ لیڈیا کی اس سلطنت کے پہلے بادشاہوں نے ترایا کی قدیم جنگوں میں وہ خدمات انجام دی تھیں اور مشہور یونانی شاعر ہوم کے گیتوں میں انہیں جاودانی شہرت بھی حاصل ہو چکی تھی۔ لیڈیا والوں کے کارنامے کئی ہیں مثلاً:

دھات کا نقش دار سکہ تجارتی تبادلے کے لئے سب سے پہلے انہی لوگوں نے بنایا۔ ۔۔۔ے، پانسے اور گیند کے کھیل ایجاد کئے۔ باہر کے ملکوں سے باورچی بلوائے۔ بزمِ ۔۔۔ے نوشی کے لئے سبو اور قرابے اور مطربوں اور مغنیوں کے لئے انواع و اقسام کے ۔۔۔ بھی انہوں نے ہی بنائے۔

خواجہ سرا بنا کر بردہ فروشی کرنے کا طریقہ بھی لیڈیا والوں نے شروع کیا۔ یہ لوگ متمدن ملکوں کو جس میں قومِ ماد کی سرزمین بھی شامل تھی، خواجہ سرا برآمد کرتے تھے۔ ۔۔۔ا کے پست طبقوں کی لڑکیاں اپنے جہیز کا سامان کرنے کے لئے عصمت فروشی سے ۔۔۔ہیز نہیں کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اہلِ لیڈیا اپنے دیوتاؤں کے نام پر جو درحقیقت ان کے آباؤ اجداد ہی ہوا کرتے تھے، کوئی عمارت یا پتھر کا گنبد بنواتے تو سب سے پہلے زیادہ چندہ انہیں اپنی قوم کی انہی عصمت فروش لڑکیوں سے ملا کرتا تھا۔ ان ۔۔۔ لیڈیا سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آریائی نسل سے نہ تھے۔

※ …… ※

•••

لیڈیا کی سلطنت کا بادشاہ آلیات ایک روز اپنے مرکزی شہر سارڈس کے قصر اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چوبدار اندر آیا اور اس نے سمیریوں کے سالار تکریس سیتھین کے سردار بیکارس کے آنے اور ملاقات کرنے کی خواہش سے مطلع کیا۔

پیغام دینے کے بعد چوبدار جب تعظیم دینے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا تب آلیا نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''دونوں کو اندر بھیجو۔''

اس پر وہ چوبدار پیچھے ہٹ گیا۔تھوڑی دیر بعد چوبدار سمیری سالار تکریس اور سیتھ سالار بیکارس کو لے کر آیا۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تو آلیات نے ا جگہ سے اٹھ کر خوش کن انداز میں دونوں کا استقبال کیا اور اپنے سامنے لگی نشستوں بیٹھنے کے لئے کہا۔

جب وہ دونوں بیٹھ گئے تب کچھ دیر تک آلیات بڑے غور سے ان کی طرف د رہا پھر دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آج تم دونوں کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں میرے پاس آئے ہو۔ اور تم دونوں کے چہرے کے تاثرات بھی بتاتے ہیں کہ معاملہ کوئی انتہائی اہم نوعیت کا ہے۔''

اس موقع پر سمیریوں کے سردار تکریس اور سیتھین کے سردار بیکارس نے لحہ بھر کے لئے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر بیکارس آلیات کو مخاطب کرتا ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہم دونوں آپ کے پاس ایک تجویز لے کر آئے ہیں۔ اگر آپ نے اس سے اتفاق کیا تو میں سمجھتا ہوں جہاں آپ کی سلطنت کو وسعت ہوگی وہاں سلطنت کو بہ

سے فوائد بھی حاصل ہوں گے۔''

بیکارس کے ان الفاظ سے آلیات کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کہو کیا معاملہ ہے؟''

بیکارس نے ایک بار پھر سمیریوں کے سالار تکریس کی طرف دیکھا پھر آلیات کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں اور تکریس نے چند روز تک باہم بیٹھ کر بڑے غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو یہ مشورہ دیا جائے کہ دریائے ہیلس کو عبور کر کے قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کے علاقوں پر حملہ کیا جائے۔ اس لئے کہ کیا کسارا اور اس کے آباؤ اجداد اس سے قبل ان علاقوں کے لئے نقصان کا باعث بنتے رہے ہیں۔ اس وقت ہماری عسکری طاقت بھی اپنے عروج پر ہے لہٰذا میں اور تکریس چاہتے ہیں کہ لشکر لے کر دریائے ہیلس کو عبور کر کے ان ایرانی علاقوں میں گھس جائیں۔ دور تک یلغار کرتے چلے جائیں اور اگر اس ترک تاز کے جواب میں کیا کسارا کوئی کارروائی کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ ہم اسے بھی شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم نے کیا کسارا کو شکست دے دی تو پھر ان علاقوں میں ہم سب سے بڑی قوت بن کر نمودار ہوں گے اور کوئی ہمارا مقابلہ نہ کر پائے گا۔''

بیکارس کے ان الفاظ کے جواب میں آلیات کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر بیکارس اور تکریس دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں کی تجویز بری نہیں ہے۔ پہلے میں اپنے بڑے بیٹے اریدہ اور لشکریوں کے سالار کریس کو بلاتا ہوں۔ اس سلسلے میں ان سے بھی مشورہ کرتے ہیں اس کے بعد مل کر جو فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔

بیکارس اور تکریس دونوں آلیات کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر آلیات نے آواز دے کر اپنے چوبدار کو بلایا اور اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اور اپنے بیٹے کو اس نے بلانے کا حکم دیا تھا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آلیات کے بلاوے پر اس کا بیٹا اریدہ اور اس کا سپہ سالار کریس اس کمرے میں داخل ہوئے۔

جب آلیات نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اپنی اپنی نشستوں پر ہو بیٹھے۔ تھوڑی دیر پہلے بیکارس نے جو گفتگو کی تھی اس کی تفصیل آلیات نے کریس اور اپنے بیٹے اریدہ سے کہہ دی تھی۔

یہ ساری گفتگو سن کر اریدہ اور کریس تھوڑی دیر تک باہم مشورہ کرتے رہے، پھر کریس بول اٹھا۔

''میں اور اریدہ دونوں بیکارس کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں اور ایسا کر کے ہم اپنے لئے فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان دنوں ہماری عسکری طاقت اور قوت اپنے عروج پر ہے۔ ہمارے ساتھ سیتھین ہیں، کیمری ہیں اور پھر جو لشکر کیمریوں کا ہے اس کے اندر صرف کیمری نہیں حوری، آرای، آموری، یونانی اور ہکسوس جنگجو بھی کام کر رہے ہیں اور وہ لوگ جہاں جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں وہاں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی ہمت اور جرأت بھی رکھتے ہیں۔''

آلیات کے سپہ سالار کریس کے ان الفاظ سے بیکارس اور تکریس دونوں خوش ہو گئے تھے یہاں تک کہ آلیات کریس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تو پھر لشکر کے کچھ حصے ترتیب دو جو دریائے ہیلس کو عبور کرنے کے بعد کیاکسارا کے علاقوں میں دور تک ترک تاز کرتے چلے جائیں۔''

آلیات کے خاموش ہونے پر کریس نے سیتھین سالار بیکارس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

''بیکارس میرے بھائی! اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اور جس لشکر کو ہمیں دریائے ہیلس کے اُس پار بھیجنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا فیصلہ ہے کہ لشکر کی کمانداری کسے دی جائے؟''

بیکارس نے اس موقع پر پھر ذومعنی سے انداز میں کیمری سالار تکریس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''یہاں آنے سے پہلے میرے اور تکریس کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کے مطابق ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم یہ تجویز پیش کریں گے کہ ایک لشکر میری اور تکریس کی سرکردگی میں دے دیا جائے۔ اس لشکر کو لے کر ہم دریائے ہیلس کو عبور کریں گے اور ایرانی علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی

کوشش کریں گے۔''

بیکارس کے ان الفاظ کے جواب میں کریس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آلیات اس سے پہلے بول اٹھا اور کریس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیکارس اور تکریس دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ایک خاصا بڑا لشکر ان دونوں کی کمانداری میں دو اور انہیں دریائے ہیلس کے اُس پار کیاکسارا کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دو۔ اس سلسلے میں میرا بیٹا اریدہ بھی تم دونوں کی مدد کرے گا۔''

آلیات کے ان الفاظ کے ساتھ ہی کریس، اریدہ، بیکارس اور تکریس چاروں وہاں سے اٹھ کر نکل گئے تھے۔

طے شدہ منصوبے کے مطابق بیکارس اور تکریس دونوں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ کیاکسارا کے علاقوں میں داخل ہوئے۔ ہر طرف وہ تیرگی کی سازشوں میں لہو کی بارش، دشت کے فسوں میں کھولتی تلخیوں کے سحر اور حروفِ خوف کے سایوں تک کو مسمار کر دینے والی سنگ و خشت کی بارش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

ایک بستی سے دوسری بستی وہ نفرت کی بھڑکتی جوالا سمتوں کے یقین کو بے یقینی میں بدل دینے والے عذاب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ بڑے بڑے قصبوں اور شہروں میں انہوں نے عذابوں کے قلعے، سزاؤں کی داستانیں، خزاؤں کی کہانیاں، مظالم کی روداد یں اور ورق ورق پر بکھرتے ستم کے افسانے کھڑے کر دیئے تھے۔

جہاں جہاں بھی شہروں اور وادیوں کے اندر کیاکسارا کے حفاظتی دستے متعین تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لوگوں کے جذبوں اور احساسات کو بانجھ تحریروں میں بدل دیا گیا۔ قرب کی خواہشوں، محبت کی پرورش کو موت کی گہری نیند سلا دیا گیا تھا۔

اس طرح دور دور تک حملہ آور ہوتے ہوئے نہ صرف ان دونوں سالاروں نے چاروں طرف بربادی اور تباہی کا کھیل کھیلا بلکہ خوب لوٹ مار کی۔ کیاکسارا کے علاقوں کو برباد کر کے رکھ دیا اور اپنے حکمران آلیات کے لئے بے شمار مالِ غنیمت اور ضروریات کا دوسرا سامان لے کر وہ اپنے مرکزی شہر سارڈس کی طرف چلے گئے تھے۔

❋

کیا کسارا کو جب اپنے علاقوں کی اس تباہی اور بربادی کا حال معلوم ہوا تو اس نے وقت ضائع کئے بغیر ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور اپنے کچھ سالاروں کو وہ لشکر دے کر اس نے دریائے ہیلس کی طرف روانہ کیا۔ آلیات کو بھی کیا کسارا کے اس لشکر کی آمد کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے بیکارس اور تکریس ہی کی سرکردگی میں ایک لشکر کیا کسارا کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ دونوں لشکریوں کا ٹکراؤ کیا کسارا کے علاقوں میں ہوا۔

کیا کسارا کے لشکریوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ آلیات کے لشکر کو شکست دے کر ان سے اپنی بربادی کا انتقام لیں لیکن ان کی بدقسمتی کہ بیکارس اور تکریس دونوں نے انہیں بدترین شکست دی۔ ان کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کیا کسارا کا بچا کھچا لشکر شکست کا بوجھ اٹھائے اپنے مرکزی شہر اکبتانہ کی طرف چلا گیا تھا۔

اپنی اس شکست سے کیا کسارا بے حد برہم اور غضب ناک ہوا اور آلیات سے اس شکست کے علاوہ اپنے علاقوں کی تباہی اور بربادی کا انتقام لینے کے لئے اس نے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

✲ ...... ✲

●●●

شادی کے بعد بخت نصر نے دیکھا کہ قوم ماد یعنی ایران کے بادشاہ کی بیٹی امیتا اور بابل کی ملکہ اُداس اور پریشان رہنے لگی تھی۔

دراصل وہ اکبتانہ کی رہنے والی تھی اور اکبتانہ پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا۔ جبکہ بابل شہر میدانی علاقے پر مشتمل تھا۔ یہاں کوئی پہاڑی سلسلہ نہ تھا۔ امیتا کو پہاڑی علاقے سے قدرتی انسیت تھی۔ بابل ہرچند کہ بہت خوبصورت شہر تھا لیکن یہاں کوئی کوہستانی سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے امیتا کچھ اداس سی رہتی تھی۔

چنانچہ بخت نصر نے جب اُداسی کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ بابل میں جدھر نگاہ اٹھتی ہے، میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔ ایک سی میدانی سطح کو دیکھتے دیکھتے اُکتا گئی ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ اس سرزمین میں بھی پہاڑ ہوں۔

یہ بخت نصر کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ اس لئے کہ میدانی علاقے میں پہاڑ کا ہونا ناممکن تھا۔ لیکن بخت نصر چاہتا تھا کہ ملکہ کی آرزو بھی پوری ہو۔ لہٰذا اُس نے اس سلسلے میں غور وخوض کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اپنی مملکت کے اندر جس قدر بڑے بڑے مندر تھے وہاں کے داناؤں اور پروہتوں کو بابل میں طلب کر لیا تھا۔

جب یہ سارے دانا اور دانشور بابل پہنچے تو بخت نصر نے ان کے سامنے اپنی ملکہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی کہنے لگا۔

''جس سرزمین میں پہاڑ ہوں وہاں انہیں کاٹ کر اس پر سبزہ زار بنایا جا سکتا ہے لیکن میدان میں پہاڑ بنے تو کیونکر۔ اونچی اونچی چوٹیاں، ان پر مہکتے ہوئے سبزہ زار، اور بالا درخت کہاں سے آئیں گے؟''

بخت نصر کے ان الفاظ پر وہ سارے دانش ور حیران اور پریشان تھے۔ یہاں تک

کہ ان میں سے ایک بڑا پروہت بخت نصر کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

''ہماری قدیم کتابوں میں درج ہے کہ بابل میں بڑی بڑی چیزیں بنیں گی
اہلِ دنیا دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ بابل میں پہاڑ بھی بنے گا۔
جنگل اُگیں گے اور چشمے پھوٹیں گے۔''

اس پروہت کی یہ گفتگو عجیب و غریب تھی۔ اس کی کچھ باتیں تو بادشاہ کی سمجھ
آئی تھیں لیکن پہاڑ کا مسئلہ بہت دشوار تھا۔

اس پر ایک دوسرا پروہت بولا اور کہنے لگا۔

''پہاڑ بنانا بھی ممکن ہے۔''

اس پروہت کے ان الفاظ پر بخت نصر مزید چونکا تھا۔ اس پروہت کو مخاطب کر
کہنے لگا۔

''کیسے...؟''

اس پر وہ پروہت کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہاڑ بنانے کی تدبیر یہ ہے کہ اونچی اونچی محرابیں بنائی جائیں۔ ان محرابوں
چھت ڈالی جائے۔ پھر اسی چھت پر چاروں طرف جگہ چھوڑ کر اور محرابیں بنائی جائیں
ان محرابوں پر چھت ڈالی جائے۔ اسی طرح اور محرابیں بنائی جائیں۔ ان پر چھتیں
جائیں۔ اس سلسلے کو اتنا اونچا لے جائیں کہ دور سے پہاڑ دکھائی دے۔''

بخت نصر کو اس پروہت کی یہ تجویز بڑی پسند آئی۔ لہٰذا اس نے دو تعمیری کاموں
ابتداء کی۔

سب سے پہلے اس نے ہزاروں مزدور مہیا کئے جو دن رات کام کرنے
باغوں کی محرابوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ بوجھ سہار سکیں
محرابوں کی چھتیں سیسے کی موٹی تہیں جما کر تیار کی گئیں۔ چھتوں کے اوپر مٹی کی
موٹی تہہ جمائی گئی۔ چھتوں کی کھلی روشوں پر ایشیا بھر سے پھول پودے لا کر لگا
گئے۔

یہ چھتیں تعداد میں ساٹھ تھیں۔ سب سے اوپر کی چھت زمین سے تین سو پچاس
اونچی اور چار سو فٹ لمبی تھی۔ چھتوں کے نیچے محرابوں کے اندر آرام گاہیں تھیں۔
میں نہایت خوبصورت اور چمکدار رنگوں سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ آرام

رہائش کے تمام شاہانہ انتظامات وہاں موجود تھے۔

محرابوں کے اوپر ہری بھری بیلیں چڑھا دی گئی تھیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت
پر جانے کے لئے چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں اور روشیں بنا دی گئی تھیں جیسے پہاڑ کو کاٹ کر
بنائی جاتی ہیں۔

اس طرح مصنوعی پہاڑ بن گیا۔ درخت اُگے، چمن زار کھل گئے۔ یہ سب چیزیں
بن گئیں تو ایک اور بڑا سوال اور مسئلہ اٹھا اور وہ یہ کہ ان بنائے جانے والے باغوں کو
پانی کیسے دیا جائے گا؟ چنانچہ اس پر بھی غور ہوا۔ اس کے بعد باغوں کو سیراب کرنے کا
جو طریقہ وضع کیا گیا وہ بڑا دلچسپ تھا۔

سب سے اوپر کی چھت پر ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا تھا۔ اس تالاب میں نلوں
کے ذریعے دریائے فرات کا پانی بھرا جاتا تھا۔ پانی اوپر چڑھانے والی کلیں دن رات
چلتی رہتی تھیں اور پانی کی مقدار میں کمی نہ آنے پاتی تھی۔ اس تالاب کے پانی سے
چشمے بہتے تھے اور فوارے پھوٹتے تھے۔ باغ انہی چشموں سے سیراب ہوتے تھے۔

ان باغوں کے اونچے اونچے درخت ہوا کے جھونکوں سے ہلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا
کہ پہاڑ کا پہاڑ ہل رہا ہے۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آسمان سے سدا بہار باغوں کو
آویزاں کر کے زمین کی سطح تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں تاریخ کے اوراق
میں بابل کے آویزاں باغ کہہ کر یاد کیا گیا۔

فنِ تعمیر کا یہ عظیم الشان نمونہ دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہونے لگا۔ بابل کے
آویزاں باغ تو زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے لیکن ان کے کھنڈرات اب بھی
موجود ہیں۔

بابل کے ان آویزاں باغات کے علاوہ بخت نصر نے دو اور عظیم تعمیرات بھی کیں۔

دوسری تعمیر ایک عظیم الشان بند تھا جو اس نے دجلہ سے فرات تک بنایا تھا۔

تیسری تعمیر ایک نیا اور شاندار محل تھا۔

کہا جاتا ہے کہ بخت نصر بابل کو دنیا کا حسین ترین شہر بنانے کا خواہش مند تھا۔
سب سے پہلے اس نے شہر کے اردگرد ایک دیوار بنائی جس کا گھیرا پچاس میل تھا۔ یہ
دیوار اتنی چوڑی تھی کہ اس کے اوپر دو رتھ ایک ساتھ دوڑائے جا سکتے تھے۔ اس دیوار
میں کانسی کے بنے ہوئے پچاس مینار تھے۔

اس کے بعد اس نے اپنا ایک نیا محل بھی تعمیر کروایا جو ایک وسیع چبوترے پر جو سطح زمین سے بہت اونچا تھا۔ اس میں بڑے بڑے کمرے اور سینکڑوں رہائشی تھیں۔ ان کمروں کے آگے بڑے بڑے برآمدے تھے۔ دیواروں پر فاتحانہ کارنا کی تصاویر بنائی گئی تھیں۔ کمروں کے رنگ و روغن زرق برق کپڑوں کی طرح کرتے نظر آتے تھے۔ یہ محل خوب صورتی اور شان و شوکت کا مظہر تھا۔ گزرگاہ دونوں طرف قوی ہیکل دیوتاؤں کے مجسمے نصب تھے۔ معلوم ہوتا یہ دیوتا بھی پہرے دار ہوں۔

بخت نصر جب اس نئے محل کا کام ختم کر چکا تو اس نے بعل دیوتا کا ایک بھی مندر بھی تعمیر کروایا جس کی آٹھ منزلیں تھیں۔ ہر منزل اتنی عظیم الشان تھی کہ معلو تھا کہ آٹھ مندر ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر پیوست کر دیئے گئے ہوں۔

اس طرح بخت نصر تعمیرات کے کاموں میں مصروف ہو کر باقی سب کام فراموش کر گیا تھا۔

✲ …… ✲

● ● ●

نفیل بن ساعدہ کا خانہ بدوش قبیلہ صحرا کے متوازی سفر کرتا ہوا یمن کا رخ کر رہا تھا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا اس کے ایک طرف طرغائی اور دوسری طرف عشیرہ اپنے گھوڑوں پر سوار اس کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں۔

ریت کے کچھ ٹیلوں کے متوازی گزرتے ہوئے ان کی طرف اشارہ کر کے نفیل بن ساعدہ طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''طرغائی! میں نے اور عشیرہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ یمن کی طرف جاتے ہوئے ہم تمہیں قوم عاد سے متعلق تفصیل بتائیں گے۔ جو ریت کے ٹیلے تم بائیں جانب دیکھ رہی ہو انہیں احقاف کہتے ہیں اور یہ کسی دور میں قوم عاد کا مسکن ہوا کرتے تھے۔''

جس سمت نفیل بن ساعدہ نے اشارہ کیا تھا اس سمت طرغائی بڑے شوق سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

''یہ احقاف ہے کیا چیز؟''

اس پر مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''احقاف کے معنی ہی ریت کے بلند ٹیلے کے ہیں۔ یہ سارا علاقہ کسی دور میں عاد کا مسکن اور ان کا علاقہ ہوتا تھا اور ان کا یہ علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا اصل وطن یہ احقاف ہی تھا جہاں سے نکل کر وہ گرد و پیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔

(آج کے زمانے تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ جس طرح عاد اس علاقے میں آباد تھے موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر شمال کی جانب حضرموت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود

علیہ السلام کا مزار بنا رکھا ہے اور یہ قبر ہودؑ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر سال پچا
شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقے کو قومِ عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں متعدد خرابے ایسے ہیں جن کو مقامی باشندے آج دارِ عاد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

احقاف کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمدن رکھنے والی طاقت ور قومیں آباد ہوں گی۔ اغلب امکان یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہ ایک شاداب علاقہ ہوگا اور بعد میں آب و ہوا کی تبدیلی نے اسے ریگزار بنا دیا ہوگا۔ آج اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک لق و دق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی کوئی بھی ہمت نہیں رکھتا۔

1843ء میں بویریا کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضرموت کی شمالی سطح مرتفع پر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق ہو جاتی ہے اور بالکل بوسیدہ ہو جاتی ہے۔

عرب کے بدو اس علاقے سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی قیمت پر وہاں جانے کے لئے راضی نہیں ہوتے۔ ایک موقع پر جب بدو بویریا کے اس سیاح کو وہاں لے گئے تو خاص علاقے تک انہوں نے جانے سے انکار کر دیا لہٰذا وہ اکیلا وہاں گیا۔ اس کا بیان ہے کہ وہاں کی ریت بالکل باریک سفوف کی طرح ہے۔ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے ایک برتن رسّی سے باندھ کر پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور رسّی کا سرا گل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔

مغرب کے بعض لوگ اس قوم کے وجود سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی جس کے افسانے اہلِ عرب میں زبان زدِ عام تھے۔ بچہ بچہ ان کے نام سے واقف تھا۔ ان کی شوکت و حشمت ضرب المثل تھی۔ پھر دنیا سے ان کا نام ونشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا۔

عاد کی اس شہرت کی وجہ سے عربی زبان میں ہر چیز جو قدیم ہو گئی ہو اس کے لئے عادی کا لفظ بولا جانے لگا۔ آثارِ قدیمہ کو عادیات کہنے لگے۔ جس زمین کے مالک باقی نہ رہے ہوں، جو آباد نہ ہونے کی وجہ سے افتادہ پڑی ہو اُسے عادی عرض کہا جانے لگا۔ قدیم عربی شاعری میں بڑی کثرت سے اس قوم کا ذکر ملتا ہے۔ عرب کے ماہرینِ انساب بھی اپنے ملک کی معدوم شدہ قوموں میں سب سے پہلے اس قوم کا نام لیتے ہیں۔

ان کا علاقہ احقاف جو یمن اور یمامہ کے درمیان الربع الخالی کے جنوب مغرب میں واقع تھا۔ یہیں سے پھیل کر انہوں نے یمن کے مغربی ساحل اور عمان اور حضرموت اور عراق تک اپنی طاقت کا سکہ رواں کر دیا تھا۔ تاریخی حیثیت سے اس قوم کے آثار دنیا سے تقریباً ناپید ہو چکے ہیں لیکن جنوبی عرب میں کہیں کہیں کچھ پرانے کھنڈر موجود ہیں جنہیں عاد کی نسبت دی جاتی ہے)

ریت کے جن ٹیلوں کی طرف نفیل بن ساعدہ نے اشارہ کیا تھا، طرغائی کچھ دیر تک بڑے غور سے ان ٹیلوں کی طرف دیکھتی رہی۔ اس دوران نفیل بن ساعدہ اور عشیرہ دونوں مسکراتے ہوئے طرغائی کی طرف دیکھ رہے تھے اور اس کے تاثرات کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ طرغائی سنبھلی اور کچھ دیر اُس نے باری باری نفیل بن ساعدہ اور عشیرہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا آپ دونوں میں سے کوئی مجھے اس قوم کی تفصیل نہیں بتائے گا؟ اس طرح میرے علم میں اضافہ ہوگا''۔

طرغائی کے اس سوال پر نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''طرغائی! یہ قوم سینکڑوں سال پہلے یہاں آباد تھی۔ یہ لوگ قومِ نوح کی طرح بُت پرست تھے۔ صنم پرستی اور صنم تراشی کے بڑے ماہر تھے۔ قومِ نوح کی طرح ان کے بتوں کے نام وادہ سواہ، یعوق اور نصر ہی تھے۔ ان کے ایک بت کا نام ثمود اور ایک کا نام ختار بھی تھا۔ جب یہ قوم جاہلیت اور بت پرستی کے گوشوں میں کھو گئی تب خداوند قدوس نے ان کی راہبری، ہدایت اور راہنمائی کے لئے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس قوم کے افراد جسمانی لحاظ سے بڑے طاقت ور، با جبروت تھے اور انہوں نے

خدائے واحد کو بالکل بھلا دیا تھا اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف و خطر کرنے لگے تھے۔

اللہ کے نبی ہود علیہ السلام قومِ عاد کی سب سے معزز شاخ خلود کے ایک فرد تھے۔ رنگ سرخ اور سفید تھا اور خوبصورت تھے۔ داڑھی بڑی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم کو خدا کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ مگر عاد نے ایک نہ مانی اور ان کو سختی کے ساتھ جھٹلایا اور غرور و تکبر کے ساتھ ان کی نفی کرتے رہے۔ ان کا کہنا تھا۔

''آج دنیا میں ہم سے زیادہ شوکت اور جبروت کا کون مالک ہے۔''

لیکن اللہ کے نبی ہود علیہ السلام مسلسل خداوند قدوس کا پیغام ان تک پہنچاتے رہے اور اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے۔ غرور اور سرکشی کے نتائج بتا کر انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اکثر فرماتے۔

''اے قوم! اپنی جسمانی طاقت اور حکومت کے جبروت پر گھمنڈ نہ کرو بلکہ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو یہ دولت بخشی۔''

انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ:

''خداوند نے قومِ نوح کی تباہی کے بعد تم لوگوں کو زمین کا مالک بنایا۔ خوش عیشی، فارغ البالی اور خوش حالی عطا کی۔ لہٰذا اس کی نعمتوں کو نہ بھولو اور خود ساختہ بتوں کی پرستش سے باز آ جاؤ جو تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے نہ ہی دکھ دے سکتے ہیں۔ موت و زیست، نفع و ضرر سب ایک ہی خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ اے افرادِ قوم! مانا کہ تم عرصہ تک سرکشی اور اس کی نافرمانی میں مبتلا رہے ہو مگر آج بھی اگر توبہ کر لو، باز آ جاؤ تو اس کی رحمت وسیع ہے اور توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس سے مغفرت چاہو تو وہ بخش دے گا۔ اس کی طرف رجوع کرو، وہ معاف فرما دے گا۔ تقویٰ اور طہارت کی زندگی اختیار کر لو، وہ تم کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے گا۔ خوب اقتدار و عزت دے گا اور مال اور عزت میں سرفرازی بخشے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

ضرت ہود علیہ السلام اپنی تبلیغ اور پیغامِ حق کے ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں پ سے اجر و عوض کا خواہاں نہیں ہوں۔ میرا اجر تو میرے خدا کے پاس ہے۔ اور پھر ی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس کو کوئی یہ تہمت نہیں لگا سکتا کہ وہ مال کی طلب یا کرتا ہے یا عزت، جاہ اور ریاست کا طالب ہے۔ وہ نہ اپنی قوم سے ریاست ت کا طالب ہوتا ہے اور نہ مال و منال کے۔ اس کے سامنے تو صرف ایک نقطہ ہے اور وہ ادائے فرض اور اپنے مالکِ حقیقی کے احکام کی پیغامبری ہوتی ہے۔

یک عرصہ تک تبلیغ کرنے کے باوجود چند لوگ ہی ایمان لائے۔ باقی تمام سرکش مرد انسانوں کا گروہ تھا۔ ان کو حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحتیں شاق گزرتی تھیں وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات، ان کے عقائد اور اعمال غرض ے کسی ارادے میں بھی کوئی حائل ہو۔ ان کے لئے کوئی نصیحت دینے والا بنے، نامنظور تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ اکثر و بیشتر حضرت ہود علیہ م کا مذاق اُڑاتے، ان کو بیوقوف کہتے اور ان کی معصومانہ حقانیتوں، نصیحتوں اور یقینی و برہان کو جھٹلاتے۔

اس کے جواب میں حضرت ہود علیہ السلام ان کو مخاطب کر کے کہتے۔

''نہ میں بیوقوف ہوں، نہ میں پاگل۔ بلا شبہ خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت کے لئے بے وقوف کو منتخب نہیں کیا کرتا کہ اس کا نقصان اس فع سے بڑھ جائے اور ہدایت کی جگہ گمراہی آ جائے۔ وہ عظیم الشان خدمت کے پنے بندوں میں سے ایسے شخص کو چنتا ہے جو ہر طرح اہل ہو اور اس خدمتِ حق کو انجام دے سکے۔''

مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی رہی اور ان پر آفتاب سے زیادہ روشن دلائل کا ئی اثر نہ ہوا اور وہ حضرت ہود علیہ السلام کی تحقیر و تذلیل کے اور زیادہ درپے ہو یہاں تک کہ انہیں پاگل اور خبطی کہہ کر اور زیادہ مذاق اُڑانے لگے اور کہنے لگے۔

''اے ہود! جب سے تُو نے ہمارے معبودوں کو برا کہنا اور ہم کو ان کی عبادت سے نے کی تلقین کرنا شروع کی ہے ہم دیکھتے ہیں اس وقت سے تیرا حال خراب ہو گیا ارے خداؤں کی بد دعاؤں سے تُو پاگل اور مجنون ہو گیا ہے۔ اب ہم اس کے تجھے اور کیا سمجھیں؟''

ان کو اپنی اس گستاخانہ جرأت اور تہمت سے یہ خیال ہو چلا تھا کہ اب کوئی حضرت ہود علیہ السلام کی طرف دھیان نہ دے گا اور ان کی باتوں کو توجہ سے نہ سنے
حضرت ہود علیہ السلام نے یہ سب کچھ نہایت صبر و ضبط کے ساتھ سنا اور پھر سے مخاطب ہو کر وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

''میں خدا کو اور تم سب کو گواہ بنا کر سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اعتقاد سے قطعی بری ہوں کہ ان بتوں میں یہ قدرت ہے کہ مجھ کو یا کسی کو کسی قسم کی برائی پہنچا سکتے ہوں۔ اس کے بعد میں تم کو اور تمہارے ان معبودانِ باطل کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر ان میں ایسی قدرت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچانے میں جلدی سے اقدام کریں۔ میں اپنے خدا کے فضل و کرم سے صاحبِ عقل و خرد ہوں، فراست اور علم کا مالک ہوں، حکمت اور دانائی کا حامل ہوں۔ میں تو صرف اپنے اُس خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی پر ہی اعتقاد رکھتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کے تمام جانداروں کی پیشانیاں ہیں۔ جو حیات و ممات کا مالک ہے۔ وہ ضرور میری مدد کرے گا اور ہر نقصان پہنچانے والے کے نقصان سے مجھے محفوظ رکھے گا۔''

آخر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی مسلسل سرکشی اور بغاوت کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ:

''اگر قومِ عاد کا یہی رویہ رہا اور حق سے فرار و روگردانی کی روش میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہ کی اور میری نصیحتوں کو گوشِ دل سے نہ سنا تو میں اگرچہ اپنی خدمت کے لئے ہر وقت کمر بستہ اور باہمت ہوں مگر ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ہلاک کر دے گا اور ایک دوسری قوم کو زمین کا مالک بنا کر ان کی جگہ قائم کر دے گا اور بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ وہ ہر شے پر قادر اور مسلط اور ہر شے کا حافظ و نگہبان ہے اور تمام کائنات اس کے یدِ قدرت میں مسخر ہے۔''

حضرت ہود علیہ السلام نے بار بار ان کو یہ بھی باور کرایا کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، دوست ہوں۔ تم سے زر و سیم اور ریاست کا طالب نہیں ہوں بلکہ تمہاری فلاح اور نجات چاہتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بارے میں خائن نہیں ہوں بلکہ امین ہوں۔ وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہا جاتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہوں قوم کی سعادت اور حسن

مال و مآل کے لئے کہتا ہوں بلکہ دائمی اور سرمدی نجات کے لئے کہتا ہوں۔''
نقیل بن ساعدہ رکا، پھر کہنے لگا۔
''حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے مزید فرمایا کرتے تھے۔
''تم کو اپنی ہی قوم کے ایک انسان پر خدا کے پیغام نازل ہونے سے اچنبھا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ زمانۂ قدیم سے خدا کی سنت جاریہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت اور سعادت کے لئے ان ہی سے ایک شخص کو چن لیتا ہے اور اپنا رسول بنا کر اس کو خطاب کرتا ہے اور اس کی معرفت اپنے بندوں کو مطلع کرتا ہے۔ اور فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قوم کے رشد و ہدایت کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو بول چال میں انہی کی طرح ہو، ان کے اخلاق اور عادات سے واقف ہو، ان کے خصوصی امتیازات سے آشنا اور ان ہی کی سی زندگی گزارتا رہا ہو کہ اس سے قوم مانوس ہو سکتی ہے اور وہی ان کا صحیح ہادی و مشفق بن سکتا ہے۔''
حضرت ہود علیہ السلام کی اس تبلیغ کے جواب میں قومِ عاد کے افراد غصے اور خفگی کا اظہار کرتے اور کہتے۔
''ہم کسی طرح بھی باپ دادا کی اصنام پرستی کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی سخت توہین ہے۔''
وہ حضرت ہود علیہ السلام سے اس بات پر بھی غیض و غضب کا اظہار کرتے کہ ان کو کافر اور مشرک کیوں کہا جاتا ہے جبکہ وہ بتوں کو خدا کے سامنے اپنا شفیع مانتے ہیں اور ان کے نزدیک حضرت ہود علیہ السلام کی بات مان لینے میں ان کے معبودوں اور بزرگوں کی توہین اور تحقیر تھی جس کو وہ خدائے اکبر کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ اور شفیع مانتے تھے اور اسی کے لئے ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے تھے کہ وہ خوش ہو کر ہماری سفارش کریں گے اور عذابِ الٰہی سے نجات دلائیں گے۔
ایک روز قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہہ دیا۔
''اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو وہ عذاب بلا لے کہ ہمارا تیرا قصہ پاک ہو جائے۔''
آخر پیغمبر کے ساتھ یہ سلوک کرنے کی وجہ سے اور قومِ ہودؑ کی انتہائی شرارت اور عداوت اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض و عناد کی پاداشِ عمل اور قانونِ جزا کا

وقت آ پہنچا اور غیرتِ حق حرکت میں آئی اور عذابِ الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔

اس پر قومِ عاد سخت گھبرائی، پریشان ہوئی اور عاجز اور درماندہ نظر آنے لگی تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوشِ ہمدردی نے اکسایا اور مایوسی کے بعد پھر ایک مرتبہ ان کو سمجھایا کہ راہِ حق اختیار کر لو۔ میری پکار پر ایمان لے آؤ۔ یہی نجات کی راہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔

لیکن بد بخت اور بدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ بغض وعناد اور دوبالا ہو گیا۔

تب ہولناک عذاب نے ان کو آن گھیرا۔ آٹھ دن اور سات راتیں لگاتار تیز اور تند ہوا کے طوفان اٹھے اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا گیا۔ بڑے بڑے تنومند اور قوی ہیکل انسان جو اپنی جسمانی قوتوں کے گھمنڈ میں سرمست اور سرکشی میں ڈوبے ہوئے تھے اس طرح بے حس و حرکت پڑے نظر آتے تھے جس طرح آندھی سے تناور درخت بے جان ہو کر گر جاتے ہیں۔ غرض اس عذاب نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنے اور دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ اور اسی کے وہ مستحق تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروکارانِ حق کو خدا کی رحمت سے عذابِ الٰہی سے محفوظ رکھا گیا اور وہ لوگ سرکش قوم کی سرکشی اور بغاوت سے مامون ہو گئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''طرغائی! یہ ہے عاد کی داستانِ عبرت جو اپنے اندر چشمِ عبرت بین کے لئے بے شمار پند و نصیحت رکھتی ہے اور خدائے برتر کے احکام کی تعمیل، تقویٰ اور طہارت کی زندگی کی جانب دعوت دیتی ہے۔ شرارت، سرکشی اور خدا کے احکام سے بغاوت کے انجامِ بد سے آگاہ کرتی ہے اور وقتی خوش نصیبی پر گمان کر کے نتیجے کی بدبختی پر مذاق اڑانے سے ڈراتی اور باز رکھتی ہے۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغائی کچھ دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

''میں آپ کی انتہا درجہ کی شکرگزار ہوں کہ آپ نے ان سرزمینوں کی ایک قدیم قوم

متعلق مجھے تفصیل بتائی۔ اس طرح میرے علم اور میری معلومات میں اضافہ ہوا
''

طرغائی کے ان الفاظ کا جواب نفیل بن ساعدہ دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ خانہ بدوش قبیلے کے اندر کوئی منادی زور زور سے پکارنے لگا۔

''قبیلے والو! اپنے بائیں جانب دیکھو۔ ربع الخالی کی طرف سے اٹھتے طوفان کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ لہٰذا اپنی رفتار کو تیز کر دو۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی قبیلے کے ان گنت حدی خواں حرکت میں آئے۔ انہوں نے انداز میں حدی گانا شروع کر دی تھی اور حدی کے ساتھ ہی اونٹوں نے اپنی رفتار الی نسبت دگنی کر دی تھی۔ اس طرح قافلہ آندھی اور طوفان کی طرح ریتلی مسافتوں اڑاتا ہوا یمن کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

✹

یمن پہنچ کر خانہ بدوش قبیلے نے وادی سراۃ میں پڑاؤ کر لیا تھا۔ یہ وادی عجیب و غریب اور دنیا کی حسین ترین وادیوں میں شمار کی جاتی تھی۔ اس وادی کے مغرب میں عمان کے کوہستانی سلسلے اپنی بلند چوٹیوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ موسم کو خوشگوار بنائے ہوئے تھے۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر اور اس کے دامن میں گھاس کے وسیع جنگل تھے جہاں خانہ بدوش قبیلہ کافی دن تک قیام کر سکتا تھا۔

جبکہ اس وادی کے مشرقی جانب جبل قمر سایہ فگن تھا۔ یہ دونوں بلند کوہستانی سلسلے جبل قمر سطح سمندر سے لگ بھگ سات ہزار دو سو فٹ بلند ہونے کی وجہ سے اپنی ٹھنڈی اور خوشگوار آب و ہوا کے لئے مشہور تھا۔ گرمی کے موسم میں وہاں دن بھر ہوائیں چلتی تھیں۔ سردیوں میں درجہ حرارت بڑھ جاتا تھا اور سردیاں اپنے عروج پر آ جاتی تو برف بھی پڑ جاتی تھی۔ موسمِ بہار اور وسط گرما میں بہت بارشیں ہوتی تھیں۔ سردیوں میں یہاں کم ہوتی تھیں لیکن جب ہوتیں تو بہت زیادہ تکلیف دہ ہوا کرتی تھیں۔

وادی سراۃ میں پڑاؤ کرنے کے بعد خانہ بدوش قبیلہ بے حد خوش اور مطمئن تھا اس لئے کہ انہوں نے دیکھا اس بار معمول سے زیادہ ان وادیوں کے اندر گھاس تھی جس کی وجہ سے وہ زیادہ دن تک وہاں قیام کر سکتے تھے۔

طرغائی اور عشیرہ ایک روز دونوں خیمے میں بیٹھی ہوئی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی

تھیں۔ یہ خیمہ نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کا تھا۔ اتنے میں نفیل بن ساعدہ خیمے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس موقع پر طرغائی مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اس لئے کہ میں آج ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

طرغائی کے ان الفاظ پر عشیرہ کسی قدر پریشانی اور ہچکچاہٹ کا سامنا کر رہی تھی۔ بار بار اس نے دزدیدہ نگاہوں سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''طرغائی! تم بیٹھو۔ میں کچھ کام نمٹا کر تمہارے پاس آتی ہوں۔''

عشیرہ جب وہاں سے بھاگنے لگی تب جھپٹنے کے انداز میں طرغائی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہنے لگی۔

''عشیرہ! ساری گفتگو تمہاری موجودگی میں ہو گی...... میں تمہیں یوں بھاگنے تو دوں گی۔''

نفیل بن ساعدہ جب آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا تب طرغائی بھی بیٹھ گئی اور کھینچتے ہوئے عشیرہ کو بھی اس نے اپنے قریب بٹھا لیا تھا۔ اس کے بعد طرغائی نے گفتگو کا آغاز کیا۔ پھر بغیر کسی تمہید اور بنا کسی پیش لفظ کے طرغائی نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا۔

''آپ عشیرہ سے کب شادی کرنا پسند کریں گے؟''

ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ چونکا تھا۔ غور سے اس نے طرغائی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''طرغائی! تم اپنے حواس میں تو ہو......؟ جو بات تم کہہ رہی ہو یہ اس کے ماں باپ کے کرنے کی ہے، تمہاری نہیں۔ اتنا بڑا فیصلہ تم اکیلی کیسے کر سکتی ہو؟''

طرغائی کے لبوں پر اس موقع پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔

''یہ فیصلہ میں اکیلی نہیں کر رہی، اس میں عشیرہ ہی نہیں عشیرہ کے ماں باپ کی رضامندی بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں آپ کوئی عذر پیش نہ کیجئے گا۔ ہم تو صرف دو لڑکیاں آپ سے شادی کرنے کی خواہش مند ہیں جب کہ حکمران ہی نہیں بلکہ قبیلے

کے سردار بھی بہ یک وقت پانچ پانچ، چھ چھ بیویاں رکھتے ہیں اور میرے خیال میں اگر ہم دونوں آپ کی دو بیویاں بننا چاہیں تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔''

نفیل بن ساعدہ نے پھر تیز نگاہوں سے طرغائی کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''کیا اس سلسلے میں تم نے عشیرہ کے ماں باپ سے بات کی ہے؟''

طرغائی نے بڑے پیارے انداز میں عشیرہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر کہنے لگی۔

''یونہی آپ سے اس موضوع پر گفتگو نہیں کر رہی۔ گزشتہ دن میں نے تفصیل کے ساتھ اس کے بابا اور ماں سے بات کی ہے۔ جب میں نے ان پر انکشاف کیا کہ میں اور عشیرہ دونوں نفیل بن ساعدہ سے شادی کریں گی تب ان دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی لمحہ بھر کے لئے رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''نفیل بن ساعدہ! آپ میرے تو مربی اور محسن ہیں ہی، میں تو چلو ایک اجنبی لڑکی ہوں لیکن اگر آپ عشیرہ سے شادی کرتے ہیں تو یاد رکھئے گا آپ کے اس فعل سے اس قبیلے کے اندر خوشیوں کا ایک جشن برپا ہو جائے گا......''

طرغائی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس موقع پر عشیرہ نے اس کو کہنی ماری، پھر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''کون کہتا ہے تم اس قبیلے میں اجنبی ہو؟ اب تم ہماری ذات کا ایک حصہ ہو، اس قبیلے کی ایک اکائی ہو۔ پورے خانہ بدوش قبیلے کی آبرو اور عزت ہو۔ اس لئے اب نفیل بن ساعدہ......''

اس سے آگے عشیرہ کچھ نہ کہہ پائی، شرما کر اس نے گردن خم کر لی تھی۔

اس موقع پر طرغائی کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتی رہی، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی لمحہ خیمے کے دروازے پر ایک شخص نمودار ہوا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! سردار نے آپ کو طلب کیا ہے۔ سردار کے خیمے سے باہر کھلے شامیانے میں اس وقت دونوں سرداروں کے علاوہ قبیلے کے سرکردہ لوگ اور سارے سالار جمع ہیں۔ شاید دونوں سردار کسی انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنے لگا۔

''طرغائی! میں اب جاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کس موضوع پر گفتگو ہونی ہے۔''

طرغائی اور عشیرہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر طرغائی کہنے لگی۔

''جس موضوع پر میں نے آپ سے گفتگو کی ہے اس پر سوچ رکھئے گا۔ وا[illegible] میں نے آپ سے جواب لے لینا ہے۔''

طرغائی کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا اور پھر جو نوجوان اُسے بلا[illegible] تھا وہ اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ نفیل کے جانے کے بعد طرغائی نے عشیرہ کی [illegible] دیکھا، کہنے لگی۔

''عشیرہ! آؤ تمہارے خیمے میں چلتی ہیں اور دیکھتی ہیں قبیلے کے سب لوگ اک[illegible] کر کیا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔''

عشیرہ نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں بھی خیمے سے نکل گئی تھیں۔

✲ …… ✲

●●●

خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردرس کے خیمے کے سامنے ایک بڑا شامیانہ نصب تھا [illegible]س کے نیچے چٹائیاں بچھا دی گئی تھیں اور ان چٹائیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں قبیلے کے سردار فردرس، نائب سردار زہیر بن سلمٰی، اس کے بیٹے، قبیلے کے نائب سالار حرقوص بن شجرہ کے علاوہ بہت سے سالار اور قبیلے کے سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ جب اس شامیانے کے قریب آیا تو حیرت زدہ ہو کر رک گیا۔ اس لئے کہ اس کی آمد پر اس کے احترام میں سب لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ چہرے پر حیرت چھا گئی تھی۔ جوتے اتارتا اتارتا وہ رک گیا تھا۔ پھر وہ قبیلے کے سردار فردرس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''لگتا ہے کوئی انتہائی اہم معاملہ زیر بحث ہے۔ آپ لوگوں کا اس طرح میری آمد [illegible]اٹھ کر میرا استقبال کرنا میرے لئے یقیناً ناگوار ہے۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں [illegible]یہاں چلا جاتا ہوں۔''

اس موقع پر حرقوص بن شجرہ باہر نکلا، نفیل بن ساعدہ کا بازو اس نے پکڑا، کہنے لگا۔

''میرے بھائی! پہلے اپنی نشست پر تو بیٹھو…… ایک نہیں، کئی موضوعات پر گفتگو [illegible]نی ہے۔''

حرقوص بن شجرہ کا کہا مانتے ہوئے نفیل نے جوتے اتارے، فردرس اور زہیر بن [illegible]ی کے قریب ہی چٹائی پر ہو بیٹھا۔ پھر فردرس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے سب لوگوں کو جمع کیا [illegible] ہے؟''

نفیل بن ساعدہ کے اس سوال پر فردرس اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے! اس وقت دو اہم موضوع ہیں جن پر گفتگو ہونی ہے۔ پہلے ایک موضوع چھیڑتے ہیں اس کے بعد دوسرے پر گفتگو ہوگی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد فردرس رکا، لمحہ بھر کے لئے اس نے عجیب سے انداز سے نائب سالار زہیر بن سلمی کی طرف دیکھا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میں اور زہیر بن سلمی دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اپنی جوانی سے لے کر اب تک ہم دونوں اس قبیلے کے سردار اور نائب سردار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اب میں اور زہیر بن سلمی دونوں محسوس کرتے ہیں کہ اپنے بڑھاپے، کمزوری اور لاغر پن کی وجہ سے ہم ان عہدوں سے انصاف کرنے کے قابل نہیں رہے۔ لہٰذا نئے سالار اور نائب سالار کا چناؤ کیا جائے گا۔ یہ پہلا موضوع ہے۔ اسے انجام تک پہنچایا جائے گا اس کے بعد دوسرے موضوع پر گفتگو کی جائے گی۔''

فردرس کے خاموش ہونے پر لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے تیز نگاہوں سے باری باری فردرس اور زہیر بن سلمی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے اپنے نظریے کے مطابق سردار اور نائب سردار آپ دونوں ہی رہیں گے۔ قبیلے کے لوگ آپ دونوں سے صرف قبیلے کی سرداری کرنے کی امید رکھتے ہیں۔ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر قبیلے کی حفاظت کا فرض آپ کے ذمے نہیں لگاتے۔ جب قبیلے کی حفاظت کا فرض مجھے اور حرقوص بن شجرہ کو سونپ دیا گیا ہے تو ہم دونوں سالار اور نائب سالار کی حیثیت سے آپ دونوں کے تحت کام کرتے رہیں گے اور قبیلے کی حفاظت کا فرض خوب انجام دیں گے۔''

نفیل بن سعدہ جب خاموش ہوا، تب فردرس بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تمہاری آمد سے پہلے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ میں اور زہیر بن سلمی جب جوان تھے تو کبھی اس موضوع پر گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اس سے قبل کبھی ہمارا کسی بڑی قوت سے ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ اس بار ہمارا ٹکراؤ بنی اسرائیل سے ہوا ہے اور یہ خاصا بڑا ٹکراؤ تھا اور پھر ہمارے ہمدرد صابی اور نبطی تاجروں نے ہم پر یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ جب ہم یمن سے واپسی کا م

لوٹیں گے تو کوہستانی سلسلوں کے اندر اسرائیلی قبائل ہم پر حملہ آور ہو کر نہ صرف ہم سے اپنی شکست کا انتقام لیں گے بلکہ جو مال ہم نے ان کے لٹیروں سے لوٹا تھا اسے بھی واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ ان حالات میں ابن ساعدہ! قبیلے کا سالار ہی قبیلے کا سردار ہونا چاہئے تاکہ سارے احکامات اس کی گرفت میں ہوں۔ جو حکم وہ دے، وہ حرف آخر ہو اور اسی وقت اس پر عمل کیا جائے۔ ایسا قبیلے کی سلامتی اور تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ سردار کوئی اور ہو، سالار دوسرا ہو۔ اور کوئی اہم فیصلہ کرنے کے لئے سالار کو اپنے سردار سے مشورہ کرتے ہوئے وقت ضائع کرنا پڑے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں جس قدر قبیلے کے سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ قبیلے کا سردار اور سالار اعلیٰ آج سے نفیل بن ساعدہ ہوگا جبکہ قبیلے کا نائب سردار اور نائب سالار حرقوص بن شجرہ ہوگا۔ تاہم قبیلے کے ان سرکردہ لوگوں کے کہنے پر یہ بھی طے پایا ہے کہ میری اور زہیر بن سلمی کی حیثیت اعزازی سرداروں کی سی ہوگی اور یہ کہ ہماری عزت اور احترام میں بھی قبیلے کے اندر کوئی فرق نہیں آئے گا۔''

فردرس جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

''پہلے یہ بتائیں کہ یہ تجویز کس کی ہے؟''

فردرس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''نہ کسی نے تجویز پیش کی ہے نہ اس موضوع کے سلسلے میں کسی نے مشورہ دیا ہے۔ بس یہ میرا اور زہیر بن سلمی کا فیصلہ ہے۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے جواب طلب سے انداز میں زہیر بن سلمی کی طرف دیکھا تھا جس پر زہیر بن سلمی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! فردرس ٹھیک کہتا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا ہے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اسی میں قبیلے کی بہتری، بھلائی، تحفظ اور سلامتی ہے۔''

زہیر بن سلمی کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ نے ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے حرقوص بن شجرہ پر ڈالی اور کہنے لگا۔

''کیا تم بھی ان سے متفق ہو؟''

''میرے متفق یا غیر متفق ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ قبیلے کے سارے سرکردہ کا فیصلہ ہے۔ کم از کم مجھ میں تو ہمت نہیں کہ اس سے روگردانی کروں۔''

حرقوص کے ان الفاظ کے بعد نفیل بن ساعدہ نے وہاں بیٹھے ہوئے سارے کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''آپ لوگ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟''

اس پر سب لوگ باری باری ایک ہی جملہ ادا کرنے لگے۔

''جو کچھ فردرس اور زہیر بن سلمی نے کہا ہے وہ ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے۔''

لوگوں کے ان الفاظ پر فردرس مسکرایا، پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہو کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! مجھے امید ہے کہ اب تم لوگوں کے اس متفقہ فیصلے کو رد نہیں کرو گے

نفیل بن ساعدہ نے پھر کچھ سوچا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

''آپ لوگ اس مسئلے کے صرف ایک پہلو پر غور کر رہے ہیں اور اسی پہلو کو سا رکھتے ہوئے آخری فیصلہ کر دیا ہے۔ آپ لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ بابل کا با بخت نصر اپنے باپ کی طرح مجھے اپنے لشکریوں کا سالار خیال کرتا ہے۔ اس وقت تو اپنی سلطنت کی بہتری، بھلائی اور لوگوں کے امور درست کرنے میں مصروف ہے مختلف نشستوں میں میری اس سے جو گفتگو ہوتی رہی ہے اس کے مطابق اپنی سلطن کے حالات بہتر کرنے، نظم و نسق کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کے بعد اس ارادہ ہے کہ وہ بابل سے نکل کر بڑی برق رفتاری سے مغرب کا رخ کرے گا۔ روم کے سارے ساحلی شہروں کو فتح کرتا ہوا جنوب کا رخ کرے گا اور اسرائیلیوں دونوں سلطنتوں پر ضرب لگائے گا۔ اس لئے کہ یہ سلطنتیں مختلف مواقع میں مختل حکمرانوں سے ساز باز کرتے ہوئے اردگرد کے علاقوں کے لئے خطرے کا باعث رہی ہیں۔ لہٰذا بخت نصر اسرائیل کی دونوں مملکتوں کی بھی اینٹ سے اینٹ بجانے ارادہ رکھتا ہے۔

اور جب بخت نصر ان مہموں کی ابتداء کرے گا اور مجھے ایک سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر میں رکھے گا تو سوچو مجھ جیسے شخص کا قبیلے کا سردار بننا کیسے مناسب ہے۔ مجھے کئی کئی ماہ تک قبیلے سے باہر بخت نصر کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ ایسی صورت میں، میں

قبیلے کے اہم امور میں کیسے عملی طور پر حصہ لے سکوں گا اور دلچسپی کا اظہار کر سکوں گا؟''

نفیل بن ساعدہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں فردرس بول اٹھا، کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تمہارے تحفظات، تمہارے اندیشے اپنی جگہ درست ہیں۔ قبیلے کا کوئی بھی فرد تم پر قدغن اور پابندی تو نہیں لگا رہا کہ تم ایک سالار کی حیثیت سے بخت نصر کے ساتھ کام نہیں کر سکتے بلکہ ہمارے قبیلے کے لئے یہ ایک فخر کا مقام ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہمارے قبیلے کے ایک نوجوان کو اپنے لشکروں کا سالار مقرر کر رکھا ہے۔

میرے عزیز! بخت نصر جب کبھی بھی کہیں حملہ آور ہونا چاہے گا تو تم پوری سرگرمی سے اس کے ساتھ جنگوں میں حصہ لیتے رہو گے۔ ایسی صورت میں قبیلہ کسی محفوظ جگہ قیام کئے رہے گا۔ اور پھر تمہاری غیر موجودگی میں تمہاری جاری کردہ ہدایت کے مطابق حرقوص بن شجرہ قبیلے کے سارے نظام کو چلاتا رہے گا اور تمہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔''

فردرس لمحہ بھر کے لئے رکا، اس کے بعد بڑی شفقت سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنی بات آگے بڑھا رہا تھا۔

''ابن ساعدہ! تمہاری حیثیت میرے اور زہیر بن سلمی کے سامنے ایک بیٹے کی سی ہے۔ ہم دونوں کی طرف سے تمہارے سامنے التماس ہے کہ قبیلے کے سب لوگوں نے جو متفقہ فیصلہ کیا ہے اسے قبول کرنے سے انکار نہ کرنا۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے باری باری فردرس، زہیر بن سلمی اور حرقوص بن شجرہ پر گہری نگاہ ڈالی، پھر ایک طرح سے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر آپ لوگوں کا یہی فیصلہ، یہی ارادہ، یہی عزم ہے تو پھر یوں ہی سہی۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر سب لوگوں کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر حرقوص بن شجرہ نے آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی چومی، پھر پیچھے ہٹا اور کسی قدر بلند آواز میں کہنے لگا۔

''ایک مسئلہ حل ہوا ...... اب دوسرا مسئلہ میں پیش کرتا ہوں جو یہ ہے کہ سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں قیام کے دوران طرغائی اور عشیرہ دونوں کو نفیل بن ساعدہ سے بیاہ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ گزشتہ دن طرغائی نے فردرس اور اس کے اہلِ خانہ

کے ساتھ طویل گفتگو کی تھی جس میں طے ہوا تھا کہ طرغائی اور عشیرہ دونوں کو آپ کی زوجیت میں دیا جائے گا۔ ایسا کرنے سے قبیلے کے اندر خوشیوں کی برسات ہو جائے گی۔ جشن کا سماں برپا ہو جائے گا اور پھر...''

''حرقوص بن شجرہ نے بات مکمل نہیں کی ہے، ادھوری چھوڑ دی ہے۔''

فردرس بڑے غور سے حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! یہ تمہاری شادی کا تو ذکر کر گیا ہے لیکن یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ زہیر بن سلمی کی بیٹی اناشید کو حرقوص بن شجرہ سے بیاہ دیا جائے گا۔ اس میں ابن شجرہ کی خوشی بھی شامل ہے۔ زہیر بن سلمی اور اس کے اہل خانہ بھی اس پر خوشی اور رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے شکووں بھرے انداز میں حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ جواب میں حرقوص مسکرا رہا تھا۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

''میں نے آپ لوگوں کی یہ بات تسلیم کر لی کہ آپ مجھے قبیلے کا سردار اور سالار بناتے ہیں اور حرقوص بن شجرہ کو نائب سالار اور نائب سردار مقرر کرتے ہیں۔ اب آپ لوگ میری ایک بات مانیں، میں طرغائی اور عشیرہ دونوں سے شادی کے لئے تیار ہوں۔ لیکن چاہتا ہوں میری یہ شادی اس وقت ہو جب یہاں سے جاتے ہوئے ہم بابل شہر کے نواح میں قیام کریں اور میں اپنی اس شادی میں چاہوں گا کہ بخت نصر بھی اس میں شرکت کرے۔ اگر میں نے یہاں شادی کر لی تو وہ شکوہ کر سکتا ہے کہ مجھے بتایا بھی نہیں کہ میں نے شادی کر لی ہے۔''

اس پر نفیل بن ساعدہ کی بات کاٹتے ہوئے زہیر بن سلمی بول اٹھا۔

''بیٹے! اب تک بابل سے جو خبریں ہم تک آئی ہیں ان کے مطابق بخت نصر نے بھی قوم ماد کے بادشاہ کیاکسارا کی بیٹی ایتا سے شادی کر لی ہے اور یہ شادی بھی تو تمہاری غیر موجودگی میں ہوئی ہے اور تم اس میں شرکت نہیں کر سکے۔''

''زہیر بن سلمی! میرے محترم! آپ کا کہنا درست ہے۔'' نفیل بن ساعدہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ ''پر یہ بھی تو سوچو، بخت نصر بابل کا بادشاہ ہے، وہ ایسا کر سکتا ہے۔ میری حیثیت اس کے سامنے کیا ہے یہ آپ

سب لوگ جانتے ہیں۔ لہٰذا مجھ میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جیسا اس نے کیا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اسے کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں نے مجھے میری بات مکمل نہیں کرنے دی۔ میری آپ سے التماس یہ ہے کہ میں طرغائی اور عشیرہ سے بابل جا کر شادی کروں گا۔ تاہم مزید میری خواہش یہ ہے کہ یہاں قیام کے دوران ہی چند دن بعد بلکہ میرا دل کہتا ہے کہ کل یا پرسوں دو دنوں میں ہی اناشید اور حرقوص بن شجرہ کی شادی کا اہتمام کر دینا چاہئے۔ اس طرح قبیلے کے لوگوں کو خوشی کا جشن منانے کا ایک موقع مل جائے گا۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے سارے خوش ہو گئے تھے۔ پھر فردرس کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے بیٹے! ہم تمہاری تجویز سے اتفاق کرتے ہیں..... دو دن بعد حرقوص بن شجرہ اور اناشید کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہاری خواہش کے مطابق طرغائی اور عشیرہ کو تم سے بابل پہنچ کے بیاہ دیا جائے گا۔''

اس فیصلے پر سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہ فردرس باری باری نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''اس موقع پر میں قبیلے کے اپنے افراد اور قبیلے کے جانوروں کی بہتری اور بھلائی کے لئے ایک مشورہ دوں گا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ جن وادیوں کے اندر ہم نے قیام کیا ہوا ہے اس کے اطراف میں شلجم اور دوسری سبزیاں وافر بہتات میں ہوتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کچھ سبزیاں خصوصیات کے ساتھ شلجم منوں کے حساب سے چیر کے خشک کر لئے جائیں اور انہیں محفوظ کر لیا جائے تاکہ سفر کے دوران جہاں کہیں ہمیں کچھ میسر نہ ہو، خشک کی ہوئی سبزیاں کام میں لائی جا سکیں۔ پچھلی بار جب ہم ان وادیوں کی طرف آئے تھے تب بھی میرا یہ ارادہ تھا۔ لیکن ان دنوں یہاں سبزیوں کی پیداوار بہت کم تھی اور بہت مہنگی بھی تھیں۔ اس بار جو جائزہ لیا گیا ہے اس کے مطابق اس بار یہاں سبزیوں کی پیداوار کئی گنا زیادہ ہے اور پھر سستی بھی ہیں۔ لہٰذا میری تجویز ہے کہ اس بار وافر مقدار میں سبزیاں خشک کر لی جائیں۔''

اس موقع پر جو جانوروں کے لئے میں دوسری تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس بار ان علاقوں میں بارشوں کے موسم میں بارشیں زیادہ ہوئی ہیں۔ آپ چاروں طرف نگاہ دوڑائیں، جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے گھاس ہی گھاس ہے۔ ان علاقوں میں

کئی ہفتوں تک ہمارے جانور پیٹ بھر کے کھا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں ساتھ ساتھ قبیلے کے کچھ جوانوں کو مختص کر دیا جائے جو روزانہ ہری گھاس کاٹ کر دائیں جانب کے کھلے میدان میں پھیلاتے جائیں اور جس طرح ہم قبیلے کے افراد کے استعمال کے لئے سبزیاں خشک کریں گے اسی طرح وافر مقدار میں گھاس بھی خشک کر لیں۔ اس خشک گھاس کے گٹھے بنا کر محفوظ کر لئے جائیں اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ ایسی خشک گھاس سرما کے موسم میں جانور بڑی خوشی، رغبت اور شوق سے کھاتے ہیں۔''

فردرس جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''محترم فردرس! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس پر فی الفور عمل شروع کر دیا جائے گا۔ اس موقع پر میں بھی حرقوص بن شجرہ سے کچھ کہنا چاہوں گا۔

ابن شجرہ! میرے بھائی! میں اپنے پڑاؤ، خیمہ گاہ کا جائزہ لے چکا ہوں۔ ان وادیوں میں ان دنوں میں بھی بارش کا امکان ہوتا ہے اور تم لوگ دیکھتے ہو کہ آج کل تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ بادل بھی بن رہے ہیں۔ لہٰذا ہمارے بائیں جانب سے کوئی خطرہ نہیں۔ دائیں جانب سے پہاڑوں سے اترنے والا کچھ پانی ندی نالوں کی طرف جانے کی بجائے ان وادیوں کی طرف بھی آئے گا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں اس طرف کچھ نوجوان لگا دیئے جائیں جو زمین کو اس انداز میں کھود ڈالیں کہ پہاڑوں سے اترنے والا پانی ہماری خیمہ گاہ میں داخل ہونے کی بجائے دائیں جانب سے ہوتا ہوا قریبی نالوں کی طرف چلا جائے۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا گیا۔ پھر سارے فیصلے ہونے کے بعد لوگ وہاں سے مطمئن انداز میں اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔

* ...... *

●●●

نفیل بن ساعدہ جب سب لوگوں کی طرح اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تب فردرس نے اُسے پکارا۔

نفیل بن ساعدہ رک گیا۔ فردرس اس کے قریب آیا، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

''بیٹے! ذرا میرے ساتھ آؤ۔''

اس موقع پر فردرس نفیل بن ساعدہ کو مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا اشجع بن فردرس بھی قریب آیا، بالکل نفیل بن ساعدہ کے سامنے آیا۔ اس کے اس طرح سامنے آنے پر نفیل بن ساعدہ رک گیا۔ اشجع بن فردرس آگے بڑھا، پرجوش انداز میں وہ نفیل بن ساعدہ سے گلے ملا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر کہنے لگا۔

''میرے عزیز اور محترم سردار اور سالار! میں جہاں آپ کو قبیلے کا سردار بننے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں وہاں آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری بہن عشیرہ سے شادی کرنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ میرے عزیز بھائی! آپ کی یہ رضامندی ایک طرح سے ہمارے گھر کے سب افراد کے لئے خوشی اور طمانیت کا باعث بن جائے گی۔ گو ہماری بہن طرغائی نے کل گفتگو کے دوران سب کو یقین دلایا تھا کہ عشیرہ کی شادی ہر صورت میں آپ کے ساتھ ہوگی اور آپ اس کے لئے ہاں کریں گے۔ لیکن آج آپ نے خود اس کی حامی بھر کے میں سمجھتا ہوں ہمارے سارے گلے شکوے، ہمارے سارے تفکرات اور تحفظات رفع کر دیئے ہیں۔ اس کے لئے میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اشجع بن فردرس جب پیچھے ہٹا تب فردرس مسکراتے ہوئے

کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تمہیں علیحدہ بلا کر میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ میرے بیٹے اشجع نے کہہ دیا ہے۔ اب میرے ساتھ آؤ، خیمے میں بہت سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

نفیل بن ساعدہ چپ چاپ فردرس اور اس کے بیٹے اشجع کے ساتھ ہو لیا تھا دونوں کے ساتھ فردرس جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں اس وقت فردرس کی بیوی ازلام کی بجائے نائب سالار زہیر بن سلمی کی بیوی احاطہ، اس کی بیٹی اناشید طرغائی اور عشیرہ سب اس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ بڑی بے چینی سے اور بڑی بے تابی سے کسی بات کے کہے جانے، کسی کام کے عملی صورت اختیار کیے جانے کے منتظر ہوں۔

نفیل بن ساعدہ جب فردرس اور اشجع بن فردرس کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں بیٹھے سب افراد بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس موقع پر عشیرہ بنت فردرس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ نفیل بن ساعدہ کا اس طرح اس کے خیمے میں داخل ہونا اس کے لئے یقیناً نیک فال تھا۔ اس لئے کہ گزشتہ کئی ماہ سے اس طرح کبھی بھی نفیل بن ساعدہ ان کے خیمے میں داخل نہیں ہوا تھا۔

اس موقع پر کھڑے ہی کھڑے فردرس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بیوی ازلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آج میرے اور تمہارے لئے سب سے بڑھ کر خوشی کا دن ہے۔ اس لئے کہ طرغائی کے ساتھ ساتھ اب ہماری بیٹی عشیرہ کی شادی بھی نفیل بن ساعدہ سے ہو گی اور اس سلسلے میں نفیل بن ساعدہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔''

یہ الفاظ سن کر جہاں ازلام، طرغائی اور عشیرہ کے چہروں پر خوشیاں ہی خوشیاں، مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی وہاں زہیر بن سلمی کی بیوی احاطہ اور اس کی بیٹی اناشید جو وہاں موجود تھیں وہ بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

اس موقع پر ازلام حرکت میں آئی، آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، کئی بار اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگی۔

''ابن ساعدہ! قسم کعبے کے رب کی۔ تم نے ہمیں قبل از وقت مرنے سے بچا لیا ہے

اور تمہارا یہ احسان ہم دونوں میاں بیوی زندگی بھر فراموش نہیں کر سکیں گے۔ میں طرغائی کے ساتھ ساتھ عشیرہ کو قبول کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔''

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ازلام جب پھر طرغائی اور عشیرہ کے پاس جا کھڑی ہوئی تب فردرس پھر بول اٹھا اور کہنے لگا۔

''تم نے ابن ساعدہ کو ادھوری مبارکباد دی ہے۔ یہ خوشی جس کا تم نے اظہار کیا ہے صرف ہمارے لئے ہے اور پورے قبیلے کے لئے خوشی یہ ہے کہ سارے قبیلے نے مل کر میری خواہش کے مطابق نفیل بن ساعدہ کو قبیلے کا سردار اور حرقوص بن شجرہ کو نائب سردار مقرر کر دیا ہے۔ قبیلے کا سالار بھی نفیل بن ساعدہ ہو گا اور حرقوص نائب سالار ہو گا۔''

اس پر بھی سب لوگ نفیل بن ساعدہ کو مبارک باد دینے لگے تھے۔

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ اپنے ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ فردرس پھر بول اٹھا۔ اس بار وہ اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اناشید! میری بیٹی! تو بھی خوش قسمت ہے۔ تیری شادی حرقوص کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور دو ایک روز تک تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس طرح پورے قبیلے کو خوشی کا ایک جشن منانے کا موقع مل جائے گا۔ جہاں تک نفیل بن ساعدہ، طرغائی اور عشیرہ کی شادی کا تعلق ہے تو نفیل بن ساعدہ کی خواہش ہے کہ یہ شادی بابل میں بخت نصر کی موجودگی میں ہو۔ اس لئے کہ بخت نصر نے نفیل بن ساعدہ کو اپنا سالار مقرر کر رکھا ہے۔ اس بناء پر یہ اس کی شرکت چاہتا ہے۔''

سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر خیمے کے دروازے پر حرقوص بن شجرہ نمودار ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اناشید کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ خیمے کے دروازے پر جب وہ رک گیا تب فردرس نے اُسے مخاطب کیا۔

''حرقوص! رک کیوں گئے ہو؟.....اندر آؤ۔''

حرقوص آگے بڑھا، نفیل بن ساعدہ کے پہلو میں کھڑا ہوا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! میں نے قبیلے کے لوگوں سے دو کاموں کے سلسلے میں مشورہ کیا ہے۔ ایک گھاس کو کاٹ کر خشک کرنا، دوسرے مقامی کسانوں سے شلجم خرید کر اور انہیں

کاٹ کر خشک کرنے کا بھی ان سے ذکر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کام میں قب[illegible] کے سردار اور عورتیں سب حصہ لیں گے۔ قبیلے کے چند سرکردہ لوگوں کو مقامی کسانوں [illegible] طرف روانہ کر دیا جائے گا اور وہ ان سے شاہم کے کھیت کے کھیت خرید لیں گے۔ لوگو[illegible] کے ساتھ مل کر یہ طے پایا ہے کہ صبح سے لے کر دوپہر تک شاہم اکٹھے کرنے کا کام کی[illegible] جاتا رہے گا۔ شاہم اکٹھے کر کے ہمارے قریب ہی جو پانی کا نالا بہتا ہے اس میں انھیں دھو کر کنارے پر خشک کرایا جائے گا اور پھر قبیلے کی عورتیں رات کو کاٹ کر انہیں رسیوں میں پرو کر خشک کرنے کے لئے لٹکا دیں گی۔ جہاں تک گھاس کاٹنے کا تعلق ہے تو مرد اور عورتیں سب اس پر راضی ہیں کہ قبیلے کے سب افراد پچھلے پہر گھاس کاٹنے کا عمل کیا کریں گے۔ اس لئے کہ پچھلے پہر گرمی کا زور کم ہوتا چلا جاتا ہے اور گھاس کاٹنے کا سلسلہ شام گئے تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔''

حرقوص بن شجرہ جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

''ابن شجرہ! قبیلے کے لوگ مل کر جو فیصلہ کرتے ہیں اسی پر عمل کیا جائے گا۔ چلو میں اور تم کچھ لوگوں کو لے کر کسانوں کے پاس جاتے ہیں۔ ان سے شاہم خریدنے کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اور ابھی سے ان دونوں کاموں کی ابتداء کر دی جائے گی۔''

حرقوص بن شجرہ کے علاوہ فردوس نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر اشجع بن فردوس بول اٹھا۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔''

نفیل بن ساعدہ نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔ ''اگر تم نہ بھی بولتے تب بھی میں تمہیں ساتھ لے کر چلتا۔''

پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ پھر کہنے لگا۔ ''طرغائی! تم یہیں رہو، میں کچھ کام نمٹا کر لوٹتا ہوں۔''

اس پر طرغائی کہنے لگی۔ ''نہیں، میں اور عشیرہ دونوں اپنے خیمے کی طرف جائیں گی۔''

اس پر نفیل بن ساعدہ خاموش رہا۔ پھر وہ حرقوص اور اشجع کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا جبکہ طرغائی اور عشیرہ بھی وہاں سے نکل کر نفیل بن ساعدہ کے خیمے کی طرف ہو لی تھیں۔

...ان بعد حرقوص اور اناشید کی شادی کا اہتمام کیا گیا اور پورے قبیلے میں ایک [illegible]ن کا جشن کا سماں برپا ہو کر رہ گیا تھا۔

اس کے بعد قبیلے نے کئی ہفتوں تک یمن کی ان وادیوں کے اندر قیام کئے رکھا۔ [illegible]س کاٹ کاٹ کر اسے خشک کر کے گٹھے کے گٹھے بنا لئے گئے تھے اور انہیں چھکڑوں [illegible] اندر رکھتے ہوئے ان کے اوپر چمڑے کی چادریں ڈال کر انہیں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ [illegible] طرح عورتیں رات کے وقت شاہم کے ٹکڑے کاٹ کر انہیں خشک کر لیا کرتی تھیں اور [illegible]یں بھی سائے میں خشک کر کے ڈھیروں کی مقدار میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ یوں چند [illegible] یمن کی ان وادیوں میں قیام کرنے کے بعد خانہ بدوش قبیلے نے نفیل بن ساعدہ [illegible]ر حرقوص بن شجرہ کی سرکردگی میں پھر واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔

* ...... *

•••

سیتھین سردار تو لک اور جاتو ایک روز اپنے سیتھین ساتھیوں کے ساتھ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کے لئے شکار تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ صبح سے لے کر سہ پہر تک وہ اس تگ و دو میں رہے لیکن اس روز انہیں کوئی شکار نہ ملا۔ جس وقت دونوں تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھی سیتھین اپنے گھوڑوں کو ادھر اُدھر دوڑاتے ہوئے شکار کی تلاش میں تھے تب جاتو ایک دم چونک پڑا۔ اس لئے کہ ان دونوں نے اپنے جن ساتھیوں کو نفیل بن ساعدہ اور طرغانی پر نظر رکھنے کے لئے روانہ کیا تھا وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔

تو لک نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ بھی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس موقع پر جاتو نے بڑی بے تابی سے تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بھائی! تھوڑی دیر قبل تک میں بڑی اذیت کا شکار تھا۔ اس لئے کہ آج ہمیں کیا کسارا کے لئے کوئی شکار نہیں ملا۔ لیکن یہ جو ہمارے ساتھی آ رہے ہیں ان کی وجہ سے میری ساری کوفت خوشی اور مسرت میں تبدیل ہو گئی ہے۔''

جب وہ آنے والے گھوڑ سوار قریب آئے تب جاتو اور تو لک ان کے استقبال کے لئے اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب آ کر وہ سوار اپنے گھوڑوں سے اترے۔ پُر جوش انداز میں جاتو اور تو لک سے ملے۔ سب اکٹھے بیٹھ گئے۔ پھر گفتگو کا آغاز جاتو نے کیا اور آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! کیا تم ہمارے لئے طرغانی سے متعلق کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟''

جاتو کے اس استفسار پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''ہمارے پاس تین خبریں ہیں۔ ایک بری، دوسری اچھی اور تیسری بہت اچھی۔''

آنے والے کے ان الفاظ پر جاتو اور تو لک دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ اس پر جاتو بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جو کچھ تمہارے پاس ہے تفصیل کے ساتھ کہو۔''

اس پر آنے والا دوبارہ بول اٹھا۔

''جو خبر بری ہے وہ یہ ہے کہ طرغانی خانہ بدوش قبیلے کے سردار نفیل بن ساعدہ سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس کے بغیر وہ ایک لمحہ بھی نہیں رہتی۔ جہاں جاتا ہے اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ خیمے میں بھی اکیلی اس کے ساتھ رہتی ہے اور اب اس کے قبیلے کے لوگ اس بات پر متفق ہیں بلکہ زور دینے لگے ہیں کہ نفیل بن ساعدہ کو طرغانی کے علاوہ خانہ بدوش قبیلے کے سردار کی بیٹی عشیرہ سے شادی کر لینی چاہئے اور سب نے مل کر یہ طے کیا ہے کہ ان تینوں کی یہ شادی بابل پہنچ کر ہو گی۔

بابل سے روانہ ہونے کے بعد خانہ بدوشوں کا وہ قبیلہ اپنے پہلے سے طے شدہ راستے اور شاہراہوں پر ہوتا ہوا یمن پہنچا تھا۔ یمن میں انہوں نے کئی ہفتے قیام کیا۔ اب وہ واپسی کا سفر کر رہا ہے۔

جو اچھی خبر ہے وہ یہ کہ طرغانی نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ بغیر شادی کے وہ خانہ بدوش قبیلے میں قیام کئے ہوئے ہے۔ بہرحال نفیل بن ساعدہ سے شادی کرنے کا اس کا ارادہ پکا اور آخری ہے۔

جو خبر بہت اچھی ہے وہ اس طرح ہے کہ یمن کی وادیوں سے روانہ ہونے کے بعد خانہ بدوشوں کا وہ قبیلہ جب فلسطین سے ملحقہ کوہستانی سلسلوں سے ہو کر گزرے گا تب بنی اسرائیل کے کچھ قبائل ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ یہاں سے یمن جاتے ہوئے خانہ بدوش قبیلے کے جنگجو ایک ایسے اسرائیلی گروہ پر حملہ آور ہوئے تھے جو لوٹ مار کا کام سرانجام دیتا تھا اور وہ اکثر و بیشتر عربی اور صابی تاجروں کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ ان تاجروں نے خانہ بدوش قبیلے سے شکایت کی جس پر وہ ان اسرائیلیوں پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اب اپنے انہی افراد کا انتقام لینے کے لئے اسرائیل کے جنگجو قبائل خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہوں گے۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے

کہ بنی اسرائیل کی دو حکومتوں میں سے ایک حکومت ان حملہ آوروں کی پشت پناہ مددگار بنی ہوئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا جب خاموش ہوا تب اس کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے تو لک نے پوچھ لیا۔

”تم نے پہلی خبر کو برا کہا کہ طرغائی نفیل بن ساعدہ سے محبت کرنے لگی ہے۔ دوسری خبر کو اچھا کہا کہ طرغائی اور نفیل بن ساعدہ نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ تیسری خبر کو تم نے کیسے بہت ہی اچھا کہہ دیا۔ اگر بنی اسرائیل کے قبائل اس خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہو کر اپنا انتقام لینا چاہتے ہیں تو پھر یہ خبر ہمارے لئے کیسے بہت اچھی ہو گی؟ اور ہمارا اس سے کیا تعلق اور واسطہ ہے؟“

تو لک جب خاموش ہوا تب جائتو اس کی طرف گھورنے کے انداز میں کہنے لگا۔

”میں نے اکثر دیکھا ہے تمہارا دماغ بڑی دیر کے بعد حرکت میں آتا ہے۔ تمہارے لاشعور کی باتیں تمہارے شعور میں آنے میں بڑی دیر اور تاخیر کرتی ہیں۔ جس خبر کو انہوں نے بہت اچھا کہا ہے میں اسے بہت ہی اچھی خبر کہوں گا۔

سن تو لک! پہلے ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کسی موقع پر بابل کی طرف آتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کبھی اکیلے سفر کریں گے تو ہم ان پر حملہ آور ہوں گے۔ نفیل بن ساعدہ کا کام تمام کر دیں گے اور طرغائی کو اٹھا کر لے بھاگیں گے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ دونوں اکیلے سفر کریں یا اپنے قبیلے کے کچھ لوگوں کے ساتھ علیحدہ ہو کر بابل کا رخ کریں۔ ایسا اس وقت ممکن تھا اگر بابل کا بادشاہ بخت نصر اسے کسی اہم کام کے سلسلے میں بلا لیتا۔ تب ممکن تھا کہ نفیل بن ساعدہ اپنے قبیلے سے جدا ہو کر بابل کا رخ کرتا اور اس کا قبیلہ اس کے پیچھے پیچھے بابل کا رخ کرتا۔ اور اگر نفیل بن ساعدہ قبیلے سے نکل کر بابل کی طرف جاتا تو یقیناً طرغائی اس کے ساتھ ہوتی۔ اس لئے کہ نہ صرف بخت نصر کا باپ بلکہ حالات بھی طرغائی کو نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر رہے ہیں۔ اور پھر آنے والے نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ نفیل بن ساعدہ سے محبت کرتی ہے۔ لہٰذا وہ یقیناً نفیل بن ساعدہ کی غیر موجودگی میں قبیلے میں رہنے کی بجائے اس کے ساتھ ہی بابل کی طرف سفر کرتی۔ ایسی صورت میں ہم ان پر غلبہ پا سکتے تھے اور طرغائی کو حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جائتو رکا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”تو لک! جہاں تک میں سمجھا ہوں، وقت اور حالات سب ہمارے حق میں کام کر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کے قبائل کا خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا ہمارے لئے یقیناً نیک فال ہے۔ سن تو لک! آج یہاں سے واپس جانے کے بعد ہم کیاکسارا سے یہ بہانہ کریں گے کہ ہم اپنے کچھ عزیزوں سے ملنے کے لئے کوہستانِ قفقار کے اس پار سفر کرنا چاہتے ہیں جہاں ہمارے دور اور نزدیک کے عزیز و اقارب ہیں۔ ہم کیونکہ ایک عرصہ ہوا ان سے جدا ہو چکے ہیں لہٰذا ان سے ملنا چاہتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں کیاکسارا کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ ہمیں جانے کی اجازت دے دے گا۔ جب وہ ایسا کرے گا تو کوہستانِ قفقار کی طرف جانے کی بجائے ہم ان اسرائیلی قبائل کا رخ کریں گے جو نفیل بن ساعدہ کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ ان اسرائیلی قبائل میں ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ جس وقت وہ خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہوں گے ہم بھی ان پر حملہ آور ہو جائیں گے اور اسی حملے اور بھاگ دوڑ اور لوٹ مار اور ٹکراؤ کے دوران ہم طرغائی کو لے کر بھاگ نکلیں گے۔ واپس کیاکسارا کے پاس نہیں آئیں گے۔ ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کی طرف چلے جائیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے بہت سے سیتھین ساتھی اس کے پاس پناہ لے چکے ہیں بلکہ اس کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہاں جا کر ہم محفوظ ہوں گے۔

اگر ہم طرغائی کو لے کر آلیات کی بجائے کیاکسارا کے پاس لاتے ہیں تب نفیل بن ساعدہ اپنا یہ معاملہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے سامنے پیش کرے گا اور بخت نصر کیاکسارا سے طرغائی کا مطالبہ کرے گا۔ اور جب ایسا ہو گا تو کیاکسارا بخت نصر کے مطالبے کو رد نہیں کر سکے گا۔ ایک تو اب بخت نصر کی طاقت اور قوت خوب ہے، دوسرے وہ کیاکسارا کا داماد ہے۔ لہٰذا اپنے داماد اور بیٹی کی خوشنودی کے لئے کیاکسارا یقیناً طرغائی کو ہم سے چھین کر نفیل بن ساعدہ کی طرف روانہ کر دے گا۔ لہٰذا طرغائی کو حاصل کرنے کے بعد ان سرزمینوں کی طرف آنے کی بجائے ہم ایشیائے کوچک کا رخ کر جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو رکا، پھر بڑے غور سے تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو لک! جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا کیا وہ تمہاری سمجھ، تمہارے شعور میں بیٹھ گیا ہے؟''

جواب میں اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے احمقانہ انداز میں تو لک کہنے لگا۔

''جانتو! میرے عزیز! تو ٹھیک ہی کہتا ہے۔ طرغائی کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اسرائیلی قبیلوں میں شامل ہونا ہی پڑے گا اور ایسا کر کے مجھے امید ہے کہ ہم طرغائی کو آسانی سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

اب سورج ڈھلنا شروع ہو گیا تھا لہٰذا انہوں نے واپس اکبتانہ شہر کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں کیا کسارا کے لئے شکار بھی نہیں ملا تھا تاہم وہ اس بات پر خوش اور مطمئن تھے کہ نفیل بن ساعدہ کے قبیلے کی خبر لانے کے لئے انہوں نے جو اپنے ساتھی بھیجے تھے وہ لوٹ آئے ہیں۔

تو لک اور جانتو جب کوئی شکار حاصل کئے بغیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور قصر میں جب ان کے واپس آنے کی اطلاع کیا کسارا کو ہوئی اور کیا کسارا نے یہ جانا کہ وہ کوئی شکار حاصل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں تب مؤرخین لکھتے ہیں کہ کیا کسارا نے ان دونوں سرداروں کی بدترین بے عزتی کی۔ سب کے سامنے انہیں ذلیل اور رسوا کیا اور ذلت آمیز انداز میں قصر سے نکال دیا۔

یہ دونوں سیتھین سردار قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا سے بے عزتی کروانے کے بعد جب واپس اپنی رہائش گاہ آئے تو بڑے پریشان، فکرمند، مغموم وملول تھے۔ کچھ دیر تک دونوں سر جھکا کے بیٹھے رہے، کچھ سوچتے رہے۔ آخر جانتو جو بڑا تیز اور زیرک تھا، تو لک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تو لک! قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے آج ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس سے پہلے ہماری قوم کو تباہ و برباد کیا، ہمارے سردار کے علاوہ ہمارے بڑے بڑے سرکردہ سالاروں کو اس نے دھوکا دہی سے کام لے کر دعوت پر بلایا اور مدہوش کر کے ان کا خاتمہ کر دیا اور پھر غفلت کی حالت میں ہمارے لشکر پر حملہ آور ہو کر ہمارے ان گنت لوگوں کا اس نے قتل عام کیا۔

م نے اس کے پاس پناہ اس لئے لی تھی کہ اپنی قوم کے قتل عام کا اس سے انتقام ئے۔ لیکن یہاں رہتے ہوئے اس نے ہم پر احسانات کئے تو وقتی طور پر انتقام کی ایک کم از کم میرے ذہن میں ماند پڑ گئی تھی۔ لیکن آج اس نے جو سلوک ہمارے یا ہے تو اب میرا انتقامی جذبہ اپنے عروج پر آ گیا ہے اور میں کیا کسارا سے اپنی اہانت ہی نہیں، اپنی قوم کے قتل عام کا ایسا انتقام لوں گا کہ کیا کسارا ساری عمر ے انتقام کی آگ میں جلتا رہے گا، بھسم ہوتا رہے گا۔''

جانتو کے ان الفاظ پر تو لک چونکا تھا۔ جانتو جب خاموش ہوا تب فکرمندی میں اس طرف دیکھتے ہوئے تو لک کہنے لگا۔

''جانتو! جس سے تم انتقام لینے کے لئے تل گئے ہو وہ قوم ماد کا بادشاہ ہے۔ اس پاس بڑی طاقت اور بڑی قوت ہے۔ پھر ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟''

تو لک کے ان الفاظ کے جواب میں جانتو نے ایک ایسا قہقہہ لگایا جیسے وہ پاگل ہو یا ہو۔ اس کے اس زوردار قہقہے پر تو لک بھی پریشان ہو گیا تھا۔ اس کا بازو پکڑ کر جھوڑا، کہنے لگا۔

''جانتو! تم اپنے حواس میں تو ہو؟''

جانتو نے تو لک کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

''پہلے حواس میں نہیں تھا تو لک! حواس میں تو میں آج ہی آیا ہوں۔ اس کیا کسارا ہمارے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ اور دیکھو میں اس سے کیسا ہولناک انتقام لیتا ں۔''

تو لک اور زیادہ جانتو کے قریب ہو کر بیٹھا پھر سرگوشی میں پوچھا۔

''تم کیسا اور کس طرح کا انتقام لینا چاہتے ہو؟ ذرا آہستہ بولو اور مجھے تفصیل بھی ۔''

جواب میں لمحہ بھر کے لئے جانتو کے چہرے پر مکروہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اپنا ہ تو لک کے کان کے قریب لے گیا اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آج ہم شکار حاصل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں۔ کل ناکام نہیں ہوں گے۔ کل اس کے لئے جدوجہد بھی نہیں کریں گے پھر بھی شکار ہمیں ملے گا اور ایسا ملے گا کہ یا کسارا کی پشتیں یاد رکھیں گی۔''

تو لک نے پیار اور محبت سے اپنا سر جائتو کے سر پر دے مارا اور کہنے لگا۔
''پہیلیاں بجھواتے رہو گے یا کچھ صاف الفاظ میں بھی بتاؤ گے؟''
جائتو مسکرایا، کہنے لگا۔
''سنو تو لک! تم جانتے ہو کیا کسارا کے چھوٹے بیٹے کے ساتھ میرے تعا بڑے گہرے اور قریبی ہیں اور وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے۔ اکثر و بیشتر وہ شکار پر اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کہتا ہے۔ کل جب ہم شکار کے لئے نکلیں انتہائی خفیہ اور رازداری کے انداز میں کیا کسارا کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جائیں لیکن کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے گی کہ وہ ہمارے ساتھ گیا ہے۔ اسے اس پ کرنے کے لئے میں اس سے کہوں گا کہ اس کا باپ اسے ہمارے ساتھ شکار کے نہیں جانے دینا چاہتا، ہم پر پابندیاں لگا رکھی ہیں کہ ہم اس کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اگر اس نے ہمارے ساتھ جانا ہے تو پھر چھپ کر ہمارے ساتھ ہو لے آپ چھپا کر رکھے تاکہ کسی کو خبر ہی نہ ہو کہ وہ شکار کے لئے ہمارے ساتھ گیا ہے
یہاں تک کہنے کے بعد جائتو جب خاموش ہوا تو تو لک آنکھیں پھاڑ کر اس طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
''کیا کسارا کے بیٹے کے اس طرح ہمارے ساتھ جانے سے ہمیں کیا فائدہ ہ اور ہم کیسے کیا کسارا سے انتقام لے لیں گے؟''
جائتو نے اس موقع پر کہا جانے والے انداز میں تھوڑی دیر تک فضا میں گھ کہنے لگا۔
''سنو۔ کیا کسارا کے بیٹے کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے...... اپنے سا ساتھیوں کو یہ معاملہ خفیہ رکھنے کی تاکید کر دیں گے۔ دن بھر اسے اپنے ساتھ ر گے۔ شکار نہیں کریں گے۔ سارا وقت کھیل کود میں ضائع کریں گے۔ جب شام ہ اسے کیا کسارا کا بیٹا نہیں سمجھیں گے بلکہ ایک جنگلی مینڈھا اور بھینسا سمجھ کر اسے کریں گے۔ اس کی چمڑی اتار کر، اس کا گوشت بنا کر کیا کسارا کو پیش کریں خود یہاں سے بھاگ لیں گے۔ مجھے امید ہے کہ فی الفور کیا کسارا کو ہماری اس کا علم نہیں ہوگا۔''
جائتو رکا، ایک لمبا سانس لیا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''کیا کسارا کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلانے کے بعد ہم بھاگ کر بنی اسرائیل کے ان قبائل میں شامل ہو جائیں گے جو اکادیوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ ان میں شامل ہو کر اپنا دوسرا مقصد حاصل کریں گے یعنی وہاں سے طرغائی کو لے لیں گے اور اسے لے کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایشیائے کوچک کا رخ کریں گے۔ ہمارے بہت سے بھائی بند پہلے ہی آلیات کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ ہم بھی اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔
ہمارے جانے کے بعد اگر کیا کسارا کو خبر ہو جاتی ہے کہ ہم نے اسے اس کے بیٹے کا گوشت کھلا دیا ہے اور بھاگ کر ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے علاقوں میں چلے گئے ہیں تو یقیناً آلیات سے ہماری واپسی کا مطالبہ کرے گا اور آلیات کبھی بھی کیا کسارا کے مانگنے پر ہمیں اس کے حوالے نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر میں پہلے سے ہمارے بہت سے ساتھی اور بھائی شامل ہیں جنہوں نے اس کی عسکری طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر رکھا ہے۔ اس طرح کیا کسارا سے انتقام لینے، طرغائی کو حاصل کرنے کے بعد ہم کامیابی کے ساتھ آلیات کے علاقوں میں مستقل رہائش اختیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''
جائتو جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تو لک نے پھر آگے بڑھ کر پہلے جائتو کو اپنے ساتھ لپٹایا، کئی بار اس کی پیشانی چومی، پھر پیچھے ہٹ کر احمقوں کی طرح خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
''واہ، واہ...... کیا خوب اور کامیاب ترکیب ہے۔ اس سے تو گدھے کا دماغ رکھنے والے اس کیا کسارا سے وہ انتقام لیں گے کہ اس کی نسلیں تک یاد رکھیں گی۔''
تو لک کے ان الفاظ پر جائتو بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر اٹھا اور کہنے لگا۔
''اب آؤ، اپنے ساتھیوں کے پاس چلتے ہیں اور انہیں بھی ہدایت کرتے ہیں کہ سب اس معاملے کو راز میں رکھیں۔''
تو لک نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ اٹھ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف ہو لئے تھے۔
رات کے وقت تو لک اور جائتو دونوں نے اپنے سارے ساتھیوں کو اپنا رازدار بنا لیا تھا۔

اگلے روز وہ اندھیرے منہ ہی شکار کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کسی کو ان پر شک نہ ہوا۔ اس لئے کہ پہلے بھی وہ اکثر و بیشتر ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اس بار بڑا رازداری سے وہ کیا کسارا کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

قوم ماد کے مرکزی شہر اگجانہ میں کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی تھی کہ دونوں سیتھین سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کسارا کے بیٹے کو بھی شکار کے بہانے جنگل کی طرف لے گئے ہیں۔

تو لک اور جانتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاں اکثر و بیشتر کیا کسارا کے لئے شکار تلاش کیا کرتے تھے، انہی ویرانوں کی طرف گئے۔ دن بھر وہ شکار کا بہانہ کرتے ہوئے کیا کسارا کے بیٹے کے ساتھ یونہی اِدھر اُدھر گھوڑے دوڑاتے ہوئے وقت گزارتے رہے۔ واپسی سے کچھ دیر پہلے انہوں نے کیا کسارا کے بیٹے کو جکڑ لیا، اُسے مار کر اس کی چمڑی اتار کر زمین میں دبا دی۔ جانوروں کے گوشت کی طرح اس کے ٹکڑے کر کے تھیلوں میں ڈال کر وہ واپس کیا کسارا کی طرف ہو لئے تھے۔

اُس روز کیا کسارا بے حد خوش ہوا۔ اُسے اس بات کی خوشی تھی کہ آج وہ اس کے لئے کافی بڑا شکار لے کر آئے تھے۔ گزشتہ دنوں جو اس نے جانتو اور تو لک کی بے عزتی کی تھی اس پر اس نے دبے دبے الفاظ میں معذرت بھی کر لی اور شکار لانے پر نہ صرف انہیں شاباش دی بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

اسی رات تو لک اور جانتو کیا کسارا کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ قوم ماد کے مرکزی شہر اگجانہ سے فلسطین کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مؤرخین وضاحت کے ساتھ یہ بیان کرتے ہیں کہ دونوں سیتھین سردار کیا کسارا کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلانے کے بعد بھاگ گئے تھے۔

✵ ...... ✵

● ● ●

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے قبیلے کی راہنمائی کرتے ہوئے معمول کے مطابق اپنے جانے پہچانے راستوں اور شاہراہوں پر رواں دواں تھے کہ ایک جگہ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کے اس طرح رکنے پر اس کے ساتھ حرقوص بن شجرہ، فردرس، زہیر بن سلمی، اس کے دونوں بیٹوں شجیع بن فردرس، طرغانی، عشیرہ اور دوسرے سارے سالاروں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا تھا اور ان کے رکنے پر پورا خانہ بدوش قبیلہ ان کے پیچھے رک گیا تھا۔

حرقوص بن شجرہ، فردرس اور زہیر بن سلمی کے علاوہ باقی سب لوگ بھی سوالیہ انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ باری باری اس نے لمحہ بھر کے لئے فردرس، زہیر اور حرقوص کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ذرا اپنے دائیں بائیں دیکھیں، یہ جو بڑے کوہستانی سلسلے ہیں اور ان کے درمیان جو وادیاں ہیں یہ کیسی گھاس سے بھری ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے کبھی ہم نے ان وادیوں میں پڑاؤ نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہاں اکثر و بیشتر گھاس نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے اس دفعہ ہماری غیر موجودگی میں بارشیں خوب ہوئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں یہاں قبیلے کے ساتھ پڑاؤ کر لیں۔ جس قدر گھاس مجھے دکھائی دے رہی ہے اگر اس سے آگے بھی میدانوں کے اندر گھاس ہے تو پھر ہم کم از کم دو ماہ تک یہاں پڑاؤ کر کے اپنے جانوروں کی خوراک کا سامان کر سکتے ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کا جواب کوئی دینا ہی چاہتا تھا کہ سامنے کی طرف سے کچھ گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ،

حرقوص بن شجرہ اور دوسرے سب لوگ انہیں پہچان گئے تھے۔ آنے والے خانہ بدو قبیلے کے وہ مخبر تھے جنہیں انہوں نے بنی اسرائیل کے جنگجوؤں پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ جب قریب آئے تو بڑی خوش طبعی سے انہیں مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''میں تم سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ امید رکھتا ہوں کہ تم یقیناً اپنے قبیلے کے لئے اچھی خبر لے کر آئے ہو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو یہ تو میں بعد میں تم سے سنوں گا۔ فی الحال میں یہاں پڑاؤ کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔''

ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ نے باری باری فردرس، زہیر اور حرقوص اور دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ یہاں پڑاؤ کرنا چاہئے کہ نہیں؟''

اس موقع پر زیادہ تر لوگوں کی نگاہیں فردرس اور زہیر پر جم گئی تھیں۔ وہ دونوں سردار کچھ دیر تک اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ہی بیٹھے چاروں طرف نگاہ دوڑاتے رہے۔ پھر فردرس نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے بیٹے! تمہارا کہا درست ہے۔ ان علاقوں میں واقعی ہم نے اپنے قبیلے کے ساتھ کبھی پڑاؤ نہیں کیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہاں میدانوں، کوہستانی سلسلوں، وادیوں کے اندر اس بار خلاف معمول جانوروں کے لئے گھاس کے وسیع ذخائر ہیں جسے جانور بڑے شوق اور رغبت سے کھاتے ہیں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ جس قدر گھاس دکھائی دے رہی ہے اگر اس سے آگے میدانوں میں بھی دور تک ایسی گھاس ہے تو ہم یقیناً دو ماہ تک پڑاؤ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ذرا دائیں جانب دیکھو، یہ جو برساتی نالہ ہے، میرے خیال میں ہماری غیر موجودگی میں اس میں پانی بہتا رہا ہے اور اس کے کنارے کھجی کے وہ پودے جو خشک ہو جایا کرتے تھے وہ بالکل ہرے بھرے ہیں اور انہوں نے شاخیں بھی خوب نکالی ہوئی ہیں۔ یہاں پڑاؤ کے دوران جہاں ہم اپنے جانوروں کی خوراک کا بندوبست کر سکتے ہیں وہاں اس کھجی سے ٹوکریاں بنا کر راستے میں پڑنے والے مختلف شہروں میں بیچ کر اچھی خاصی رقوم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔''

فردرس کے ان الفاظ سے نفیل بن ساعدہ ہی نہیں سارے لوگ خوش ہو گئے تھے۔

پھر نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر حرقوص بن شجرہ بلند آواز میں قبیلے والوں کو وہاں پڑاؤ رنے کا حکم دے رہا تھا۔

جب خیمے نصب ہو گئے تو قبیلے کے کچھ جوانوں نے سارے جانوروں کو چرنے کے ے ایک طرف ہانک دیا تھا۔ چھکڑے کھینچنے والے اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کی یں اور نکیلیں نکال دی گئی تھیں۔ چھکڑے ایک گول دائرے کی صورت میں کھڑے کر یے گئے تھے اور ان کے اندر قبیلے کا ضروری مشترکہ سامان رکھ دیا گیا تھا۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ، فردرس، زہیر بن سلمی، دونوں کے یے، کچھ دیگر سالاروں کے علاوہ بہت سی عورتیں بھی ایک قدرے بلند جگہ بیٹھ گئے ے۔ عورتوں میں طرغائی اور عشیرہ بھی شامل تھیں۔

ان مخبروں کے آنے پر کچھ لوگ فکرمندی اور تفکرات کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ آخر یل بن ساعدہ نے آنے والے اپنے ان طلایہ گروں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''میرے بھائیو! اب بتاؤ، اسرائیلی قبائل سے متعلق کیا اطلاع ہے؟''

نفیل بن ساعدہ کے اس استفسار پر آنے والوں میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پہلے تو ہم آپ کو قبیلے کا سردار مقرر ہونے پر مبارک باد دیتے ہیں۔ اس لئے کہ بر یہاں آ کر ہمیں ملی ہے۔ اس کے بعد آپ سے گزارش ہم اس طرح کرتے ہیں ، بنی اسرائیل کے وہ قبائل جو ہم پر حملہ آور ہونے کے درپے ہیں وہ ان شاہراہوں ر راستوں سے خوب واقف ہیں جن پر ہم سفر کرتے ہیں۔

مدین کی سرزمینوں سے ذرا آگے جہاں کوہستانی سلسلے کسی قدر بلند ہیں جہاں گھاس افر ہوتی ہے اور جہاں ہم پڑاؤ کرتے ہیں وہ قبیلے اس وقت ان میدانوں کے اندر جمع ہو رہے ہیں۔ ان کی راہنمائی اور راہبری وہ لوگ کر رہے ہیں جو ان شاہراہوں پر مارے متحرک رہنے کے منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے انہوں نے یہ منصوبہ بندی کی ہے کہ جب ان کے رندے انہیں ہمارے قافلے کے آنے کی خبر دیں گے تب وہ ان میدانوں سے اٹھیں ے جہاں وہ جمع ہو رہے ہیں اور جہاں کوہستانی سلسلہ کسی قدر بلند ہے اور شاہراہ ان وہستانی سلسلوں کے بیچ میں سے گزرتی ہے، وہاں وہ گھات لگائیں گے۔

اسرائیلی قبیلوں کا اب یہ ارادہ ہے کہ شاہراہ کے دونوں جانب جو بلند کوہستانی ہیں ان کے اوپر وہ گھات لگالیں گے اور جب ہمارا کاروان ان کے درمیان گزرے گا تو وہ اچانک ہم پر حملہ آور ہوں گے اور ہم سے اپنا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ طلایہ گر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ کچھ سوچنے کے بعد اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ہم پر حملہ آور ہونے والے اسرائیلیوں کی تعداد کس قدر ہوگی؟''

جواب میں اس طلایہ گر نے ایک گہری نگاہ اپنے ساتھیوں پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''فی الحال ان کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ مدین کی سرزمینوں میں وہ بڑی وادی میں جمع ہو رہے ہیں جہاں ہم اکثر و بیشتر پڑاؤ کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں گھاس خوب ہوتی ہے۔ ابھی تک اسرائیلیوں کے گروہ کے گروہ میدان میں جمع ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ اس بار ان کی تعداد پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ لہٰذا ہمیں ان سے کسی طریقے سے ہوگا۔''

نفیل بن ساعدہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر آنے والے اپنے ان مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''فی الحال تم جاؤ۔ جا کر آرام کرو۔ میں بعد میں مزید گفتگو تم سے کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی قبیلے کے آنے والے وہ مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

اس موقع پر جب کہ نفیل بن ساعدہ گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا، طرغائی جو قریب ہی کھڑی ہوئی تھی فکر انگیز آواز میں بول اٹھی۔

''اب کیا ہوگا؟''

طرغائی کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں نفیل بن ساعدہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''طرغائی! تمہارا تعلق خانہ بدوش سیتھین سے ہے۔ سیتھین ہم جیسے جنگجو اور خانہ بدوش ہیں۔ پھر ایسے دشمن سے کیا ڈرنا؟ ان شاہراہوں پر سفر کرنے والے ہم کوئی

اجنبی تو نہیں ہیں۔ ان شاہراہوں پر مسافتوں کی موجوں میں اُداسی بھری کئی پت جھڑ اور پتے اُڑاتی ہواؤں کے ان گنت نوحے سن رکھے ہیں۔ ہم اکادی عرب ہیں۔ ان لوگوں میں سے نہیں جو قوم کے وقار میں زہر گھولتے ہیں اور اپنے قومی تشخص اور وحدت کو رہن رکھ دیتے ہیں۔ یہ تو بنی اسرائیل ہیں۔ ماضی میں ہمارا ٹکراؤ اور سامنا ان سے بھی زبردست اقوام سے ہوتا رہا ہے اور پھر ہم ان شاہراہوں پر برسوں سے نہیں بلکہ ہمارے آباؤ اجداد ان شاہراہوں پر صدیوں سے سفر کرتے آ رہے ہیں اور نہ جانے کب تک کرتے رہیں گے۔

اگر اسرائیلی قبائل ہم سے ٹکرانا چاہتے ہیں تو ٹکرائیں۔ ہم منہ موڑ کر بھاگنے والے تو نہیں۔ یہ شاہراہیں ہماری جانی پہچانی ہیں۔ انہی پر اندھیری راتوں کے سفر میں ہم موجوں کے تلاطم کھڑے کرتے بپھرے دریاؤں کی طرح سفر کرتے رہے ہیں۔ بہت سی اقوام ہم سے ٹکرائیں۔ ہم نے ان کی حالت دھواں دھواں، ویران بستیوں جیسی بنا کر رکھ دی۔ وہ فنا ہو گئیں لیکن ہم اپنے آباؤ اجداد کی یادگار کے طور پر ابھی تک ان شاہراہوں پر رواں دواں ہیں۔ وسوسوں کی بے شمار بدگمانیاں کھڑی کرنے والوں کے خلاف ہم نے انہی شاہراہوں پر طلسمات کی ان گنت کہانیاں رقم کی ہیں اور کرتے رہیں گے۔

طرغائی! اگر ہم یمن سے انباط، دمشق، راس الشمرہ اور بابل تک جانے والی ان شاہراہوں پر حیات کی مشعلیں اٹھائے اُفق تا اُفق رحمت کے سحاب، سوچوں کے اجالوں اور رشتوں کی خوشبوؤں کی طرح پُر امن رہ کر سفر کرتے رہے ہیں تو اگر کسی نے ہمارے مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کے لئے ہم پُر امن ہو کر آگ اور خون اٹھاتی گھٹاؤں، بستیوں کو دھواں دھواں کرتے دکھ کے آسیب اور آتش برسات کرتے ابر کی صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، لحہ بھر کے لئے اس نے محبت بھرے انداز میں طرغائی اور عشیرہ دونوں کی طرف باری باری دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''یہ تو بنی اسرائیل ہیں ہم نے ماضی میں ان سے بھی زیادہ جابر قوموں اور قوتوں کو دیکھ رکھا ہے اور انہیں ہم نے اپنے سامنے زیر کیا اور پھر بنی اسرائیل کی مجال اور ان کی اوقات ہی کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف

بغاوت کی اور ان کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ جبکہ ہم ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو عرب کے صحراؤں میں کھجوروں والے شہر کو اپنا مامن و مسکن بنانے والے پیغمبر (ﷺ) کی آمد کے منتظر ہیں۔ جب وہ آئے گا تو بے روک سمندری عزم لئے انسانی تقدیر کے ہاتھوں کی لکیریں بدل دے گا۔ نفرتوں اور جاہلیت کے طوفانوں میں چاہت کا سفیرِ حق اور بُت پرستی کے کہرام میں وحدت کی بہاروں کا تازہ سیل ثابت ہو گا۔ پرانے صحیفوں اور پرانی کتابوں میں ہم نے اس سے متعلق بہت کچھ پڑھ رکھا ہے اور ہم اسی خاطر بڑی بے چینی سے آنے والے اُس رسولِ محترم (ﷺ) کے منتظر ہیں اور پہلے سے ہی اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ جب وہ آئے گا تو دنیا کے اندر ایک انقلاب برپا ہو گا۔ خداوند قدوس اپنا پیغام اس پر شبنم آلود چاندنی، مہتاب گھٹاؤں، شفق کی دھنک، ستاروں کے فسوں کی طرح اتارے گا اور جواب میں وہ آنے والے محترم رسول (ﷺ) زندگی کی تہوں میں بیداری کا شعور، شیطانی پھندوں اور گناہوں کے سرچشموں میں نور کے قافلوں کا اجالا اور رحمتوں کے عطیوں کا سیل بن کر اتر جائے گا۔

طرغائی! ان اسرائیلی قبیلوں سے کیا گھبرانا۔ یہ اگر ہم پر خوف طاری کر کے اس شاہراہ پر بٹ ماروں اور کاٹ کھانے والے بھیڑیوں کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، مزید کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد اس نے اپنے سامنے بیٹھے حرقوص بن شجرہ کے علاوہ دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے ساتھیو! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔ بنی اسرائیل کوہستانی سلسلے کے دونوں جانب رہ کر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ جس شاہراہ کے دائیں بائیں کوہستانی سلسلوں کے اندر انہوں نے گھات لگائی ہے ہم وہاں سے گزرتے رہے ہیں اور وہیں سے گزرتے رہیں گے۔ راستہ ترک نہیں کریں گے لیکن اپنا دفاع خوب کریں گے۔"

حرقوص بن شجرہ! جنگجو اسرائیلی ہم پر دو طرح کا حملہ کر سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ان کے کچھ جنگجو کوہستانی سلسلوں کے اوپر پتھروں اور چٹانوں کی اوٹ میں رہتے ہوئے ہم پر تیر اندازی کر کے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دوئم یہ کہ جونہی ہم کوہستانی سلسلوں سے

گھری ہوئی اس شاہراہ سے گزرنا شروع کریں گے، گھات میں بیٹھے ہوئے جنگجو اسرائیلی اچانک کوہستانی بلندیوں سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ہم پر وارد ہو جائیں گے۔ ہم پر حملہ آور ہونے اور ہم پر دھاوا بولنے کی کوشش کریں گے۔

تیسری صورت یہ بھی سامنے آ سکتی ہے کہ پہلے ان کے کچھ آدمی ہم پر تیر اندازی کر کے ہمیں نقصان پہنچائیں اور جب وہ دیکھیں کہ ان کی تیر اندازی کی وجہ سے ہمارے قافلے کے اندر ایک افراتفری اور ہلچل مچ گئی ہے تو پھر اچانک ان کے کچھ گھوڑ سوار کوہستانی سلسلوں سے اتر کر ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے تا کہ ہماری ناکامی اور اپنی کامیابی کو آخری شکل دیں۔ لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا اس کے بعد کہنے لگا۔

"ابن شجرہ اور میرے دیگر ساتھیو! بنی اسرائیل سے ٹکراتے وقت ہمارے سامنے تین چیزوں کا دفاع انتہائی اہم ہو گا۔

اول یہ کہ ہمیں اپنے قبیلے کے بوڑھے، بچوں، عورتوں کی حفاظت کرنا ہو گی۔

دوئم یہ کہ قبیلے کے سارے جانوروں کا بھی تحفظ کرنا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم پر حملہ آور ہو کر وہ ہمارے جانوروں کو ہنکا کر لے جائیں۔

سوئم یہ کہ ہمارے پاس جو ان گنت چھکڑے ہیں ان کے اندر ہمارا سامان ہوتا ہے، ان چھکڑوں کے آگے جو ہمارے اونٹ، گھوڑے اور خچر جتے ہوئے ہیں ہم نے ان کو بھی نقصان سے بچانا ہے۔ اس لئے کہ حملہ آور اسرائیلی چھکڑوں کے آگے جتے ہوئے اونٹوں، خچروں اور گھوڑوں پر تیر اندازی کر کے اور انہیں نقصان پہنچا کر انہیں بے کار کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر چلتے چلتے چھکڑے رک جائیں گے۔ ان کے پیچھے سارا قافلہ کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی تنگ شاہراہ پر ایک طرح سے اسرائیلیوں کے نرغے میں آ جائے گا اور ایسی صورت میں حملہ آوروں کا نقصان کم اور ہمارا نقصان زیادہ ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ پھر رکا، کچھ سوچا، دوبارہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے تم لوگوں کے سامنے اپنی تین اہم اشیاء کی حفاظت کا ذکر کیا ہے۔ اب میں تم سے یہ کہنے لگا ہوں کہ ان کی حفاظت کا سامان کیسے کریں گے۔

پہلا معاملہ جو یہاں قیام کے دوران ہم نے کرنا ہے وہ یہ کہ جس قدر چھکڑے ہمارے پاس ہیں ان کے اگلے حصے میں دائیں اور بائیں دونوں جانب لکڑی کے تختے آگے بڑھا دیئے جائیں گے اور انہی تختوں کے درمیان اونٹ، گھوڑے اور جوتے جائیں گے۔ ایسا کرنے کے بعد پھر ہم نے جب یہاں سے کوچ کرنا۔ چھکڑوں کے اندر دائیں بائیں دو قطاروں کی صورت میں گھاس کے بڑے بڑے ڈال دینے ہیں اور ان گٹھوں کے درمیان اپنے قبیلے کے بوڑھے، بچوں اور عورتوں بٹھا دینا ہے۔ اگر بنی اسرائیل کے لوگ کوہستانی سلسلوں سے اترتے ہوئے تیر اندازی بھی کریں گے تو ہمارے وہ بوڑھے، بچے اور عورتیں محفوظ رہیں گی۔ ان کے دونوں جانب کیونکہ گھاس کے گٹھے ہوں گے لہٰذا گھاس کے گٹھوں سے تیر گزر کر ان تک نہ پہنچ پائیں گے۔ اس طرح ہم اپنے بوڑھے، بچوں اور عورتوں کی حفاظت کا سامان کر لیں گے۔

جہاں تک چھکڑوں کے آگے جتے اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کا تعلق ہے تو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہر چھکڑے کے اگلے حصے میں دائیں بائیں تختے آگے بڑھا دیئے جائیں گے۔ یہ تختے اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کی گردنوں تک آگے آئیں گے۔ لکڑی کے ان ہلکے تختوں پر بھی گھاس کے گٹھے باندھ دیئے جائیں گے اور ان گھاس کے گٹھوں کی وجہ سے چھکڑوں کے آگے جتے ہوئے ہمارے جانور بھی دشمن کی تیر اندازی سے محفوظ رہیں گے۔

جہاں تک سارے قبیلے کے جانوروں کا تعلق ہے تو ان کی حفاظت ہم اس طرح کریں گے کہ جب بھی ہم یہاں سے کوچ کریں گے تو کچھ چھکڑے آگے ہوں گے۔ اس کے بعد قبیلے کے جانور ہوں گے۔ جانوروں کے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہمارے کچھ جنگجو اس کے بعد پھر چھکڑے، پھر جانور اور پھر جنگجو اور آخر میں پھر کچھ چھکڑے ہوں گے اور ان کے پیچھے بھی ہمارے حفاظتی دستے ہوں گے۔

اس کے علاوہ دشمن کی ناکامی اور اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے ہم نے ایک کام بھی کرنا ہے وہ یہ کہ اپنے جن چھکڑوں کے اندر گھاس کے گٹھے رکھ کر اور ان کے میں بوڑھوں اور بچوں کو محفوظ کریں گے ان کے اندر اپنے تیر انداز بھی بٹھا دیں گے انہی چھکڑوں کے اندر رہتے ہوئے وہ تیر انداز حملہ آوروں پر ایسی تیر اندازی کریں

کہ انہیں اپنے گھوڑوں سے گرنے پر مجبور کر دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر کہنے لگا۔

"ابن شجرہ! ابھی ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ یہاں ہم نے قیام کرنا ہے۔ یہاں گھاس کے وسیع ذخائر ہیں اور یہاں رہتے ہوئے ہم اپنے دفاع کی پوری تیاری کر سکتے ہیں۔ یہاں قیام کے دوران عورتوں سے بھی صلاح مشورہ کر لیا جائے گا۔ جو جوان عورتیں چھکڑوں کے اندر رہ کر تیر اندازی کا فرض ادا کرنا چاہتی ہیں انہیں بھی ہتھیاروں سے پوری طرح لیس کر دیا جائے گا۔

ابن شجرہ اور میرے دیگر ساتھیو! جو کچھ میں نے کہا ہے اگر ہم اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو قسم کعبہ کے رب کی، بنی اسرائیل کو مدین کی ان وادیوں اور کوہستانی سلسلوں کے اندر ہم ربع الخالی کی آٹے جیسی باریک ریت کی طرح روند کر رکھ دیں گے۔"

نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب وہاں سے اٹھے اور جو کچھ اس نے کہا تھا اسے عملی صورت دینے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

* …… *

●●●

تو لک اور جاتو ایک روز اپنے راہبروں اور مخبروں کی راہنمائی میں اس جگہ جہاں نفیل بن ساعدہ کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونے کے لئے اسرائیلی جمع رہے تھے۔ اس وادی میں داخل ہونے کے بعد جو پہلا اسرائیلی انہیں دکھائی دیا، کے پاس وہ رکے۔ اُس اسرائیلی کو بھی انہوں نے رکنے کے لئے کہا۔ جب وہ اسرا رک گیا تب تو لک اور جاتو اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے ا کے ساتھ آنے والے سارے سیتھین بھی اتر گئے تھے۔

تو لک اور جاتو آگے بڑھے۔ پھر جاتو نے اس اسرائیلی کو مخاطب کر کے پوچھا
''میرے عزیز! ہم ان علاقوں میں اجنبی ہیں ..... اگر تو ہماری راہنمائی کرے تو تیرے بڑے ممنون اور شکر گزار ہوں گے۔ ہم بنیادی طور پر سیتھین ہیں۔ قوم ماد بادشاہ کیا کسارا کے دربار سے منسلک تھے لیکن وہاں سے بغاوت کر کے آ رہے ہیں ہم نے سنا ہے کہ اسرائیلیوں کا ایک گروہ جو ان گنت جنگجوؤں پر مشتمل ہے ا عربوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس حملے میں ہم بھی شامل چاہتے ہیں۔ کیا تم ہمیں ایسے لوگوں کے پاس نہیں لے جا سکتے جو اسرائیلی جنگجوؤں سرکردہ اور سالار ہوں۔''

جاتو کی اس گفتگو سے وہ اسرائیلی بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا۔
''تمہاری گفتگو نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ یقیناً اسرائیلی سردار بھی تمہاری اس سے خوش ہوں گے۔ میں تمہیں ان کے پاس لے کر چلتا ہوں۔ دیکھو، وہ سا میدان دکھائی دے رہا ہے اسی میدان کے اندر اسرائیلی جنگجو مقیم ہیں۔ میں ان جنگ میں سے ایک ہوں اور اس علاقے کے اردگرد نگاہ رکھنے پر متعین ہوں۔ جو اسر

جنگجو یہاں جمع ہو رہے ہیں ان کی راہنمائی تین سرکردہ آدمی کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے عاشر ہے۔ یہ یہویاقیم کے لشکریوں کا ایک سالار ہے جسے یہویاقیم نے ہی کچھ مسلح جوان دے کر بنی اسرائیل کے جنگجوؤں کی مدد کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ دوسرے دو سرکردہ سردار اجلون اور حروست ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے مختلف قبیلوں کے مانے ہوئے جنگجو اور سالار ہیں اور ان کے اردگرد اب کافی اسرائیلی جنگجو جمع ہو چکے ہیں۔''

وہ اسرائیلی جنگجو جب خاموش ہوا تب جاتو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''میرے عزیز! میں تیری ایک بات نہیں سمجھا، یہ جو تُو نے اجلون اور حروست کے نام لئے ہیں وہ تو میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ تو اسرائیلی جنگجوؤں کے سالار ہیں۔ ان کی سربراہی کر رہے ہیں۔ اور یہ جو تُو نے یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم کا نام لیا ہے اس کو بھی میں نہیں سمجھا اور اس کا جو سالار عاشر ہے وہ کس سلسلے میں ادھر آیا ہوا ہے؟''

جواب میں وہ اسرائیلی جنگجو مسکرایا اور کہنے لگا۔
''میرے عزیز! شاید تمہیں فلسطین کی موجودہ حالت کا علم نہیں ہے۔ اسرائیلیوں کی دو سلطنتیں ہیں۔ ایک اسرائیل اور دوسری یہودہ۔ اسرائیل کا مرکزی شہر سامریہ ہے اور یہودہ کا مرکزی شہر یروشلم ہے۔ اب اسی یہودہ کی سلطنت کے بادشاہ کا نام یہویاقیم ہے۔

کچھ عرصہ پہلے اکادیوں کے اسی خانہ بدوش گروہ نے کچھ بنی اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچایا تھا اور ان کا مال و اسباب لوٹا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ یہودہ کے بادشاہ یہویاقیم کے پاس نالش لے کر گئے اور ان کی نالش کے جواب میں یہویاقیم نے اپنے ایک سالار عاشر کو مقرر کیا ہے اور اس کو جنگجو دستے بھی دیئے ہیں۔ اب وہ عاشر اپنے جنگجو دستے لے کر یہاں پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیلی قبائل میں سے بہت سے جنگجو جمع ہیں جن کی سرداری دو سالار اجلون اور حروست کر رہے ہیں۔''

وہ یہودی جب خاموش ہوا تب جاتو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
''میرے عزیز! میں تیری بات سمجھ گیا ہوں..... اب تُو ایسا کر، ہم سب کو اس جگہ لے جا جہاں عاشر، اجلون اور حروست نے قیام کر رکھا ہے۔ ہم خود بھی اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہو کر ان سے اپنا ایک انتقام لینا چاہتے ہیں۔''
جاتو کی اس گفتگو سے وہ یہودی خوش ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہیں لے کر وہ اس وادی میں

آگے بڑھا۔ ایک جگہ اس نے جائتو، تو لک اور ان کے ساتھیوں کو روک دیا۔ پھر وہ خیمہ گاہ میں گیا، لوٹا، پھر جائتو کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''تم دونوں جو آنے والوں کے سرکردہ ہو، میرے ساتھ آؤ۔ اپنے ساتھیوں کو وہیں روکو۔''

اس پر جائتو نے اپنے ساتھیوں کو وہاں رکنے کے لئے کہا۔ تو لک کو ساتھ لے کر وہ اس یہودی کے ساتھ ہو لیا۔ وہ یہودی خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور جائتو اور تو لک کو لے کر ایک خیمے میں داخل ہوا۔

اندر تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ جائتو اور تو لک کے اندر داخل ہونے پر تینوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ سب نے آپس میں ایک دوسرے سے تعارف کروایا۔ اندر بیٹھنے والے عاشر، اجلون اور حروست تھے۔ جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تب عاشر نے جائتو اور تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

''آنے والے معزز اور معتبر اجنبیو! پہلے یہ بتاؤ کہ تم کس سلسلے میں آئے ہو؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

جواب میں جائتو نے شروع سے لے کر آخر تک اپنی داستان کہہ دی تھی کہ کیسے ان کا ایک بہت بڑا لشکر کوہستانِ قفقاز کو عبور کر کے قومِ ماد پر حملہ آور ہوا۔ قومِ ماد کو بدترین شکست دی۔ پھر قومِ ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے دھوکے سے کام لے کر ان کے بڑے سرداروں اور ان کے بادشاہ کو مدہوش کر کے قتل کر دیا۔ اس نے یہ بھی تفصیل بتائی کہ بعد میں بہت سے سیتھین ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کی طرف چلے گئے تھے جب کہ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کیا کسارا کے محافظ دستوں میں شامل ہو گئے پھر ان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ کیسے وہاں رہتے ہوئے انہوں نے کیا کسارا کے بیٹے ذبح کر کے اسے کھلا دیا اور پھر یہ بھی تفصیل بتا دی کہ ان کے بادشاہ اور سردار کی بیٹی وہ دونوں پسند کرتے تھے اور اسے ہی حاصل کرنے کے لئے وہ بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر اکادی عربوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ لڑکی جس کا نام طرغائی ہے، اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے ہی میں قیام کئے ہوئے ہے۔

یہ ساری تفصیل جان کر عاشر ہی نہیں اس کے ساتھ کام کرنے والے اسرائیلیوں کے دوسرے بڑے سردار اجلون اور حروست بھی بڑے خوش ہوئے۔ پھر عاشر جائتو اور

تو لک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر تم بھی ہمارے ساتھ مل کر اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو تو پھر ہم تم سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم تمہیں اپنے پڑاؤ میں جگہ دیں گے۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ تمہیں ہر چیز مہیا کریں گے۔''

عاشر کا جواب سن کر جائتو اور تو لک خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد عاشر نے انہیں مخاطب کیا۔

''اکادی عربوں پر حملہ آور ہونے کے بعد جس لڑکی کی تمہیں تلاش ہے اور جس کا نام تم دونوں نے طرغائی بتایا ہے اور اگر وہ تمہیں مل گئی تو پھر اگلا قدم کیا اٹھاؤ گے؟''

اس پر جائتو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر ہم اس لڑکی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم وقت ضائع کئے بغیر ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے علاقوں کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ آج نہیں تو کل آنے والے دور میں کسی بھی وقت کیا کسارا کو خبر ہو جائے گی کہ ہم نے اس کے بیٹے کو ذبح کر کے اسے کھلا دیا تھا۔ لہٰذا وہ ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کے جاسوس، اس کے طلایہ گر شکاری کتوں کی طرح ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے اور ہر صورت میں ہمیں پکڑنے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں اگر کوئی محفوظ کر سکتا ہے، کوئی پناہ دے سکتا ہے تو وہ صرف ایشیائے کوچک کا بادشاہ آلیات ہی ہے۔ اس لئے کہ آلیات کے تعلقات پہلے ہی کیا کسارا کے ساتھ کشیدہ ہیں اور آلیات ایک موقع پر کیا کسارا کو بدترین شکست بھی دے چکا ہے۔ لہٰذا کیا کسارا ہمیں آلیات سے حاصل نہیں کر پائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جائتو رکا، پھر دوبارہ عاشر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر آپ تینوں محسوس نہ کریں تو میں اور میرا ساتھی تو لک دونوں اپنے سیتھین ساتھیوں کے ساتھ اکادی خانہ بدوش قبیلے کے اس حصے پر حملہ آور ہوں گے جہاں انہوں نے اپنی عورتوں کو رکھا ہوگا۔ اس موقع پر میں آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دوں کہ ان خانہ بدوش قبیلے پر ہمیں بڑی سوچ سمجھ اور بڑی دانائی اور دانش مندی سے ضرب لگانا ہوگی۔ وہ سارے کا سارا قبیلہ ہی جنگجوؤں پر مشتمل ہے۔ کسی دور میں یہ بڑی صاحب ثروت، صاحب وقار قوم ہوا کرتی تھی۔ عراق کے علاقوں میں ان کی بڑی

زبردست حکومت ہوا کرتی تھی۔ اب یہ اس پرانی قوم کے بچے کھچے افراد ہیں ا
وقت یمن سے بابل تک سرگرداں رہتے ہیں اور خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے
ان کی عورتیں بھی بہترین قسم کی جنگجو اور تیغ زن ہیں۔ بچوں کو وہ شروع ہی سے تیغ
کی تربیت دینا شروع کر دیتے ہیں اور پھر ان کے جنگجو نوجوانوں کا جو سالار ہے
نام نفیل بن ساعدہ ہے ہم نے اسے دیکھا تو نہیں لیکن سن رکھا ہے کہ وہ بڑا نایاب
بڑا بے مثل قسم کا تیغ زن ہے۔ اس لئے کہ ایک مقابلے کے دوران اس نے توم
بادشاہ کیاکسارا کے ایک نامور سالار ایرج کو تیغ زنی کے مقابلے میں بدترین شکست
تھی جس کی بناء پر کیاکسارا اس خانہ بدوش قبیلے کے سالار نفیل بن ساعدہ کا بڑا
اور بڑا حمایتی ہے۔''

جائتو جب خاموش ہوا تب عاشر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہم نے تو یہ بھی سن رکھا ہے کہ اکادی عربوں کے اس خانہ بدوش قبیلے کے
مال و دولت کے انبار بھی ہیں، ضروریات کا سامان بھی بے شمار ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ
کہنا ہے کہ ان کے پاس اپنے آباؤ اجداد کے بے شمار خزانے بھی ہیں جو وہ اپنے
لئے پھرتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ بھی سن رکھا ہے کہ پرانے دور
سونے کے سکے بھی ان کے پاس انبار کی صورت میں ہیں۔''

عاشر رکا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''سیتھین کے محترم سالار! اگر ہم اکادی عربوں کے اس قافلے کو شکست دینے
اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں بھی یہاں سے ایشیائے کوچک کے باد
آلیات کی طرف خالی ہاتھ نہیں جانے دیں گے۔

طرغائی نام کی جس لڑکی کو تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تو تمہیں ملے گی۔ اس
کہ وہ تمہارا حق ہے۔ اس لڑکی کے متعلق میں ابھی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ
انتہا درجہ کی خوب صورت اور اعلیٰ شخصیت کی مالک ہوگی جس کی وجہ سے تم اس
پیچھے اس طرح سرگرداں ہو۔ بہرحال اکادی خانہ بدوشوں کو شکست دینے اور ان
قابو پانے کے بعد جس قدر مال ہمیں ملے گا اس میں سے ہم تمہیں بھی بڑا معقول
حصہ دیں گے۔''

عاشر کی اس گفتگو سے جائتو اور تولک دونوں خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد عاشر

آواز دے کر ایک شخص کو بلایا۔ جب وہ خیمے کے دروازے پر آیا تو عاشر اسے
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ ہمارے دو معزز مہمان ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے بہت سے ساتھی بھی ہیں۔
کے لئے اپنی خیمہ گاہ کے ایک طرف نئے خیمے نصب کر دیئے جائیں جن میں یہ
قیام کریں گے۔ بعد میں، میں ان دونوں معزز سالاروں سے عربوں کے خانہ بدوش
پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ طے کروں گا۔ فی الحال انہیں آرام کی ضرورت ہے۔
انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

اس کے ساتھ ہی عاشر کے کہنے پر تولک اور جائتو دونوں خیمے سے نکل کر اس شخص
کے ساتھ ہو لئے تھے۔

☆ …… ☆

●●●

اکادی عربوں کا وہ خانہ بدوش قبیلہ رنگین دھندلکوں میں بے روک نغمگی کا سیلاب، بہاروں کے ثمر زاروں میں سیلِ جمال اور وقتِ سحر پھیلتی کرنوں میں رقصندہ اور رخشندہ نور آلود تبسم کی سی بے فکری کی حالت میں سفر کرتا ہوا ان کوہستانی سلسلوں میں داخل ہوا جس کوہستانی سلسلے کے ایک حصے سے نکل کر اسرائیلی جنگجوؤں نے ان پر حملہ آور ہونا تھا۔

کاروان کے آگے آگے نفیل بن ساعدہ تھا۔ اس کے ساتھ ان کے ان گنت جنگجو تھے اور ان کی حالت عجیب تھی۔ وہ اپنے آپ کو پوری طرح مسلح کئے ہوئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ کے ساتھ جو اکادی جنگجو بائیں جانب تھے وہ اپنے بائیں شانے پر ڈھالیں باندھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ڈھالیں اور ننگی تلواریں تھیں۔ اور وہ جنگجو جو دائیں جانب تھے وہ دائیں شانوں پر ڈھالیں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ڈھالیں اور ننگی تلواریں تھیں۔ سر پر خود چمک رہے تھے۔ اپنے پہلو پر ڈھالیں لٹکا کر وہ شاید دائیں بائیں سے حملہ آور ہونے والوں کی تیر اندازی سے بچنا چاہتے تھے۔

ان کے پیچھے پیچھے پورا قبیلہ ایک وقار کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ گو وہ جانتے تھے کہ بنی اسرائیل کے جنگجو ان پر حملہ آور ہوں گے اور اسی کوہستانی سلسلے کے اندر ان کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہو گا۔ لیکن وہ اس طرح طمانیت اور بے فکری سے سفر کر رہے تھے جیسے انہیں بنی اسرائیل کے اس حملے کی خبر تک نہ ہو۔

چھکڑے جن کے اندر گھاس کے گٹھے لدے ہوئے تھے اور جن کے درمیان عورتوں

ار محفوظ کر کے وہاں تیر انداز بھی بٹھا دیئے گئے تھے تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ ڑوں کو کھینچنے والے اونٹ، گھوڑے اور خچر دکھائی نہ دیتے تھے اس لئے کہ ان کے روں اطراف میں تختے آگے بڑھا کر وہاں گھاس کے گٹھے رکھ دیئے گئے تھے تاکہ ڑے کھینچنے والے جانور ان کی تیر اندازی سے محفوظ رہیں۔

سفر خاموشی سے جاری تھا۔ جب قافلہ اس کوہستانی سلسلے کے قریب گیا جہاں بنی اسرائیل نے ان پر حملہ آور ہونا تھا تب نفیل بن ساعدہ کا سر اپنے گھوڑے کے ہنے کی طرف جھک گیا تھا۔ پھر بڑی عاجزی اور انکساری اور درد بھری آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! وقت کے منجدھار میں تُو ہی منصفوں کو انصاف کی توفیق، نقیبوں کو بوئے خلاص، عقیدت کی روشنی اور اخوت کا نور بخشتا ہے۔

اے مالکِ دو جہاں! لوگ قہر کے دیوتاؤں پر نذریں چڑھاتے ہیں اور قربان گاہوں پر قربانیاں دیتے ہیں۔ بتوں پر پرانی شراب اور خوشبوئیں نچھاور کرتے ہیں۔ بت کدوں کے آستانوں پر گل و چنبیلی کی برسات کرتے ہیں، مورتوں کے سامنے عود و لوبان کی خوشبوئیں سلگاتے ہیں۔

اے اللہ! ہم صرف تیری ذات کو معجزات کا منبع سمجھتے ہیں۔ تُو ہی روح و جسم کا اتصال کرنے والا ہے۔ ہم تیری ہی بندگی اور عبادت کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! اپنی خواہشوں کی پاکیزگی، اپنے مقاصد کی تقدیس اور اپنے کردار کی پختگی لئے ہم صرف تیرے ہی سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

اے خدائے مہربان! تُو ہی سورج کو اس کی روشنی، نجوم کو ان کی ضیاء، چاند کو اس کا نور عطا کرتا ہے۔ تُو ہی غنچوں کو شبنم کا جامہ پہناتا ہے۔

اے خدائے قادر و قدوس! تو کھلاتا ہے کھاتا نہیں۔ اے خدائے لم یزل! تُو ہی اس کن فیکون کا مالک ہے۔ اے ربِ ذوالجلال! تُو ہی چاند گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ تُو ہی ستاروں کے درمیان مہتاب کا راستہ متعین کرتا ہے۔ تُو ہی تیز ہواؤں سے بادلوں کو بھیڑوں کے گلے کی طرح ہنکاتا ہے۔ تیری ہی کاریگری سے روشنی تاریکی سے جدا ہوتی ہے۔

اے قائم و قیوم! تو چاہے تو ستاروں کو کہکشاں، قطرے کو قلزم، ذرے کو دشت بنا

کر رکھ دے ۔۔۔۔ اے اللہ! ہمارے بدترین دشمن ہمارے درپے ہونے والے ہیں۔ اے اللہ! ان کے مقابلے میں ہماری مدد کرنا۔ اپنے ماننے والوں اور اپنی توحید کے پیروکاروں کو مایوس نہ کرنا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ کی چھاتی تن گئی تھی۔ ڈھال اور تلوار پر اس کی گرفت پہلے کی نسبت زیادہ سخت ہو گئی تھی۔ پھر کاروان اس کی سرکردگی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

نفیل بن ساعدہ کا قبیلہ جب دو اونچے کوہستانی سلسلوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی شاہراہ پر آیا تب ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔ دائیں بائیں سے جنگجو اسرائیلی اور ان کی مدد کرنے والے سیتھین حیات کی مشعلیں بجھا کر موت کی پیوند کاری کرتے حرص و ہوس کے جھکڑوں اور سلگتے لمحوں میں امن کے حروف کو موہوم و ریزہ ریزہ کرتی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

نفیل بن ساعدہ اور اس کے جنگجوؤں کو بھی اس حملے کی توقع تھی۔ لہٰذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی کہر کے پردوں میں چشمِ بصیرت کو اندھا کرتے آتش و آہن کے سیلِ بلاخیز، خوف و وحشت کی پیوند کاری کرتے موت کے حزن خیز دھندلکوں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔ نفیل بن ساعدہ کے ساتھی کیونکہ پہلے سے چوکس اور تیار تھے لہٰذا وہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ سوچوں کی سچائی اور حکانیت میں موت کی اندھی چاپ بن کر حملہ آور اسرائیلیوں پر رسوائی اور روسیاہی اور جبر کی دھول طاری کرنے لگے تھے۔

دو کوہستانی سلسلوں کے اندر اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ستم کی ستیزہ کاری اور گراں بار آلام کا کرب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اسرائیلی دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر شاید یہ سوچے ہوئے تھے کہ وہ لمحوں کے اندر اس خانہ بدوش قبیلے کو اپنے سامنے زیر کر لیں گے۔ لیکن انہیں اس سلسلے میں مایوسی ہوئی۔ جونہی ان کے سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے حملہ آور ہونے کے لئے نیچے اترے سب سے پہلے نفیل بن ساعدہ کے خانہ بدوش تیر اندازوں نے اپنی کارروائی کی ابتداء کی۔ مختلف چھکڑوں سے ایسی تیز تیر اندازی کی گئی کہ ان گنت اسرائیلی اور ان کے گھوڑے پھڈ کر کوہستانی سلسلے سے ڈھلان کی طرف لڑھکتے

گئے۔

لیکن حملہ آور اسرائیلیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ جہاں ایک اسرائیلی مرتا اس کی جگہ تین اور نمودار ہو جاتے تھے۔ اس طرح نفیل بن ساعدہ کے ساتھیوں کو بڑی تنگ و دو کرنا پڑی۔ اس کے ساتھی تیر اندازی کر رہے تھے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ چھکڑوں میں بیٹھی عورتیں بھی تیر اندازی میں مصروف تھیں۔ اس طرح دو کوہستانی سلسلوں کے اندر موت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

دشمن پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ نفیل بن ساعدہ اپنے قبیلے والوں کو بڑی تیزی سے دو کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی شاہراہ سے نکلنے کی ہدایات دے رہا تھا جس کے نتیجے میں اسرائیلیوں کے حملوں کو روکنے کے ساتھ ساتھ کاروان کی رفتار بھی تیز ہو گئی تھی۔

اس موقع پر سیتھین صرف اس حصے پر حملہ آور ہوئے تھے جہاں انہوں نے عورتوں کو دیکھا تھا۔ تولک اور جائتو کے ساتھی ان دونوں کی سرکردگی میں اپنے گھوڑوں کو ادھر ادھر بھگاتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ طرغائی کی تلاش میں تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ حملہ آور ہوتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کے ساتھیوں کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

ایک موقع پر تولک اور جائتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دندناتے ہوئے اس چھکڑے کے قریب آ گئے تھے جس کے اندر عورتوں اور تیر اندازوں کے ساتھ طرغائی، عشیرہ اور دیگر عورتیں تھیں۔

اس موقع پر تولک اور جائتو کو دیکھتے ہی طرغائی پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ عشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"عشیرہ! یہ جو سامنے دو گھوڑ سوار ہیں، ان کے پیچھے جس قدر سوار ہیں یہ سب سیتھین ہیں اور جو آگے ان کے سالار ہیں ان کو میں جانتی ہیں۔ یہ تولک اور جائتو ہیں ۔۔۔ یہ یقیناً مجھے حاصل کرنے کے لئے اسرائیلی حملہ آوروں میں شامل ہوئے ہوں گے۔"

یہاں تک کہتے کہتے طرغائی کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اندر جوان کے تیر انداز بیٹھے تھے انہوں نے تولک اور جائتو کے ساتھیوں پر تیز تیر اندازی کی تھی۔ اس

موقع پر عشیرہ بڑی تیزی سے حرکت میں آئی۔ گھاس کا ایک گٹھا اس نے نیچے
طرغانی کو اس گٹھے کے پیچھے کر دیا جبکہ خود تیر کمان سنبھال کر اس نے سیتھین پر [تیر]
اندازی شروع کر دی تھی۔

پھر عشیرہ کی بدقسمتی کہ اس موقع پر سیتھین نے جوابی تیر اندازی کی تو عشیرہ چھد کر [رہ]
گئی تھی۔ اس موقع پر قبیلے کے کچھ جنگجو بھی وہاں پہنچ گئے تھے اور وہ تو لک، جانتو [اور]
ان کے ساتھیوں پر حملہ آور ہو گئے تھے اور انہیں نقصان پہنچاتے ہوئے ایک طرف سے
وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

حملہ آور سیتھین اور اسرائیلیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ دو کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس شاہراہ پر خانہ بدوش قبیلے کا خاتمہ کر دیں لیکن وہ ایسا کرنے میں ناکام ہوئے تھے اور نفیل بن ساعدہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتا ہوا کوہستانی سلسلوں سے باہر کھلی وادی کی طرف نکل آیا تھا۔ یہاں اچانک اس کے اشارے پر اس کے ساتھی حرکت میں آئے۔ بڑی تیزی کے ساتھ کاروان کے [جو] چھکڑے تھے انہوں نے ایک گول دائرہ بنا لیا تھا اور اس حصار کے اندر قبیلے کے سارے جانوروں کو جمع کر کے انہیں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر اسرائیلیوں اور سیتھین نے پھر حملہ آور ہونا چاہا۔ پہلے وہ ایک بار پیچھے ہٹ گئے تھے۔ جب وہ دوبارہ حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تب نفیل بن ساعدہ نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''خدائے واحد کے پیروکارو! عرب کے صحراؤں میں آنے والے رسولؐ کا انتظار کرنے والو! جنگجو اسرائیلی ایک بار پھر تم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ دیکھو، میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہارے آگے رہوں گا۔ کرنوں کا سرور، سحر کا نور بن کر ان کی ظلمتوں کے زندان میں گھس جانا۔ میرے ساتھیو! تم خدائے واحد کے پیروکار ہو [اور] آندھیوں کے قائد، باطلوں کے نقیب ہو۔ تمہارے مقابلے میں یہ اسرائیلی خدائے واحد قدس کے دھتکارے ہوئے ہیں۔ ساری نعمتوں، خدائی برکتوں سے محروم ہیں۔ آؤ، میرا ساتھ دو۔ اپنے قبیلے، اپنی عورتوں، اپنے اثاثوں کی حفاظت کرتے ہوئے چنگھاڑتے طوفانوں، سردی کے برفانی اندھیاؤ، سمندر کے شور کی طرح ان کے تعصب کے دھارے میں گھس جائیں اور انہیں رنج و غم کا نمایاں اور پامال شدہ خرمن بنا کر رکھ دیں۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے جواب میں اس کے خانہ بدوش ساتھیوں میں ایک برق سی کوند گئی تھی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ جان لیوا انداز میں اسرائیلیوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر کے ٹکراؤ ہی کے بعد اسرائیلی اور سیتھین پسپا ہو کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔ اسرائیلی اب بھی تعداد میں نفیل بن ساعدہ کے ساتھیوں سے زیادہ تھے۔ وہ پلٹ کر حملہ آور ہو سکتے تھے اور نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن وہ صرف جانیں بچا کر بھاگ رہے تھے۔ ایسا وہ اس لئے کر رہے تھے کہ یہودہ کی سلطنت کا سالار جو ان کے اندر کام کر رہا تھا جس کا نام عاشر تھا وہ جنگ کے دوران مارا جا چکا تھا۔ اس کے علاوہ اسرائیلی قبیلوں کے دوسرے دو بڑے سالار اجلون اور حروست بھی اس ٹکراؤ کے دوران موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ اب کیونکہ حملہ آور اسرائیلیوں کی کوئی راہبری اور راہنمائی نہ کرنے والا تھا لہٰذا وہ اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس تعاقب کے دوران نفیل بن ساعدہ نے کچھ اسرائیلیوں کو قیدی بھی بنا لیا تھا۔ جہاں تک تو لک اور جانتو کا تعلق تھا وہ بھی اپنے بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر ناکام اور نامراد ایشیائے کوچک کی طرف بھاگ گئے تھے۔ اسرائیلی جنگجوؤں کا تعاقب ترک کرنے کے بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ واپس لوٹے۔

ابھی وہ اس جگہ سے دور ہی تھے جہاں ان کا قبیلہ ٹھہرا ہوا تھا کہ قبیلے کے اندر سے انہیں زور زور سے عورتوں کے رونے اور بین کرنے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ یہ آوازیں سن کر نفیل بن ساعدہ چونکا تھا۔ عجیب سی بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں اس نے لمحہ بھر کے لئے اپنے پہلو میں گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا۔ اس کے بعد ایڑھ لگاتے ہوئے وہ اپنے گھوڑوں کو اپنے قبیلے کے پڑاؤ کی طرف سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

☆

اپنے مسلح اور جنگجو ساتھیوں کے ساتھ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ جب اپنے قبیلے کے پڑاؤ کے پاس آئے تو پڑاؤ کی صورت وہی تھی۔ چھکڑوں کا ایک گول حصار بنا لیا تھا۔ پہلے اس حصار کے اندر قبیلے کے جانوروں کو جمع کر دیا گیا تھا لیکن اب اس

حصار کے اندر جانور نہیں تھے بلکہ بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کے ا
بوڑھے، بچے اور عورتیں جمع تھے۔

قریب جا کر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے
ان کے پیچھے پیچھے سارے مسلح ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ لاشوں کا جا
لینے لگے تھے۔ ان کے قبیلے کے بہت سے آدمی مارے جا چکے تھے، کچھ زخمی تھے۔ ق
کے اندر جو طبیب تھے وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے اور قبیلے کے وہ لوگ جو
کے کام سے واقف تھے وہ بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ بہت سے بوڑھے مرنے وا
کو سنبھال رہے تھے۔ ان گنت عورتیں اس وقت وہاں جمع تھیں جو مرنے والوں پر
کر رہی تھیں۔ کچھ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔

ایک طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ پگھل کر رہ گیا تھا۔ زمین کی ننگی پیٹھ
عشیرہ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ طرغائی، حرقوص کی بیوی اناشید دونوں اس سے لپٹ کر
دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ جبکہ فردرس، زہیر بن سلمی اور ان کے بیٹے ادھر اد
بھاگ دوڑ کرتے ہوئے زخمیوں کی دیکھ بھال کی نگرانی کر رہے تھے۔

کچھ سوچتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اس طرف گیا جہاں عشیرہ کی لاش رکھی ہوئی تھ
حرقوص بھی اس کے پیچھے ہو لیا تھا۔ جب وہ لاش کے قریب گیا تو طرغائی نے اس
طرف دیکھا۔ نفیل کو دیکھتے ہوئے وہ اور زیادہ پھٹ پڑی تھی۔ زور زور سے رو
تھی۔ اناشید کی بھی یہی حالت تھی۔ اس موقع پر فردرس، زہیر بن سلمی اور ان کے بیٹ
نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ بھی ادھر آ گئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ کچھ دیر تک انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں عشیرہ کی لاش کی طر
دیکھتا رہا۔ اس موقع پر روتے ہوئے طرغائی بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ طر
نے دیکھا کچھ دیر تک نفیل ہونٹ کاٹتا رہا تھا، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہ
تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے طرغائی اور زیادہ بے قابو ہو گئی تھی۔ عشیرہ کی لا
سے لپٹ کر اور زیادہ رونے لگی تھی۔

اتنی دیر تک عشیرہ کی ماں اور اناشید کی ماں بھی تقریباً بھاگتی ہوئی ایک طرف
آئی تھیں۔ انہوں نے اپنے شانوں پر پانی سے بھرے مشکیزے اٹھا رکھے تھے۔ ن
زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ قریب آ کر مشکیزے انہوں نے عشیرہ کی لاش کے پا

تھے۔ عشیرہ کی ماں نے کمال صبر و تحمل سے کام لیا۔ مشکیزہ زمین پر رکھنے کے بعد
رہ کی لاش کو اپنی گود میں لے کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس کے
ں میں انگلیاں پھیرنے لگی تھی۔

طرغائی اور اناشید اتنی دیر تک اپنے آپ کو سنبھال چکی تھیں اور کھڑی ہو گئی تھیں۔
لباس بھی درست کر رہی تھیں۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے کچھ سوچا پھر حرقوص
جرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن شجرہ! سب سے پہلے قبیلے کے مرنے والوں کی تکفین یہیں کی جائے گی۔
ں کی اچھی طرح مرہم پٹی کر کے انہیں چھکڑوں میں ڈال دیا جائے۔ ہم زیادہ د
ں قیام نہیں کریں گے۔ اگر ہم نے پڑاؤ کر لیا اور رات یہاں بسر کرنے کی کوشش ک
اور کھنا اسرائیلی جنگجو پھر پلٹیں گے اور ہم پر شب خون ماریں گے اور ہمیں ایسا نقصا
ئیں گے کہ اس کی ہم تلافی نہیں کر سکیں گے۔

ابھی دن کا کافی حصہ باقی ہے لہٰذا ہم سورج غروب ہونے تک کافی دور نکل جائیں
اور اگر پھر بھی ہمارے لئے خطرہ ہوا تو پھر ہم رات کو بھی سفر جاری رکھیں گے۔
و ئی اپنے طلایہ گردوں اور مخبروں کو اپنے اطراف میں پھیلا دو تا کہ وہ شکست اٹھا کر
نے والے اسرائیلیوں پر نگاہ رکھیں۔"

اس موقع پر فردرس نفیل بن ساعدہ کے مزید قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے

"ابن ساعدہ! میرے بیٹے! چھکڑوں کے ہمارے اس حصار کے اندر پہلے ہمارے
ے جانور تھے لیکن میں نے انہیں کچھ آدمیوں کی نگرانی میں ساتھ والے کوہستانی
کی طرف نکال دیا ہے تا کہ وہ گھاس چر کر پیٹ بھر لیں۔"

ں موقع پر نفیل بن ساعدہ نے توصیفی انداز میں فردرس کی طرف دیکھا، پھر کہنے
"آپ نے بہت اچھا کیا۔ اتنی دیر تک جانور اپنا پیٹ بھر لیں گے اور پھر ہم یہاں
چ کر لیں گے۔"

ں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کچھ سوار اپنے
ں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے مخالف سمت سے ان کی طرف آ رہے تھے۔ وہ ان
اجنبی تھے لہٰذا ان کی آمد پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ تجسس بھرے

انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

آنے والے سوار قریب آ کر اترے۔ سیدھا نفیل بن ساعدہ کی طرف گئے۔ پھر ان میں سے ایک نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! آپ ہمیں نہیں جانتے لیکن ہم آپ کو جانتے اور پہچانتے ہیں بابل کے بادشاہ بخت نصر کی طرف سے آئے ہیں۔ اس نے فی الفور آپ کو طلب ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ کچھ مہموں پر نکلنا چاہتا ہے اور مہموں میں کی شمولیت ضروری ہے۔''

بخت نصر کا وہ قاصد جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ نے مختصر الفاظ میں ا بنی اسرائیل کے ان پر حملہ آور ہونے اور نقصان پہنچانے کی تفصیل بتا دی تھی۔ پھر ا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! میں جانتا ہوں تم تھکے ہارے ہو گے۔ ابھی تھوڑی د اسرائیلیوں سے ہماری جنگ موقوف ہوئی ہے لہٰذا ہم یہاں قیام نہیں کریں گے۔ م والوں کی تدفین اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں لہٰذا مجھے افسوس ہے کہ ہم تمہیں اپنے پڑاؤ میں ٹھہرا کر تمہارے طعام اور قیام کا ا نہیں کر سکیں گے۔ تمہیں ہمارے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔''

اس پر بخت نصر کا وہ قاصد جو پہلے بولا تھا، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے

''آپ کو ہمارے آرام اور قیام کے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے پیچھے ایک منزل میں پورا ایک دن اور ایک رات ایک سرائے میں قیام کر کے آ چکے ہیں۔ آپ کے قبیلے کی حالت سن کر ہمیں بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔ ہم اور اسی وقت واپس لوٹیں گے اور جو صورت حال آپ کو پیش آئی ہے اس سے ب کو آگاہ کریں گے۔''

بخت نصر کے ان سفیروں نے مزید کچھ دیر تک وہاں قیام کیا۔ اس کے ا رخصت ہو گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد سب سے پہلے مرنے والوں کی تدفین ایک بلند جگہ گئی۔ سارے زخمیوں کی بہترین مرہم پٹی کرنے کے علاوہ انہیں اٹھا کر چھکڑ سوار کرا دیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک جانور جو ساتھ والی کئی چھٹی زمین کی طرف چھوڑ

وہ گھاس چر کر اپنا پیٹ بھر چکے تھے۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر کچھ جوان جلدی جلدی حرکت میں آئے۔ ان کے آگے انہوں نے اونٹ، گھوڑے اور خچر پکڑ کر جوت دیئے تھے۔ قبیلے کے سے جانوروں کو ہانک کر جمع کیا گیا۔ اس کے بعد نفیل بن ساعدہ اپنے قبیلے کو لے وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

☆ ...... ☆

●●●

بخت نصر ایک روز بابل میں بنائے جانے والے معلق باغوں کے کام کا جائزہ لے رہا تھا کہ وہ قاصد اس کے پاس واپس آئے جو نفیل بن ساعدہ کی طرف گئے تھے ان قاصدوں کو دیکھ کر بخت نصر بڑا خوش ہوا۔

قاصد قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اترے پھر ان میں سے ایک بخت نصر کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بخت نصر نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی کہنے لگا۔

''کیا نفیل بن ساعدہ سے متعلق تم میرے لئے کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟''

اس پر ان میں سے ایک نے نفیل بن ساعدہ کے قبیلے پر اسرائیلی جنگجوؤں کے حملہ آور ہونے اور نفیل بن ساعدہ کے قبیلے کے نقصان کی تفصیل بتا دی تھی۔

یہ سب کچھ سن کر بخت نصر اداس، افسردہ اور ملول ہو گیا تھا۔ پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''ان اسرائیلیوں سے مجھے پہلے ہی بڑا گلہ اور شکوہ تھا۔ اس لئے کہ یہ ہمارے مقابلے میں ہمیشہ مصری فرعونوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ بحر روم کے ساحلی علاقوں پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنی مملکت میں شامل کروں گا۔ لیکن اب یہ اسرائیلی خود مجھے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ان ساحلی علاقوں کے علاوہ ہمارے علاقوں پر بھی حملہ آور ہو۔ لہٰذا اب میں ان ساحلی علاقوں کے ساتھ ساتھ اسرائیلیوں کی اس مملکت پر بھی ضرب لگاؤں گا اور اسے اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ وہ ہمارے مدمقابل بن سکے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر نے اپنے ان قاصدوں کو تو جانے کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر اس کے ساتھ جو اس کے وزیر، مشیر اور کاریگروں اور صناعوں کے نگران تھے ان سب کو اپنے اردگرد جمع کیا پھر ان کا جو نگران تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔

''اکادی عرب جو خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور یمن سے بابل تک شاہراہوں پر سفر کرتے ہیں وہ میرے عرب بھائی ہیں۔ بنی اسرائیل نے ان پر حملہ آور ہو کر خود اپنی موت کو پکارا ہے۔ آنے والوں نے مجھے بتا دیا ہے کہ اب نفیل بن ساعدہ قبیلے کا سردار ہے اور وہ اپنے قبیلے کو لے کر بابل ہی کا رخ کئے ہوئے ہے۔ اس کے آنے میں ابھی کئی ہفتے لگیں گے۔ اس لئے کہ وہ اپنی معمول کی شاہراہوں پر ہوتے ہوئے ادھر آئیں گے۔ میں چاہتا ہوں ان کی آمد سے پہلے پہلے بابل کے نواح میں وہ کھلا میدان جہاں وہ خانہ بدوش قبیلہ قیام کرتا ہے وہاں ان کے لئے بہترین، پختہ اور پکی رہائش گاہیں تعمیر کروا دی جائیں۔ یہ کام آج سے شروع ہو جانا چاہئے۔ اور میں ہر روز شام کے وقت اس کام کی نگرانی کیا کروں گا۔ اور جو کام دن بھر کا ہوا ہو گا اس کو دیکھا کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی بخت نصر وہاں سے ہٹ گیا تھا اور اس کے حکم کے مطابق بابل کے نواح میں اس میدان میں جہاں نفیل بن ساعدہ کا خانہ بدوش قبیلہ قیام کیا کرتا تھا، پختہ اور پکی رہائش گاہیں تعمیر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

❊

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں اپنے قبیلے کو لے کر مدین، یروشلم، دمشق، الشجرہ، تدمر اور خابور سے ہوتے ہوئے ایک روز بابل کے نواح میں جب اس میدان کے قریب آئے جہاں ان کا قبیلہ پڑاؤ کیا کرتا تھا تو نفیل بن ساعدہ اور حرقوص تو حیرہ ہی نہیں، قبیلے کا ہر فرد حیران و پریشان اور دنگ رہ گیا تھا۔ اس لئے کہ اس میدان کے اندر بہترین پختہ رہائش گاہیں تعمیر کر دی گئی تھیں۔ رہائش گاہوں کے اندر جو گلیاں بنائی گئی تھیں انہیں بھی پختہ کر دیا گیا تھا۔ پانی کی نکاسی کے لئے نالیوں کا انتظام تھا اور نالیوں کا بہاؤ ایک چھوٹے سے نالے کے ذریعے دریا کی طرف کر دیا گیا تھا۔

قبیلے والے آ کر اس میدان میں رکے۔ رہائش گاہوں کے سامنے کھڑے ہو گئے
اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نئی بننے والی ان رہائشی عمارتوں اور دریا کے درمیان جو کھ
جگہ تھی وہاں اپنے قبیلے کو پڑاؤ کرنے کا حکم دینا ہی چاہتا تھا کہ ان رہائشی عمارتوں سے
اندر سے کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نکلے۔ اس جگہ آئے جہاں نفیل
بن ساعدہ، ابن شجرہ، فردرس، زہیر بن سلمی، ان کے بیٹے اور کچھ دوسرے لوگ کھڑے
تھے۔ قریب آ کر وہ سوار اترے پھر ان میں سے ایک نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! یہ جو سامنے رہائش گاہیں تعمیر کی گئی ہیں یہ آپ کے قبیلے کے لئے
ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے بادشاہ کے حکم پر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جو سفیر آپ کی
طرف گئے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کے آپ کے قبیلے پر حملہ آور ہونے کی تفصیل
بخت نصر سے کہہ دی تھی۔ ہم یہیں قیام کر کے ان رہائش گاہوں کی حفاظت پر مقرر کئے
اور ہمارے لئے حکم یہ تھا کہ جونہی آپ آئیں، آپ کو یہ پیغام دیا جائے کہ اپنے قبیلے
کے لوگوں کو یہ رہائش گاہیں تقسیم کرنے کے بعد آپ......''

یہاں تک کہتے کہتے وہ شخص ایسے رک گیا تھا جیسے کسی نے اس کی زبان پکڑ لی
ہو۔ اس لئے کہ دریائے فرات کی طرف سے چھوٹا سا ایک لشکر آتا دکھائی دیا تھا۔
جب وہ قریب آیا تو دیکھا کہ بخت نصر خود آ رہا تھا اور اس کے دائیں بائیں اس کے
محافظ دستے تھے۔

قریب آ کر بخت نصر گھوڑے سے اترا اور اس کے محافظ دستوں نے اس کے گرد
ایک حلقہ سا بنا لیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ، حرقوص، فردرس، زہیر بن سلمی اور دوسرے لوگ
اس کی طرف بڑھے تھے۔ سب کے ساتھ بخت نصر بڑے پُرجوش انداز میں ملا۔ اس
کے بعد نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اسرائیلی جنگجو تمہارے قبیلے
پر حملہ آور ہوئے اور تمہارے قبیلے کو انہوں نے بے پناہ نقصان پہنچایا۔ میں نے جو لوگ
تمہاری طرف بھجوائے تھے انہوں نے مجھے تفصیل بتا دی ہے کہ تمہارے قبیلے کے کئی
لوگ مارے گئے ہیں اور بہت سے زخمی ہوئے ہیں...... اگر تمہارے قبیلے کے
لوگ جو ابھی زخموں سے ٹھیک نہیں ہوئے تو ان کے متعلق فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں

بابل شہر کے بہترین طبیبوں سے ان کا علاج کرایا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

''یہ جو رہائش گاہیں تم سامنے دیکھتے ہو یہ میں نے تمہارے قبیلے کے لئے تیار کرائی
ہیں۔ کچھ عرصہ کے لئے تم خانہ بدوشانہ زندگی ترک کرو گے۔ اس لئے کہ اسرائیلی اپنی
شکست کا انتقام لینے کے لئے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے پھر تم پر حملہ آور ہو
سکتے ہیں، تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور میں ایسا پسند نہیں کروں گا۔

میں بحر روم کے ساحلی شہروں کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی مملکت پر حملہ آور
ہونے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ جو لشکر لے کر میں نکلوں گا، ایک سالار کی حیثیت سے تم
اس لشکر میں شامل ہو گے بلکہ تمہارے قبیلے کے جو جنگجو نوجوان ہیں وہ بھی میرے لشکر
میں شامل ہو جائیں گے اور میں انہیں بہترین روزینہ دوں گا۔ جہاں تک تمہارے قبیلے
کے افراد کا تعلق ہے تو ان رہائش گاہوں میں رہتے ہوئے انہیں اپنی حفاظت کے متعلق
کسی قسم کی پریشانی اور فکرمندی نہیں ہو گی۔ لشکر کے ساتھ جب میں یہاں سے کوچ
کروں گا تو میرے بعد جو لشکر بابل کی حفاظت پر مقرر ہو گا وہ ان رہائش گاہوں کی
حفاظت کا بھی خوب فرض ادا کرے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا، پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''میرے جو آدمی تمہاری طرف گئے تھے انہوں نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ
قبیلے نے متفقہ طور پر اپنا سالار ہی نہیں سردار بھی تمہیں مقرر کر لیا ہے اس کے لئے میں
تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔''

پھر بخت نصر نے حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ابن شجرہ! تم بھی مبارک باد کے مستحق ہو...... اس لئے کہ اب تم نائب سالار ہی
نہیں، نائب سردار بھی ہو۔

ابن ساعدہ! تم اور حرقوص دونوں اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ میرے لشکر میں
شامل ہونا۔ میں جانتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں تم لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔
جس کا تم لوگوں کو بے حد صدمہ ہے لیکن مجھے ذرا اپنے لشکر کے ساتھ نکلنے دو۔ پھر دیکھنا
کہ میں کیسے عمدہ انداز میں اس کی تلافی کرتا ہوں۔''

بخت نصر جب رکا تب ابن ساعدہ بول اٹھا۔

"میں آپ کو آپ کی شادی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی آپ کے آدمیوں نے مجھے بتایا تھا کہ آپ نے بابل کے اندر معلق باغات کی تعمیر کا کام شروع کر رکھا ہے۔"

اس پر بخت نصر کہنے لگا۔

"ابن ساعدہ! میرے باپ نے تمہیں اپنا بیٹا کہا تھا۔ اس لحاظ سے میرے ہاں تمہاری حیثیت ایک چھوٹے بھائی کی سی ہے۔ تم ایسا کرو سب سے پہلے یہ جو رہائش گاہیں ہیں، اپنے قبیلے کے لوگوں میں تقسیم کرو۔ سب رہائش گاہیں ایک جیسی ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے لئے بھی مختص کرلو۔ اس کے بعد....."

یہاں تک کہتے کہتے بخت نصر رک گیا جیسے اسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آ گئی ہو، پھر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ بول اٹھا۔

"نفیل میرے بھائی! ذرا طرغائی اور عشیرہ دونوں کو بلاؤ۔ میں ان سے ملنا چاہوں گا۔ میں یہ تو جانتا تھا کہ طرغائی تمہیں پسند کرتی ہے لیکن سب سے پہلے عشیرہ نے تمہیں پسند کرنا شروع کیا تھا۔ بے شک وقتی طور پر فردرس نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن بعد میں فردرس نے معذرت کر لی تھی۔ اس بناء پر میں پسند کروں گا کہ تمہارے قبیلے میں رہائش گاہیں تقسیم کرنے کے بعد پہلے طرغائی اور عشیرہ سے تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد میں لشکر کو لے کر اپنی مہم کی طرف نکلوں گا۔"

بخت نصر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ اسرائیلیوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران عشیرہ ماری جا چکی ہے۔ جہاں تک طرغائی کا تعلق ہے وہ ٹھیک ہے لیکن اسے بھی سیتھین اٹھا لے جانے کے لئے آئے تھے۔ وہ سیتھین جنہوں نے کیا کسارا کے ہاں ملازمت کر لی تھی۔ ان سے متعلق مجھے بنی اسرائیل کے کچھ قیدیوں سے یہ خبر ملی کہ وہ کیا کسارا کے ہاں سے بھاگ نکلے اور بھاگنے سے پہلے انہوں نے کیا کسارا کے ایک بیٹے کو ذبح کر کے اس کا گوشت کیا کسارا کو کھلا دیا تھا۔ دراصل ان کے دو سالار تولک اور جائتو ہیں۔ وہ دونوں طرغائی کو پسند کرتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے درپے ہیں۔

کیا کسارا کے مرکزی شہر اکباتانہ سے نکل کر انہوں نے بنی اسرائیل میں شمولیت اس بناء پر اختیار کی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کے جنگجوؤں کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ آور ہوں

گے اور اس طرح طرغائی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور جو تفصیل مجھے ان اسرائیلیوں سے حاصل ہوئی جنہیں ہم نے جنگ میں گرفتار کر کے بعد میں ان کا خاتمہ کر دیا تھا اس کے مطابق یہ دونوں سیتھین سردار تولک اور جائتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے علاقوں کی طرف بھاگ گئے ہیں۔"

نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر بخت نصر انتہائی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"میرا ارادہ تھا کہ جب اس بار تم بابل کی طرف آؤ گے تو میں بڑے شاندار طریقے سے تمہاری شادی کا اہتمام کروں گا۔ لیکن مجھے یہ سن کر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا کہ اسرائیلیوں کے حملے کے دوران عشیرہ ماری جا چکی ہے اور تمہارے قبیلے کا بہت سا نقصان ہوا ہے۔ طرغائی کو بلاؤ، میں اس سے ملنا پسند کروں گا۔ تولک اور جائتو کے ہاتھوں کیا کسارا کے بیٹے کی ہلاکت بھی ایک المیہ ہے۔ وہ میری بیوی کا بھائی تھا۔"

اس موقع پر حرقوص بن شجرہ پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ طرغائی بھی تھی۔ قریب آ کر طرغائی نے بخت نصر کو تعظیم دی۔ بخت نصر نے بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

"طرغائی! نفیل بن ساعدہ کو میرے باپ نے بیٹا بنایا تھا اس لحاظ سے یہ میرا چھوٹا بھائی ہے اور اس کے ساتھ تمہارے ناتے کی وجہ سے تم میری چھوٹی اور عزیز بہن ہو۔ میرا ارادہ ہے کہ انہی دنوں تمہاری اور نفیل بن ساعدہ کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟"

بخت نصر کے اس سوال پر پہلے تو طرغائی سٹپٹا سی گئی تھی۔ پھر منہ سے کچھ بولنے کی بجائے اس نے مسکراتے ہوئے اپنا سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے دخل اندازی کی اور بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جس وقت ہم نے یمن میں قیام کیا ہوا تھا اس وقت میں نے یقیناً فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بابل پہنچ کر آپ کی موجودگی میں طرغائی اور عشیرہ دونوں سے شادی کروں گا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ عشیرہ راستے میں اسرائیلیوں کے حملے کے دوران ماری گئی۔ عشیرہ ہمارے محترم سردار فردرس کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کے مرنے کا انہیں بے حد دکھ اور

صدمہ ہے۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ فی الحال میری اور طرغائی کی شادی کو بھی التوا میں ڈال دیا جائے اس لئے کہ......''

نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس دوران فردرس چند قدم آگے بڑھا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ تم طرغائی کے ساتھ عشیرہ سے بھی شادی کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔ اب جبکہ عشیرہ ماری جا چکی ہے تو میں طرغائی کو اپنی بیٹی سمجھتا ہوں۔ جس طرح میں نے اپنی بیٹی عشیرہ کی شادی کرنی تھی اسی طرح اب میں جوش و خروش کے ساتھ طرغائی کی شادی کا اہتمام کروں گا۔ بیٹے! اس شادی کو التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ میں جانتا ہوں تم عشیرہ کی موت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہو لیکن مرنے والوں کا دکھ سدا کے لئے اپنے دل میں نہیں بٹھایا جا سکتا۔ یہاں قیام کے دوران تمہاری اور طرغائی کی شادی ضرور ہوگی۔ اس میں ہم بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ یوں سمجھو کہ ایسا کرنے میں ہی ہماری خوشی اور طمانیت ہے۔''

فردرس کے ان الفاظ پر بخت نصر خوش ہو گیا تھا۔ نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! تم عشیرہ کی وجہ سے اپنی شادی کو التوا میں ڈالنا چاہتے تھے لیکن فردرس نے طرغائی کے ساتھ تمہاری شادی کو اپنی خوشی کی وجہ بتا کر ساری رکاوٹیں دور کر دی ہیں۔ لہٰذا یہیں بابل میں قیام کے دوران تمہاری اور طرغائی کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔''

بخت نصر رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے بھائی! جب تمہارا قبیلہ ان نئی بننے والی رہائش گاہوں میں آباد ہو جائے گا تو پھر میں اپنے لشکر کو لے کر نئی مہم پر نکلوں گا۔ تم اور حرقوص اور تمہارے قبیلے کے لوگ میرے لشکر میں شامل ہوں گے۔ تمہاری اور حرقوص کی حیثیت میرے ہاں بہترین اور اعلیٰ درجے کے سالاروں کی سی ہوگی۔ اس موقع پر میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس وقت تم یہاں سے یمن کی طرف روانہ ہوئے تھے تو تمہاری غیر موجودگی میں، میں نے کئی کام سرانجام دیئے ہیں۔

پہلا یہ کہ اپنی شادی کی۔ دوسرا بابل کے اندر معلق باغ بنوانے شروع کر دیئے۔

تیسرا یہ کہ ایک نیا محل تعمیر کروایا۔ چوتھا سب سے بڑا کام یہ کیا کہ میں نے اپنے لشکر کی تعداد پہلے کی نسبت بہت زیادہ کر لی ہے۔ ان علاقوں میں پہلے قوم ماد کے بادشاہ کیاکسارا کے لشکر کی تعداد زیادہ ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد مصر کے فرعون نخاؤ اور ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کی عسکری حیثیت بڑی مضبوط اور مستحکم تھی۔ لیکن میں نے اب سب سے بڑھ کر اپنا لشکر تیار کر لیا ہے۔

بخت نصر رکا، پھر کہتا چلا گیا۔

''ابن ساعدہ! میرے کچھ طلایہ گردوں اور جاسوسوں نے مجھے یہ بتایا تھا کہ جس طرح تم اکادی عرب یمن سے بابل تک خانہ بدوشوں کی طرح متحرک رہتے ہو اسی طرح اور بہت سے عرب قبیلے بھی مختلف علاقوں میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور ان میں سے اکثر کو میں نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے۔ وہ بہترین جنگجو اور بہادر ثابت ہوئے ہیں اور جنگ کا اچھا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔

جن عرب اقوام کو میں نے اپنے لشکر میں شامل کیا ہے ان میں قابل ذکر بلسوس، آرامی، آموری، حوری اور کچھ دیگر قبائل شامل ہیں۔ جب تم ان کے لشکریوں اور سالاروں سے ملو گے تو یقیناً تم خوش ہو گے۔ میں نے ان سے تمہارا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کر رکھا ہے اور وہ بڑی بے چینی سے اس بات کے منتظر تھے کہ تمہارا قبیلہ یہاں آئے اور میں اپنے لشکر کو لے کر اپنی مہم کی طرف نکلوں۔

ابن ساعدہ! کیونکہ بنی اسرائیل تم پر حملہ آور ہوئے ہیں، تم سے ٹکرائے ہیں لہٰذا میں پہلا ہدف انہی کو بناؤں گا۔ میں خود پہلے ہی سے اسرائیلیوں کے اطوار سے نالاں تھا۔ اب انہوں نے تم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت کر کے ان سے میری نفرت کو اور زیادہ بھڑکا کر رکھ دیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا، پھر کہنے لگا۔

''میں یہاں زیادہ دیر رکوں گا نہیں۔ تمہارا قبیلہ بھی لمبا سفر کر کے تھکا ہوا ہے۔ پہلے حرقوص اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنے قبیلے والوں میں یہ رہائش گاہیں تقسیم کرو۔ میں اب جاتا ہوں کل حرقوص، فردرس، زہیر بن سلمی اور اپنے قبیلے کے دوسرے سرکردہ لوگوں کو لے کر میرے پاس آنا۔ پھر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوگی۔

ساتھ ہی تمہاری اور طرغائی کی شادی کی تیاریوں کو بھی آخری شکل دے دی جائے گی۔''

اس کے ساتھ ہی بخت نصر نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا اور اپنے محافظ دستوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ نفیل بن ساعدہ ابنِ شجرہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر نئی بننے والی رہائش گاہیں اپنے قبیلے کے لوگوں میں تقسیم کرنے لگا تھا۔

✱ …… ✱

●●●

ایشیائے کوچک کا بادشاہ آلیات ایک روز اپنے بیٹے اریدہ کے ساتھ بیٹھا کسی اہم پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کی سلطنت کا سپہ سالار کریس اس جگہ آیا جہاں دونوں اور بیٹا بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے خوش طبعی سے کریس کا استقبال کیا۔ پھر آلیات نے جب ہاتھ کا اشارہ ایک نشست کی طرف کیا تو کریس وہاں بیٹھ گیا تھا۔

کریس کے بیٹھتے ہی آلیات غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کریس! میں دیکھتا ہوں تمہارے چہرے پر معمول سے زیادہ خوشی کے آثار ہیں۔ کیا ہمارے لئے یا ہماری سلطنت کے لئے کوئی اچھی خبر آئی ہے؟''

جواب میں کریس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں آپ کے پاس ایک اچھی خبر ہی لے کر آیا ہوں۔ دراصل سیتھین کا ایک اور گروہ ہمارے شہر میں داخل ہوا ہے اور وہ ہمارے لشکر میں شامل ہونے کا متمنی ہے۔ اس گروہ کے دو سالار ہیں۔ ایک کا نام تولک، دوسرے کا نام جاتو ہے اور یہ دونوں ہی قومِ ماد کے بادشاہ کیا کسارا کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں۔''

اس کے بعد کریس نے بڑی تفصیل کے ساتھ تولک اور جاتو کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کسارا کے ہاں ملازمت اختیار کرنے، اس کے محافظ دستوں میں شامل ہونے کے بعد اس کے لئے شکار کا اہتمام کرنے، کیا کسارا کے ناراض ہونے اور اس کے بعد کیا کسارا کے بیٹے کو ذبح کر کے کیا کسارا کو کھلانے کے بعد ایشیائے کوچک کی طرف بھاگنے کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

کریس جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک آلیات کے چہرے پر تبسم کھیلتا رہا، خوشی

کا اظہار کرتا رہا۔ آخر کہنے لگا۔

''چلو یہ بھی اچھا ہوا، ان سیتھین نے کیا کسارا سے اپنے مرنے والے ساتھیوں ... سالار کا خوب انتقام لیا اور کیا کسارا کو زندگی بھر کے لئے ایک کرب اور عذاب ... ڈال کر رکھ دیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آلیات رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''کریس! جو تم سیتھین سالاروں جن کے نام تم نے تو لک اور جائتو بتائے ... ان سے عمدہ سلوک کرو۔ انہیں اپنے لشکر میں شامل کر لو اور ان کی ملاقات پہلے ... سیتھین سالار بیکارس سے کراؤ۔ اس طرح یہ سارے سیتھین متحد ہو کر ہمارے لشکر ... ہماری طاقت اور قوت کا ستون ثابت ہوں گے۔

اب تک جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں ان کے مطابق قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا ہما... ہاتھوں اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے پورے زور و شور سے اپنی تیار... میں مصروف ہے۔ نئے لشکر بھرتی کر کے اپنے لشکر کی تعداد بڑھا رہا ہے اور ان ... تربیت کا اس نے بہترین اہتمام کیا ہوا ہے۔ بہرحال ہم بھی غافل نہیں ہیں۔ اس ... اگر کیا کسارا نے ہم پر حملہ آور ہونے کی حماقت کی تو اس کا انجام ہم بڑا عبرت ... بنائیں گے۔''

آلیات جب رکا تب کریس کہنے لگا۔

''یہ نئے آنے والے سیتھین سالار تو لک اور جائتو دونوں سیتھین کے بڑے ... شمار کئے جاتے ہیں اور میں نے ان کے ساتھی سیتھین سے بھی تحقیق کی ہے۔ ان کا ... ہے کہ ہمارے پاس جو پہلے سے سیتھین سالار ہے جس کا نام بیکارس ہے وہ تو لک ... جائتو کے تحت کام کیا کرتا تھا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ......''

کریس اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ آلیات غور سے اس کی طرف ... ہوئے بول اٹھا۔

''میں جانتا ہوں تم کیا چاہتے ہو۔ میرے خیال میں تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ... بیکارس کی نسبت تو لک اور جائتو کو زیادہ مراعات دی جانی چاہئیں اور ان کے ... بڑے لشکر رکھے جانے چاہئیں۔''

کریس جواب میں مسکرا دیا۔ ساتھ ہی اس نے اثبات میں گردن بھی ہلا دی ...

اس پر آلیات بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جیسا تم چاہ رہے ہو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ یہ کام تمہارے کرنے کے ہیں۔ مجھے اگر تم نہ بھی بتاتے تب بھی تم ایسا کر سکتے تھے۔ بہرحال تم نے جو مجھے نئے سیتھین کے آنے کی خوشخبری دی ہے تو یہ خبر ایک طرح سے کیا کسارا کے خلاف ہماری فتح کی نیک فال ثابت ہوگی۔''

اس کے ساتھ ہی آلیات سے اجازت لے کر کریس اٹھا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہ سیدھا مستقر کی طرف گیا اور مستقر کے ایک ایسے حصے میں آیا جہاں تو لک اور جائتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے۔

کریس کو آتا دیکھ کر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ کریس تو لک اور جائتو کے پاس آیا۔ پہلے خوش کن انداز میں ان دونوں کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

''میں اپنے شہنشاہ سے تم دونوں کے متعلق گفتگو کر کے آ رہا ہوں۔ تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت لشکر میں شامل کیا جاتا ہے۔ بلکہ جو کارروائی تم نے کیا کسارا کے خلاف کی ہے اس سے ہمارا بادشاہ خوش ہے۔ تم تھوڑی دیر رکو، میں اپنے سالاروں کو حکم دیتا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں کی رہائش کا اہتمام کریں۔ ساتھ ہی میں تم دونوں کو تمہارے ساتھی بیکارس کے پاس لے کر چلتا ہوں۔''

تو لک اور جائتو نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر کریس نے اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو بلا کر حکم جاری کیا جس کے جواب میں وہ تو لک اور جائتو کے ساتھیوں کو ایک طرف لے گئے تھے جبکہ کریس تو لک اور جائتو کو اپنے ساتھ لے کر ایک طرف ہو لیا۔

تھوڑی دیر بعد کریس مخروطی شکل کی ایک رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ اس رہائش گاہ میں وہ تھوڑا سا آگے گئے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے بیکارس آتا دکھائی دیا۔ جونہی بیکارس نے کریس کے ساتھ تو لک اور جائتو کو دیکھا پہلے تو اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمودار ہوئے تھے پھر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ تقریباً بھاگتا ہوا وہ آگے بڑھا، باری باری تو لک اور جائتو سے گلے ملنے لگا تھا۔

اس موقع پر بیکارس تو لک اور جائتو کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ کریس پہلے بول پڑا اور بیکارس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیکارس! اپنے ان دونوں ساتھیوں کو لے جاؤ۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو میں لشکر میں شامل کر چکا ہوں۔ ان کی رہائش یہیں ہوگی۔ انہیں ساتھ لے جاؤ اور ان کے آرام اور قیام کا عمدہ اہتمام کرو۔''

جواب میں بیکارس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

بیکارس کے ان الفاظ پر مطمئن ہو کر کریس وہاں سے لوٹ گیا جبکہ بیکارس نے جانتو اور تو لک دونوں کے ہاتھ پکڑ لئے، کہنے لگا۔

''دونوں میرے ساتھ آؤ۔''

بیکارس انہیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا۔ تینوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز بیکارس نے کیا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! تم نے اچھا کیا کہ آلیات کے مرکزی شہر سارڈس میں آ گئے ہو اور ہماری طرح تمہیں بھی آلیات کے لشکر میں شامل کر لیا گیا ہے۔ پر یہ تو کہو کہ اتنا عرصہ تم لوگ کہاں سرگرداں رہے؟''

اس پر اپنے سارے حالات جانتو نے تفصیل کے ساتھ سنا دیے تھے۔

پوری تفصیل جان کر بیکارس تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں دونوں کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''تم دونوں نے ایک کام اچھا کیا کہ کیاکسارا کو اس کے بیٹے سے محروم کر کے اسے زندگی بھر کے لئے ایک کرب میں ڈال دیا ہے۔ اس لئے کہ کیاکسارا ہماری قوم کی تباہی اور بربادی کا ذمہ دار ہے۔

لیکن تم نے یہ کیا کیا کہ طرغائی کو تم لوگوں نے اکادیوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے میں دیکھا بھی اور بنی اسرائیل کے جنگجوؤں میں شامل ہونے کے باوجود بھی تم طرغائی کو حاصل نہ کر سکے۔ تمہیں تو چاہئے تھا کہ طرغائی کو وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ یہاں لے کر آتے۔''

بیکارس کے خاموش ہونے پر جانتو کسی قدر بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیکارس! اکادی عربوں کا وہ خانہ بدوش قبیلہ کوئی عام سا قبیلہ نہیں ہے۔ اس کے کیا مرد، کیا بوڑھے، کیا بچے سب ہی جنگجو ہیں ...... جس جگہ ہم بنی اسرائیل کے ساتھ

ان پر حملہ آور ہوئے وہ حملہ آور ہونے کا بہترین مقام تھا۔ دونوں طرف کوہستانی تھے۔ انہی سے اتر کر ہم اور اسرائیلی ان پر حملہ آور ہوئے لیکن ان کا دفاع بڑا عجیب و غریب تھا۔

انہوں نے اپنے گھوڑ سوار جنگجو مختلف حصوں میں تقسیم کر رکھے تھے جو آگے، درمیان اور پچھلے حصے میں تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ان گنت چھکڑے تھے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ایسا دفاعی نظام ہم نے پہلے دیکھا ہی نہیں۔ انہوں نے چھکڑوں کے اندر گھاس کے بڑے بڑے گٹھے دونوں جانب ڈال رکھے تھے۔ ان گٹھوں کے بیچ میں انہوں نے اپنی عورتوں کو محفوظ کر کے وہاں تیر انداز بھی بٹھا دیے تھے۔ جنگ کے دوران ان ظالم تیر اندازوں نے ایسی خوف ناک تیر اندازی کی کہ ان گنت اسرائیلیوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہم دونوں اور ہمارے ساتھی تو ان تیر اندازوں سے بچتے رہے اس لئے کہ ہمارا مقصد کچھ اور تھا۔ ہم بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر اس خانہ بدوش قبیلے کو شکست تو نہیں دینا چاہتے تھے، ہمارا مقصد تو صرف وہاں سے طرغائی کو حاصل کرنا تھا۔ لہٰذا ہم زیادہ تر خانہ بدوش قبیلے کے اس حصے پر حملہ آور ہوتے رہے جہاں انہوں نے عورتوں کو محفوظ کر رکھا تھا۔ لیکن حیرت اور تعجب کی بات کہ بار بار حملہ آور ہونے کے باوجود بھی ہم عورتوں سے بھرے ان چھکڑوں کے اندر سے طرغائی کو نکال کر اپنی گرفت میں نہ کر سکے۔

اس کے بعد کمال کی بلکہ تم اسے حیرت انگیز بات کہہ سکتے ہو کہ وہ خانہ بدوش قبیلہ کوہستانی سلسلوں سے نکل کر ایک وادی میں داخل ہوا ان کے چھکڑے فوراً از خود حرکت میں آ گئے۔ ان چھکڑوں سے انہوں نے حصار بنا لیا۔ حصار کے اندر اپنے جانور بند کر لئے۔ ایسا شاید ان کے سالار نے انہیں پہلے ہی کرنے کے لئے کہا ہوگا۔ اس کے بعد ان کے جنگجو ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے اور ایسے حملے ہم پر کئے کہ بنی اسرائیل کے تین بہترین جنگجو سالار انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیے۔ اسرائیلیوں نے جب دیکھا کہ ان کے سالار مارے گئے ہیں تو وہ دُم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے بھاگنے کی وجہ سے ہم بھی کچھ نہ کر سکے اور ادھر چلے آئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بیکارس! ایک بات ضرور کہنے کی ہے اور وہ یہ کہ اس خانہ بدوش قبیلے کا سالار جس

کا نام نفیل بن ساعدہ ہے بڑا عجیب و غریب انسان ہے۔ جوان ہے، توانا
خوبصورت ہے۔ طرغانی اس کے پاس رہ رہی ہے اور ہمیں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ طرغانی
نے ابھی اس سے شادی تو نہیں کی لیکن اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس لئے کہ جب
طرغانی کو بابل کے بادشاہ بخت نصر کے باپ نے گرفتار کر لیا تھا تو اسے لونڈی
حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا تھا اور اس نے اسے لونڈی کے طور
نہیں رکھا، آزاد کر دیا۔ پھر طرغانی نے اس کا انتخاب کیا اور اس کے ساتھ رہنے لگی
بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ وہ اسے بے پناہ محبت کرنے لگی ہے۔

اس خانہ بدوش قبیلے نے جو دفاعی اقدام کئے تھے وہ حیرت انگیز تھے۔ ان
چھکڑوں کو جو جانور کھینچ رہے تھے ان کی حفاظت کے لئے بھی انہوں نے ان
دائیں بائیں گھاس کے گٹھے لگا دیئے تھے۔ اس کا مطلب ہے وہ اس بات سے واقف
اور آگاہ تھے کہ اسرائیلی ان پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنا دفاع مکمل
لیا تھا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ اسرائیلی اس کوہستانی سلسلے کے دونوں جانب سے ان
ٹوٹ پڑیں گے، ان کا سالار نفیل بن ساعدہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے بالکل آگے
آگے اس طرح طمانیت سے سفر کر رہا تھا جیسے اُسے کسی کے حملہ آور ہونے کی کوئی پرواہ
ہی نہ ہو۔"

جائتو جب خاموش ہوا تب بیکارس غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"اگر طرغانی تم دونوں کے ہاتھوں بچ گئی ہے تو کوئی بات نہیں۔ ذرا حالات کو
کروٹ لینے دو کہ کس سمت جاتے ہیں۔ اس کے بعد طرغانی کو ہم اس خانہ بدوش قبیلے
سے نکالیں گے ضرور اس خانہ بدوش قبیلے میں رہنے نہیں دیں گے۔"
جواب میں پہلی بار تولک نے بیکارس کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔
"تمہارے ساتھ جو اپنے قبیلے کی عورتیں بچ گئی تھیں اور جو تمہارے ساتھ سرکرداں
تھیں وہ کدھر گئیں؟"
اس پر بیکارس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
"وہ سب محفوظ ہیں اور یہیں روڈس شہر میں ہیں۔ کچھ کی شادیاں ہو چکی ہیں
جنہوں نے ابھی ایسا نہیں کیا ان کے لئے آلیات نے روڈس شہر کے اندر
رہائش گاہیں مہیا کی ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی بیکارس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
"میرے دونوں عزیز بھائیو! باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ پہلے اٹھو، میں تم دونوں
کو کھانے کا اہتمام کرتا ہوں، اس کے بعد کھل کر باتیں کریں گے۔"
اپنی جگہ سے اٹھتے اٹھتے جائتو نے غور سے بیکارس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
"بیکارس! خانہ بدوش قبیلے سے جو ہمیں طرغانی کو حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی
اس ناکامی کی ہم نے تلافی ضرور کرنی ہے۔ اس ناکامی کا مطلب ہے کہ وہ خانہ
بدوش زبردستی ہم سے طرغانی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور یہ صرف
ہماری اہانت نہیں ہے بلکہ سارے سیتھین کی بے عزتی ہے اور اس بے عزتی کا انتقام
خانہ بدوش قبیلے سے ہم نے ہر صورت میں لینا ہے۔"
یہاں تک کہنے کے بعد جائتو رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔
"بیکارس..... ! میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان رکھی ہے کہ وہ کام ہر صورت میں
کروں گا۔ خانہ بدوشوں کا وہ سالار جس کا نام نفیل بن ساعدہ ہے اور جس پر طرغانی
مرتی ہے پہلے تو اس کی گردن کاٹوں گا اور پھر طرغانی کو لے کر اپنے شمال کے
کوہستانی سلسلوں کی طرف جائیں گے اور جس طرح میرے اور تولک کے درمیان
طے ہوا ہے، قرعہ اندازی کی جائے گی۔ قرعہ اگر میرے نام نکلا تو طرغانی میری زندگی
کی ساتھی بنے گی۔ بصورت دیگر وہ تولک کی ملکیت ہو گی۔ کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی
اعتراض ہے؟"

بیکارس نے اس بار پُر شوق انداز میں باری باری تولک اور جائتو کی طرف دیکھا
پھر کہنے لگا۔ "مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم دونوں میرے سیتھین بھائی
ہو اور مجھ سے کہیں زیادہ صاحب حیثیت ہو۔ لہٰذا تم دونوں مل کر جو فیصلہ کرو گے وہ
میرے لئے آخری ہو گا..... اب آؤ کھانے کے لئے چلیں۔"
بیکارس کی اس گفتگو سے جائتو اور تولک مطمئن ہو گئے تھے۔ چپ چاپ اس کے
ساتھ ہو لئے تھے۔

* ..... *

•••

جس روز نفیل بن ساعدہ نے ابنِ شجرہ، فردرس، زہیر بن سلمی اور ان کے بیٹوں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اپنے قبیلے کے لوگوں میں بخت نصر کی تعمیر کردہ گاہیں تقسیم کی تھیں اس سے دوسرے روز نفیل بن ساعدہ، ابنِ شجرہ، فردرس، سلمی، ان کے بیٹے اور قبیلے کے دوسرے کچھ سرکردہ لوگ بخت نصر کے کہنے پر ملنے کے لئے بابل کی طرف روانہ ہونا چاہ رہے تھے کہ عین اسی لمحہ دریائے فرات کنارے کنارے ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ اُس کا رہائش گاہوں کی طرف تھا جو نفیل بن ساعدہ کے قبیلے کی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ، بن شجرہ اور ان کے سارے ساتھی جو بخت نصر کی طرف جانے کے لئے تیار ہو گئے وہ اس سوار کو آتے دیکھ کر رک گئے تھے۔

وہ سوار قریب آکر اپنے گھوڑے سے اترا۔ پھر چند قدم آگے بڑھ کر نفیل بن کے قریب آیا۔ باری باری سب سے اس نے مصافحہ کیا، اس کے بعد نفیل بن سا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ ساعدہ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب لوگ بابل کی طرف جانے کے لئے ہو گئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں سمجھتا ہوں میں عین وقت پر پہنچا ہوں۔ اس سے بخت نصر نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ لوگ اس سے ملنے کے لئے جب رخ کریں گے تو آتے ہوئے دو لڑکیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ ایک طرغانی بتایا گیا ہے اور دوسری کا نام اناشید۔ اس لئے کہ بابل کی ملکہ ایتا ان سے ملنا چاہتی ہے اور اس کے کہنے پر بخت نصر نے ان دونوں لڑکیوں کو آپ سے آنے کے لئے کہا ہے اور فی الحال میرے پاس آپ کے لئے یہی پیغام ہے۔

نفیل بن ساعدہ جو اس وقت اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا، مسکرایا پھر حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ شجرہ! جاؤ طرغانی اور اناشید دونوں اس وقت میرے خیمے میں ہیں۔ انہیں لے آؤ۔ اگر بابل کی ملکہ ایتا ان سے ملنا چاہتی ہے تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر حرقوص بن شجرہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ طرغانی اور اناشید دونوں تھیں۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑ رکھی تھیں۔ جب وہ نفیل بن ساعدہ کے قریب آئیں تب نفیل ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں بہنوں کو بابل کی ملکہ ایتا نے بلایا ہے۔ اب دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ تاکہ ہم یہاں سے روانہ ہوں۔''

جواب میں طرغانی اور اناشید نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جب وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر ہو بیٹھیں تب سب لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آنے والے بابل کے قاصد کے ساتھ ہو لئے تھے۔

وہ سب جب بابل کے نئے بننے والے قصر میں داخل ہوئے تو قصر کی شان و شوکت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ بخت نصر نے قصر کی بیرونی سیڑھیوں پر اپنی ملکہ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا تھا۔ پھر دونوں انہیں قصر کے بڑے کمرے میں لے گئے تھے۔

قصر میں داخل ہونے کے بعد بخت نصر نے اپنی ملکہ سے سب کا تعارف کرایا اور اس کے بعد سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ یہ تعارف ہو چکنے کے بعد گفتگو کا آغاز بخت نصر نے کیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! میں جانتا ہوں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنا تمہاری طبع اور تمہاری فطرت میں شامل ہے۔ میں نے بابل کے نواح میں جو تم لوگوں کے لئے رہائش گاہیں بنائی ہیں تو یہ مت خیال کرنا کہ میں تمہیں اس خانہ بدوشانہ زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے نفیل بن ساعدہ کو بلانے کے لئے جو اپنا قاصد بھجوایا تھا اس نے تم سے ملاقات اس وقت کی جس وقت مدین کے کوہستانی سلسلوں کے بیچ اسرائیل

کے جنگجو تم پر حملہ آور ہونے اور تمہیں نقصان پہنچانے کے بعد پسپا ہو چکے تھے۔ میرے اس قاصد نے جو تفصیل مجھے بتائی اس کے مطابق اس ٹکراؤ کے دوران تم لوگوں نے اسرائیلیوں کی سلطنت یہودہ کے ایک سالار کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جس کا نام عاشر تھا۔ اس کے علاوہ اسرائیلی قبیلوں کے دو سرکردہ سالاروں اجلون اور حروست کو بھی تم لوگوں نے ابدی نیند سلا دیا۔

میں تم پر واضح کروں گا اسرائیلیوں کی دو سلطنتیں تھیں ...... ایک کا نام اسرائیل، دوسری کا نام یہودہ۔ مرنے والے عاشر کا تعلق یہودہ سے تھا۔ یہودہ کا بادشاہ اس وقت یہویاقیم ہے۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ اونٹ کی طرح انتقام لینے والا شخص ہے۔ اسے جب خبر ہوگی کہ اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے کے ہاتھوں اس کا سالار عاشر مارا گیا ہے اور بہت سے جنگجو اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے تو یاد رکھنا اس نے اپنے معبد میں جا کر تم لوگوں پر حملہ آور ہونے اور تم سے انتقام لینے کی قسم کھائی ہوگی۔

میرے عزیزو! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ میرا اندازہ تھا۔ بعد میں میرے مخبروں نے مجھ پر انکشاف کیا کہ یہویاقیم کو جب اپنے سالار عاشر کے تم لوگوں کے ہاتھوں مرنے کی خبر ہوئی تو اسی روز وہ اپنے ہیکل میں گیا وہاں جا کر اس نے قربانی دی اور قسم کھائی کہ جب تک تم پر حملہ آور ہو کر تم لوگوں کا قتل عام نہیں کرے گا اور عاشر کی جگہ تمہارے سالار کو موت کے گھاٹ نہیں اتارے گا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا۔

انہی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال تم لوگ کچھ عرصہ کے لئے اپنی خانہ بدوشانہ زندگی کے اندر ایک وقفہ ڈالو۔ اسی بناء پر میں نے تمہارے لئے بابل کے نواح میں یہ پکی اور پختہ رہائش گاہیں تعمیر کی ہیں۔ یہ نہ خیال کرنا کہ میں تم لوگوں کو ہمیشہ ان رہائش گاہوں میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم لوگ رہنا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔ اس میں میری خوشی اور طمانیت ہوگی۔ اور اگر تم ان رہائشوں میں مستقل نہیں رہنا چاہتے تب بھی سارا کام تمہاری مرضی پر منحصر ہوگا۔ اس کے باوجود میں یہ چاہوں گا کہ اگر تم دوبارہ خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنا چاہو تو یمن تک سفر کرتے رہو۔ لیکن جب یمن سے ادھر آتے ہوئے بابل کی طرف آؤ تو خیموں کے بجائے ان پختہ رہائش گاہوں میں قیام کرنا۔ یوں جاننا تمہارے ایسا کرنے سے مجھے

ذی اور قلبی سکون حاصل ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا۔ تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”یہ آپ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے ہمارے لئے یہ رہائش گاہیں تعمیر کروائیں۔ ہم ان رہائش گاہوں کو شک و شبہ کی نگاہوں سے تو نہیں دیکھ رہے۔ اگر آپ یہ رہائش گاہیں تعمیر نہ کرواتے تب بھی میں آپ سے التماس کرتا کہ کچھ عرصہ کے لئے آپ ہمیں ان سرزمینوں میں ہی رہنے کی اجازت دے دیں اور کچھ چراگاہیں بھی ہمیں دے دیں جہاں ہم اپنے جانوروں کو چرا سکیں۔ اس لئے کہ اسرائیلیوں کے ساتھ اس ٹکراؤ کے بعد وہ یقیناً ہم سے انتقام لیں گے۔ اپنی ساری جنگی طاقت کو حرکت میں لائیں گے اور ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ یہ جو ٹکراؤ ان کا ہمارے ساتھ ہو چکا ہے اس میں ہماری نسبت ان کا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اگر ہمارے مرنے والوں کی تعداد بیسیوں میں ہے تو ان کی سینکڑوں میں ہے۔ اور پھر ان کے تین بڑے سالار تھے۔ ایک یہودہ کے بادشاہ کا سپہ سالار عاشر، دوسرا اجلون اور تیسرا حروست۔ یہ تینوں اسرائیلیوں کے ہاں سرکردہ خیال کئے جاتے تھے اور ان تینوں کے ہمارے ہاتھوں مرنے کے بعد یہودی یقیناً ہم سے انتقام لینے پر تلیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ہمارے لئے یہ رہائش گاہیں تعمیر کر کے ایک طرح سے ہم پر احسان کیا ہے۔ کچھ عرصہ ہم یہاں قیام کریں گے، حالات کا جائزہ لیں گے۔ اس کے بعد......“

نفیل بن ساعدہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا اس لئے کہ بخت نصر بول اٹھا۔

”نفیل بن ساعدہ! جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بھائی کی سی ہے۔ میری ملکہ اور میری بیوی امیتا جو اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے، میں نے اسے بھی تم لوگوں سے متعلق پورے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے ہیں اور اس نے کہا تھا کہ اگر نفیل بن ساعدہ میرا بھائی ہے تو آج کے بعد تم اس کے بھی بھائی ہو۔ لہٰذا یہ جو رہائش گاہیں تعمیر کی گئی ہیں یہ تم لوگوں پر احسان نہیں ہے اور پھر میرے عزیز بھائی! تمہیں حالات کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی یہودیوں پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں جانتا ہوں تمہارے پاس جو جنگجو ہیں، وہی رہیں گے۔ لیکن یہودی اپنے جنگجوؤں میں اضافہ کریں گے۔ ان سے متعلق تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ ان سے میں نمٹنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور میں نے اسی خاطر تم لوگوں کو

بلایا ہے۔ اب جو میں گفتگو کرنے لگا ہوں ذرا غور سے سننا۔

میں پہلے ہی تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ میں اپنے لشکریوں میں عرب کے مختلف قبائل مثلاً بکلسوس، آموری، آرامی، حوری اور دیگر قبائل کو شامل کر کے اپنے لشکر کی تعداد پہلے سے کافی بڑھا چکا ہوں۔ یہودیوں کی سلطنت ماضی میں بھی میرے باپ کے لئے درد سر بنتی رہی ہے اور آئندہ بھی یہ ہمارے لئے نقصان کا باعث ہوگی۔ اس لئے کہ یہودی جب دیکھتے ہیں کہ فلاں قوت سر ابھار رہی ہے، اس کی بڑی عسکری طاقت ہے تو اس کا ساتھ دے کر دوسروں کو اپنے سامنے سرنگوں کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں اور میں ان لوگوں کی ان خواہشوں کا خاتمہ ہی کر دینا چاہتا ہوں۔

اب میری خواہش یہ ہے کہ نفیل بن ساعدہ! تم اور حرقوص بن شجرہ! تم دونوں میرے بہترین سالاروں کی حیثیت سے میرے لشکر میں شامل ہو گے ...... میں یہ بھی چاہوں گا کہ تمہارے قبیلے کے جس قدر جنگجو ہیں وہ بھی میرے لشکر میں شامل ہوں۔ اس طرح میری قوت میں خوب اضافہ ہوگا۔

اب تم لوگ یہ سوچو گے کہ یہاں قیام کے دوران تمہارے ہزاروں جانوروں کا کیا بنے گا ..... تمہارے قبیلے کے لوگوں کی آمدنی کا کیا ہوگا۔ تو اس کے لئے جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا۔

جہاں تک تمہارے قبیلے کے جانوروں کا تعلق ہے تو ان کے لئے میں بابل کی ساری چراگاہیں وقف کر دوں گا۔ جہاں چاہیں، بابل کے اطراف میں وہ اپنے جانوروں کو چراتے رہیں۔ اس کے لئے میں اپنے سارے عاملوں کو احکامات بھی جاری کر دوں گا۔ اس کے علاوہ تمہارے قبیلے کے اخراجات کے لئے تم لوگوں کو خاصی بڑی رقم مہیا کی جائے گی جو مہینوں تک تمہارے کام آسکے گی۔

اور تیسری اور سب سے بڑی بات تمہارے قبیلے کے تحفظ کے متعلق ہے۔ جب تمہارے قبیلے کے جوان اور جنگجو میرے لشکر میں شامل ہو جائیں گے تو یقیناً قبیلے والے یہ سوچیں گے کہ ان کے تحفظ کا کیا بنے گا۔ تو اس کے لئے میرا یہ فیصلہ ہے کہ یہاں سے میری روانگی کے بعد بابل کی حفاظت کے لئے جو لشکر کا حصہ میں چھوڑ کر جاؤں گا وہ صرف بابل شہر ہی نہیں تمہارے سارے قبیلے کی بھی خوب حفاظت کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے مختلف شہروں کے جو عامل ہیں ان کے لئے بھی اسی طرح کے احکامات نئے

ساتھ جاری کروں گا ..... لہٰذا اگر نفیل بن ساعدہ، ابن شجرہ اور تمہارے قبیلے کے جوان میرے لشکر میں شامل ہوتے ہیں تو تم لوگوں کو اپنے قبیلے کے افراد کے کسی بھی سلسلے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... اب بولو، اس سلسلے میں تم کہتے ہو؟ ...... پہلے آپس میں صلاح مشورہ کر لو، پھر اپنے متفقہ جواب سے مجھے آگاہ کرو۔"

عین اسی موقع پر ملکہ ایتا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں طرغائی اور اناشید کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ مجھے بھی ان دونوں سے ضروری کام ہے۔"

جواب میں بخت نصر مسکرا دیا، اثبات میں جب اس نے گردن ہلائی تب ایتا طرغائی اور اناشید کو لے کر وہاں سے نکل کر محل کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

ایتا، طرغائی اور اناشید کے جانے کے بعد کچھ دیر تک قصر کے اس کمرے میں خاموشی رہی۔ نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ، فردرس، زہیر بن سلمی اور خانہ بدوش قبیلے کے دوسرے سرکردہ لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ اس کے بعد جب کسی بات پر متفق ہو گئے تب نفیل بن ساعدہ، بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم اس پر متفق ہیں۔ میں، حرقوص بن شجرہ اور ہمارے قبیلے کے جس قدر عمدہ تیغ زن ہیں وہ آپ کے لشکر میں شامل ہوں گے۔ آپ چونکہ ہمارے قبیلے کے لوگوں کے علاوہ ہمارے جانوروں کے لئے چراگاہوں کی بھی ذمہ داری لے رہے ہیں لہٰذا ہمیں اس سے بڑھ کر کیا چاہئے؟"

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر بخت نصر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن ساعدہ! اس سے بڑھ کر بھی تم لوگوں کو ملے گا۔ جن مہموں کی میں ابتداء کرنے والا ہوں ان مہموں کے دوران جو کچھ مالِ غنیمت کی صورت میں ملے گا اس میں تم لوگوں کو ایک بڑا اور خاصا حصہ بھی دیا کروں گا جس کی وجہ سے مجھے امید ہے کہ تمہاری مالی حالت پہلے سے بھی اچھی ہو جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر جب رکا تب نفیل بن ساعدہ پھر بول اٹھا۔

''میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں مجھے اور میرے قبیلے کے سب افراد کو آپ کا [illegible]
اور شکر گزار ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ مدین کے کوہستانی سلسلوں کے اندر ایک بار ہم
یہودیوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو چکا ہے۔ چونکہ اس ٹکراؤ میں ہم نے انہیں خاصا نقصان
پہنچایا ہے، ان کے بادشاہ کے سالار کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے جبکہ اس
پہلے بھی ان کے راہزنی کا کام کرنے والے ایک گروہ کو بھی ہم نے موت کے گھاٹ
اتارا تھا لہٰذا وہ ہم سے انتقام ضرور لیں گے۔ اگر ان یہودیوں کے پیچھے ان کا کوئی
پشت بان اور پشت پناہ نہ ہوتا تب تو بڑی آسانی کے ساتھ ہم ان سے نمٹ سکتے تھے
لیکن یہاں حالات مختلف ہیں۔ یہودیوں کی سلطنت یہودہ کا بادشاہ حملہ آور یہودیوں
کی پشت پناہی کر رہا ہے اور اب اس کے سالار کے مارے جانے سے وہ اور زیادہ
ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کرے گا۔ لہٰذا ان حالات میں کچھ عرصہ کے لئے ہمیں
اپنی خانہ بدوشانہ زندگی کو فراموش کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں آپ نے جو ہمارے لئے
رہائش گاہیں تعمیر کروائی ہیں یہ ہمارے لئے ایک عمدہ نعمت ثابت ہوں گی۔''

جواب میں بخت نصر کچھ دیر مسکراتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''آج میں بہت سے احکام جاری کرنے لگا ہوں۔ پہلا یہ کہ بابل کے اردگرد اور
نزدیک جس قدر عمدہ چراگاہیں ہیں ان سب کو تم اپنے تصرف میں لا سکتے ہو۔ اس سلسلے
میں میری مملکت کے مسلح جوان تم لوگوں سے تعاون کریں گے۔

دوسرا اور سب سے بڑا کام جو آج میں کرنا چاہتا ہوں ابنِ ساعدہ! وہ تمہاری اور
طرغائی کی شادی کا معاملہ ہے۔ میں چاہتا ہوں آج شام تک تمہاری اور طرغائی کی
شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ یہ شادی تمہاری نئی تعمیر ہونے والی بستی میں کی جائے گی۔
میں خود بھی اور میری ملکہ بھی اس میں شامل ہوں گی۔ کیا اس سلسلے میں تمہیں کوئی
اعتراض ہے؟''

بخت نصر کے اس سوال پر نفیل بن ساعدہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے
فردرس بول اٹھا۔

''بابل کے عظیم بادشاہ! آپ ہمارے محسن اور مربی ہیں۔ اگر آج نفیل بن ساعدہ
اور طرغائی کی شادی کا اہتمام کیا جائے تو نفیل بن ساعدہ سمیت ہم میں سے کسی کو بھی
کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے حرقوص بن شجرہ
بول اٹھا۔

''اے بادشاہ! جو کچھ فردرس نے کہا ہے ہم سب اس کی تائید کرتے ہیں۔''

فردرس اور حرقوص بن شجرہ کے ان الفاظ پر بخت نصر خوش ہو گیا تھا۔ پھر سوالیہ انداز
میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ ساعدہ! تم بھی کہو، تمہارا کیا خیال ہے؟''

اس پر نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میں بھی اب ان دونوں کی تائید
کرتا ہوں۔''

اس پر سب کھل کھلا کے ہنس دیئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ نے بخت نصر کو اور خوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد بخت
نصر پھر بول اٹھا۔

''نفیل بن ساعدہ! شادی کے بعد جب تم میرے ساتھ مہموں میں شامل ہو گے تو
تم اپنی بیوی طرغائی کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو..... ان مہموں میں میری ملکہ میرے ہمراہ
ہو گی۔ حرقوص بن شجرہ! تم بھی اناشید کو ساتھ رکھ سکتے ہو۔ اس کے علاوہ تمہارے قبیلے
کے وہ جنگجو جو میرے لشکر میں شامل ہوں گے سب اپنی بیویوں کو لشکر میں شامل کر سکتے
ہیں اور ان سب کی دیکھ بھال اور خوراک کا بہترین اور عمدہ انتظام کیا جائے گا۔''

اس کے بعد بخت نصر بڑے رازدارانہ انداز میں نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ
اور دوسرے لوگوں سے یہودیوں کی مملکت یہودہ پر حملہ آور ہونے سے متعلق تفصیلی گفتگو
کرنے لگا تھا۔

❋ ...... ❋

●●●

دوسری طرف بخت نصر کی ملکہ ایتا طرغائی اور اناشید کو اپنی خواب گاہ میں لے گئی تھی۔ خود وہ ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ جس نشست پر بیٹھی تھی اس نشست کے ایک طرف سرخ چمڑے کے دو چھوٹے صندوق پڑے ہوئے تھے۔ کچھ دیر تک ان کی طرف دیکھتے ہوئے ایتا مسکرائی پھر طرغائی اور اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں آج سے تم دونوں کو اپنی بہن کہوں گی ...... اس لئے کہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ بخت نصر کے بھائی ہیں لہٰذا وہ میرے بھی بھائی ہیں۔ اس ناطے، اس رشتے سے میں کہتی ہوں کہ سرخ رنگ کے جو دو چمڑے کے صندوق ہیں ان میں جو صندوق دائیں جانب ہے طرغائی! یہ تمہارا ہے۔ جو صندوق بائیں جانب ہے، اناشید! یہ تمہاری ملکیت ہے۔ ذرا آگے بڑھ کر ان دونوں کو کھولو اور ان میں جو سامان رکھا ہے اس کا جائزہ لو۔''

ایتا کے ان الفاظ پر لمحہ بھر کے لئے طرغائی اور اناشید حیرت زدہ سی اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ جواب میں ایتا نے پھر مسکراتے ہوئے سر کے اشارے سے جب انہیں وہ صندوق کھولنے کے لئے کہا تب دونوں آگے بڑھیں۔ جب انہوں نے صندوق کھولا تو دنگ رہ گئیں۔ دونوں صندوقوں کے اندر نہ صرف ان کے لئے عروسی لباس تھے بلکہ جب انہوں نے سامان کا جائزہ لیا تو ان عروسی لباسوں کے نیچے اور بہت سے قیمتی لباس تھے۔ ان کے علاوہ ان کے اندر سونے کے زیورات، جواہرات اور دوسرا بہت سا قیمتی سامان رکھا ہوا تھا۔

سارے سامان کا جائزہ لینے کے بعد طرغائی اور اناشید دونوں اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ ایتا نے پہلے اناشید کو مخاطب کیا۔

''اناشید! تمہاری شادی حرقوص بن شجرہ سے ہو چکی ہے۔ افسوس تمہاری شادی کا اہتمام یہاں نہیں کیا گیا تھا اس لئے میں اور بابل کے بادشاہ اس میں شرکت نہیں کر سکتے تھے۔ چمڑے کے اس صندوق میں جو سامان رکھا ہے یہ ہماری طرف سے تمہاری شادی کی خوشی میں ہے۔''

اس کے بعد ایتا طرغائی کی طرف مخاطب ہوئی اور اس سے کہنے لگی۔

''طرغائی! میری نگاہوں میں تمہاری جو عزت اور قدر ہے وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ تم سیتھین کے بادشاہ کی بیٹی ہو۔ تمہارے ماں باپ اور لواحقین پر جو گزری اس کا اندازہ میں کر سکتی ہوں اس لئے کہ سب کچھ میرے باپ کی وجہ سے ہوا اور یہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سن میری بہن! اس لحاظ سے تُو خوش قسمت ہے کہ وقت اور حالات نے تجھے نفیل بن ساعدہ جیسے جوان کے حوالے کر دیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں ایسے نوجوان خوش قسمت لڑکیوں کے حصے میں آتے ہیں۔ اس صندوق میں جو سامان ہے میری بہن! یہ سب تیرا ہے۔ اوپر جو عروسی جوڑا رکھا ہے آج رات کو تُو پہنے گی۔ اس لئے کہ میرے شوہر بخت نصر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج شام تک تمہاری اور نفیل بن ساعدہ کی شادی کا اہتمام تمہاری نئی تعمیر ہونے والی بستی میں کیا جائے گا۔ میں اور میرے شوہر بخت نصر اس شادی میں باقاعدہ شرکت کریں گے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔''

اس موقع پر طرغائی اور اناشید نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر طرغائی ملکہ ایتا کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ایتا نے اپنے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھی پھر بڑے خوش کن انداز میں طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''طرغائی! تمہیں اور اناشید کو بہن کہہ چکی ہوں۔ جو کچھ میں نے تم دونوں کے لئے کیا ہے اس کے لئے قطعی طور پر میرا شکریہ ادا نہ کرنا۔ اس لئے کہ تم دونوں اس کی حقدار تھیں۔ اب تم دونوں یہ کہو گی کہ اتنے بڑے بڑے چمڑے کے صندوق کیسے لے کر اپنی بستی میں جاؤ گی تو اس کے لئے میں نے ایک بگھی کا اہتمام کر دیا ہے۔ میں نے ایک قاصد پہلے ہی تمہاری بستی کی طرف بھجوایا تھا جس نے پیغام دیا تھا کہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ آتے ہوئے طرغائی اور اناشید کو بھی لے کر آئیں۔ لہٰذا اسی وقت میں نے ایک بگھی کا اہتمام کر دیا تھا۔ اب تمہارے یہ چمڑے کے صندوق اس

بگھی میں رکھے جائیں گے۔ یہاں سے تم دونوں بگھی میں سوار ہو کر اپنی بستی میں جاؤ گی۔ وہ بگھی وہیں کھڑی رہے گی۔ شام کو بستی کے سامنے جو کھلا میدان ہے وہاں نفیل بن ساعدہ اور طرغائی! تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ پھر تم دونوں کو اس بگھی میں بٹھایا جائے گا اور اس بگھی میں بٹھا کر نفیل بن ساعدہ دُلہن کی صورت میں تمہیں اپنی رہائش گاہ پر لے جائے گا۔''

ایتا کے ان الفاظ پر طرغائی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگی۔

''میری بہن! اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو پہلے ہی نفیل بن ساعدہ کے ساتھ ان کے خیمے میں رہتی رہی ہوں۔ اب جو ان کے لئے رہائش مختص کی گئی ہے اس کے اندر میری رہائش ہے۔ لہٰذا مجھے ان کے ساتھ بگھی میں ان کی رہائش گاہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں تک ان کے ساتھ شادی کا تعلق ہے تو یہ میری خوش بختی ہے کہ شادی کے بعد میں ان کا ہاتھ پکڑ کر خود ہی اپنی رہائش گاہ کی طرف چلی جاؤں گی۔''

طرغائی کے ان الفاظ پر ایتا نے بھی ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا جبکہ اناشید بھی ہنس رہی تھی۔ اس کے بعد ایتا کہنے لگی۔

''نہیں طرغائی! جیسا میں چاہ رہی ہوں اور جیسا میں نے اہتمام کیا ہے ایسا ہی ہو گا۔ تم فکر نہ کرو۔''

اس کے بعد ایتا نے آواز دے کر کسی کو بلایا جس کے جواب میں دو غلام اندر آئے۔ ایتا نے انہیں حکم دیا کہ چمڑے کے وہ دونوں صندوق اٹھا کر محل کے باہر جو بگھی کھڑی کر دی گئی ہے اس میں رکھ دیں۔ اس پر وہ دونوں غلام فوراً حرکت میں آئے۔ چمڑے کے وہ دونوں صندوق اٹھا کر وہ کمرے سے باہر لے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد ایتا اٹھی۔ طرغائی اور اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آؤ اب وہاں چلتے ہیں جہاں تمہارے قبیلے کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور جہاں سے ہم اٹھ کر آئی ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی تینوں اس کمرے سے نکلیں۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئیں جس میں بخت نصر نفیل اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تب ایتا کو

دیکھتے ہی اسے بخت نصر نے مخاطب کیا۔

''تم انہیں اپنے ساتھ لے کر گئی تھیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں خالی ہاتھ ہی لوٹی ہیں۔''

جواب میں ایتا مسکرائی، کہنے لگی۔

''آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ان دونوں کے لئے چمڑے کے صندوق تیار کئے تھے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں صندوق اٹھا کر یہاں لے کر آتیں؟ وہ میں نے بگھی میں رکھوا دیئے ہیں۔ جب یہ سب لوگ یہاں سے اٹھیں گے تو طرغائی اور اناشید بگھی میں بیٹھ کر جائیں گی اور بگھی وہیں رہے گی۔ یہی بگھی میرے بھائی نفیل بن ساعدہ کی شادی کے سلسلے میں استعمال ہو گی۔''

ایتا کی اس گفتگو سے بخت نصر بھی خوش ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

''یہ بھی اچھا ہوا۔ میں بھی ان لوگوں سے جو گفتگو کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا ہوں۔ اب بھی فارغ ہوں۔''

پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے بخت نصر کہنے لگا۔

''نفیل! اب تم واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف جاؤ۔ محترم فردوس! میں آپ، زہیر اور حرقوص کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ جاتے ہی اس کی شادی کی تیاریاں شروع کر دی جائیں اور میری ملکہ اور ہمارے سالار اور عمائدینِ سلطنت شام کو وہاں پہنچیں گے۔ ہماری موجودگی میں نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔''

بخت نصر کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے۔

پھر بخت نصر اور ایتا سب کو محل سے باہر تک چھوڑنے آئے۔ طرغائی اور اناشید کو بگھی میں بٹھا دیا گیا تھا۔ ان دونوں کے گھوڑوں کو نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے اپنے گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ لیا تھا۔ اس طرح وہ واپس اپنی نئی بستی کی طرف ہو لئے تھے۔

اسی روز بخت نصر اور اس کی ملکہ، اس کے سالار اور بہت سے عمائدینِ سلطنت بڑے ساز و سامان کے ساتھ نفیل بن ساعدہ کی بستی کی طرف گئے۔ وہاں پورے قبیلے کے لئے بخت نصر کی طرف سے عمدہ دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بستی کے اندر ایک جشن کا سماں برپا کیا گیا تھا اور اسی جشن کے دوران نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کو بڑی شان

وشوکت اور تکلفات کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا تھا۔ نفیل بن ... کی شادی کے بعد بخت نصر نے اپنے سالاروں کے علاوہ نفیل بن ساعدہ اور ... بن شجرہ کے ساتھ مل کر یہودیوں کی مملکت یہودہ پر حملہ آور ہونے کے لئے زور ... سے تیاریاں کرنی شروع کر دی تھیں۔

❋

دوسری طرف یہودیوں کی سلطنت یہودہ کے بادشاہ کے جاسوس بھی تیزی سے ... کر رہے تھے۔ لہٰذا اسے بھی خبر ہو گئی تھی کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر ان پر حملہ آور ہو... کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا ہے۔

یہودہ کا بادشاہ یہویاقیم کے تخت نشین ہونے کے حالات کچھ اس طرح ہیں کہ ... حضرت سلیمان علیہ السلام 945 قبل مسیح کے آس پاس وفات پا گئے تو بنی اسرائیل ... بارہ قبیلوں کے نمائندوں کا ایک اجتماع سکیم کے مقام پر ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا ... کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا بادشاہ ان کے بیٹے رحعام ... جائے۔ اس کے لئے باقاعدہ بادشاہی کی رسم ادا کی جائے۔

جب ان بارہ قبیلوں کا اجتماع ہوا تو اس اجتماع کے موقع پر کچھ یہودیوں ... سوال اٹھایا کہ آیا نیا بادشاہ لوگوں سے جو محاصل وصول کئے جاتے ہیں ان ... کرنے کے لئے تیار ہو گا؟

اس موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحعام بھی وہاں موجود تھا ... جب یہ جملہ سنا تو بھڑک اٹھا۔ نوجوان تھا۔ عمر اُس کی اس وقت صرف سولہ برس ... لہٰذا یہودی قبیلوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''میرے باپ نے تمہیں کوڑوں سے ٹھیک کیا تھا اور میں تمہیں بچھوؤں سے کروں گا۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحعام کے یہ الفاظ سنتے ہی دس قبیلو... رحعام کو اپنا بادشاہ ماننے سے انکار کر دیا اور اس کی جگہ حضرت سلیمان علیہ السلا... ایک سالار یربعام کو اپنا بادشاہ چننے پر آمادہ ہو گئے جس کا تعلق قبیلہ افرائیم سے تھا۔ چنانچہ دس قبیلوں نے یربعام کو اپنا بادشاہ چن لیا۔ انہوں نے اپنی علیحدہ حکوم... کر لی۔ اس طرح یہودیوں کی مملکت کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصے کا نام اسرائ...

...لیا جس کا حکمران یربعام بنا اور سامریہ کو اس کا مرکزی شہر قرار دے دیا گیا۔ دس ...لیوں کے بعد اب یہودیوں کے دو ہی قبیلے رہتے تھے یعنی یہودہ اور بنیامین۔ ان ...نوں قبیلوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحعام کے ساتھ وفاداری کا اظہار ...کرتے ہوئے اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اور اپنی علیحدہ مملکت قائم کر لی۔

اس طرح یہودیوں کی دو مملکتیں ہو گئیں۔ ایک کا نام اسرائیل جس کا مرکزی شہر ...امریہ تھا اور جس کا حکمران یربعام تھا۔ دوسری مملکت کا نام یہودہ تھا جس کا مرکزی ...یروشلم قرار دیا گیا اور اس کا پہلا حکمران حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحعام تھا۔

اسی دوران مصر کا فرعون جس کا نام شیشق تھا اور جسے توریت میں شیشق کے نام ...سے یاد کیا گیا ہے وہ یہودہ کی مملکت پر چڑھ دوڑا۔ حملہ کیا۔ یہ شیشق دراصل لیبیا کا ...رہنے والا تھا جس نے مصر کے بائیسویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی تھی۔ یہی شیشق ...92 قبل مسیح میں یہودہ کی مملکت پر حملہ آور ہوا۔ اس نے یروشلم شہر کو تباہ کیا۔ شہر کو لوٹا۔ ...ہیکل اور محل میں جتنی قیمتی چیزیں جمع تھیں انہیں مالِ غنیمت قرار دے کر اٹھا لے گیا۔ ...حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحعام فرعون کے ان حملوں کو روک نہ سکا۔

آخر فرعون کے ساتھ رحعام کی صلح ہو گئی جس کے نتیجے میں مصر کے فرعون شیشق ...کی بیٹی سے رحعام نے شادی کر لی۔ اس طرح وقتی طور پر دونوں مملکتوں میں صلح ہو ...گئی۔ رحعام ایک طرح سے اپنے والد محترم حضرت سلیمان علیہ السلام کے نقشِ قدم ...پر ہی چلا تھا اس لئے کہ انہوں نے بھی پہلے گزرنے والے ایک فرعون کی بیٹی سے ...شادی کی تھی۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں جب مصر اور آشوریوں کے طاقت ور حکمرانوں سے بنی ...اسرائیل کو کسی قدر عافیت حاصل ہوئی تو یہودہ کی یہودی مملکت نے اپنی حالت بہتر ...بنائی۔ ان کا نیا بادشاہ عزیا نام کا بنا جسے بعض اوقات عزریا کے نام سے بھی پکارا جاتا ...ہے۔ یہ 782 سے 751 قبل مسیح تک حکمران رہا۔ اس نے سلطنت کے عام حالات پھر ...سدھارنے شروع کئے۔ یہودہ کے اس بادشاہ نے اپنے لشکر کو ازسرِنو استوار کیا، ان کی ...تنظیم اور ترتیب کو درست کیا۔ یروشلم کے استحکام میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں انہیں ...دور کیا۔ اس کے علاوہ نیا لشکر تیار کر کے اس نے فلسطینیوں اور عربوں پر کچھ فتوحات ...حاصل کیں۔ اس کے علاوہ اس نے عمونیوں اور قریب کے دوسرے دشمنوں سے

خراج بھی وصول کیا۔ عزیا یا عزریا نام کے اس بادشاہ کی سرگرمیاں صرف عسکری مہمات
تک محدود نہ رہیں، اس نے آبیاری کا بندوبست کر کے زراعت کو ترقی دی۔ بے آب
علاقوں میں ریوڑوں کی حفاظت کے لئے برج تعمیر کروائے جو اب بھی فلسطین کے
علاقوں میں کہیں کہیں کھنڈرات کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔

اس عزیا یا عزریا کے بعد حزقیاہ یہودہ کی مملکت کا حکمران ہوا۔ یہ نینوا کے آشوری
عرب حکمرانوں کا خراج گزار رہا۔ اس موقع پر مصر کے فرعون نے حزقیاہ کو اکسایا کہ وہ
نینوا کے آشوری عربوں کو خراج ادا کرنا بند کر دے۔ اُسے یقین دلایا کہ اگر آشوریوں
نے اس پر حملہ کیا تو وہ اس کی مدد کرے گا۔

فرعون نے جب یہودہ کے بادشاہ حزقیاہ کو یہ اکساہٹ دی تو اس موقع پر بنی
اسرائیل کے ایک پیغمبر یسعیاہ نے اپنے بادشاہ کو تنبیہہ کی اور اُسے مشورہ دیا کہ فرعون
کے اس مشورے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ لیکن یہودہ کے بادشاہ حزقیاہ نے اللہ کے
پیغمبر کی بات کو اور ان کی تنبیہات کو نظر انداز کر کے آشوریوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان
لی۔ اس لئے کہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ آشوریوں کے مقابلے میں مصر کا فرعون ضرور
اس کی مدد کرے گا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے حزقیاہ نے فلسطینی شہروں اور دوسری …
حکومتوں کے ساتھ اتحاد کے معاہدے کر لئے۔ چونکہ اسے خطرہ تھا کہ آشوری …
حملہ آور ہوں گے اور یروشلم کا محاصرہ کریں گے۔ لہٰذا اس نے پہاڑی سے سترہ سو …
لمبی نالی نکلوائی تا کہ یروشلم کو پانی کی دقت پیش نہ آئے۔ یہ نالی جس کے ذریعے …
کو پانی مہیا کیا جانے لگا اس کا نام تاریخ کے اوراق میں چشمہ شلوخ مشہور ہوا۔

آخر جب حزقیاہ نے نینوا کے آشوری عرب حکمرانوں کے خلاف بغاوت …
اختیار کی تو اس کے نتیجے میں آشوری عرب یہودہ کی مملکت پر حملہ آور ہونے کے
اپنے لشکر لے کر نینوا سے نکلے۔ اس وقت ان کا بادشاہ سرجون تھا۔ پہلے سرجون …
حملہ آور ہو کر یہودہ کی مملکت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد آشوریوں …
آنے والے بادشاہ اور سرجون کے جانشین سناخریب نے بھی یہودیہ کی مملکت پر …
شروع کر دیئے۔

اس سناخریب نے پے درپے مہمیں شروع کیں اور 701 قبل مسیح میں …

…لم کا محاصرہ کر لیا۔ سناخریب نے صیدہ اور عکہ کو فتح کر لیا۔ اشدود، عمون، قاب اور
…م کے حکمران اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔

پھر وہ آگے بڑھتا ہوا فلسطین کے شہر یافا جا پہنچا۔ عسقلان کو فتح کرتا ہوا وہ مصر تک
…تا چلا گیا تھا۔ وہاں سے وہ مشرق کی طرف پلٹا۔ صور اور عقرون کو بھی اس نے فتح
کر لیا۔

اس کے بعد وہ یروشلم پر ضرب لگانا چاہتا تھا کہ اسے خبر ملی کہ مصر کا فرعون یروشلم
والوں کی مدد کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر لے کر آ رہا ہے اور حبشہ کا ایک بہت بڑا لشکر
بھی اس کی مدد کر رہا ہے۔

چنانچہ سناخریب نے اپنا ایک لشکر علیحدہ کر کے اسے تو یروشلم کا محاصرہ جاری رکھنے
کے لئے کہا اور باقی لشکر لے کر وہ مصر اور حبشہ کی متحدہ قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے
…تھا۔

دونوں قوتوں کے درمیان التقہ کے مقام پر ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں
آشوری عربوں کے بادشاہ سناخریب نے فرعون اور حبشہ دونوں کی متحدہ قوت کو بدترین
شکست دی اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اس کے بعد اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سناخریب پلٹنا چاہتا تھا کہ یروشلم
پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے لیکن شاید خداوند قدوس کو ایسا منظور
نہیں تھا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس سے اس کے
ایک لاکھ پچاسی ہزار لشکری ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا یروشلم کو اس کے حال پر چھوڑ کر
سناخریب واپس نینوا چلا گیا۔

یروشلم پر سناخریب کی دہشت طاری ہو چکی تھی لہٰذا یہودہ کے بادشاہ حزقیاہ نے خود
سناخریب کی اطاعت قبول کر لی۔ اس لئے کہ یروشلم کے سوا اردگرد کے سارے
علاقوں کو سناخریب نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور سب کو اس نے زیر کر لیا تھا۔
حزقیاہ نے سناخریب کی اطاعت قبول کرتے ہوئے اسے خراج دینا قبول کیا۔
یہی اس نے اپنی بیٹیاں، محل کی دوسری عورتیں اور قیمتی خزانے نینوا، آشوریوں کے
بادشاہ سناخریب کی خدمت میں بھیجے۔

یہ ساری چیزیں جب آشوری عربوں کے بادشاہ سناخریب کے پاس پہنچیں تو اس

شاندار فتح کے نتیجے میں اس نے یادگار کے طور پر ایک کتبہ تحریر کر کے نصب کرایا۔ اس کتبے کی تحریر کچھ اس طرح تھی:

"حزقیاہ یہودی جس نے میری اطاعت قبول نہیں کی تھی تو میں نے اس کے چھیالیس مستحکم اور محصور شہروں، نیز آس پاس کے قصبوں کا محاصرہ کیا، ان پر قبضہ جما لیا، انہیں لوٹا اور انہیں مالِ غنیمت سمجھا۔ میں نے اسے یروشلم میں جو شاہی حکومت کا مرکز ہے اس طرح بند کر دیا جس طرح پرندہ پنجرے میں بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس حزقیاہ پر میری ہیبت انگیز شوکت غالب آ گئی تھی۔"

آشوری عربوں کے بادشاہ سناخریب کے حملے کا اثر یہ ہوا کہ یہودیوں کی یہودہ نام کی مملکت کمزور ہو گئی اور اس کی قوت مزید گھٹ گئی۔

ساتویں صدی قبل مسیح کے ابتدائی پچھتر سال میں یہ سلطنت طاقتور نینوا کی حکومت کے آگے جھکی رہی اور باقاعدہ نینوا کے آشوری حکمرانوں کو خراج ادا کیا جاتا رہا۔

جب یہودیوں نے دیکھا کہ اب آشوریوں کے اندر ضعف اور کمزوری پیدا ہو چکی ہے تو انہوں نے یہودیوں کی معمول کی سازشوں کو سامنے رکھتے ہوئے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے پھر ہمت باندھ لی۔ اس لئے کہ ان کا بادشاہ حزقیاہ ختم ہو چکا تھا اور اس کی جگہ نیا حکمران یوسیا ہوا تھا جس کی عمر اس وقت صرف آٹھ سال کی تھی۔

اسی یوسیا کے عہد حکومت میں لگ بھگ 638 قبل مسیح یہودیوں کی سلطنت کی حدیں شمال کی طرف بڑھیں اور اس توسیع کا مطلب یہ تھا کہ یہودی پھر طاقت اور قوت پکڑنے شروع ہو گئے تھے۔ اسی یوسیا کے دور میں مصر کے بادشاہ نخاؤ نے شمال کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اپنی سلطنت کو وسعت بخشنا چاہی تھی۔ نخاؤ کو تاریخ کے اوراق میں نیخو کے علاوہ نیکو کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ اسی نخاؤ کو بخت نصر نے شکست دے کر واپس مصر کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یوسیا نے یہودہ کی سلطنت وسعت کے ساتھ ساتھ طاقت اور قوت بھی بخشی۔ یوسیاہ کے دور میں یہودیوں سلطنت کا ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا تھا اور یہودی اپنی سلطنت میں مزید وسعت پیدا کرنے کے لئے اِدھر اُدھر تاک جھانک کرنے لگے تھے یہاں تک کہ 608 قبل

یوسیا کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا یہویاقیم یہودہ کی مملکت کے تاج و تخت کا مالک بنا۔

جس وقت بخت نصر یہودہ کی مملکت پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا اس وقت یہی یہویاقیم یہودہ کی مملکت کا بادشاہ تھا۔

یہویاقیم کو جب خبر ملی اور اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا ہے تب اس نے اپنے سالاروں اور عمائدین سلطنت کا ایک اجلاس طلب کر لیا تھا۔ اس کے بلاوے پر سب لوگ یروشلم قصر میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ ایک بلند شہ نشین تھی جس پر یہودہ کا بادشاہ یہویاقیم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ایک طرف اس کا نوجوان بیٹا یہویاکین، دوسری طرف اس کا بھائی صدقیاہ تھا جبکہ یہویاقیم کے ایک طرف سلطنت کا بہترین سالار حارم اور قیاہ کے پہلو میں دوسرا بڑا سالار حسرب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ سامنے کے عمائدین سلطنت، دوسرے سالار اور یہودہ کی مملکت کے صاحبانِ حیثیت اور ارباب سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔

جب سب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب یہودہ کی مملکت کا بادشاہ یہویاقیم چند لمحوں تک بڑی گہری نگاہوں سے سب لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر فخریہ انداز میں کہنے لگا۔

"میں قصر کے اس کمرے میں جو آپ سب لوگوں کو جمع اور متحد دیکھتا ہوں تو اس میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ اگر کسی بھی نادان حکمران نے ہماری مملکت پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ خداوند کے قہر اور عذاب کا شکار ہو جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یہویاقیم رکا، توقف کیا، پھر سارے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! تمہیں اس لئے یہاں جمع کیا گیا ہے تاکہ تم پر یہ انکشاف کیا جائے کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر ہماری مملکت پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا ہے۔ جو خبریں ہمارے مخبروں اور طلایہ گردوں نے دی ہیں ان کے مطابق بخت نصر نے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے اور اس کی زندگی کا اب بڑا مقصد ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں اپنے سامنے زیر اور پست کرنا ہے۔ اب بولو اس کا مقابلہ کرنے کے

لئے ہمیں کیا طریقہ کار وضع کرنا چاہئے؟''

یہویا قیم جب خاموش ہوا تب اس کی سلطنت کا ایک رکن اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہویا قیم! ہمیں کسی غلط فہمی، کسی دھوکے، کسی فریب میں نہیں رہنا چاہئے۔ اگر ہم یہ سمجھتے رہے کہ ہم یہودی خداوند قدوس کی پسندیدہ قوم ہیں اور وہ ہمارے تحفظ ا سامان کرے گا تو یہ ہماری غلط فہمی اور دھوکا ہوگا۔ کیا ہم نے خداوند کے احکام کو اپنا ہم وہ بدنصیب ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے بعد خدا کو صر عبرانیوں کا معبود سمجھ لیا تھا اور اس کی حکومت کا دائرہ صرف عبرانیوں کی سرزمین تک محدود کر دیا اور ہم یہ کہتے رہے کہ وہ مصریوں کے خلاف ایذا رساں تدبیریں کر کے خوش ہوتا ہے جو عبرانیوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ہم نے اسے اپنا قومی خ بنا لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ آموریوں اور کنعانیوں کے استحصال کا اس نے ہم اختیار دے دیا ہے۔ کیا خدا نے ہمیں یہی تعلیم دی تھی کہ ہم خداوند قدوس کی ذات محدود کر کے رکھ دیں؟

کیا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد میں آنے والے نبیوں کا احترام اور ان پیروی کی؟ عاموس جو ہم میں مبعوث کئے گئے جو ایک غیر معروف گاؤں اور آس پ کے بنجر زار کے ایک چرواہے تھے اور گولر کے پھول چنا کرتے تھے۔ انہوں نے خدا توحید اور صفِ آفاقیت ہمارے سامنے پیش کی۔ انہوں نے ہمارے سامنے اعلا کہ وہ صرف اسرائیل ہی کا نہیں بلکہ پوری کائنات کا خدا ہے۔ انہوں نے ہم پر یہ واضح کیا کہ خدا عادل ہے۔ لیکن کیا ہم نے ان کی باتوں پر اعتبار کر کے اس پر عمل کیا عاموس نے ہمارے سامنے خداوند قدوس کے یہ الفاظ پیش کئے لیکن ہم نے انہیں تسلیم نہ کیا۔ انہوں نے کہا۔

''میں تمہاری عیدوں کو مکروہ جانتا ہوں اور ان سے نفرت کرتا ہوں اور میں تمہاری مقدس محفلوں سے بھی خوش نہ ہوں گا۔ اگرچہ تم میرے حضور سوختنی اور قدر کی قربانیاں گزارو گے تو بھی قبول نہ کروں گا اور تمہارے فربہ جانوروں کی قربانیاں خاطر میں نہ لاؤں گا۔ تو اپنے سرود کا شور میرے حضور سے دور کر کیونکہ میں تیرے رباب کی آواز نہ سنوں گا لیکن

عدالت کو پانی کی مانند اور صداقت کو بڑی نہر کی مانند جاری رکھ۔''

کیا ہم نے ان الفاظ کو اپنایا؟ ان پر عمل کر کے دکھایا؟ ہرگز نہیں۔۔۔ پھر ہم میں یاہ نبی مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بھی خداوند کی قدوسیت ہمارے سامنے پیش کی۔ ں نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ خدا کے سوا جن معبودوں کی پرستش کی جا رہی وہ سراسر بے کار ہیں اور انسانوں نے خود ہی انہیں گھڑ لیا ہے۔ انہوں نے انیت کا دائرہ آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ قدوس قدوس قدوس رب الافواج ہے۔ ری زمین اس کے جلال سے معمور ہے۔۔۔۔۔ کیا ہم نے اس خدا کو مان کر اور اُسے د جان کر اُس کی بندگی کر کے دکھایا؟

اے بنی اسرائیل! اب ہم خداوند قدوس کی پسندیدہ قوم نہیں رہے۔ ہم نے اس کی ید کو ترک کر دیا۔ ہم نے کنعانیوں سے کھیتی باڑی کے طریقے سیکھنے کے ساتھ ساتھ کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات بھی پیدا کر لئے اور کنعانیوں ہی سے ہم نے مذہبی ار اور اعمال بھی سیکھ لئے جو پیداوار کی افزائش اور اچھی فصلوں کے حصول کے لئے وری سمجھے جاتے تھے۔ اور پھر ہم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہم نے اُن رسوم اور ار کا پورا انتظام کیا۔ ان کی طرح ہم نے بھی لکڑی کے کھمبے اور اونچے مقامات کو ک جانا۔ سانپ کی پوجا اور سنہری بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ جب تک ہم ائے واحد کی بندگی اور عبادت کرتے رہے، وہ ہماری مدد کرتا رہا، ہمیں عذاب سے ئے رکھا۔ لیکن پھر ہم نے آسمانوں کے اس مالک کے ساتھ ساتھ مینہ برسانے لے طوفانوں کے مختار بہت سے دیوی دیوتاؤں کو ماننا شروع کر دیا۔

اے بنی اسرائیل! پہلے اسرائیلی والدین اپنے بچوں کے نام عموماً خداوند قدوس کے کی نسبت سے رکھا کرتے تھے۔ اب ذرا اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ، بنی ائیل اب کنعانیوں کے دیوتا بعل کی نسبت سے اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں۔ ہم اب اپنے بچوں کے نام اشبعل اور مریبعل رکھنے شروع کر دئیے ہیں اور کیا یہ امر ا کے پرستاروں کے لئے باعث شرم نہیں ہے؟

اے یہویا قیم! میں تمہارا زیادہ وقت برباد نہیں کروں گا لیکن اس موقع پر یہ کہوں گا اوند قدوس نے ہمیں جو درس دیا تھا ہم اس سے بہت دور جا چکے ہیں لہٰذا اب ہم قدوس کی پسندیدہ قوم نہیں رہے۔ اس بناء پر میں آپ لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ

بخت نصر کے حملے سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر کر لو ورنہ اس سے پہلے بھی آشوری اور مصری ہم پر حملہ آور ہو کر ہماری سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا چکے ہیں اسی طرح بخت نصر بھی ہمارے سروں پر تباہی اور بربادی کا کھیل بن کر جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یہویاقیم کی سلطنت کا وہ رکن بڑی مایوسی کے عالم میں گیا تھا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی تھی کہ اٹھ کر اس کے افکار کی نفی کرتا یا اس کے خلاف آواز اٹھاتا۔ اس دوران قصر میں کچھ خاموشی رہی۔ لوگ آپس میں کھسر پھسر کرتے تھے۔ پھر یہویاقیم نے اپنی سلطنت کے دو بڑے سالاروں حارم اور حسوب کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہماری عسکری طاقت مضبوط اور مربوط ہے۔ اس کے باوجود ہمیں بخت نصر کی طاقت اور قوت کے سامنے باندھنا ہوگا۔ یہ وہی بخت نصر ہے جو اس سے پہلے مصر کے فرعون نخاؤ کو بدترین شکست دے چکا ہے حالانکہ اس وقت نخاؤ کی طاقت اور قوت ہم سے بہت زیادہ تھی لہٰذا مشورہ دو کہ اس موقع پر بخت نصر کے حملوں سے بچنے اور اسے اپنے علاقوں سے نکال باہر کرنے کے لئے ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہئے؟''

یہویاقیم کے ان الفاظ کے جواب میں تھوڑی دیر تک حارم اور حسوب دونوں آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے پھر حارم، یہویاقیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جہاں تک میرا اور حسوب کا اندازہ ہے بابل کے بادشاہ بخت نصر کی طاقت اور قوت ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ جب ہمارے مرکزی شہر یروشلم کا رخ کرے گا پوری طاقت اور قوت سے حملہ آور ہوگا۔ لہٰذا ہمیں کوئی ایسا سامان کرنا چاہئے کہ اگر یروشلم میں ہم محصور رہ کر بخت نصر کا مقابلہ کریں تو باہر سے کوئی اور قوت بھی اس پر حملہ آور ہونے والی ہو جو اسے یروشلم کا محاصرہ ترک کر کے واپس جانے پر مجبور کر دے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد حارم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے یہویاقیم بول اٹھا۔

''تمہارے خیال میں اس سلسلے میں وہ کون سی قوت ہو سکتی ہے کہ جب ہم بخت نصر کے مقابلے میں یروشلم شہر میں محصور رہیں تو وہ باہر سے حملہ آور ہو کر بخت نصر کو واپس اٹھانے پر مجبور کر دے؟''

یہویاقیم کے خاموش ہونے پر حارم پھر بول اٹھا۔

''میں نے اور حسوب نے اس معاملے پر بھی غور کیا ہے۔ اس وقت ہمارے ہمسائے میں دو بڑی طاقتیں اور قوتیں ہیں جو بخت نصر کے معاملے میں ہماری مدد کر سکتی ہیں۔ پہلا مصر کا فرعون اور دوسرا صور کا کنعانی بادشاہ ایت بعل۔''

یہاں تک کہنے کے بعد حارم رکا، لمحہ بھر کے لئے اپنے ساتھی سالار حسوب کی طرف دیکھا پھر اپنے بادشاہ یہویاقیم کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''میرے اور حسوب کے نقطہ نظر سے اگر ہم بخت نصر کے حملوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اور اسے اپنی سرزمینوں سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے ان دو بڑے ہمسایوں سے مدد مانگنی چاہئے۔ ان دونوں ہمسایوں سے ہمارے تعلقات برے نہیں ہیں۔ اگر بخت نصر نے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے تو میرا اور حسوب کا یہی مشورہ ہے کہ ہمیں وقت ضائع کئے بغیر تیز رفتار قاصد مصر کے فرعون اور صور کے کنعانی بادشاہ ایت بعل کی طرف روانہ کرنا چاہئے اور ان سے بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف مدد طلب کرنی چاہئے۔ ساتھ ہی ان دونوں قوتوں کو یہ بھی ترغیب دینی چاہئے کہ اس سلسلے میں جب وہ اپنے لشکروں کو حرکت میں لائیں گے تو سونے اور دوسری قیمتی اشیاء کی صورت میں ہم ان کے لشکریوں کے اخراجات کی تلافی کر دیں گے۔''

یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم کو اپنے دونوں سالاروں کی یہ تجویز پسند آئی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے جب اپنے عمائدین سلطنت سے بھی اس سلسلے میں مشورہ طلب کیا تو سب نے اس سے اتفاق کیا کہ انہیں اکیلا اور تنہا رہ کر بخت نصر کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں بخت نصر انہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ لہٰذا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ضرور مصر اور صور کے بادشاہوں کی حمایت حاصل کرنی چاہئے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم نے تیز رفتار قاصد مصر اور صور کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

✻ …… ✻

•••

ایشیائے کوچک کا بادشاہ آلیات اپنے سالاروں اور دوسرے سرکردہ لوگوں کے ساتھ سارڈس کے قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے سانپ کے منہ والا عصا پکڑے اس کا چوبدار آیا۔ آلیات کے سامنے کھڑا ہوا، اپنے آپ کو اس نے عصا سمیت خوب زمین کی طرف جھکاتے ہوئے آلیات کو تعظیم دی ..... پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مالک! قوم ماد کے مرکزی شہر اکباتانہ سے دو قاصد آئے ہیں ..... وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بادشاہ کیا کسارا کا کوئی پیغام آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں۔''

ان الفاظ پر آلیات کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اپنے چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اکباتانہ سے آنے والے کیا کسارا کے دونوں قاصدوں کو اندر لے کر آؤ۔''

چوبدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اکباتانہ کے قاصدوں کو ساتھ لے کر آیا۔ ایک بار پھر پہلے کی طرح اس نے اپنے بادشاہ آلیات کو تعظیم دی اور اس کے انداز میں اکباتانہ سے آنے والے کیا کسارا کے دونوں قاصدوں نے بھی تعظیم دی تھی۔ ایسا کرنے کے بعد چوبدار ایک طرف ہٹ گیا۔ یہاں تک کہ آلیات نے کیا کسارا کے ان قاصدوں کو مخاطب کیا۔

''مجھے میرے چوبدار نے بتایا ہے کہ تم لوگ اکباتانہ سے آئے ہو اور میرے لئے اپنے بادشاہ کیا کسارا کا کوئی پیغام لے کر آئے ہو ..... کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

آلیات کے ان الفاظ پر کیا کسارا کے دو سالاروں میں سے ایک بول اٹھا۔

''اے بادشاہ! دو نامور سیتھین سالار جن کے نام تو لک اور جاتو ہیں انہوں نے

ہمارے بادشاہ کے ہاں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ہمارے بادشاہ نے انہیں بڑے اعزازات دیئے۔ پہلے انہیں اپنے محافظ دستوں میں شامل کیا، پھر شکار کی ذمہ داری بھی ان کے ذمے لگا دی۔ ایک روز شکار نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے بادشاہ نے انہیں ڈانٹا جس کا انتقام لینے کے لئے ان دونوں نے بادشاہ کے بیٹے کو ذبح کر کے اسے کھلا دیا اور خود دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر آپ کی مملکت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے بادشاہ نے آپ کے نام یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ تو لک اور جاتو اور ان کے ساتھیوں کو پابہ زنجیر ہمارے بادشاہ کی طرف اکباتانہ روانہ کر دیں تاکہ ان دونوں سیتھین سالاروں اور ان کے ساتھیوں کو ان کے کئے کی سزا دی جا سکے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ قاصد خاموش ہوا تب آلیات کچھ دیر تک گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''تم اور تمہارا بادشاہ بھی احمق اور ناسمجھ ہو ..... اگر کوئی غیر مانوس اور اجنبی شخص تمہارے بادشاہ کیا کسارا کی مملکت میں داخل ہو جاتا ہے تو کیا کسارا کو کیا خبر ہو گی کہ کون کب داخل ہوا ہے اور اس نے اپنے ہمسائے میں یا کہیں اور کیا واردات کی ہے۔ اسی طرح اگر سیتھین کے سالار تو لک اور جاتو دونوں نے تمہارے بادشاہ کے خلاف وہ واردات کی ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے اور وہ ہماری مملکت میں داخل ہو چکے ہیں تو ہم انہیں کہاں تلاش کرتے پھریں؟ ہماری مملکت تو ایک طرف بحیرہ فاسفورس، دوسری طرف بحیرہ روم، تیسری طرف بحیرہ اسود، چوتھی طرف فرات کی نزدیکی سرزمینوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہم تمہارے بادشاہ کے ان دو مجرموں کو کہاں کہاں تلاش کرتے پھریں گے؟''

اس گفتگو سے کیا کسارا کے وہ دونوں قاصد کسی قدر اداس اور مغموم ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک آلیات کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! ہمارے مخبروں کے علاوہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے کچھ مخبروں نے اطلاع کر دی ہے کہ تو لک اور جاتو دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی طرف آئے ہیں اور آپ کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ یہ اطلاع پانے کے بعد ہی ہمارے بادشاہ کیا کسارا نے ہمیں ان کی حوالگی کے لئے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔''

اس بار آلیات غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں قاصد ہو۔ اپنی حدود سے بڑھ کر گفتگو کر رہے ہو۔ میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں کہہ چکا ہوں کہ میں کسی تولک اور جانتو کو نہیں جانتا۔ نہ وہ میرے لشکر میں شامل ہوئے ہیں اور نہ ہی مجھے علم ہے کہ وہ ہماری سرزمینوں میں داخل ہونے والے ہیں۔ میں مزید اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں تم دونوں جا سکتے ہو۔''

آلیات کے اس رویے سے گیا کسارا کے وہ دونوں قاصد اور زیادہ مایوس ہوئے تھے لہٰذا دونوں اس کے قصر سے نکل گئے تھے۔

❊

نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن ثبرہ اپنے قبیلے کے جنگجو جوانوں کے ساتھ اب ہر روز بابل جانے لگے تھے۔ وہاں وہ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہوتے۔ اس طرح بخت نصر کے لشکر کے ساتھ مشترکہ تربیت کا کام شروع ہو گیا تھا تاکہ جنگ کے دوران سب لوگ ایک دوسرے کے طریقۂ جنگ سے واقف ہوں۔

ایک روز جبکہ آسمان پر گہرے بادل بنے ہوئے تھے، سہ پہر کے قریب نفیل بن ساعدہ بابل سے لوٹا۔

جب وہ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو طرغانی نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب طرغانی نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''جب سے ہمارے قبیلے کے جنگجو تربیت کی خاطر بابل کا رخ کرنے لگے ہیں تب سے قبیلے کی عورتیں بہت سی اقوام کا ذکر کرتی ہیں۔ ان اقوام میں ہکسوس، حوری، آموری، کنعانی، آرامی اور دوسری اقوام کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ سب ان اقوام کو جانتی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک میں ہوں جو بالکل اُلو کی طرح ان کے اندر بیٹھی رہتی ہوں اور نہیں جانتی کہ جن اقوام کا ذکر وہ کرتی ہیں وہ اقوام کون تھیں۔ کہاں کہاں گزریں، ان کا ماضی کیا تھا...... کہاں سے انہوں نے ظہور کیا، کس جگہ اپنے عروج کو پہنچیں اور کیسے اُن پر تنزل اور زوال طاری ہوا...... کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ مجھے ان اقوام کے متعلق تھوڑی سی تفصیل بتا دیں تاکہ جب قبیلے کی عورتیں اکٹھی بیٹھ کر ان اقوام کے متعلق گفتگو کیا کریں تو میں بھی ان کے اندر بیٹھ کر ان کی گفتگو میں شامل ہو

سکوں اور ان کی گفتگو کا ایک جزو بن سکوں۔ جب وہ مختلف اقوام پر گفتگو کرتی ہیں تو میں بت کی طرح بیٹھی ان کی طرف دیکھتی رہتی ہوں۔ اس وقت میری حالت ایسی ہوتی ہے جیسے میرے منہ میں زبان ہی نہ ہو یا میں گونگی ہوں۔ صرف اشاروں سے بات کرنا جانتی ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد طرغانی رکی۔ اس کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرا رہا تھا۔ یہاں تک کہ طرغانی نے بھی بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ بھی یہ خیال کر رہے ہوں گے کہ میری بیوی کا تہی دامن ہونا میرے لئے مصیبت بن گیا ہے۔''

اس پر نفیل بن ساعدہ نے ہلکی سی چپت اس کی گال پر لگائی، پھر کہنے لگا۔

''بری بات۔ ایسی باتیں نہیں کرتے۔ تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں پرانی اقوام کے حالات سناؤں گا۔ لیکن ایک نشست میں نہیں۔ مختلف نشستوں میں ہم میاں بیوی بیٹھے رہیں گے اور میں تمہیں مختلف اقوام کے حالات سناتا رہوں گا۔ آج میں تمہیں ہکسوس سے متعلق تفصیل بتاتا ہوں سنو!

ہکسوس بنیادی طور پر عرب تھے۔ ان کو ہکسوس کے علاوہ عمالقہ اور چرواہے بادشاہ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہتے ہیں یہ تفصیل میں خود ہی آ جائے گا۔ یہ لوگ پہلے ارضِ شام کے کچھ علاقوں پر غالب تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شام میں ان کی اچھی خاصی طاقت اور قوت تھی۔ ان سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے گھوڑے پر سواری کرنا سیکھ لیا تھا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے گھوڑوں کو صرف چھکڑوں کے آگے جوتا جاتا تھا۔ انہوں نے جنگی رتھوں کو بھی رواج دیا۔ ان سے پہلے عام لوگ گھوڑے کو ہی دیکھ کر ڈر جاتے تھے اس لئے کہ انہوں نے یہ جانور پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہکسوس کی وجہ سے گھوڑے پہلے ارضِ شام میں، اس کے بعد مصر میں پہنچے۔ یہ لوگ جب ان کا گھوڑا مر جاتا تو اس کے دفن کا بھی خاص اہتمام کیا کرتے تھے اور گھوڑوں کی قبریں بنایا کرتے تھے۔

ہکسوس نے جن نئے ہتھیاروں کو رواج دیا ان میں خم دار فولادی تلوار اور ایک خاص کمان تھی۔ یہ چیزیں پہلے پہل دجلہ اور فرات میں ہمارے اکادی قبیلے نے بھی استعمال کی تھیں۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ہماری اکادی عرب قوم بھی ان علاقوں

میں حکومت کرتی رہی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر کہنے لگا۔

"ہکسوس نے جو ہتھیار استعمال کئے ان ہتھیاروں میں ان کی برنجی تلواریں بھی تھیں جن کی وہ تجارت کیا کرتے تھے۔ ہکسوس معدنیات کے استعمال سے خوب واقف تھے اور اس سے انہوں نے خوب افادہ کیا۔ شام اور مصر میں وہ نئی بلندیوں پر پہنچ گئے۔ جواہرات آرائش، ہاتھی دانت کے کام، کندہ کاری اور مینا کاری کے فن میں نمایاں ترقی کی۔

یہ ہکسوس ابھی شام ہی میں قیام کئے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہڈیوں پر کندہ کاری کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ہکسوس کے دور میں جب مینا کاری کا کام شروع ہوا تو ابتداء میں مینا کاری کے نمونے بہت سادہ تھے۔ مثلاً سیدھے خط یا چھوٹے چھوٹے ... بنائے جاتے تھے۔ لیکن لکڑی کی صندوقچیوں یا دوسری چیزوں میں ہڈی یا ہاتھی دانت سے آرائشی بیل بوٹے بنانا ان کا کمال تھا۔ ہکسوس نے مٹی کے ظروف کے نمونے بھی پیش کئے جو دوسری اقوام میں بے حد پسند کئے گئے تھے۔

ہکسوس کے ہاں شہروں کے استحکام کے مختلف طریقے رائج تھے اور شہروں کے استحکامات کے لئے جنگی رتھ بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ جنگی رتھوں کے لئے ضرورت کے مطابق محفوظ جگہ کیونکہ مہیا نہیں ہو سکتی تھی لہٰذا ہکسوس نے استحکامات کا ایک نیا نمونہ رائج کیا۔ وہ عام طور پر ایک مستطیل حلقہ بنا لیتے جو تقریباً آدھ میل لمبا ہوتا۔ ساتھ ساتھ بڑے بھاری اور بلند ڈھلوان اور دمدمے تیار کرواتے۔ اس غرض سے بڑی م... مٹی تیار کی جاتی تھی۔ مزید حفاظت کے لئے ارد گرد ایک خندق کھود لی جاتی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا پھر وہ مسکراتے ہوئے طر... کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اپنے شہروں کے استحکامات اور حفاظت کے لئے ہکسوس نے جو طریقے استعمال کئے ان کا نمونہ شام کے ایک قدیم شہر قطنہ میں موجود ہے۔ یہ شہر کسی دور میں ہکسوس عربوں کا مرکزی شہر ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ قارش، کمیش، بازور، الاکیش اور ... سب انہی ہکسوس کے آباد کردہ شہر ہیں۔ یہاں تک کہ اریحا بھی انہیں ہکسوس عربوں کا شہر تھا۔ یہ ہکسوس زیادہ تر جنگی رتھوں میں بیٹھ کر لڑائیاں کرتے تھے۔ پوری تنظیم کی

لشکریت کی تھی۔ یہ آج سے گیارہ سو سال قبل اپنے عروج پر تھے۔

شام ہی سے یہ ہکسوس آہستہ آہستہ جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے مصر میں داخل ہونے لگے۔ آج سے گیارہ سو سال قبل کی بات ہے جس وقت ہکسوس زور مارتے ہوئے اپنے سامنے آنے والی ہر قوت کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے مصر میں داخل ہوئے تو مصر کے ایک شخص نے مصر میں ان کے ورود پر جو تحریر لکھی وہ عجیب و غریب تھی۔ وہ کہتا ہے۔

"خدائی غضب کے جھکڑوں نے ہمیں آلیا۔ مشرق کی طرف سے ایک کم اصل گروہ آ گیا جس کی آمد کے متعلق بالکل خیال نہ تھا۔ وہ ہمارے وطن پر حملہ آور ہوا اور زور قوت کے بل پر با آسانی مسلط ہو گیا۔ لڑائی تک نہ ہوئی۔ اس گروہ نے ہمارے حکمرانوں پر قابو پا لیا۔ ہمارے شہروں کو وحشیانہ انداز میں جلایا۔ ہمارے دیوتاؤں کے مندروں کو ڈھا دیا اور پوری ملکی آبادی کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا برتاؤ کیا۔"

مصر میں ہکسوس کے داخلے کی وجہ سے کئی بہتر کام بھی ہوئے۔ پہلا یہ کہ مصر میں گھوڑا اور بہت سی چیزیں انہی ہکسوس کے ذریعے پہنچیں جو مصریوں کی پرانی یادگاروں میں جابجا نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہکسوس مصر میں زراعت کے لئے ایک اچھی قسم کا ہل بھی لے کر گئے۔ اس سے پہلے مصر میں کاشت کاری کے لئے جو ہل استعمال کیا جاتا تھا اس میں ہل چلانے والے کو خوب نیچے جھکنا پڑتا تھا اور اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی لگا رہتا تھا جو بیلوں کو ہانکتا تھا۔ ہکسوس عربوں نے جو مصر میں نیا ہل متعارف کرایا اس میں ہل چلانے والے کے لئے ایک اونچا رسہ رکھا گیا تھا جسے پکڑ کر وہ اکیلا ہل سنبھال سکتا تھا اور بیلوں کو بھی ہانک سکتا تھا۔ ایسا ہی ہل فلسطین کے عربوں میں بھی رائج تھا۔

طرغانی! یوں جانو آج سے گیارہ سو سال قبل یہ ہکسوس مصر میں داخل ہوئے۔ ان کے وہاں داخلے پر مصر کے اندر حساب کتاب کے علم کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے علاوہ ہکسوس نے اپنے دیوتا بعل کو مصریوں کے دیوتا سیت سے ملا دیا اور اس طرح بعل کی عبادت مصری حکمرانوں کے مذہب کا جز بن گئی۔ انہی ہکسوس نے اپنے دیوتا بعل کے

علاوہ اس کی بہن اور اس کی دیوی انات کی پوجا بھی مصر میں کرائی اور اپنے ہاں کی دیوی اشتار کو مصری دیوی ایزلیس سے ملا دیا۔ ہکسوس ہی کے دور میں اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر لے جایا گیا اور پھر ہکسوس ہی کے دور میں اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل خانہ کو لے کر مصر میں داخل ہوئے۔ مصری ان ہکسوس کو ہکسوس کے علاوہ چرواہے بادشاہ کہہ کر پکارتے تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''طرغائی! انہی ہکسوس عربوں کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت افارلیس ہوا کرتا تھا۔ اسی افارلیس شہر کے پاس بعد کے مصری فرعونوں نے بنی اسرائیل سے غلے کے گودام تعمیر کروائے تھے۔

مصر میں ہکسوس کے حکمرانوں کے جو نام ملتے ہیں ان کے ساتھ لفظ بار بڑا استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بار ان کے پہاڑوں کے دیوتا کا نام تھا۔ ان کے نام کچھ اس طرح تھے۔

انات بار۔ یعقوب بار وغیرہ۔

مصر میں رہتے ہوئے ان ہکسوس نے ایسی طاقت اور قوت پکڑی کہ شام اور مصر دونوں علاقوں پر ان کی حکومت ہوگئی اور دونوں علاقوں کو انہوں نے ملا دیا۔ کبھی یہ لوگ بابل پر بھی اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے اور بحیرہ روم کے اندر کویٹ نام کا جو جزیرہ ہے اس پر بھی ان کی حکومت رہی تھی۔ مصر میں داخل ہونے کے بعد ہکسوس عربوں نے مصری زبان اپنا لی تھی اور انہوں نے اپنے نام بھی مصری طرز پر رکھنے شروع کر دیئے تھے۔

ہکسوس نے مصر پر لگ بھگ ڈیڑھ سو سال حکومت کی۔ اس دوران آج سے لگ بھگ نو سو سال پہلے مصر کے شہر تھبیس سے مصری قوم کا ایک شہزادہ اٹھا جس کا نام احموس تھا۔ اس نے آزادی کے لئے جنگ شروع کر دی۔ اس احموس نے مقامی لوگوں کو ہکسوس کے خلاف متحد کر لیا تھا۔ اس طرح احموس اور ہکسوس حکمرانوں کے درمیان متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں افارلیس کی جنگ فیصلہ کن ثابت ہوئی جس میں ہکسوس کو شکست اور احموس کو فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح کے بعد احموس نے اپنے لشکر کے ساتھ

ان کا تعاقب کیا اور انہیں مصر سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ ہکسوس مصر سے نکل کر پھر شام میں واپس آ گئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ لمحہ بھر کے لئے رکا، اس کے بعد طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''طرغائی! یہ ہکسوس بڑی عظیم اور بڑی ترقی یافتہ قوم تھی۔ ان کی حکومت صرف مصر اور شام ہی میں نہیں رہی بلکہ حجاز اور عمان کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی یہ حکمرانی کرتے رہے۔ طرغائی! حجاز کی سرزمینوں کے اندر یثرب ایک ایسا شہر ہے جسے کھجوروں کا شہر کہتے ہیں۔ اسے سرسبز و شاداب لہراتے کھیتوں اور باغات کا دلکش اور دلفریب شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی ہکسوس ہی کی حکومت تھی۔ میں بتا چکا ہوں کہ ہکسوس کو تین ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ ہکسوس، چرواہے بادشاہ اور عمالقہ۔ یثرب میں یہ عمالقہ ہی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے اس کے بعد وادی تیہ میں داخل ہوئے تو ان کے بعد ان کے دست راست یوشع بن نون نے ایک لشکر یثرب کے عمالقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔ اس وقت یثرب پر عمالقہ یعنی ہکسوس کا بادشاہ ارقم بن ارقم تھا۔ اسی ارقم بن ارقم پر حملہ آور ہونے کے لئے یوشع بن نون نے اپنا لشکر بھجوایا اور یہ حکم دیا تھا کہ دشمن کے سب افراد عورتوں بچوں تک کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

چنانچہ بنی اسرائیل کا یہ لشکر یثرب پر حملہ آور ہوا۔ بنی اسرائیل کو فتح مندی ہوئی، عمالقہ کو شکست ہوئی اور ان کا بادشاہ ارقم بن ارقم موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اور اس ارقم بن ارقم کی اولاد میں سے ایک نوجوان اپنے حسن و جمال میں لاثانی تھا۔ بنی اسرائیل نے اس کی شخصیت اور اس کے حسن و جمال کو دیکھتے ہوئے اس کے قتل میں توقف سے کام لیا اور یہ طے ہوا کہ اس کے متعلق فیصلہ واپس جا کر کیا جائے۔ چنانچہ حملہ آور اسرائیلیوں کا لشکر واپس ہوا۔ جب وہ واپس اپنے بڑے لشکر میں گئے تو ان کو پتہ چلا کہ انہوں نے پوری طرح حکم کی تعمیل نہیں کی اور عمالقہ کے بادشاہ کے بیٹے کو قتل نہیں کیا تو انہوں نے یثرب پر حملہ آور ہونے والے اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''تم نے حکم کی مخالفت کی ہے...... لہٰذا تمہیں ہم اپنے درمیان ہرگز نہیں رہنے

دیں گے۔"

یہ کیفیت دیکھ کر ان لوگوں نے باہم مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں اسی مقام پر واپس لوٹ جانا چاہئے۔ ان کا یہ بھی فیصلہ تھا کہ اس سے بہتر ہمارے لئے کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہودیوں کے علماء اور احبار اپنی کتاب میں عرب کی سرزمینوں سے نمودار ہونے والے رسولؐ کے اوصاف حمیدہ پڑھتے رہتے تھے اور وہ بھی جانتے تھے کہ آنے والے محترم رسولؐ عرب کے شہروں میں سے کسی ایک شہر میں جسے ذات النخل کہتے ہیں ظہور فرمائیں گے۔ چنانچہ ذات النخل یعنی کھجوروں والے شہر سے یثرب کی کیفیت سب سے زیادہ قریب تھی۔ لہٰذا وہ یہ جاننے لگے کہ یثرب ہی میں وہ قیام کرتے ہیں اور جب آنے والے رسولؐ آئیں گے تو ان پر ایمان لائیں گے۔ طرغانی! یہی وہ آنے والے رسولؐ ہیں جن کے ہم اکادی بھی منتظر ہیں اور ان پر ایمان لا چکے ہیں۔ اس طرح جہاں بکسوس کو مصر سے نکالا گیا وہاں یثرب میں بھی ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔"

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغانی نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا، پھر کہنے لگی۔

"آپ نے کھانا کھایا؟"

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم جانتی ہو دوپہر کا کھانا میں اور میرے ساتھی بخت نصر کے ہاں کھا کر آتے ہیں اس کے علاوہ..."

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ رک گیا، پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "غور سے آواز سنو ...... باہر بارش شروع ہو گئی ہے۔"

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طرغانی کھڑی ہو گئی تھی۔ عین اسی لمحہ ان کی رہائش گاہ کے دروازے پر بارش میں بھیگتی ہوئی اناشید نمودار ہوئی اور طرغانی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"طرغانی! آؤ دریا کنارے چلیں۔ قبیلے کی ساری عورتیں دریا کے کنارے پر بارش میں بھاگ دوڑ کر رہی ہیں۔"

اس موقع پر سوالیہ انداز میں طرغانی نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر دھیمے

لہجہ میں کہنے لگی۔

"کیا میں جاؤں؟"

نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب قبیلے کی سب عورتیں گئی ہیں تو تم بھی اناشید کے ساتھ جاؤ۔"

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طرغانی اناشید کے ساتھ ہو لی۔ پھر وہ دونوں بارش میں بھیگتی اور بھاگتی ہوئی دریائے فرات کی طرف جا رہی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ باہر نکلا۔ اس نے دیکھا ان کی رہائش گاہوں کے بائیں جانب کچھ فاصلہ پر زمین کے ٹیلے تھے۔ ان کے اوپر اور ان کی وجہ سے بننے والے گڑھوں کے اندر قبیلے کے مرد کیا بچے کیا جوان کیا بوڑھے بھاگتے ہوئے بارش میں خوشی کا جشن منا رہے تھے۔ نفیل بن ساعدہ اپنی رہائش گاہ کے باہر کھڑے ہو کر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ بھی بھاگتا ہوا ان کی طرف جا رہا تھا۔

☆......☆

●●●

ان دنوں دنیا کے دو بڑے لشکر حرکت میں آئے تھے۔ پہلا لشکر قوم ماد کے باد کیا کسارا کا تھا۔ کیا کسارا کے قاصد کیونکہ ناکام اور نامراد آلیات کے مرکزی شہر سارڈس سے لوٹ آئے تھے لہٰذا ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کو اس کی ضد ہٹ دھرمی کی سزا دینے کے لئے کیا کسارا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا تھا۔

اس سے پہلے کیا کسارا کو کیونکہ آلیات کے مقابلے میں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا اور ساتھ ہی اس کی رسد اور کمک کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا لیکن اس بار اس نے بڑا انتظام کیا تھا۔ ایشیائے کوچک کی طرف جاتے ہوئے اس نے راستے میں جگہ جگہ چوکیاں قائم کرنا شروع کر دی تھیں جن کے ذریعے اُسے برابر رسد اور کمک کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس طرح قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کیا تھا۔

دوسرا بڑا لشکر جو حرکت میں آیا وہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کا تھا۔ اس میں نفیل سامدہ، حرقوص بن شجرہ اور ان کے قبیلے کے سب تیغ زن بھی شامل تھے۔ بخت جب اپنے لشکر کے ساتھ بابل سے نکلا تو بڑے بڑے طبل، بڑی بڑی دفیں لشکر اندر بجنے لگی تھیں۔ اس طرح ایک عجیب سی شان و شوکت کے ساتھ بخت نصر نے لشکر کے ساتھ یروشلم کا رخ کیا تھا۔

یروشلم پہنچ کر سب سے پہلے بخت نصر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ اپنے سالاروں کو جو اس نے پہلا حکم دیا تھا وہ یہ تھا کہ کچھ یہودیوں کو پکڑ کر اس پاس لایا جائے تاکہ وہ شہر اور اس کے گرد و نواح سے متعلق ان سے تفصیل

کرے اور اس تفصیل کی روشنی میں شہر پر حملے کی ابتداء کی جائے۔

بخت نصر کے اس حکم کے مطابق اگلے روز اس کے سالار دو یہودیوں کو پکڑ کر اس کے پاس لائے۔ وہ دونوں یہودی کسی معبد کے کاہن تھے۔ جب ان دونوں کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا تو بخت نصر نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا تعلق یہودیوں کی عبادت گاہ سے ہے اور تم لوگوں کو کاہن کہتے ہیں.... کیا میرے متعلق بھی تم کو کوئی تفصیل بتائی گئی ہے؟“

اس پر ان دو کاہنوں میں سے ایک بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جی ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ بابل کے بادشاہ بخت نصر ہیں اور یروشلم پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنا لشکر لے کر آئے ہیں۔“

اس موقع پر بخت نصر کے سارے سالار اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ کاہن کے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔

”تم نے ٹھیک سنا ہے ... میں بابل کا بادشاہ بخت نصر ہوں۔ میں یروشلم شہر، اس کے اطراف کے میدانوں، کوہستانی سلسلوں اور شہر کے اندر مقدس عمارات کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں تاکہ جب میں حملہ آور ہوں تو حملے کے لئے کسی مناسب میدان کا انتخاب کروں اور شہر کے اندر جو مذہبی تقدس کی عمارتیں ہیں انہیں نقصان نہ پہنچنے پائے۔ اب تم مجھے ذرا اس شہر، اس کی وادیوں اور کوہستانی سلسلوں کے متعلق روشنی ڈالو تاکہ اس روشنی میں، میں نئے سرے سے اپنے لشکر کا پڑاؤ مناسب جگہ کروں اور شہر پر حملوں کی ابتداء کروں۔“

بخت نصر کے اس استفسار پر ان دونوں کاہنوں نے سوالیہ سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں دونوں نے کوئی فیصلہ کیا پھر ان میں سے ایک کاہن بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! یہ شہر دنیا کی تاریخ میں اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے عجیب ترین اور ڈھلوان والی پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ جزریل کی زرخیز زمینوں سے لے کر ادومیہ یعنی عقبہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی حیثیت ایک جزیرہ نما کی سی ہے جنوب مشرقی کونے کے علاوہ پہاڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے جسے ایک وادی دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے ... اے بادشاہ! اس شہر کے گرد ایک مضبوط اور مستحکم فصیل

ہے اور یہ فصیل اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے تعمیر کروائی تھی۔ اس کے بعد جب مختلف حملوں کی بناء پر اس فصیل کے اندر کمزوری کے آثار پیدا ہونا شروع ہوئے تب داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام نے اس کی مرمت کرائی تھی۔ یہ شہر کئی بار اُجڑا۔ اور جب داؤد علیہ السلام نے اس کی فصیل کی تعمیر کا کام شروع کیا تو پہلی فصیل کے کھنڈرات پر ہی نئی فصیل اٹھائی گئی تھی۔

اے بادشاہ! اس شہر کے آٹھ دروازے ہیں ...... پہلا باب صیہون، دوسرا باب جبرون، تیسرا باب داؤد، چوتھا باب اریحا، پانچواں باب جب، چھٹا باب آموں، ساتواں باب علیتہ اور آٹھواں باب سلوان ہے ...... اے بادشاہ! آپ نے جو اس شہر کی وادیوں کے متعلق پوچھا ہے تو یہ شہر ہے ہی وادیوں اور پہاڑیوں کا شہر۔ اس کے تین اطراف میں پھیلی ہوئی وادیوں نے اسے عظیم اور منفرد شہر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان وادیوں میں دو نام انتہائی اہم اور قابل ذکر ہیں ایک وادئ ہنوم اور دوسری وادئ کیدرون کی وادیاں۔

اے بادشاہ! جہاں تک وادئ ہنوم کا تعلق ہے تو یہ وادی شہر پناہ کے شمال مغربی کونے سے شمال میں نصف میل کے فاصلے پر شروع ہوتی ہے۔ پہلے جنوب مغربی سمت اور پھر جنوب کا رخ کرتی ہے۔ اس جگہ وادی مقابلتاً ہموار ہے۔ وادی کی دائیں سمت اونچی ڈھلوان چٹانیں ہیں۔ وہاں کچھ مزارات ہیں جنہیں بادشاہوں کے مقبرے کہتے ہیں۔ اس جگہ یہ وادی قدرے تنگ ہے۔ وہاں زیتون کے درخت ہیں۔ اس کے بعد اچانک مشرق کی طرف یہ وادی مڑتی ہے اور وسیع ہو کر مستطیل شکل میں بدل جاتی ہے۔

جہاں تک وادئ کیدرون کا تعلق ہے تو یہ شہر کے مشرقی جانب ہے۔ یہ وادی شہر کی فصیل سے ایک میل تک چلی گئی ہے۔ آدھے راستے تک اس کا رخ جنوبی ہے۔ وہاں خوب کاشت کاری ہوتی ہے۔ وادی کے سرے پر پتھروں کو کاٹ کر مکانات بنائے گئے ہیں۔

اے بادشاہ! جہاں تک اس شہر کی پہاڑیوں کا تعلق ہے تو یہ شہر براہ خود پہاڑیوں پر واقع ہے۔ ان پہاڑیوں کے نام موریہ اور صیہون کی پہاڑیاں ہیں۔ یہ پہاڑیاں کم بلندی کی ہیں۔ انہی پر شہر کو آباد کیا گیا ہے۔ ان دو پہاڑیوں کے علاوہ ایک تیسری

اہم پہاڑی بھی ہے جسے جبلِ زیتون کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس پہاڑی پر چڑھنے کے بعد جہاں یروشلم شہر صاف دکھائی دیتا ہے وہاں اس کے اطراف کو بھی صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس پہاڑی پر کیونکہ زیتون کے جھنڈ بہت زیادہ ہیں اسی بناء پر اسے زیتون ہی کا نام دے دیا گیا ہے۔ البتہ اس پر انجیر بھی بہت ہیں۔

ان علاقوں میں دوسری اہم پہاڑی جرم کی پہاڑی کہلاتی ہے جسے جبلِ ہارون یا کوہِ ہور بھی کہا جاتا ہے۔ اسے بلند اور مقدس پہاڑ خیال کیا جاتا ہے اور یہ شہر کے جنوب میں واقع ہے۔

اے بادشاہ! اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کے بھائی ہارون (علیہ السلام) اس پہاڑ پر چڑھے تھے مگر واپس نہ آئے۔ تب یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ بھائی کو مار ڈالا۔ مگر موسیٰ (علیہ السلام) نے پہاڑ کی سطح چوٹی پر وہ جنازہ لوگوں کو دکھایا جس میں ہارون (علیہ السلام) کی لاش تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کاہن رکا، کچھ سوچا پھر بخت نصر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اے بادشاہ! اس شہر کے اندر بے شمار مقدس عمارتیں ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم ہیکلِ سلیمانی کی عمارت ہے۔ اے بادشاہ! اس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بھتیجے لوط (علیہ السلام) جو نبی بھی تھے کے ساتھ جب وہ اردن میں مقیم تھے، دمشق کے بادشاہوں نے گستاخی کی تو اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنے آدمیوں کے ساتھ دمشق والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے اور انہیں شکست دے کر دمشق تک ان کا تعاقب کیا۔

اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اس فتح کے بعد لوٹے تو بیت المقدس کے اس دور کے بادشاہ نے جو مصر کا باج گزار تھا، شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اس بادشاہ کا نام یبوسی تھا۔ انہی سرزمینوں میں اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ایک سو پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا اور انہیں وادئ جردن میں دفن کیا گیا۔ ان کی وفات کے چالیس سال بعد ان کے پوتے اور اللہ کے نبی حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے یروشلم کے ایک مقام بیت ایل پر ایک مذبح تعمیر کیا جس کے کھنڈروں پر بعد میں اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ہیکل کی تعمیر اٹھائی اور اسے ہی

ہیکلِ سلیمانی کہا جانے لگا۔

"اے بادشاہ! اس کے علاوہ اس شہر میں اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا روضہ بھی ہے جو بیرونی دیوار کے متصل ایک مقفل کمرے میں واقع ہے۔ کمرے کے دونوں جانب جالی دار کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں جن سے قبر دیکھی جا سکتی ہے۔ قبر کی لمبائی سات گز ہوگی۔ قبر شمالاً جنوباً ہے اور کمرے کی صورت میں ایک حبس سلیمان یا زندان سلیمان بھی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) جنات کو قید و بند میں رکھا کرتے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک اصطبل ہے۔ وہ بھی حضرت سلیمان (علیہ السلام) ہی سے منسوب ہے۔ قریب ہی کرسیٔ سلیمان ہے جو قد آدم بلند چٹان پر ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نبی اسی چٹان نما کرسی پر بیٹھ کر ہیکلِ سلیمانی کی نگرانی کیا کرتے تھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کاہن رکا، پھر بخت نصر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اے بادشاہ! یروشلم کے اندر دو چیزیں سب سے زیادہ مقدس خیال کی جاتی ہیں۔ ایک ہیکلِ سلیمانی اور دوسرا اس کے اندر رکھا جانے والا تابوتِ سکینہ۔"

کاہن کے ان الفاظ کے جواب میں بخت نصر نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"ذرا ان دونوں چیزوں کی تفصیل بتاؤ۔ یہ ہیں کیا چیزیں؟ تاکہ جب میں یروشلم پر حملے کی ابتداء کروں تو ان دونوں چیزوں کو نگاہ میں رکھوں۔"

کاہن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! جہاں تک تابوتِ سکینہ کا تعلق ہے تو اس میں اللہ کے ایک نبی جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے جن کا نام حضرت یوسف (علیہ السلام) تھا۔ ان کی ہڈیاں، کپڑے اور کچھ اور مقدس نوادرات بند ہیں۔ اللہ کے دوسرے نبی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جب مصر سے نکلے تو اس تابوت کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس تابوت کو یہودی اپنے لئے بابرکت خیال کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جنگ کے دوران یہ تابوت سکینہ ان کے لشکر میں ہو تو ان کی فتح یقینی ہوتی ہے۔"

بخت نصر ہلکا سا مسکرایا اور کہنے لگا۔

"چلو یہ تفصیل تو ختم ہوئی۔ لیکن یہ ہیکلِ سلیمانی کس مقصد کے لئے ہے؟"

کاہن پھر بولا اور کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! یہ ایک طرح کی عبادت گاہ ہے جہاں زمین آسمان کے مالک کی بندگی کی جاتی ہے۔ اس عبادت گاہ کی تعمیر کا ارادہ سب سے پہلے اللہ کے نبی حضرت داؤد (علیہ السلام) نے کیا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے خداوند کے لئے ایک مستقل گھر بنائیں تاکہ تابوتِ سکینہ اس میں رکھا جائے اور وہاں محفوظ رہے۔ لیکن کائنات کے مالک نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور یہ احکام ملے کہ اس عبادت گاہ کی تعمیر ان کے بیٹے سلیمان (علیہ السلام) کے مقدر میں ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد (علیہ السلام) اس گھر کی تعمیر کے لئے ضروری سامان جمع کرتے رہے۔ انہوں نے سونا، چاندی، لوہا، پیتل جمع کیا۔ لبنان سے دیودار کی لکڑی منگوائی، آرائش کے لئے مختلف علاقوں سے قیمتی پتھر حاصل کئے۔ الغرض وہ اپنے بیٹے سلیمان (علیہ السلام) کا کام آسان بنانے کے لئے متواتر مصروف رہے۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے بیٹے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو اس معبد یا ہیکل کا وہ خاکہ بھی تفصیلاً سمجھا دیا جو انہوں نے عالم رویا میں دیکھا تھا۔

آخر آج سے چار سو سال قبل ان کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنی سلطنت کو وسعت دی..... ان کی سلطنت ایک طرف یمن، دوسری طرف فرات تک پھیل گئی۔ پھر انہوں نے ہیکل کی تعمیر شروع کروائی۔

ہیکل اسی جگہ تعمیر ہوا جس کی نشاندہی ان کے باپ حضرت داؤد (علیہ السلام) نے کی تھی۔ چونکہ یہودی کسی بھی دور میں اچھے معمار نہیں رہے اس لئے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ہیکل کی تعمیر کے لئے لبنان اور مصر سے معمار منگوائے۔ اس ہیکل کی تعمیر سات سال تک جاری رہی اور دو لاکھ آدمی مسلسل کام کرتے رہے۔ بے انتہا دولت خرچ ہوئی۔ جب یہ تعمیر ہوا تو یقیناً فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار تھا۔

اس ہیکل کی لمبائی ساٹھ ہاتھ، چوڑائی بیس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ ہے اور اسی ہیکل کے اندر ایک پاکیزہ جگہ بنائی گئی جہاں خداوند کے عہد کا صندوق رکھا گیا جسے تابوتِ سکینہ کہتے ہیں۔ فی الوقت یروشلم کے اندر اس ہیکل سے بہتر کوئی عمارت نہیں ہے۔ اس ہیکل کے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے علماء اور

خادموں کے لئے بھی رہائش گاہیں بنائیں۔

اس ہیکل کی تعمیر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لئے بھی ایک محل تعمیر کروایا جو اب بھی موجود ہے۔ یہ ہیکل کے بعد دوسری عظیم عمارت ہے۔ اس کی تعمیر میں تیرہ سال لگے اور اس کی عمارت ایک سو پچاس فٹ لمبی، پچھتر فٹ چوڑی اور پینتالیس فٹ بلند ہے۔ یہ عمارت سہ منزلہ ہے۔ اے بادشاہ! اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام اس شہر پر حکومت کرتے تھے اور ان کی سلطنت یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ تب ان کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خادموں اور نجی ملازموں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی۔

کھانے کے میز اور برتن سونے کے تھے اور اس شان و شوکت نے ساری دنیا کو متحیر کر دیا تھا۔ اے بادشاہ! اس عظمت کی وجہ سے یمن کی ملکہ سباء بھی متاثر ہوئی اور ایک عظیم لشکر ساتھ لے کر شاہانہ وقار سے وہ یروشلم میں داخل ہوئی اور اس کے کاروان میں سینکڑوں اونٹ تھے جو خوشبوؤں سے لدے ہوئے تھے۔ پرانے لوگوں کا کہنا ہے کہ بیت المقدس میں اس کے بعد آج تک کبھی ایسی خوشبوئیں نہ دیکھی گئیں۔''

کاہن رکا، پھر دوبارہ بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! بظاہر دنیا کے لوگ یروشلم شہر کو امن کا شہر کہتے ہیں لیکن اسے کبھی دائمی امن نصیب نہ ہوا ..... اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) تک تو امن رہا، اس کے بعد یہودیوں کی مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تو دونوں مملکتیں آپس میں دست و گریبان ہو گئیں۔ اس طرح امن کی تباہی کا باعث بنے۔

اس کے بعد آج سے لگ بھگ تین سو سال پہلے جب یہودہ کی اس سلطنت پر یہورام بادشاہ حکومت کرتا تھا، فلسطینی عربوں کی متحدہ طاقت نے یروشلم پر حملہ کیا۔ انہوں نے ہیکل کو لوٹا اور بادشاہ کے گھر میں داخل ہو کر جو کچھ ملا اٹھا لیا۔ حتیٰ کہ یہودہ کے بادشاہ کی بیویاں اور بچے بھی قیدی بنا لئے گئے۔ یہ حملہ چونکہ ان دونوں اقوام نے صرف لوٹ مار کی خاطر کیا تھا اس لئے انہوں نے شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

اس کے بعد یروشلم شہر کی مزید بدقسمتی کہ یہودیوں کی دوسری سلطنت جس کا نام اسرائیل تھا اس کا بادشاہ یہوآس یروشلم پر حملہ آور ہوا۔ اس نے ہیکل کے سونے چاندی کے برتنوں کو سمیٹا اور انہیں اپنے مرکزی شہر سامرہ لے گیا۔

اے بادشاہ! بنی اسرائیل کے حکمران جب تک خداوند قدوس کے احکامات کی پیروی کرتے رہے، امن اور سکون کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ اور جب انہوں نے ہمسایہ قوموں کی طرح بُت پرستی اور دیوی دیوتاؤں کو پوجنا شروع کر دیا تو بدبختی نے انہیں آن لیا۔ اے بادشاہ! اس شہر کے لوگوں کو اُن کی بُت پرستی کی وجہ سے کبھی اشوریوں نے سزا دی، کبھی مصری کئی مواقع پر حملہ آور ہوئے اور انہیں تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ اے بادشاہ! اب یہودہ کا بادشاہ یہویاقیم ہے۔ یہ بھی راستی پر قائم نہیں ہے۔ یہودیوں کی بدقسمتی کہ ہر دور میں یہ اپنی ہمسایہ اقوام سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ وہ خدائے واحد کی بندگی کرنے کی بجائے دوسروں کے دیوی دیوتاؤں کو اپنے ہاں جگہ دیتے رہتے ہیں اور ان کے سامنے سرِ خم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس گمراہی کی انہیں خوب سزا ملتی رہی ہے۔ اب یہویاقیم کی زیرِ نگرانی یروشلم کے اندر گمراہی ہے تو آپ حملہ آور ہونے کے لئے آ گئے ہیں۔ اب دیکھو اس بار یروشلم کو کیا سزا ملتی ہے۔''

وہ کاہن جب خاموش ہوا تب بخت نصر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ جو تفصیل میں تم سے جاننا چاہتا تھا وہ تم نے مجھے بتائی۔ اب تم دونوں محفوظ ہو اور جا سکتے ہو۔''

بخت نصر کے ان الفاظ کے جواب میں اس بار دوسرا کاہن بول اٹھا۔

''اے بادشاہ! آپ سے ملاقات کرنے کی وجہ سے اب ہم دونوں کی زندگیاں خطرات سے گھر گئی ہیں ..... ہم نے کیونکہ آپ کو یروشلم اور بنی اسرائیل سے متعلق تفصیل بتا دی ہے لہٰذا بنی اسرائیل کے سربرآوردہ لوگوں کو جب خبر ہو گی کہ ہم دونوں بابل کے بادشاہ بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو تفصیل بادشاہ نے مانگی وہ ہم نے مہیا کی تو یاد رکھئے گا وہ اسے ایک جرم خیال کریں گے اور اس جرم کی پاداش میں ہماری گردنیں کاٹے بغیر نہیں رہیں گے۔''

بخت نصر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''میرے آدمیوں نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تمہیں شہر کے مضافات سے لے کر آئے ہیں۔ میرے آدمی تمہیں وہاں چھوڑنے جائیں گے۔ تمہیں اس سلسلے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لوگ تمہاری حفاظت کا خوب انتظام کریں گے۔''

بخت نصر کی اس گفتگو سے دونوں کاہن مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر بخت نصر کے ... پر اس کے مسلح جوان ان دونوں کاہنوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

دونوں کاہنوں کے جانے کے بعد بخت نصر نے وہاں بیٹھے سارے سالاروں سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ بھی موجود تھے۔ سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد آخر یہ طے پایا کہ شہر پر حملہ آور ہونے سے پہلے یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم کے پاس قاصد بھیجے جائیں جو اسے یہ پیغام دیں کہ یہویاقیم اطاعت اختیار کر لے، خراج دینے پر آمادہ ہو جائے۔ آنے والے دور میں بابل کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا عہد کرے اور خراج کی رقم جو مقرر ہو وہ ادا کرے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اُسے یہودہ پر حکومت کرنے دیا جائے گا اور بخت نصر اپنے لشکر کو لے کر بابل چلا جائے گا۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد بخت نصر نے اپنے دو چھوٹے سالاروں کا انتخاب کیا، انہیں پوری تفصیل سمجھائی، اس کے بعد ان دونوں کو قاصد بنا کر یہودہ کے بادشاہ یہویاقیم کی طرف روانہ کیا تھا۔

❋ ...... ❋

●●●

بخت نصر کے دونوں قاصدوں کو یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت یہویاقیم کا بیٹا، اس کا بھائی، سارے سالار اور عمائدین سلطنت اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

دونوں قاصد جب یہویاقیم کے سامنے آئے تو یہویاقیم نے تحکمانہ انداز میں انہیں مخاطب کر کے پوچھا تھا۔

''میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم بخت نصر کے قاصد ہو...... کہو اپنے بادشاہ کا کیا پیغام لے کر میرے پاس آئے ہو؟''

یہویاقیم کے اس استفسار پر بخت نصر کا ایک قاصد بول اٹھا تھا۔

''ہمارا بادشاہ بخت نصر چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت اختیار کریں۔ اس سے پہلے جو شام کے حکمرانوں کے خلاف آپ جنوب کے حکمرانوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں اس سے باز رہیں۔ ہمارے بادشاہ کی اطاعت اور فرماں برداری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آپ وہ خراج بھی ادا کرنے کے لئے رضامند ہو جائیں جو ہمارا بادشاہ آپ پر مقرر کرے گا...... اگر ایسی صورت نکل آئے تو اے بادشاہ! جنگ سے بچا جا سکتا ہے اور اگر جنگ کی بھٹی گرم ہو گئی تو یروشلم شہر جسے تم لوگ مقدس جانتے ہو اس کی حالت روندے ہوئے پھول سے بھی بدتر ہو جائے گی...... چاروں طرف روح کی ذلت اور ہلاکت رقص کر اٹھیں گے۔ لوگ پابہ زنجیر قیدیوں، اطاعت پیشہ غلاموں کی طرح ذلت اور پستی کے کفن میں لپیٹ دیئے جائیں گے۔

اے بادشاہ! جنگ بڑا برا اور کریہہ منظر پیش کرتی ہے...... جنگ ہوئی تو یاد رکھنا، یروشلم کے محلوں میں سہاگن شہزادیاں، بیاہتا عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب ہیجان

انگیزی اور تباہی کی تابکاری کا شکار ہو جائیں گے ..... کیا اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم بھی ہمارے بادشاہ بخت نصر کا کہا مانتے ہوئے اس کی فرماں برداری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اسے خراج دینا قبول کر لیں اور آنے والے دور میں اس کا مطیع بن کر رہنے کا عزم ظاہر کریں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا وہ قاصد جب خاموش ہوا تب انتہائی غصے اور غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے یہویاقیم کہنے لگا۔

"تمہاری گفتگو نہایت گستاخانہ اور تمرد پر مبنی ہے ..... اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں ابھی اسی وقت تمہاری گردن اڑا دینے کا حکم دیتا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے بادشاہ بخت نصر کے مقابلے میں کمزور ہیں؟ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟ جو لشکر بخت نصر لے کر آیا ہے اس سے بڑا لشکر اس وقت یروشلم میں موجود ہے۔ اور پھر تم لوگوں کو یہ بھی خبر ہونی چاہئے کہ صور کے بادشاہ ایت بعل کا ایک بہت بڑا لشکر اس کے سالاروں کی سرکردگی میں ہماری مدد کے لئے ان کے مرکزی شہر صور سے روانہ ہو چکا ہے اور وہ بھی عنقریب تم پر ضرب لگانے کے لئے یروشلم کے نواحی کوہستانی سلسلوں میں پہنچ جائے گا۔ اور جب ایت بعل کا لشکر پہنچا تو بخت نصر کے سفیرو! سنو، ہمارے اور ایت بعل دونوں کے لشکروں کے سامنے تمہارے بادشاہ اور تمہارے لشکریوں کی حالت اس وادی میں پھنسے ہوئے جانوروں سے زیادہ اہم نہ رہ جائے گی ..... ایسی صورت میں تمہارے بادشاہ کے پاس اپنی جان بچا کر بابل کی طرف بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ رہے گا ..... یہ بھی یاد رکھنا کہ عنقریب تم ایک تیسرے لشکر کے آنے خبر سنو گے اور وہ لشکر مصر کی طرف سے ہو گا۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو کہ کیا تمہارا بادشاہ بخت نصر ان تین اطراف کی قوتوں کا مقابلہ کر پائے گا؟"

یہویاقیم جب خاموش ہوا تب قاصد کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! یہ جو آپ نے ہماری گردن کاٹنے کا ذکر کیا ہے تو ہماری گردن کٹنے سے معاملہ رفع دفع تو نہیں ہو جائے گا۔ اگر آپ ہماری گردن کاٹتے ہیں تو یاد رکھئے! بخت نصر جو تباہی اور بربادی اس شہر میں پھیلانا چاہتا ہے وہ پہلے کی نسبت کئی گنا بھیانک ہو کر ان سرزمینوں میں نمودار ہو گی ..... رہی آپ کی یہ دھمکی کہ آپ کی مدد کے لئے صور کے بادشاہ ایت بعل کا لشکر آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی مدد اور حمایت

کے لئے جنوب کی سرزمینوں سے فرعون کا ایک لشکر بھی آنے والا ہے۔ اے بادشاہ! یہ تو صرف تین لشکر ہیں، ایسے کئی لشکر بھی آپ ہمارے بادشاہ کے مقابلے پر لے آئیں تب بھی اس کے عزم، اس کے ارادوں میں کوئی لرزش پیدا نہ ہو گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا وہ قاصد رکا۔ اس کے بعد یہودہ کی سلطنت کے بادشاہ یہویاقیم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"اے بادشاہ! جنگ اور ٹکراؤ کوئی اچھی چیز نہیں۔ لیکن جب یہ اپنی جگہ بناتے ہیں تو پھر چاروں طرف موت ہواؤں کی آہ وزاری، نوحہ خوانی، برق سے مشابہہ اندھی ہیجان خیز آندھیوں کی طرح وارد ہوتی ہے اور اپنے پیچھے رنج کے کھلیان اور زوال اور قضا کے آثار چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ اگر ہمارا اور آپ لوگوں کا ٹکراؤ ہوا تو یاد رکھئے گا چاروں طرف عناصر کا نالہ اور ماتم دکھائی دے گا۔ آپ لوگوں کے بڑے بڑے ہیکل اور معبد ادمن پرغم کے پیوند دکھائی دیں گے اور علیم زندگی قضا کی تیرگی میں ٹھوکریں کھاتی پھرے گی۔

اے بادشاہ! جہاں تک آپ کی یہ دھمکی ہے کہ ہمارے بادشاہ بخت نصر کے مقابلے میں آپ لوگ تین متحدہ لشکروں سے اس کا مقابلہ کریں گے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ بخت نصر کوئی معمولی قوت نہیں ہے ..... وہ سمندر کی ہولناکیوں سے مشابہہ سحر آفریں قوت رکھتا ہے۔ جب اس کا آپ لوگوں سے ٹکراؤ ہو گا تو میں پہلے ہی آپ کو بتا دوں وہ ارادوں کو سلب کر لینے والی طاقت کی طرح چاروں طرف چھا جائے گا اور پھر آپ لوگ دیکھیں گے زندگی کے قفس میں غیر محسوس سرسراہٹوں کی طرح موت داخل ہو گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد رکا، اس کے بعد یہویاقیم کے جاہ و جلال کو فراموش کرتے ہوئے بڑی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ بابل کی طاقت اتنی نہیں ہے کہ وہ آپ لوگوں کا مقابلہ کر سکے تو یاد رکھئے گا بابل وہ شہر ہے جس کی قوت نے ماضی میں بھی بڑے بڑے جابروں کو اپنے سامنے زیر کیا، بڑے بڑے تمرد کی روش اختیار کرنے والے سرکش اور بالا قد بابل کی قوت کے ہاتھوں اپنے فنا کے انجام کو پہنچے۔

اس سے پہلے جب بابل پر حمورابی کی حکومت تھی تب بھی آس پاس کے حکمران اس کی طاقت اور قوت سے لرزہ براندام رہتے تھے ..... بعد میں جب بابل آشوری عربوں

کی طاقت اور قوت کا مرکز بنا تب بھی آپ لوگ جانتے ہیں شام کے انتہائی شمالی علاقوں سے لے کر مصر کی سرزمینوں تک کوئی قوت ان کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ رہی تھی اور اب ان ہی قوتوں کا جانشین بن کر بخت نصر سامنے آیا ہے۔ تھا میں ایک قاصد کی حیثیت سے آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ جو شرائط ہمارے بادشاہ نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں انہیں آپ کو قبول کر لینا چاہئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد جب خاموش ہوا تب پہلے کی نسبت زیادہ غم و غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے یہویاقیم بول اٹھا۔

''اب تک میں نے تمہاری ساری گفتگو کو بڑے صبر اور تحمل سے برداشت کیا ہے۔ اب جس موضوع پر تم نے گفتگو کی ہے اس پر مزید ایک لفظ نہ بولنا ورنہ اپنے ساتھی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے۔ واپس اپنے بادشاہ بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے جا کر میرا یہ پیغام دو کہ ہم یروشلم شہر میں رہ کر اس کا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ شہر سے باہر نکل کر اس سے ٹکرائیں گے اور اسے فنا کر دینے والے انجام سے دوچار کریں گے...... اب تم جا سکتے ہو۔''

یہویاقیم کے ان الفاظ کے ساتھ ہی بخت نصر کے وہ قاصد یروشلم کے قصر سے نکل گئے تھے۔

⁂

بخت نصر کے قاصد جب لشکر میں آئے اور جو گفتگو یہویاقیم کے ساتھ ہوئی تھی اس کی تفصیل جب بخت نصر سے کہی گئی تب بخت نصر نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار جن میں نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ بھی شامل تھے بخت نصر کے خیمے میں پہنچ گئے تب جو گفتگو بخت نصر کے قاصدوں کی یہودہ کے بادشاہ یہویاقیم سے ہوئی تھی اس کی تفصیل بخت نصر نے سب سے کہہ دی تھی۔ اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بخت نصر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! یہویاقیم کی یہ دھمکی کہ ہمیں تین لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑے گا صرف دھمکی کے طور پر نہیں دی۔ ہمارے مخبر بھی اس کی اطلاع کر چکے ہیں کہ

یہویاقیم نے ہمارے خلاف صور کے بادشاہ ایت بعل اور مصر کے فرعون سے مدد طلب کی ہے۔ ہمارے مخبروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایت بعل کا ایک لشکر جس کی کماعداری اس کا ایک سالار کر رہا ہے وہ نزدیک پہنچ چکا ہے۔ جبکہ فرعون کے لشکر کی آمد کے کوئی آثار نہیں۔ ہمارے مخبر صحرائے سینا سے آگے تک پھیلے ہوئے ہیں اور حالات پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ساری خبریں پہنچا رہے ہیں۔ لہٰذا فی الفور ہمیں دو قوتوں سے نمٹنا ہے۔ ایک یہویاقیم، دوسرا صور کا بادشاہ ایت بعل۔

اس موقع پر میں یہ بھی چاہوں گا کہ مصر کے فرعون کے لشکر کے آنے سے پہلے پہلے یہویاقیم اور ایت بعل دونوں سے نمٹ لیں۔ اگر ہم ایسا کر لیتے ہیں پھر میں تم سب کو یقین دلاتا ہوں کہ ان دونوں لشکروں کے خلاف ہماری فتح مندی کی خبریں سن کر جو لشکر جنوب سے فرعون کا آئے گا وہ خود ہی واپس لوٹ جائے گا اور اگر اس نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے ہماری طرف اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا تو ہم اُسے بدترین شکست دیں گے۔ بالکل ایسے جیسے اس سے پہلے میں ایک بار فرعون نخاؤ کے لشکر کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر چکا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا وہ کہہ رہا تھا۔

''میں اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ ایک حصہ یہاں سے شمال کی طرف روانہ ہو گا، ایت بعل کے لشکر سے ٹکرائے گا اور اسے اس قابل نہیں رکھے گا کہ وہ یروشلم والوں کی مدد کے لئے یہاں پہنچ جائے۔ باقی دو حصوں کے ساتھ میں یہودہ کے بادشاہ یہویاقیم کی قوت سے ٹکراؤں گا اور مجھے امید ہے کہ یہویاقیم زیادہ دن ہمارا سامنا نہ کر سکے گا۔ یا تو بھاگ کھڑا ہو گا، اپنی جان بچانے کے لئے کسی دوسرے شہر کا رخ کرے گا یا ہمارے سامنے ہتھیار ڈال کر ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرے گا۔ مجھے امید ہے اتنی دیر تک فرعون کا لشکر ان سرزمینوں تک نہیں پہنچ پائے گا۔ اور اگر ہمارے اور یہویاقیم کے ٹکراؤ کے دوران ہمارے مخبروں نے خبریں دے دیں کہ مصر کی طرف سے بھی ایک لشکر یہویاقیم کی مدد کے لئے آ رہا ہے تو جو دو حصے میرے ماتحت یہویاقیم کے خلاف کام کر رہے ہوں گے ان میں سے ایک حصہ میں اپنے چیدہ چیدہ سالاروں کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ کر دوں گا جو فرعون کے لشکر کی راہ روکے گا۔ جب کہ میں خود تیسرے حصے کے ساتھ یہویاقیم پر ضرب

لگاتا رہوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر دم لینے کے لئے رکا، کچھ سوچا، لحہ بھر کے لئے باری باری اس نے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا۔ پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے بخت نصر کہہ رہا تھا۔

"ابن ساعدہ! لشکر کے جو تین حصے کئے جا رہے ہیں اس میں سے ایک حصے کا سالار میں تمہیں مقرر کرتا ہوں اور تمہارا ساتھی اور تمہارا عزیز حرقوص بن شجرہ اس حصے میں نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام کرے گا۔ میں تم دونوں کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ آج رات جب گہری ہو جائے تو تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شمال کا رخ کرو۔ کسی مناسب جگہ صور کے بادشاہ ایت بعل کے لشکر سے ٹکراؤ اور کوشش کرو کہ اسے شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔

ہمارے وہ مخبر جو اس لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور جنہوں نے آج صبح سویرے ہی اس لشکر کی آمد کی اطلاع ہمیں دی ہے ان میں سے کچھ تم لوگوں کے ساتھ جائیں گے اور ان علاقوں تک تمہاری راہبری اور راہنمائی کریں گے جن علاقوں سے ہوتا ہوا ایت بعل کا لشکر یروشلم کا رخ کئے ہوئے ہے۔

باقی دو حصوں کے ساتھ میں یہویاقیم پر حملوں کی ابتداء کروں گا اور اگر اس دوران فرعون کا لشکر بھی آ گیا تو ایک حصہ اپنے پاس رکھوں گا، تیسرے حصے کو جنوب کی طرف فرعون کے لشکر کی راہ روکنے کے لئے روانہ کر دوں گا۔ نفیل بن ساعدہ! جو تجویز میں نے پیش کی ہے کیا تم اس سے اتفاق کرتے ہو؟"

بخت نصر نے جب یہ سوال نفیل بن ساعدہ سے کیا تب نفیل بن ساعدہ اٹھا اور بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کی اس تجویز سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لشکر کا جو حصہ آپ میرے اور حرقوص بن شجرہ کے حوالے کریں گے، میں چاہتا ہوں اس حصے میں میرے قبیلے کے جنگجو بھی شامل کر دیئے جائیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی مناسب جگہ میں اور حرقوص بن شجرہ ایت بعل کے لشکر سے ٹکرائیں گے اور اسے بدترین شکست دے کر صور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔"

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو اور اس کے ان الفاظ سے بخت نصر خوش ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

"جو حصہ تمہاری کمانداری میں دیا جائے گا اس میں یقیناً تمہارے قبیلے کے جنگجو بھی شامل کئے جائیں گے۔ میں جانتا ہوں تمہاری کمانداری میں وہ بہتر انداز میں دشمن پر ضرب لگا سکتے ہیں اور تمہاری کمانداری میں وہ زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے ہوئے دشمن کی پسپائی پر مہریں لگاتے چلے جائیں گے۔ میرے خیال میں اب تم لوگ جاؤ، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں ... لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے بعد آنے والی شب کو تم دونوں آدھی رات کے وقت اپنے پڑاؤ سے شمال کی طرف کوچ کر جانا۔"

اس کے ساتھ ہی بخت نصر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر وہ لشکر کی تقسیم کے کام کو آخری شکل دینے لگا تھا۔

* ...... *

•••

طرغائی اور اناشید دونوں ایک خیمے میں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں اور خیمہ نفیل بن ساعدہ کا تھا۔

اچانک دونوں بدکنے کے انداز میں اپنی نشستوں پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس لئے کہ خیمے کے دروازے پر بابل کی ملکہ ایتا نمودار ہوئی تھی۔ دونوں تیزی سے اس کی طرف لپکیں۔ دروازے کے قریب جا کر اناشید نے ایتا کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

"آپ کو ہم دونوں سے یا ہم دونوں میں سے کسی ایک سے کام تھا تو آپ ہمیں اپنے خیمے میں طلب کر لیتیں۔ اب آپ خیمے کے دروازے پر اجنبیوں کی طرح کھڑی ہیں؟ اندر آئیں۔ ایسا کر کے تو آپ ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں۔"

اناشید کے ان الفاظ کے جواب میں ایتا مسکرائی اور کہنے لگی۔

"میں ارادتاً یہاں نہیں آئی۔ یہاں سے گزر رہی تھی۔ سوچا تم سے ملتی چلوں۔ اس لئے کہ بخت نصر اپنے لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور ایک حصے کو لے کر آج آدھی رات کے وقت نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ شمال کا رخ کریں گے۔ شمال کی طرف سے یروشلم کے بادشاہ یہویاقیم کی مدد کے لئے صور کے بادشاہ ایت بعل کا لشکر آ رہا ہے۔ وہ دونوں اس لشکر سے ٹکرائیں گے اور اُسے مار بھگانے کی کوشش کریں گے۔

میں چاہتی ہوں کہ آج رات کے وقت جب اپنے حصے کے لشکر کو لے کر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ شمال کی طرف کوچ کر جائیں تو دن کے وقت جب بخت نصر اپنے لشکریوں کے ساتھ مصروف کار ہو تو تم دونوں میرے خیمے میں آ جایا کرو۔ اس

طرح میرا وقت بھی اچھا گزر جائے گا جبکہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کی روانگی کے بعد میری صحبت میں تم دونوں بھی اچھا وقت گزار سکو گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایتا رکی، پھر مسکراتے ہوئے اناشید کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اناشید! یہ خیمہ میرے خیال میں نفیل بن ساعدہ کا ہے۔ طرغائی کو یہیں رہنے دو۔ اس لئے کہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ تھوڑی دیر تک لوٹیں گے اور تم دونوں سے مل کر اپنی تیاری کر کے تمہیں الوداع کہیں گے اور اپنے حصے کے لشکر میں چلے جائیں گے۔ لشکر کے ابھی انہوں نے بہت سے انتظامات کو آخری شکل دینی ہے۔ اس کے بعد رات کے وقت وہ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ اب ذرا مغرب کی طرف دیکھو۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ لہٰذا اناشید! تم اپنے خیمے میں جاؤ۔ میرے خیال میں وہ دونوں اپنے خیموں کی طرف آنے والے ہیں۔ میں بھی اب اپنے خیمے کی طرف جاتی ہوں۔"

طرغائی اور اناشید نے ایتا کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا۔ ایتا اپنے خیمے کی طرف نکلی جبکہ اناشید بھی وہاں سے نکل کر اپنے خیمے کا رخ کر رہی تھی۔

ایتا کا کہنا درست تھا۔ خیمے کے دروازے سے ہٹ کر طرغائی نشست پر جا کر بیٹھی تھی۔ وہاں بیٹھے اسے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ خیمے میں نفیل بن ساعدہ داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی طرغائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ نفیل بن ساعدہ آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ طرغائی بھی اس کے قریب اس سے پہلو ملا کر اسی نشست پر بیٹھ گئی پھر انتہائی محبت اور مٹھاس بھری آواز میں وہ نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"مجھے خبر ہو گئی ہے کہ آنے والی شب کو آدھی رات کے وقت آپ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شمال کا رخ کریں گے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ اپنے ساتھ کیا کیا سامان لے جانا چاہتے ہیں تا کہ وہ ساری چیزیں میں آپ کی خرجین میں ڈال دوں۔"

طرغائی کے اس استفسار پر نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ طرغائی بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر طرغائی نفیل بن ساعدہ کے کوچ کی تیاری کرنے لگی تھی۔

لہٰذا طرغائی نے نفیل بن ساعدہ کی ضرورت کا سامان چمڑے کی ایک بڑی خرجین

میں ڈال دیا تھا۔ خرجین نفیل بن ساعدہ نے اپنے کندھے سے لٹکا لی تھی اور ایک اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا جو عموماً جنگ کے دوران وہ استعمال کیا تھا۔ دوسری طرف طرغائی نے پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ اس حالت میں دونوں میاں بیوی خیمے سے نکلے۔ باہر نفیل بن ساعدہ کا گھوڑا کھڑا تھا۔ نفیل نے پہلے بستر اور کندھے سے لٹکتی ہوئی خرجین گھوڑے کی زین سے باندھ دی۔ اتنی تک زین کی دوسری جانب طرغائی نے پانی کی چھاگل باندھی تھی۔ پھر نفیل بن ساعدہ طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''طرغائی! میرے خیال میں تم خیمے ہی میں آرام کرو...... میں اب جاتا ہوں۔''

اس پر طرغائی، نفیل بن ساعدہ کے قریب آئی، خوش کن انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگی۔

''میں جانتی ہوں آپ یہاں سے حرقوص بن شجرہ کے خیمے کی طرف جائیں گے۔ میں بھی وہاں تک آپ کے ساتھ جاتی ہوں۔ پھر آپ اور حرقوص کوچ کر جائیے گا۔ میں اناشید کے پاس بیٹھ جاؤں گی۔''

نفیل بن ساعدہ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔

دونوں جب حرقوص بن شجرہ کے خیمے کے قریب آئے تو شاید حرقوص نے انہیں دیکھ لیا تھا لہٰذا حرقوص اور اناشید بھی خیمے سے نکلے۔ وہ دونوں بھی ضرورت کا سامان بھر کر گھوڑے کی زین سے باندھنے لگے تھے۔ اس کے بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ لشکر کے اس حصے کی طرف چلے گئے تھے جس کے ساتھ انہوں نے صور کے بادشاہ ایت بعل کے لشکر کی راہ روکنے کے لئے روانہ ہونا تھا۔ جبکہ طرغائی کا ہاتھ پکڑ کر اناشید اپنے خیمے میں لے گئی تھی۔

❋

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بڑی تیز رفتاری سے شمال کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بڑھے تھے...... منزل پر منزل مارتے ہوئے وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں صور کے بادشاہ ایت بعل کے ایک لشکر نے پڑاؤ کیا تھا...... اس لئے کہ صور کے بادشاہ ایت بعل کے لشکر کو خبر ہو چکی تھی کہ اس کی راہ روکنے کے لئے بخت نصر نے ایک لشکر یروشلم سے روانہ کر دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کر لیا تھا جو جگہ جنگ میں ان کے لئے سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے۔ اس کے بعد صبح ہی صبح ایت بعل کے لشکر نے جنگ کی ابتداء کی اور وہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے لشکر پر شب و روز کی گردشوں میں اندھیری راتوں کی ہولناک پرچھائیوں، زندگی میں آشوب اور مصائب بھرتے اور طغیانی پر آئے ہوئے بپھرے دریاؤں اور سرما کی آندھیوں کی گہری آہوں اور الم ناک سسکیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے بھی جوابی کارروائی کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیا۔ وہ بھی وقت ضائع کئے بغیر دھرتی میں پھیلے ظلمتوں کے غبار میں اندھا کر دینے والی روشنی، انحطاط، زوال اور ذلت طاری کر کے دلوں کو خوف سے بھر دینے والے اندیشوں اور فطرت کی جولان گاہوں کے ان محاربوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے جو سرگرداں صحرائی بگولوں کی طرح اپنے سامنے آنے والے خس و خاشاک کو اڑا کر لے جاتے ہیں۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے میدانِ جنگ کے اندر شورِ جاں فروشاں اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہتھیار ساز سلاسل کی طرح بجنے لگے تھے۔ بڑے بڑے جنگجو، بڑے بڑے سورما اپنے لہو سے سجنے لگے تھے۔ ہر کوئی بند کھولتے ریا کی طرح آگے بڑھتے ہوئے اپنے دشمنوں کو موت کے گہرے کنوئیں میں پھینک دینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ بھاگتے وقت کی بصارتوں نے دیکھا، پیچ و تاب کھاتی تقدیر کے فیصلوں پر موت اپنی خونی مہریں ثبت کرنے لگی تھی۔

دونوں طرف کے لشکری جان توڑ کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ وقت جنگ آزار میں ہر کوئی حشرات الارض، برساتی کیڑوں، مرگ کی تیز ہواؤں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ رہا تھا۔

ایت بعل کے لشکر کو امید تھی کہ یروشلم کی طرف آنے والے بخت نصر کے لشکر کو وہ شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی امیدیں بر نہ آئیں۔ اس لئے کہ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے اپنے تیز

حملوں سے ایت بعل کے لشکر کی حالت وحشت خیز جنوں، در و دیوار سے جھانکتی
سالی اور دیمک زدہ در و بام سے بھی بدتر کرنی شروع کر دی تھی۔

ایت بعل کے سالاروں نے اپنے لشکریوں کو بڑا سنبھالا دینے کی کوشش کی
نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے تیز اور جان لیوا حملوں کے سامنے وہ پائیدا
بہتر اُمید اور استقلال کا کوئی بند باندھ نہ سکے جس کی بناء پر نفیل بن ساعدہ اور
بن شجرہ نے لمحہ بہ لمحہ ان کے لشکریوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے اگلی صفوں کو ایک طرف
ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔

ایت بعل کے سالاروں نے جب اندازہ لگایا کہ ان کے لشکر کا کافی نقصان ہو
ہے اور اگر ان میدانوں کے اندر وہ بخت نصر کے لشکر کا مقابلہ کرتے رہے تو بعید
کہ بخت نصر کا وہ لشکر مکمل طور پر ان کا خاتمہ کر دے لہٰذا ایت بعل کے ان سالا
نے پسپائی اور شکست قبول کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار کر لی تھی۔ اس طرح نفیل
ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے ہاتھوں صور کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ شکست
خوردہ ہو کر اپنے مرکزی شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے چند یوم کے لئے جس جگہ جنگ ہوئی تھی
وہیں خیمہ زن ہو کر قیام کر لیا تھا۔ ایسا انہوں نے احتیاط کی خاطر کیا تھا۔ تا کہ ایت
کا کوئی اور لشکر جنوب کا رخ نہ کرے۔ اور جب انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب
سے کوئی اور لشکر یروشلم کے بادشاہ یہویاقیم کی مدد کے لئے نہیں جائے گا تب انہوں
دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد یروشلم کا رُخ کر لیا تھا۔

*

دوسری طرف یہودہ کے بادشاہ یہویاقیم سے بھی اس موقع پر ایک انتہائی زبرد
غلطی سرزد ہوئی۔ اس کو اس کے مخبروں نے یہ تو اطلاع کر دی تھی کہ صور کے
ایت بعل کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی مدد کے لئے آندھی اور طوفان کی طرح شمال
جنوب کا رخ کر رہا ہے۔ یہ خبر سن کر اس کے حوصلے کچھ زیادہ ہی جوان ہو گئے
ابھی تک جنوب سے اُسے کوئی خبر نہ ملی تھی کہ فرعون کا کوئی لشکر اس کی مدد کے لئے

ہے یا نہیں۔ بس ایت بعل کے لشکر کی آمد کا سن کر اس نے یروشلم شہر سے باہر نکل کر
بخت نصر سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

یہ کارروائی اس نے اس وقت کی تھی جس وقت بخت نصر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ
علیحدہ کر کے ایت بعل کے لشکر کو روکنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

جس وقت بخت نصر سے جنگ کرنے کے لئے یہویاقیم اپنے لشکر کے ساتھ باہر نکلا
اور پڑاؤ کیا تب بخت نصر بھی بے حد خوش ہوا اور اس کی خوشی کی وجہ بھی تھی۔ اپنے لشکر
کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اس نے پہلے ہی شمال کی طرف روانہ کر دیا تھا جس نے ایت
بعل کے لشکر کو روکنا تھا۔

لہٰذا ایت بعل کی طرف سے وہ بے فکر ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ جنوب میں دور دور
تک اس نے اپنے مخبر پھیلا رکھے تھے جنہوں نے بخت نصر کو اطلاع کر دی تھی کہ فرعون
کی طرف سے ابھی کوئی بھی لشکر یہویاقیم کی مدد کے لئے نہیں آ رہا۔ اس بناء پر بخت
نصر اپنے لشکر کے دونوں حصوں کے ساتھ حرکت میں آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے یہویا
قیم پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بخت نصر یہویاقیم کے
لشکر پر بے چین اور پریشان، مضمحل و رنجیدہ کر دینے والی ہمت و عزیمت بھری پریشان
کن ہواؤں اور دکھ کے ہجوم کھڑے کرتے الم کے سمندر اور کرب کی صدیوں کی طرح
ٹوٹ پڑا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملے میں بخت نصر نے یہویاقیم کے لشکر کے قلب و نظر کی وارفتگی اور
اس کے فکر و کردار کی ترتیب بگاڑ کر رکھ دی تھی۔ یہویاقیم، اس کے سارے سالاروں
اور اس کے سارے لشکریوں کی عزیمت، استقامت، ان کی جرأت اور ان کی ہمت کو
بخت نصر نے لمحوں کے اندر تلخی و مایوسی اور غم و حزن میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

بخت نصر کے حملے ایسے تیز اور جان لیوا تھے کہ یہویاقیم کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا
اور بخت نصر نے اسے بدترین شکست دے دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہویاقیم اپنے پڑاؤ
کی ہر چیز وہیں چھوڑ کر یروشلم شہر میں محصور ہو گیا۔

اتنی دیر تک نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ بھی ایت بعل کے لشکر کو شکست
دینے کے بعد واپس آ گئے تھے۔ اس طرح جنگ کی ابتداء ہی میں بخت نصر کو دو بہترین
فوائد حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ایت بعل کے پڑاؤ کی ہر چیز ہاتھ لگنے سے ہوا تھا اور دوسرا فائدہ ی… کے نواح میں اس وقت حاصل ہوا جب بخت نصر نے یہویاقیم کے لشکر کو شکست دی … اس کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کرلیا۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں کے واپس آنے پر بخت نصر کی پو… قوت پھر اس کے پاس آ گئی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے لشکر کے اندر اعلان کر دی… لشکریوں کو دو دن آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اس کے بعد شہر کا محاصر… کے اس پر سختی سے حملے شروع کر دیئے جائیں گے۔

*

نفیل بن ساعدہ اور طرغائی دونوں میاں بیوی نے اپنے خیمے میں کھانا کھایا۔ ایک لشکری جب کھانے کے خالی برتن اٹھا کر لے گیا تب طرغائی نے کچھ سوچا، اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر نفیل بن ساعدہ کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک بڑے شوق اور انہماک سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے بعد اس انداز کو دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''لگتا ہے تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔ تمہارا انداز بتاتا ہے کہ......''

نفیل کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ طرغائی مسکراتے ہوئے بول اٹھی۔

''آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ کو وقت ملے گا تو آپ مجھے پرانی قوموں کے حالات سناتے رہیں گے۔''

جواب میں نفیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں اپنے وعدے سے پھر تو نہیں گیا ...... تم جب کہو گی، جس قوم کے متعلق کہو گی، میں جس قدر تفصیل جانتا ہوا، بتا دوں گا۔''

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہو گئی تھی۔ کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

''آپ اور بھائی حرقوص بن شجرہ لشکر کا ایک حصہ لے کر صور کے بادشاہ ایت بعل کا مقابلہ کرنے کے لئے گئے تھے۔ آپ دونوں کی خوش قسمتی بلکہ اس میں میری اور اناشید کی بھی خوش قسمتی کہ آپ نے ایت بعل کے لشکر کو بدترین شکست دے کر بھاگنے پ…

…ور کر دیا۔ آپ کی غیر موجودگی میں میرا اور اناشید کا اکثر و بیشتر ملکہ ایتا کے پاس آنا جانا رہا...... اس لئے کہ جس دن آپ نے روانہ ہونا تھا وہ میرے اور اناشید کے پاس آئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ آپ دونوں کے جانے کے بعد ہم اس کے پاس چلی جایا کریں۔ اس طرح اس کا بھی اور ہمارا وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔

آپ دونوں کی غیر موجودگی میں، میں اور اناشید اس کے پاس جاتی رہیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ایتا نے ہی مجھے اور اناشید کو بتایا کہ صور کے بادشاہ ایت بعل جس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ دونوں گئے تھے اس کا تعلق کنعانی قوم سے ہے۔ اب میری اس موقع پر آپ سے گزارش ہے کہ مجھے اس قوم سے متعلق تھوڑی بہت تفصیل بتائیں۔ پہلے جن پرانی اقوام سے متعلق آپ مجھے تفصیل بتا چکے ہیں ان سے متعلق اب میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے اندر بیٹھ کر بڑے فخر اور طمانیت کے ساتھ ان سے گفتگو کر سکتی ہوں۔ کیا اب آپ مجھے ان کنعانیوں سے متعلق کچھ تفصیل نہیں بتائیں گے؟''

طرغائی جب خاموش ہوئی تو نفیل بن ساعدہ کسی قدر مسکراتے ہوئے اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ان کی تفصیل کافی لمبی اور طویل ہے اور یہ کہ......''

نفیل بن ساعدہ کی بات کاٹتے ہوئے طرغائی بول اٹھی۔

''بخت نصر نے لشکر کو دو دن آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد یروشلم کا محاصرہ سختی سے کر کے اسے فتح کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اگر آپ مجھے کنعانی قوم سے متعلق تفصیل ایک نشست میں نہیں بتا سکتے تو ایک نشست دونوں میاں بیوی کل کر لیں گے۔ باقی تفصیل آپ مجھے کل بتا دیجئے گا۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''نہیں طرغائی! ایسا نہیں ہو گا۔ کل ہو سکتا ہے مجھے اور حرقوص بن شجرہ کو دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر بخت نصر کی ہدایت کے مطابق یروشلم شہر کے محاصرے کا انتظام و انصرام کرنا پڑے۔ اس بناء پر میں تمہیں کنعانی قوم سے متعلق تفصیل آج ہی اور ایک ہی نشست میں سناتا ہوں۔ سنو!

کنعانیوں کو دوسرے الفاظ میں فونیقی بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے اور یہ عربوں کا دوسرا

بڑا گروہ خیال کیا جاتا ہے جو صحرائے عرب سے نکل کر شام کی طرف گیا۔ کنعانی اور ان کے ہم عصر دوسرے عرب جن کو آموری کہتے ہیں وہ تقریباً ایک ہی وقت میں صحرائے عرب سے نکل کر شام کی طرف گئے تھے۔ لہٰذا ان دونوں سے متعلق کچھ لوگ زیادہ امتیاز اور قومی اختلاف نہیں رکھتے۔ لیکن بعد میں ان دونوں کے درمیان کافی فرق اور امتیاز پیدا ہوا۔ اس لئے کہ آموریوں نے آہستہ آہستہ قدیم سیمری اور حوری قوم کو اپنے اندر جذب کر لیا جبکہ کنعانیوں نے ان اقوام کے علاوہ دوسری کئی اقوام کو اپنے اندر سمیٹا۔ کنعانیوں کے بھائی بند آشوریوں کا ابتدائی مرکز کیونکہ شمالی شام میں تھا لہٰذا یہ آموری، سیمری اور بابلی تمدن کے زیراثر آ گئے تھے۔

کنعانیوں کا مرکز زیادہ تر بحیرہ روم کا ساحلی علاقہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا زیادہ تر رخ مصر کی جانب تھا۔ کنعانی جس خطے میں آ کر آباد ہوئے اس خطے کا نام ہی انہوں نے کنعان رکھ دیا۔ یہ کنعانی چونکہ شروع ہی سے ارغوانی رنگ کی تجارت کیا کرتے تھے اور اسی ارغوانی رنگ کی وجہ سے ان کنعانیوں کو یونانی تاجروں نے فونیقی کہنا بھی شروع کر دیا تھا، صحرائے عرب سے نکلنے کے بعد جب یہ لوگ ساحلی علاقوں میں آباد ہوئے تو شروع میں انہیں اپنے قومی اتحاد کا احساس نہ تھا۔ اور وہ اپنے ابتدائی دور میں مختلف گروہوں میں زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد میں کنعانیوں میں ایک اتحاد، تعاون اور ایک طرح کی اجتماعیت پیدا ہونا شروع ہو گئی اور انہوں نے اپنی مضبوط اور مستحکم حکومت بھی قائم کر لی۔

کنعان کا نام ابتداء میں صرف ساحلی علاقے اور مغربی فلسطین کے لئے استعمال ہوتا تھا لیکن آگے چل کر یہ فلسطین نیز شام کے خاصے بڑے حصے کے لئے معیاری نام بن گیا۔ عہد نامۂ قدیم کی ابتدائی دستاویز میں لفظ کنعانی فلسطین کے تمام باشندوں کے لئے بلا امتیاز و نسل استعمال کیا جاتا رہا تھا اور فلسطین میں بسنے والے سامی یعنی عرب جو زبان بولتے تھے اسے عام طور پر کنعان ہی کی زبان کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

کنعانی نام کا عربوں کا یہ گروہ جن سرزمینوں میں آ کر آباد ہوا تھا اس کی وضع قطع کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ کنعانی تین بڑی طاقتوں کے بیچ میں ایک طرح سے گھر گئے تھے۔

ان کے ایک طرف وادیٔ نیل کی طاقت یعنی فرعونوں کی حکمرانی تھی۔ دوسری طرف وادیٔ دجلہ کی طاقت، تیسری طرف ایشیائے کوچک کی خاصی بڑی اور زبردست

ت تھی۔

تین اطراف سے بڑی بڑی طاقتوں میں گھرے ہونے کی وجہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ نی اپنی کوئی مضبوط اور متحدہ حکومت قائم کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہونے پائے۔ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منظم ہو گئے تھے..... ہر گروہ کا ایک الگ حکمران ہوا رتا تھا۔

اس کے علاوہ ہر گروہ کسی مستحکم اور قلعہ بند شہر کے اردگرد جمع ہو جاتا تھا جس میں بل اور دفاعی برج بنے ہوئے تھے۔ جب خطرہ پیدا ہوتا تو آس پاس کی دیہاتی اور وہ آبادی پناہ کے لئے شہر میں جمع ہو جاتی۔ امن کے زمانے میں شہران کے لئے ید و فروخت کی منڈی اور اجتماعی مرکز ہوا کرتا تھا۔

اس قسم کے قلعہ بند شہر کنعانیوں کو ان کے طاقتور ہمسایوں کے حملوں اور خانہ شوں کی ترک و تاز سے محفوظ رکھنے کا اچھا ذریعہ تھے۔ کیونکہ یہ قوم چھوٹی چھوٹی شہری استوں میں تقسیم ہو چکی تھی جو اکثر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے اور ریاست میں اونچے درجے کے لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے جدوجہد میں لگے ہتے تھے۔ اس وجہ سے کوئی بھی ریاست داخلی اعتبار سے پائیدار نہ تھی۔ ان اسباب کی ہ پر چھوٹی قومیں بڑی اور جابر قوتوں کے رحم و کرم پر رہ جاتی تھیں۔

اس عظیم کنعانی قوم کی ابتدائی آبادیاں شمال میں کوہ کاشیوس سے جنوب میں ہستانِ کرمل تک ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوئی تھیں لیکن سمندر کا یہ ساحل کیونکہ وہ کٹا پھٹا نہ تھا اس لئے طبعی بندرگاہیں بہت محدود تھیں۔

شمال میں کوہ کاشیوس اور جنوب میں فلسطین کی سطح مرتفع عقبی حملوں سے حفاظت کا لئی ایسا موثر ذریعہ نہیں بن سکتی تھی جب کہ لبنان کے بلند پہاڑ تھے۔ لہٰذا اپنے تحفظ و ت کی خاطر ان کنعانیوں نے لبنان کے دامن میں بڑی بڑی پائیدار بستیاں بنائی ں اور انہوں نے ان بستیوں کے فروغ کے لئے بڑی محنت اور جدوجہد بھی کی۔ ان انی عربوں نے جو شہر آباد کئے ان میں اریحا، بیتِ شام، مجدو، عکہ، صور، صیدہ، عرقہ، سیمرہ زیادہ مشہور و معروف اور بڑے اہم شمار کئے جاتے تھے۔ ان کے اہم وں میں جنہیں انہوں نے فصیلوں کے ذریعے خوب مستحکم کر دیا تھا، طرابلس، بیلوس، کے علاوہ صیدا، صور نہایت اہم تھے۔ مزید یہ کہ ان شہروں کے شمالی جانب عرقہ،

سمیرہ اور ارادوس بھی اہم شہر شمار کئے جاتے تھے۔ اس طرح کنعانیوں کی چھوٹی چھوٹی اور خود کفیل اور خود مختار شہری ریاستیں شطرنج کی بساط کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ زمانی شام میں غزہ اور عسقلان بھی انہی کے آباد کردہ شہر ہیں۔ اس کے علاوہ اندرون شام میں بھی انہوں نے بڑے شہر آباد کئے مثلاً جذر، کدش، مجدو، آزدر، شکلیم اور کچھ کا خیال ہے کہ یروشلم بھی انہی لوگوں کا آباد کردہ شہر ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا، دم لیا، پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"طرغائی! کنعانیوں کے آباد کردہ یہ شہر کوئی زیادہ بڑے نہ ہوا کرتے تھے، چھوٹے چھوٹے تھے۔ لیکن حفاظت کے لئے انہیں فصیل بند بنا دیا گیا تھا۔ کسی دور میں ان کے شہر جذر اور ازدران بڑے شہر شمار کئے جاتے تھے اور وہ پندرہ یا سولہ ایکڑ کے اندر تھے۔ اریحا شہر نے چھ ایکڑ زمین گھیری ہوئی تھی۔

ان کنعانیوں کی یہ صفت تھی کہ جہاں کوئی بھی ایسی پہاڑی مل جاتی جس کی حفاظت با آسانی ہو سکتی تھی یا پانی کا کوئی اچھا چشمہ ہوتا تو وہیں بستی کی بنیاد رکھ دی جاتی تھی۔

ان کا مشہور شہر جذر تھا جس کی فصیل کی چوڑائی سولہ فٹ تھی۔ اس کے علاوہ ان کنعانیوں نے اریحا شہر کی حفاظت کے لئے شروع میں جو برج بنائے تھے وہ اکیس فٹ بلند تھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، اس کے بعد اپنا سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"طرغائی! جب اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ارض فلسطین میں داخل ہوئے اس وقت فلسطین میں یہی کنعانی آباد تھے جنہیں اسرائیل نے جابر کہا تھا۔ چونکہ یہ کنعانی اپنے شہروں کی قلعہ بندیاں خوب کرتے تھے لہٰذا انہی قلعہ بندیوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جن مخبروں کو فلسطین کے حالات جاننے کے لئے روانہ کیا تھا وہ ہراساں ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ کنعانیوں کے ہاں جنگی رتھ بھی رائج تھے اور یہ جنگی رتھ ان کے دفاع کا سب سے بڑا ذریعہ تھے۔ کنعانیوں نے گھوڑے کا استعمال اپنے ہم وطن عربوں سے سیکھ لیا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر کمان، برنجی سنگی تیر، ترچھا مڑھا ہوا خنجر استعمال کیا کرتے

تھے۔ ان کنعانیوں کی دیہاتی آبادی بہت ہی کم بکھری ہوا کرتی تھی۔

مصر سے بنی اسرائیل کی آمد سے پیشتر فلسطین کی پوری آبادی کوئی ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ شہروں کی کیفیت یہ تھی کہ شہر بنتے اور بستے گئے اور شہروں کو آباد کرنے میں کوئی نقشہ وغیرہ متعین نہ کیا جاتا تھا۔

کنعانی اپنے کچھ بڑے اور اہم شہروں کے دفاعی استحکامات دہرے رکھا کرتے تھے۔ ان شہروں میں زیادہ مشہور ارادس، صیدہ اور صور ہیں۔ ان مقامات کے شہریوں نے ایک آبادی برلب ساحل قائم کر رکھی تھی جہاں وہ تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ نیز پھلوں کے باغوں اور بستانوں کی دیکھ بھال کا کام بھی انجام دیتے تھے۔

دشمنوں اور خانہ بدوش حملہ آوروں سے بچنے کے لئے ان کنعانیوں نے اپنے نزدیکی جزیروں کے اندر اپنے لئے مضبوط اور مستحکم پناہ گاہیں بھی تعمیر کر رکھی تھیں۔ جس وقت عربوں کا آشوری گروہ طاقت اور قوت کے لحاظ سے اپنے عروج پر تھا تو وہ اپنے مرکزی شہر نینوا سے نکل کر آس پاس کی اقوام پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ یہ لوگ کنعانیوں پر بھی حملہ آور ہوئے۔ ان کے حملہ آور ہونے کے وقت یہ کنعانی اپنے شہر سے نکل کر نئے تعمیر ہونے والے جزیروں میں اپنی آبادیوں کی طرف چلے جاتے تھے۔

ان جزیروں میں کنعانیوں نے کئی کئی منزلہ مکان بنا رکھے تھے۔ یہ مکان ایک دوسرے میں ٹھنسے ہوئے تھے لہٰذا مضبوط اور مستحکم تھے۔ ان جزیروں میں آباد کنعانیوں نے پانی کی باہم رسانی میں بڑی عمدگی اور بڑی ہنرمندی اور کاریگری کا مظاہرہ کیا تھا۔ سب سے پہلے تو وہ بارش کا پانی جو چھتوں سے گرتا اسے حوضوں میں جمع کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے سمندر کے اندر میٹھے پانی کا ایک چشمہ بھی دریافت کر لیا تھا۔ اس چشمے پر ان کنعانیوں نے ایک بہت بڑا دودکش نما نلکا اوندھا کر کے اس کے ساتھ چمڑے کی ایک نلی لگا دی تھی۔ اس طرح سمندر سے نکلنے والے میٹھے پانی کے چشمے کو یہ اپنے استعمال میں لاتے تھے۔ لہٰذا مؤرخین کا کہنا ہے کہ سمندر کی تہہ سے میٹھا پانی حاصل کرنے کی غالباً دنیا میں یہ سب سے پہلی مثال تھی۔

ان کنعانیوں کے دو شہر انتہائی اہم مضبوط اور ناقابل تسخیر خیال کئے جاتے تھے۔ ان شہروں میں مضبوط آباد کاری کنعانیوں کے ایک بادشاہ حیرام نے مکمل کی تھی جو اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ اس کے زمانے میں شہری ترقی اپنے درجہ

کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اب بھی صور کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر ہے اور ایت بعل نام کے بادشاہ کے جس لشکر کو ہم نے شکست دی ہے وہ صور ہی کا بادشاہ ہے۔

صور کے علاوہ کنعانیوں کا دوسرا اہم اور مشہور شہر صیدہ ہے۔ یہ خشکی کے ایک ایسے قطعہ پر واقع ہے جو سمندر میں آگے بڑھ کر ایک راس کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ یہ جگہ شہر کی آبادی کے لئے یقیناً اس لئے چنی گئی تھی کہ آس پاس چھوٹے چھوٹے جزیرے تھے جنہیں بند بنا کر آپس میں ملا دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک بڑی عمدہ بندرگاہ وجود میں آ گئی تھی۔

یہ بندرگاہ آبادی کے بائیں جانب تھی۔ جنوبی جانب ایک اور بندرگاہ تھی جسے عام طور پر مصری بندرگاہ کہتے تھے۔ یہ شمالی بندرگاہ سے زیادہ بڑی تھی لیکن اس کی حفاظت کا انتظام ناقص تھا۔ خشکی کی جانب شہر کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فصیل بنا دی گئی تھی۔ صیدہ کے اندر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ بھی تھا جس کا نام کنعانیوں نے البحر رکھا ہوا تھا۔

تجارت میں خوب مال و دولت جمع کرنے کے باوجود یہ کنعانی اپنی کوئی مضبوط اور مستحکم حکومت قائم نہ کر سکے۔ ساری شہری ریاستیں سیاسی اعتبار سے الگ الگ رہیں اور اس امر کا ثبوت پیش کرتی رہیں کہ ملک طبعی لحاظ سے پارہ پارہ ہے۔ لیکن ان کنعانیوں میں یہ بھی خاصیت تھی کہ جب کوئی ان پر حملہ آور ہوتا تو وقتاً فوقتاً ان کے درمیان جو عارضی اور مقامی دوریاں ہوتی تھیں وہ رفع ہو جاتی تھیں اور حملے کے وقت کئی ایک ریاستیں کسی ایک ریاست کے تحت اکٹھی ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات مشترکہ مفاد کی بنیاد پر وہ خود بخود آپس میں وفاق بھی بنا لیتے تھے۔

جب کوئی زبردست خطرہ پیدا ہو جاتا تو یہ شہری ریاستیں خود اتحاد کر لیتیں اور جمعیتیں بنا لیتیں۔ یہ اتحاد عموماً اس وقت قائم ہوتا جب مصر کے فرعون ان پر حملہ آور ہوتے تھے۔

آج سے لگ بھگ پانچ سو سال پہلے مصر کے حکمران فرعون تہوتمس ثالث نے ان کنعانیوں پر حملے شروع کئے۔ اس زمانے میں فرعون نے کنعانیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے شہر مجدد کے استحکامات کو توڑا تھا۔ اس دور میں کنعانیوں کا سب سے بڑا اور اہم شہر قارش تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں اتحاد کے لئے نمایاں ترین سرگرمی قارش شہر ہی نے

ہالی جو کافی فاصلے پر دریائے عاصی کے کنارے آباد تھا۔

ان کنعانیوں کی بدقسمتی کہ جہاں ان کی مختلف ریاستوں میں اتحاد ناپید تھا وہاں ...ف ریاستوں کے کنعانی حکمران بھی ایک دوسرے کے دشمن بنے رہتے تھے اور ان ...ے ہر کوئی مصر کے فرعون کی نظروں میں اعتبار جمانے کے لئے کوشاں رہتا تھا۔ ... لئے کہ مصر کے فرعون اکثر و بیشتر ان پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ان کنعانیوں کی دلچسپی کا اصل مقصد تجارت، فنونِ لطیفہ اور مذہب تھے۔ یہ جنگ و ...ل کے شوقین نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی مصری، بابلی یا حتی قوم میں سے کوئی ...ا پر حملہ آور ہوتا تو یہ شہر سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے اور ہمیشہ خراج کی رقم دے کر اپنے ...اپ کو غیر مناسب مداخلت سے محفوظ کر لیتے اور یہ خیال کرتے تھے کہ اندرونِ ملک کی ...ڈیوں کے ساتھ تجارتی سلسلہ بڑھا کر وہ اپنے نقصان کی تلافی کم سے کم ایک حد تک ...ضرور پوری کریں گے۔

ا کنعانیوں کے ذرائع آمدنی زراعت، ماہی گیری اور تجارت زیادہ اہم تھے۔ انہوں ...نے زراعت پر سب سے بڑھ کر توجہ کی تھی۔ ان کے مذہب پر بھی زراعت ہی سے گہرا ...ڑ پڑا۔ شروع میں یہ لوگ ہاتھ سے غلہ بوتے تھے۔ اس کے بعد ان کے پاس بابل ...سے ہل آ گیا تو کھیتی باڑی کو ایک زبردست محرک مل گیا۔ ملک کے جنوبی حصے میں ہل ...مصر سے پہنچا۔ یہ لوگ زراعت کے سلسلے میں برنجی بیلچہ بھی استعمال کر لیا کرتے تھے جو ...دونوں زیادہ تر راس الشمرہ میں بنا کرتا تھا۔ اس دور میں یہ لوگ اپنی فصلیں پتھر کی ...درانتی سے کاٹا کرتے تھے۔ اس درانتی پر وہ ہڈی یا لکڑی کا دستہ لگا لیا کرتے تھے۔ اس ...کے بعد انہوں نے دوسری اقوام کی دیکھا دیکھی لوہے کی درانتیوں کے علاوہ آہنی اوزار ...ں میں لوہے کی بھالیاں اور درانتی عام تھی استعمال کرنا شروع کر دی تھیں۔

غلے کو کوٹنے کے لئے یہ لوگ ایک ہتھوڑا استعمال کرتے تھے جس کے نچلے حصے میں ...ٹے چھوٹے پتھر ہوتے تھے۔ بھوسہ غلے سے الگ کرنے کے لئے لکڑی کا ایک بڑا ...شاخہ استعمال کیا جاتا تھا۔ آٹا پتھر کی چکیوں میں ہاتھ سے پیسا جاتا تھا اور روٹی مٹی ...کے ایک گول تنور میں پکائی جاتی تھی۔

جو فصلیں یہ کنعانی اپنے دور میں بویا کرتے تھے ان میں گندم، جو، چنا، انگور،

زیتون، انجیر، انار وغیرہ بڑے اہم تھے۔ خصوصیت کے ساتھ غلہ، انگور اور زیتون بحیرہ روم کے کنارے بسنے والے کنعانیوں کی تین بہترین زرعی پیداواریں قرار دی جاتی تھیں۔ چونکہ ان کنعانیوں کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا کہ شاید بارش کافی نہ ہو لہٰذا کھیتی باڑی کرنے والوں نے ایسا بندوبست کر لیا تھا جسے خشک بیج بونے کا طریقہ کہا کرتے تھے۔ یعنی مختلف کھیتوں میں ایک سال فصل بوتے اور ایک سال اُن کھیتوں کو خالی پڑا رہنے دیتے تھے۔

کنعانیوں کے ہاں وہ لوگ جو زمین بوتے تھے انہیں خاپشی کہہ کر پکارا جاتا تھا جب لبنان کے دیہاتی حلقے میں ان کنعانیوں کی آبادی مقامی وسائل اور پیداوار سے بڑھ گئی تو ان لوگوں نے پہاڑوں کے اطراف میں آباد ہونا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دیواریں کھڑی کر لیا کرتے تھے تاکہ قابلِ کاشت زمین میں اضافہ ہو جائے اور یہ زمین بارش کے پانی کے باعث جگہ جگہ سے کٹ نہ جائے۔

یہ کنعانی ہماری طرح گائے، بیل، بھیڑ، بکری، گدھے اور کتے پالتے تھے۔ یہ لوگ گوشت عموماً شادمانی اور خوشی کی تقریبوں کے موقعوں پر ہی استعمال کرتے تھے۔ ان کے ہاں گوشت پکانے کا طریقہ بھی عجیب و غریب تھا۔ وہ گوشت چوڑے منہ والے برتنوں میں ابال لیتے تھے۔ کھانا ہاتھ سے کھایا کرتے تھے یا اکثر و بیشتر ہڈی کے بنے ہوئے چمچ استعمال کرتے تھے۔ پینے کے پانی کے لئے حوض بنا لیتے تھے اور پورا سال انہی حوضوں سے پانی لیتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات جب پانی تھوڑا رہ جاتا تو بیرونی چشموں سے مشکوں کے ذریعے بھی پانی لایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ گھروں میں بڑے بڑے مرتبان نما برتنوں اور مشکوں میں پانی محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ ان کے ہاں چھوٹے بڑے چراغ بھی روشنی کے لئے استعمال ہوتے تھے جو چھوٹی چھوٹی طشتریوں کی صورت میں جلائے جاتے تھے۔ ان دیوں کے کنارے نوک دار بنا لئے جاتے تھے تاکہ ان میں جلنے والی بتی ٹھہر سکے اور زیادہ سے زیادہ روشنی حاصل ہو سکے۔

کنعانیوں کے ہاں بیٹے عموماً اپنے آباء کا پیشہ اختیار کرتے تھے اور یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہتا۔ ان پیشوں اور خون کے رشتوں نے ان کنعانیوں کو ایک دوسرے سے جکڑ رکھا تھا۔

کنعانی مٹی کے برتن بنانے میں بھی کمال حاصل کر چکے تھے۔ شام کی صنعت کاری

میں مٹی کے برتن بنانے کا فن بالکل ابتدائی دور میں شامل ہو گیا تھا اور یہ بہت کامیاب رہا تھا۔ آج سے لگ بھگ نو سو سال پیشتر یہ فن اوجِ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ آج سے لگ بھگ پندرہ سو سال پہلے برتن بنانے کے لئے برتن بنانے والوں نے چکر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسی چکر کی وجہ سے کنعانی ظروف نے ایک طرح سے ایک نئی شان حاصل کر لی تھی اور چکر کی وجہ سے ان کے مٹی کے برتنوں کی شکل و صورت زیادہ موزوں ہو گئی تھی۔

ان کنعانیوں کے ظروف میں جو مٹی استعمال کی جاتی تھی اسے بہتر بنانے کے لئے بھی طریقے اختیار کر لئے گئے تھے۔ اس سلسلے میں ان کنعانیوں نے مصر، کریٹ اور کچھ دوسرے ہمسایوں کے برتنوں کی نقل کی۔ یہ کنعانی تانبے اور برنج کا استعمال بڑے بے تکلف طریقے سے کرتے تھے۔ راس الشمرہ میں ان کا کلہاڑیاں بنانے کا ایک خاصا بڑا مرکز تھا۔ راس الشمرہ میں کنعانی نہ صرف لوہا پگھلانے کا علم رکھتے تھے بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کون کون سی دوسری دھاتیں لوہے میں شامل کر کے اسے فولاد بنایا جا سکتا ہے۔

انہی کنعانیوں نے ہنرمندی سے کام لیتے ہوئے تانبے میں ٹین شامل کر کے اسے پیتل بنایا اور لوہے میں ٹین شامل کر کے فولاد بنا لیا۔ اس کے بعد یہ لوگ اپنی تجارتی عملداری کو بڑھاتے ہوئے سونے اور چاندی کی تلاش میں اپنے وطن سے باہر لمبے سفر شروع کرتے رہے۔

کنعانیوں کے ہاں عام لوگوں کے لئے آرائش کا سامان چونے کے پتھروں اور سیپی سے بنتا تھا۔ البتہ ہاتھی دانت کے کچھ اوزار بھی استعمال ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ جو لوگ ہاتھی دانت استعمال نہیں کر سکتے تھے وہ ہڈیوں سے بھی کام لیتے تھے۔''

نفیل بن ساعدہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر دوبارہ طرغائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''طرغائی! ان کنعانیوں نے جن فنون میں بہت اونچا اور اعلیٰ مقام حاصل کیا ان میں ایک شیشہ گری کا بنیادی فن تھا۔ شیشہ گری کی دریافت کا سہرہ بھی ان فونیقیوں ہی کے سر جاتا ہے۔ ہوا یوں کہ کچھ کنعانی تاجر سفر کرتے ہوئے عکہ کے نزدیک ساحل سمندر پر پڑاؤ کر کے کھانا پکانے لگے۔ پڑاؤ کرنے کے بعد انہوں نے عکہ شہر سے باہر

چولہے بنائے تاکہ اپنے تجارتی کاروان کے لئے کھانا تیار کیا جائے۔ انہوں نے چولہے بنانے کے لئے مٹی کے جو ڈھیلے استعمال کئے تھے ان میں شورہ تھا۔

چنانچہ کھانا تیار ہو چکا تھا۔ تجارتی کاروان نے کھانا کھا لیا اور جب کوچ کا وقت آیا تو ان کنعانیوں نے جب کھانے کے برتن اٹھائے تو انہوں نے دیکھا کہ مٹی کے ڈھیلے جو انہوں نے چولہے بنانے کے لئے استعمال کئے تھے ان کے اندر شورے کی شفاف رگیں نظر آ رہی تھیں اور وہ شیشے کی مانند ہو رہا تھا۔

کنعانی اسے دیکھ کر بڑے حیرت زدہ ہوئے۔ بعد کے دور میں انہوں نے شورے کو پگھلا کر اس میں ریت شامل کر دی۔ اس طرح شیشہ بن گیا اور یہ فونیقی ایک مدت تک اپنے بنائے ہوئے شیشوں کے علاوہ مصر سے لائے ہوئے شیشوں کی تجارت کرتے رہے اور اس تجارت سے انہوں نے بہت مال و دولت بھی کمایا۔

یہ کنعانی تعمیرات میں بھی بڑا اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل بھی انہی فونیقیوں نے ہی تعمیر کیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہیکل کی جو عظیم الشان عمارت تعمیر کروائی تھی وہ بھی انہی کنعانیوں نے تعمیر کی تھی اور لفظ ''ہیکل'' بھی کنعانی زبان ہی سے ماخوذ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے محل اور ہیکل کی تعمیر شروع کی تو ان کنعانیوں ہی سے کام لیا اور انہی کے ذریعے لبنان کے دیودار کے ستون استعمال کئے گئے۔ دیودار کے ستون اس میں اتنے استعمال ہوئے تھے کہ لبنانی اسے من کا گھر کہنے لگے یعنی بہت بڑا گھر۔ یہی لکڑی جو کنعانی لائے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جنگی رتھوں میں بھی استعمال کی۔''

(آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی فلسطین میں درخت کم یاب تھے۔ تھوڑی مدت گزری کہ مجدد میں کھدائی کرتے ہوئے گھوڑوں کے اصطبل برآمد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوائے تھے اور یہ بھی فونیقی معماروں کا کارنامہ تھا۔ اس کے علاوہ انہی کنعانی کاریگروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بحری بیڑہ تیار کیا اور یہ عبرانیوں کی تاریخ میں پہلا بیڑہ تھا۔ یہ بیڑہ بحیرہ قلزم کی داہنی شاخ کے سرے پر ایلہ میں ٹھہرایا جاتا تھا۔ صور شہر کے کنعانی اس بیڑے کے ساتھ عرب اور مشرقی افریقہ کے ساحلی مقامات پر بحری مہمیں سر کیا کرتے تھے۔ اس بیڑے کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوبان، صندل، ہاتھی دانت، سونا اور جواہرات مختلف مقامات سے فلسطین

پہنچایا جاتا رہے)

نفیل بن ساعدہ دوبارہ دم لینے کے لئے رکا۔ اس کے بعد طرغائی کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''طرغائی! جس قدر قبیلے عرب کے صحراؤں میں سے نکلے ان میں سے کسی نے بھی فنِ موسیقی کو اتنی بلندی پر نہ پہنچایا جتنی بلندی پر یہ کنعانی موسیقی کو پہنچا گئے۔ انہوں نے مشرق کے قریب کی سابقہ نغمہ آرائیوں سے پورا فائدہ اٹھایا اور تمام ترانہ ریزیوں پر سبقت لے گئے۔ عبرانیوں کے ہیکلوں کی عبادت میں بھی موسیقی کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اس موسیقی میں کنعانیوں کے سُر اور ان کے آلاتِ موسیقی ہی استعمال کئے جاتے تھے۔ بلکہ بحر روم کے پورے حلقے میں ان کے سُر اور آلاتِ موسیقی پہنچ گئے۔ مردوں اور عورتوں دونوں میں گانے بجانے کے ماہرین موجود تھے۔ یہاں تک کہ مصری حکومت ان گانے والے کنعانیوں کو بڑے شوق سے مصر بلایا کرتی تھی۔ مصر میں بہت سے سازوں کے نام بھی ان کنعانیوں کی زبان میں رکھے گئے تھے۔ ستار مصر میں فرعون تحوتمس ثالث کی فتوحات کے بعد پہنچا۔ یہ بھی کنعانیوں کا ساز تھا۔

(مصری کتابات میں ستار کی پہلی تصویر ایک ایسی عمارت پر ہے جو بارہویں شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور اس ستار کو ایک کنعانی بجاتا دکھایا گیا ہے۔ اس طرح یونانیوں نے بھی موسیقی کے کنعانی سرچشمے سے فائدہ اٹھایا۔ ان کنعانیوں نے سُر اور ساز ہی نہ لئے بلکہ ان کے نام بھی اختیار کئے۔ اس موسیقی کی نقالی سب سے بڑھ کر عبرانیوں نے کی۔ مقدس عبرانی موسیقی کی ابتداء حضرت داؤد علیہ السلام نے کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اس کو خوب نشوونما ہوئی۔ خود عبرانیوں کے پاس اپنے ہمسایوں کے سوا کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ شروع میں ہیکل کے سازندے اور موسیقار تو کنعانی تھے یا انہوں نے سب کچھ کنعانیوں کی سرپرستی میں سیکھا تھا۔ اس طرح موسیقی اور ساز سب سے پہلے مذہبی اغراض کے لئے استعمال ہوئے۔ آگے چل کر مذہبی اور غیر مذہبی کی تفریق باقی نہ رہی۔ کنعانیوں کا ایک رقص بھی اسرائیلیوں یعنی عبرانیوں میں داخل ہو گیا۔ اس رقص کو رقصِ ذرخیزی کا نام بھی دیا گیا تھا اور اس رقص کی باقیات اب تک مسلمان درویشوں کے وجد اور حال کی متناسب حرکات میں موجود ہیں۔ آگے چل کر عبرانیوں کے جو موسیقی اور گانے بجانے کے طائفے تیار ہوئے وہ اپنی

اصل اور نسل کنعانیوں ہی سے ملایا کرتے تھے)

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد طرغائی ، مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''طرغائی! اتنی ہی تفصیل کافی ہے یا کچھ اور؟''

طرغائی نے اس موقع پر بڑے غور اور پیار سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا آپ کنعانیوں سے متعلق تفصیل بتاتے بتاتے تھک گئے ہیں یا نیند آنے لگی ہے؟''

اس پر مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''نہ تھکا ہوں نہ نیند آرہی ہے۔ کہو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

جواب میں طرغائی کہنے لگی۔

''آپ نے مجھے کنعانیوں کے مذہب یا ان کے دیوی دیوتاؤں کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''طرغائی! جہاں تک ان کنعانیوں کے مذہب کا تعلق ہے تو ان کا دارومدار زیادہ تر تجارت پر منحصر تھا۔ لہٰذا ان کے دیوی دیوتا بھی زیادہ تر تجارت سے متعلق ہی تھے۔ ان کے سب سے بڑے دو دیوتاؤں کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی جو زراعت کی فراوانی ہی سے متعلق تھے اور کچھ کا تعلق بارش اور نباتات سے بھی تھا۔

ان کا جو سب سے بڑا دیوتا تھا اسے وہ آسمان کا دیوتا یا باپ خیال کرتے تھے اور اس کے بعد دیویوں میں جو سب سے بڑی دیوی تھی اسے زمین کی دیوی یا ماں کی حیثیت حاصل تھی اور یہ دونوں کنعانی دیوی دیوتاؤں میں سب سے اعلیٰ اور ارفع خیال کئے جاتے تھے۔ ان کا جو آسمان کا دیوتا تھا ان کے خیال کے مطابق اس کا ایک خاص مقام تھا۔ اس مقام کا نام انہوں نے عفکا رکھا ہوا تھا۔ اس دیوتا کا نام انہوں نے ایل رکھ دیا تھا۔ دیوی جسے وہ زمین کی دیوی یا ماں کہتے تھے اسے اشیرت کہتے تھے اور وہ ایل کی بیوی خیال کی جاتی تھی۔ اس ایل دیوتا کی مورتی ایسی بنائی جاتی تھی گویا وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور دارالاصنام میں اس ایل دیوتا کو سب سے اونچی جگہ

رکھا جاتا تھا۔

ان کے ہاں ایل دیوتا کے بعد جو سب سے بڑا دیوتا خیال کیا جاتا تھا وہ علیان تھا۔ یہ عمر میں جوان اور بڑا طاقت ور اور قوی ہیکل خیال کیا جاتا تھا۔ اسی علیان نے آگے بڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ علیان سے بعل کی صورت اختیار کر لی اور اس دیوتا کو علیان کی بجائے بعل کہہ کر مخاطب کیا جانے لگا۔ اسے شہروں کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ بارشیں اور فصلیں اس کے دائرۂ اختیار میں خیال کی جاتی تھیں۔ ندیوں اور دریاؤں کا نگران بھی وہی سمجھا جاتا تھا۔

کنعانیوں کا خیال تھا کہ اگر بعل کے لئے جشنوں کا اہتمام کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور قربانیاں اس کے دل میں لطف اور رحم پیدا کرتی ہیں۔

جس طرح ایل دیوتا کی بیوی تھی جس کا نام اشیرت تھا اسی طرح بعل دیوتا کی بھی ایک بیوی خیال کی جاتی تھی اور اس کا نام عشتار تھا۔ اس عشتار کو ملکہ آسمان بھی خیال کیا جاتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بعل کی بہن تھی اور آہستہ آہستہ اُسے خاتونِ آسمان خیال قرار دے دیا گیا۔ یہ عشتار ایک ہی وقت میں زندگی بخش بھی تھی اور زندگی کش بھی۔ یعنی اسے زندگی دینے والی اور بڑی جنگجو دیوی بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے اوصاف میں محبت اور جنگ دونوں کو یکساں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

مصری بھی اس دیوی سے بڑے متاثر ہوئے اور اس دیوی ہی کی طرح انہوں نے اپنی ایک دیوی بنا لی تھی اور اس کا نام انہوں نے انتا رکھ لیا تھا جس کے اوصاف اور شکل وصورت کنعانیوں کی دیوی عشتار ہی سے ملتی جلتی تھی۔

بعل کے بعد ان کنعانیوں کا ایک اور اہم دیوتا بھی تھا جس کو ماکارت یعنی شہر کا بادشاہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ کنعانی اپنے دیوتاؤں کے لئے معبد بھی تعمیر کرتے تھے۔ معبدوں کی تعمیر کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ دیوتاؤں کے لئے کوئی مؤثر مسکن مہیا کیا جائے۔ معبدوں میں دیوتا اس طرح رکھ دیئے جاتے تھے کہ جس طرح لوگ گھروں میں رہتے ہیں۔ انہیں معبدوں میں انسانوں اور دیوتاؤں کے درمیان ذاتی تعلق کا موقع باہم پہنچایا جاتا تھا۔

(اب تک جو قدیم ترین کنعانی معبد دریافت ہوئے ہیں وہ زیادہ تر اریحا اور مجدد شہروں کے اندر ہیں اور یہ تین ہزار قبل مسیح کے ہیں۔ ان قدیم ترین معبدوں کا نمونہ

کچھ اس طرح ہوا کرتا تھا کہ صرف ایک کمرہ ہوتا تھا اور اس کی طویل سمت میں دروازہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد ان معبدوں کی تعمیر زیادہ پُرتکلف ہوتی چلی گئی تھی۔ کھدائی کے دوران جو آثار ملے ہیں ان کے مطابق معبدوں میں چٹانی قربان گاہیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ مقدس ستون اور مقدس کھمبا اور زیر زمین کوٹھڑیاں ہوتی تھیں۔ قربان گاہ میں قربانیاں کی جاتی تھیں)

مقدس ستون یا پتھر دیوتا کی نمائندگی کرتا تھا۔ جبلہ کے ایک ایسے ہی معبد سے جو آثار ملے ہیں ان میں تقریباً بیس ستون بھی ملے ہیں جن کی وضع قطع مخروطی میناروں کی سی ہے۔ ان کی زیادہ سے زیادہ بلندی تقریباً دس فٹ ہوتی تھی۔

مقدس ستون کے علاوہ مقدس کھمبا یا درخت بھی ان کے معبود ہوا کرتے تھے۔ شاہ بلوط یا دیودار کے درختوں کا احترام کنعانیوں سے لے کر اب تک شام، فلسطین اور لبنان کے مسلمان مسیح اور دروزی کرتے ہیں۔ خصوصاً ان درختوں کا جو کسی چشمے یا کسی مقدس بزرگ مدفن کے پاس ہوں۔ کنعانی جو زیر زمین کوٹھڑیاں بناتے تھے غالباً وہ دارالاستخارہ کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔

کنعانیوں نے حیات بعد موت سے بھی کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی اور وہ یقیناً اس بارے میں واضح تصورات قائم نہ کر سکے۔ ان کا تصور جزا و سزا جسمانی یا مادی منافع اصول و عدم اصول تک محدود تھا۔ یعنی یہ کہ انہیں اس زمین پر صحت، دولت، خوشحالی، اولاد اور ایسی دوسری چیزیں ملتی ہیں یا نہیں ملتیں۔ پھر جزا اور سزا ان کے نزدیک کسی خاص مجلسی روش پر موقوف نہ تھی بلکہ چند مراسم پر کاربند ہونے یا نہ ہونے پر مقید تھیں۔

یہ لوگ مردے کو دفن کرتے تھے تو اس کے ساتھ ایک چراغ، کوزہ، ایک کاب اور خورد و نوش کے دوسرے برتن رکھ دیا کرتے تھے۔ یہ ساری چیزیں مردے کے ساتھ دفن کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان کے دماغوں میں ایک مبہم سا خیال موجود تھا۔ مردے موت کے بعد زندگی سے ملتی جلتی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب یہ عورتوں کو دفن کرتے تو عورتوں کے ساتھ ان کے ہار اور ان کے دوسرے زیور بھی دفن کرتے تھے۔ مردوں کے ساتھ ان کے ہتھیار بھی قبر میں رکھ دیتے تھے۔"

یہاں تک تفصیل بتانے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے ایک لمبا سانس لیا اور پھر وہ

خاموش ہو گیا۔

اس پر بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش کن انداز میں طرغائی کہنے لگی۔

"میرے خیال میں اگر آپ تھک نہیں گئے تو آپ کو نیند آ رہی ہے۔ میں دیکھتی ہوں آپ کی آنکھیں بوجھل ہو گئی ہیں۔ لہٰذا جس قدر تفصیل آپ نے کنعانیوں کے متعلق مجھے بتائی ہے اتنی ہی کافی ہے۔ پھر کبھی موقع ملا تو اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ میرے خیال میں اب آرام کریں۔"

نفیل بن ساعدہ نے طرغائی کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر دونوں بستروں میں گھس گئے تھے۔ جبکہ باہر گہری ہوتی ہوئی رات بڑی تیزی سے سحر کے تعاقب میں بھاگ رہی تھی۔

❋ ...... ❋

•••

اپنے لشکر کو دو روز تک آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کر کے بخت نصر نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

محاصرہ کرنے سے قبل بخت نصر نے اپنے لشکر کا پڑاؤ جبل صیہون پر کیا۔ صیہون دراصل بیت المقدس کی ایک پہاڑی کا نام ہے جس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد جشنِ فتح منایا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اسی نسبت سے صیہون کو مقدس سمجھتے ہیں اور یروشلم شہر کو دخترِ صیہون کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

جبل صیہون پر اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کرنے کے بعد بخت نصر نے یروشلم شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو باب صیہون پر، دوسرے کو باب جردان پر اور تیسرے کو باب اریحا پر مقرر کیا اور پھر تینوں حصوں کو ایک ساتھ یروشلم پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی بخت نصر کے لشکری یروشلم شہر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف شہر کے اندر سے یہودیوں کا بادشاہ یہویاقیم مدافعت کر رہا تھا۔ فصیل کے اوپر اس نے اپنے تقریباً سارے ہی لشکر کو پھیلا دیا تھا تاکہ وہ تیر اندازی کریں اور بخت نصر کے لشکریوں کو قریب نہ آنے دیں۔

یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم کو جہاں اس بات کا اطمینان تھا کہ اس کے لشکر کی تعداد اب بھی بخت نصر کے لشکر سے زیادہ ہے لہٰذا اگر اس کے لشکری شہر سے باہر بخت نصر کو نہیں روک سکے تو شہر کی فصیل کے برجوں میں پناہ لینے کے بعد وہ ایسی تیز تیر اندازی کریں گے کہ بخت نصر کے لشکریوں کو قریب نہیں آنے دیں گے۔ یہ یہویاقیم کی بخت نصر کے خلاف بچ رہنے کی پہلی امید تھی۔

دوسری امید جس پر یہویاقیم بھروسہ کئے ہوئے تھا وہ یروشلم شہر کی فصیل تھی۔ یروشلم شہر کی وہ فصیل جس پر اب بخت نصر حملہ آور ہو رہا تھا اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی تھی اور وہ انتہائی مضبوط اور مستحکم فصیل تھی۔ اس بناء پر یہویاقیم کو یقین تھا کہ بخت نصر کے لشکری شہر میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

لیکن بخت نصر کے لشکریوں نے جب تین اطراف سے شہر پر حملے شروع کئے تب یہودیوں اور بخت نصر کے لشکریوں کے درمیان بلی چوہے کا کھیل شروع ہو گیا تھا۔ بخت نصر کے لشکری جب کسی ایک دروازے پر اپنے حملے کرتے ہوئے پورا زور لگاتے اور جب دفاع کرنے کے لئے اسرائیلی جنگجو ادھر لپکتے تو بخت نصر کے لشکری کسی اور دروازے پر حملہ آور ہوتے اور فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے۔

اس طرح چند روز تک یہی کھیل جاری رہا۔ اسی کھیل کے دوران آخر کار بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ یروشلم شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ فصیل پر چڑھنے والوں نے فصیل کے اوپر جو یہودی محافظ تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور شہر کا دروازہ کھول دیا۔

سب سے پہلے جو دروازہ کھلا وہ باب صیہون ہی تھا۔ یہ وہی دروازہ ہے جسے بعد میں باب بنی داؤد کے نام سے پکارا جانے لگا تھا۔ اس لئے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار اسی دروازے کے قریب تھا۔

یروشلم شہر کے اندر گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں بخت نصر نے یہودیوں کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اور ان کے بادشاہ یہویاقیم کو بخت نصر کے سالاروں نے گرفتار کر کے اسے لوہے کی بیڑیاں پہنا دی تھیں۔

اس حالت میں جب یہودیوں کے بادشاہ یہویاقیم کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا تو شہر کی فتح اور بخت نصر کے سامنے پیش کئے جانے سے یہویاقیم پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اسے یقین ہو گیا کہ بخت نصر اسے زندہ نہیں رہنے دے گا۔ موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اسی فکر اور غم میں وہ خود ہی مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بخت نصر کے حکم پر اس کی لاش کو یروشلم شہر کے دروازوں سے باہر پھنکوا دیا گیا تھا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے بادشاہ یہویاقیم سے متعلق اللہ کے نبی یرمیاہ نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی۔

دراصل اللہ کے نبی یرمیاہ نے یہویاقیم کی بداعمالیوں کے خلاف ایک خاصا بڑا خط اسے لکھا تھا اور یہ خط یہویاقیم نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں پھینک کر جلا دیا تھا۔ اس کی اس حرکت پر اللہ کے نبی یرمیاہ نے پیش گوئی کی تھی کہ:

''یہویاقیم کا دفن گدھے کا سا ہوگا۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کی لاش کو جانوروں کی طرح بے گور و کفن یروشلم شہر کے دروازے سے باہر پھینک دیا گیا تھا۔

بخت نصر نے شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ یہویاقیم کا خاتمہ کرنے کے بعد بخت نصر نے یہودیوں کا بادشاہ یہویاقیم کے بیٹے یہویاکین کو مقرر کیا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ واپس بابل کی طرف چلا گیا تھا۔

لیکن یہودیوں کی اس مملکت کی بدقسمتی کہ بخت نصر نے بابل پہنچ کر دم لیا ہی تھا اور یہویاکین نے صرف تین ماہ ہی یروشلم پر حکومت کی تھی کہ یہودیوں کے چار سرکردہ اور ہر دل عزیز کاہن نئے بادشاہ یہویاکین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر یہویاکین کا چچا صدقیاہ بھی اس کے پاس موجود تھا۔

جب یہ چاروں کاہن یہودیوں کے بادشاہ یہویاکین کے پاس آئے تو یہویاکین نے بڑی عزت، بڑے احترام سے انہیں پاس بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔

یہویاکین کے اس استفسار پر ان چاروں کاہنوں میں سے جو سب سے بڑی عمر کا تھا اس نے پہلے ایک غائر نگاہ اپنے تینوں ساتھیوں پر ڈالی اس کے بعد اپنے بادشاہ یہویاکین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہویاکین! اس میں شک نہیں کہ تین ماہ پہلے بابل کا بادشاہ بخت نصر ہم پر حملہ آور ہوا تھا تو ہمیں ہزیمت اٹھانا پڑی جس کے نتیجے میں تمہارا باپ مارا گیا اور بخت نصر نے تمہیں یہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔ لیکن یہ شکست، یہ ہزیمت دائمی طور پر ہمارا مقدر نہیں ہے۔ ہماری قوم کا مقصد اور مدعا ایک ایسی سلطنت قائم کرنا ہے جس کی حدیں ایک طرف دریائے نیل اور دوسری طرف دریائے دجلہ اور فرات تک پھیلی ہوں۔ تیسری طرف وہ شام کی سرزمینوں تک محیط ہوں اور مغرب کی جانب بحر روم اُن کی گرفت میں ہو۔ اگر ہم اسی طرح بابل کے بادشاہ بخت نصر کے سامنے دب کر رہے تو یاد رکھئے گا اس کے بعد ہر کوئی ہم پر چڑھ دوڑے گا اور ارضِ فلسطین سے ایک قوم کی حیثیت سے

یہودیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے رکھ دیا جائے گا۔ اور اگر ایسا ہوا تو اس کی ساری ذمہ داری تمہارے سر ڈالی جائے گی ہم چاروں کا یہاں آنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں بابل کے بادشاہ بخت نصر کی غلامی کی زنجیریں اتار پھینکنی چاہئیں۔ بخت نصر نے جو ہماری مملکت پر سالانہ خراج مقرر کیا ہے وہ بھی ادا کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔''

وہ کاہن جب یہاں تک کہنے کے بعد رکا تب دوسرا کاہن یہویاکین کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا۔

''یہویاکین! جو کچھ ہمارے بزرگ ساتھی نے کہا ہے ہم سب اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ دیکھو، آج بخت نصر ہم پر حملہ آور ہوا اور ہماری شکست کا باعث بن کر اس نے ہم پر خراج مقرر کر دیا اور اپنی شرائط کے تحت ہم پر پابندیاں لگا کر واپس چلا گیا۔ ایسا اس نے اس طرح کر دیا جیسے ہم شروع سے یا صدیوں سے اس کے غلام چلے آ رہے ہیں۔ ہم اسرائیلی ہیں اور اسرائیلی خداوند قدوس کی محبوب اور پسندیدہ قوم ہے۔ کیا خدا کی پسندیدہ قوم کے یہ اطوار ہیں جو ہمارے ہیں کہ دوسروں کی غلامی اختیار کر کے بدترین اور ذلالت کی زندگی بسر کرتے پھریں؟''

دوسرا کاہن جب خاموش ہوا تب یہویاکین بڑی پریشانی اور فکرمندی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم چاروں کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس استفسار پر تیسرا کاہن بول اٹھا تھا۔

''ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کیا جائے اور جو غلطیاں ماضی میں آپ کے باپ سے ہوئیں انہیں نہ دہرایا جائے اور بخت نصر کو شکست دے کر اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لیا جائے۔

اس تیسرے کاہن کے ان الفاظ پر یہویاکین چونکا تھا۔ عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''وہ کیسے؟''

تیسرا کاہن کچھ سوچتے ہوئے پھر بول اٹھا۔

''وہ اس طرح کہ تمہارے باپ کے دور میں ہم سے کچھ غلطیاں ہوئی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یروشلم شہر کے نواح میں بخت نصر نے ہمارے لشکر کو شکست دی تھی

لیکن اس میں بھی ہماری کچھ غلطیاں تھیں۔ ہم نے یہ اندازہ ہی نہیں لگایا کہ صور کے بادشاہ ایت بعل کا لشکر کہاں ہے۔ حالانکہ اُسے بخت نصر کے لشکر کے ایک حصے نے شکست دے کر واپس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہمیں حالات کا پوری طرح جائزہ لے کر یروشلم شہر سے باہر نکل کر بخت نصر کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا۔ اور اگر ایت بعل اور فرعون کے لشکر ہماری مدد کے لئے نہیں آنے تھے تو ہمیں شہر سے باہر نکل کر بخت نصر کا مقابلہ کرنے کی غلطی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ ایک فاش غلطی تھی جس کی بناء پر ہمیں شکست ہوئی اور ہمیں خراج مقرر کر دیا گیا۔

دوسری غلطی جو تمہارے باپ سے ہوئی وہ کچھ اس طرح کہ جس وقت بخت نصر نے اپنا بڑا پڑاؤ جبل صیہون پر کرنے کے بعد تین اطراف سے ہمارے شہر پر حملے شروع کئے تو ہمارے لشکریوں میں عجیب سی بھگدڑ مچی ہوئی تھی ...... جب بخت نصر باب اریحا پر حملہ آور ہوتا تو ہمارے لشکری باب اریحا کی طرف بھاگنے لگتے ...... جب باب جرون پر ضرب لگاتا تو ہمارے لشکری ادھر کا رخ کرتے ہوئے بھاگ دوڑ شروع کر دیتے ...... اور جب وہ تیسرے دروازے کا رخ کرتا تو ہمارے لشکری بیچارے اُدھر دوڑ پڑتے۔

بخت نصر کا مقابلہ کرنے کے لئے فصیل کے اوپر ہماری کوئی تنظیم، کوئی ترتیب نہ تھی۔ حالانکہ شہر کے اندر ہمارے پاس جو لشکر تھا وہ بخت نصر کے لشکر سے کہیں زیادہ تھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جس طرح بخت نصر نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا اسی طرح ہم بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے جس جس دروازے کے سامنے بخت نصر نے اپنے لشکریوں کو متعین کیا تھا وہاں فصیل کے اوپر لشکری متعین کر دیتے اور بخت نصر کا جو بھی حصہ حرکت میں آ کر فصیل کی طرف بڑھتا اوپر سے تیر اندازی کر کے انہیں چھلنی کر کے رکھ دیا جاتا۔ اس طرح بخت نصر کو واپس بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا۔''

تیسرے کاہن کی اس گفتگو سے یہویاکین بڑا متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ دیر تک باری باری چاروں کاہنوں کی طرف دیکھتا رہا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں۔ ہماری پہلی غلطی یہ تھی کہ ہم نے شہر سے باہر نکل کر بخت نصر کا مقابلہ کیا۔ اور ہماری دوسری اور سب سے بڑی

غلطی جو ہماری شکست کا باعث بن گئی وہ یہ تھی کہ ہم نے فصیل کے اوپر اپنے لشکر کو بہتر انداز میں متعین کیا نہ ان کی تنظیم درست رکھی نہ ان کی عمدہ ترتیب مقرر کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں ان دونوں وجوہات کی بناء پر بخت نصر کے مقابلے میں ہم یہ جنگ ہار گئے۔ حالانکہ شہر کے اندر ہمارے لشکر کی تعداد اس کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ ایسی صورت میں چاہئے یہ تھا کہ ہم بخت نصر کو مار بھگاتے۔

یہویاکین جب خاموش ہوا تب چوتھا کاہن بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہی بات تو ہم آپ سے کہنے کے لئے آئے ہیں کہ ماضی میں جو ہم سے غلطیاں ہوئیں جن کی بنا، پر ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا انہیں سامنے رکھتے ہوئے لشکر کی بہتر ترتیب و تنظیم کی جائے۔ سب سے پہلے فی الفور یہ اعلان کروا دیا جائے کہ ہم بخت نصر کی غلامی کی زنجیریں اتار کر ایک طرف پھینکتے ہیں ...... بخت نصر کو سالانہ خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا جائے اور اس کے خلاف مکمل بغاوت اور سرکشی کی صورت پیدا کر دی جائے۔

ہمارے اس اعلان کے بعد بخت نصر کے پر نہیں لگے ہوئے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ فوراً پرواز کرتا ہوا بیت المقدس کے سامنے آ نمودار ہوگا۔ ہمارے اس اعلان کے بعد اسے یہاں پہنچنے میں کئی ہفتے بلکہ مہینے لگ سکتے ہیں۔ اس دوران ہم اپنے لشکر کی بہترین ترتیب اور تنظیم کر کے انہیں فصیل کے اوپر ان کے دفاعی ٹھکانوں سے آگاہ کر سکتے ہیں۔

بخت نصر کے آنے سے پہلے پہلے شہر کی فصیل کے اوپر جو شکستہ برج ہیں ان کی مرمت کر کے ان کو مستحکم کر دیا جائے۔ کچھ مزید برج بنا دیئے جائیں اور ایسے برج بنائے جائیں جو باہر سے ہونے والی تیر اندازی میں محافظوں کا دفاع کر سکیں۔ اس کے علاوہ شہر کے اندر فصیل کے بالکل قریب ہی لکڑیوں اور لکڑی کے کوئلے کے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ بخت نصر جب یہاں پہنچے تو ان سارے چولہوں کے اندر آگ گرم کر کے لکڑیاں پھینک دی جائیں اور جس وقت بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو اور اس کے لشکری فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں تو ان چولہوں سے انگارے لے کر مٹی کی ہلکی پھلکی انگیٹھیوں سے جن کو لکڑی کے دستے لگے ہوں بخت نصر پر کوئلوں کی بارش کی

جائے اور انگارے برسانے کا کام لیا جائے۔

اس کے علاوہ یہ چولہے جن میں آگ گرم کی جائے ان کے اوپر بڑی بڑی دیگیں پانی سے بھر کر رکھ دی جائیں اور جب بخت نصر کے لشکری حملہ آور ہوں تو پانی کی دیگیں فصیل کے اوپر پہنچا دی جائیں اور لکڑی کے برتنوں کے ذریعے کھولتا ہوا پانی بخت نصر کے لشکریوں پر پھینکا جائے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہویاکین ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ اس بار اگر بخت نصر ہم پر حملہ آور ہوا تو ہم نہ صرف اسے بدترین شکست دے کر مار بھگائیں گے بلکہ ماضی میں اس کے حملوں کی وجہ سے ہمیں جو نقصان ہوا اس کی تلافی ہم اس کے پڑاؤ پر قبضہ کر کے کر سکتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ چوتھا کاہن خاموش ہوا تب یہودہ کے بادشاہ یہویاکین کا چچا صدقیاہ جو یہویاکین کے پہلو ہی میں بیٹھا ہوا تھا اور اب تک بالکل خاموش رہ کر کاہنوں کی گفتگو کے ساتھ ساتھ یہویاکین کی گفتگو بھی بڑے تحمل سے سن رہا تھا آخر بول اٹھا اور چوتھے کاہن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ تم کہنا چاہتے تھے کہہ چکے یا مزید کچھ کہنا چاہتے ہو؟“

چوتھے کاہن کی بجائے صدقیاہ کو مخاطب کر کے پہلا کاہن بول اٹھا۔

”ہم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا...... اب تم چچا بھتیجا بولو، کس ردِعمل کا اظہار کرتے ہو؟“

اس بار یہویاکین کی بجائے اس کا چچا صدقیاہ بول اٹھا۔

”میں یہویاکین کے جذبات اور خیالات کی عکاسی نہیں کروں گا۔ میں تو اپنے دل کی آواز تم تک پہنچاؤں گا۔ تم نے جو مشورہ دیا ہے یہ دانش مندی پر مبنی نہیں ہے۔ ہمیں کسی بھی صورت بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا یروشلم شہر کے اندر ایسے بہت سے سر دکھائی دینے لگیں گے جن کے کٹنے کا وقت آ چکا ہو۔ اس سے پہلے جو بابل کا بادشاہ بخت نصر یروشلم پر حملہ آور ہوا تو اس نے صرف ہمارے لشکر کو شکست دی اور ~~ہمارے بادشاہ~~ یہویاقیم کا خاتمہ کر دیا۔ شہر کو اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس بار اگر ہم نے اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت کرنے میں پہل کر دی تو وہ انتقام کا ایک جذبہ لے کر ہماری طرف بڑھے گا اور ایسے پُرجوش انداز میں شہر پر حملہ آور ہوگا کہ ممکن ہے وہ شہر کی

آبادی کا قتل عام کرنے کے ساتھ ساتھ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اسے مکمل طور پر منہدم کر کے رکھ دے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد صدقیاہ رکا، دم لیا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اس کے بعد دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس موقع پر میرے معزز اور محترم کاہنو! جو مشورہ میں دوں گا وہ یہ ہے کہ ہمیں امن پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بخت نصر کے ساتھ طے شدہ شرائط کی پابندی کرنی چاہئے اور اگر ہم نے بخت نصر کے ساتھ طے ہونے والے معاہدے کو پس پشت ڈال کر سرکشی اور بغاوت کا علم کھڑا کیا تو یاد رکھئے گا کہ بخت نصر اور اس کے لشکری یروشلم شہر کے اندر داخل ہو کر آتش و آہن کا وہ کھیل کھیلیں گے جو یروشلم کے لوگوں نے اس سے پہلے بہت کم دیکھا ہو گا... لہٰذا میں تم چاروں کاہنوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ قوم کی تباہی اور بربادی کا مشورہ نہ دو۔ امن اور شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہویاکین کو بخت نصر کے ساتھ طے ہونے والی شرائط کی مکمل طور پر پابندی کرنے کا مشورہ دو۔“

صدقیاہ رکا، پھر اپنے جذبات اور خیالات پر زور دیتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

”اور اگر ہم نے بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کی تو یاد رکھئے گا اس سے پہلے بخت نصر یروشلم پر حملہ آور ہوا تو اس نے شہر کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اب اگر ہم نے سرکشی اور بغاوت کا تحفہ اسے پیش کیا تو وہ ہمیں قتل و غارت گری اور خون ریزی کا تحفہ پیش کر سکتا ہے۔ لہٰذا میں صدقِ دل سے مشورہ دوں گا کہ بغاوت اور سرکشی کھڑی کرنے کی بجائے ہمیں بخت نصر کا مطیع اور فرمانبردار رہتے ہوئے حالات کو پُرامن رکھنا چاہئے۔“

اُن چاروں کاہنوں نے اس کے خیالات کی بھرپور طریقے سے تردید کی بلکہ اس کی مذمت بھی کی اور مختلف انداز میں گفتگو کرتے ہوئے ایک طرح سے انہوں نے یہویاکین پر دباؤ ڈالا کہ وہ ہر صورت میں بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف سرکشی کا اعلان کر دے۔ چنانچہ ان چاروں کاہنوں کے سامنے یہویاکین مجبور ہو گیا۔ لہٰذا اس نے بخت نصر کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور پھر بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا تھا۔

اس سلسلے میں صرف صدقیاہ ہی نے اسے منع نہیں کیا تھا کہ سرکشی اور بغاوت کھڑی

نہیں کرنی چاہئے بلکہ اللہ کے نبی حزقی ایل جو اس وقت یروشلم شہر میں موجود تھے انہو
نے بھی اپنے بادشاہ یہویاکین کو سمجھایا تھا کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف ا
طرح بغاوت اور سرکشی کرنا دانش مندانہ قدم نہیں ہے اور ایسا نہ کیا جائے۔ مگر
یہویاکین نے کسی کی بات نہ مانی۔ خراج دینے سے انکار کر دیا اور بخت نصر کے خلاف
اس نے بغاوت اور سرکشی بھی کھڑی کر دی تھی۔

☆ ...... ☆

● ● ●

ایک روز بابل کے نواح میں تعمیر ہونے والی نئی بستی میں طرغائی اپنی رہائش گاہ کے
رے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ سردی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ صبح سے آسمان پر بادل
ہوئے تھے جبکہ نفیل بن ساعدہ قبیلے کے جانوروں کے لئے نئی چراگاہ کا جائزہ لینے
لئے گیا ہوا تھا۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے بادل گرجنے لگے۔ شمال کی سمت سے سفید بادلوں کی جگہ
گھٹاؤں نے جگہ لینی شروع کر دی تھی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش
ع ہو گئی تھی۔ تیز بارش کے ساتھ ساتھ تھوڑی دیر کے لئے اولے بھی پڑ گئے تھے
اں نے سردی میں خوب اضافہ کر دیا تھا۔

طرغائی اپنی جگہ سے اٹھی۔ مٹی کی چھوٹی انگیٹھی اُس نے اپنے بستر کے سامنے رکھی
اس میں لکڑیاں جلا کر آگ بھڑکا دی تھی۔ پھر بھڑکتی ہوئی آگ کے اوپر ہاتھ
اتے ہوئے اپنے آپ کو گرم رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑی بے چینی سے نفیل بن
رہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی تھی۔

ایسے میں نفیل بن ساعدہ اپنی رہائش گاہ کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ بارش اور
ں سے بچنے کے لئے اس نے اپنے اوپر موٹے چمڑے کی ایک چادر ڈال رکھی تھی۔
و دیکھتے ہی طرغائی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر شکایت بھرے انداز میں وہ
بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"موسلا دھار بارش اور ان اولوں میں یوں باہر رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اتنی سخت
ی ہو رہی ہے کہ آگ کے بنا بیٹھا ہی نہیں جا رہا۔"

ساتھ ہی طرغائی نے آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ کے اوپر سے وہ چمڑے کی چادر اتار کر

ایک طرف لٹکا دی تا کہ وہ خشک ہو جائے۔ پھر بڑے پیار بھرے انداز میں نفیل بن ساعدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جلتی آگ کی انگیٹھی کے سامنے وہ جس بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اسی بستر پر اپنے ساتھ اس نے نفیل بن ساعدہ کو بھی بٹھا لیا تھا۔

اس کے بعد اس نے نفیل کے کپڑوں کا جائزہ لیا پھر مطمئن انداز میں کہنے لگی۔

"آپ کے کپڑے خشک ہیں ...... بھیگے ہوئے نہیں ہیں۔ لیکن آپ اتنی دیر باہر رہے؟"

نفیل بن ساعدہ نے جواب میں مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میں اور حرقوص بن شجرہ جنوب کی طرف کچھ نئی چراگاہوں کا جائزہ لینے گئے تھے۔ اس سلسلے میں ہم نے بخت نصر سے بھی دو دن پہلے بات کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ جنوب میں اچھے گھاس کی عمدہ چراگاہیں ہیں، ان کا جائزہ لو اور وہ بھی اپنے تسلط میں لے آؤ۔ انہی چراگاہوں کا جائزہ لینے میں اور حرقوص بن شجرہ گئے ہوئے تھے۔"

نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر طرغائی بول اٹھی۔

"جنوب میں ہمارے جانوروں کے لئے کوئی اچھی چراگاہ مل سکتی ہے؟"

طرغائی کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"طرغائی! وہاں ایک نہیں، کئی چراگاہیں ہیں اور سب عمدہ قسم کے گھاس سے بھری ہوئی ہیں ..... ہمارے جانوروں کے لئے وہ کئی ہفتوں تک سودمند ہو سکتی ہیں۔ جب تک ہمارے جانور ان چراگاہوں کے گھاس سے پیٹ بھرتے رہیں گے اس وقت تک شمال کی چراگاہیں بھی ہری بھری ہو جائیں گی۔ اور پھر جو آج بارش ہو رہی ہے اس کی وجہ سے اردگرد کی ساری وادیاں چند دن کے اندر ہی اندر گھاس سے بھر جائیں گی۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد طرغائی نے بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے نیا موضوع شروع کیا۔

"کیا اب ہم اسی طرح ان رہائش گاہوں میں زندگی بسر کرتے رہیں گے یا پہلے کی طرح ....."

طرغائی اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے ہی نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

"طرغائی! میں تمہاری گفتگو کا مطلب سمجھ گیا ہوں ..... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے سیتھین قبیلے بھی کیونکہ خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے رہے ہیں لہٰذا تم بھی خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتی ہو۔ سنو، یہ جو رہائش گاہیں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہمارے لئے بنوائی ہیں یہ دائمی طور پر ہمارا مقدر ہیں نہ ہماری رہائش گاہیں۔ ہم ان رہائش گاہوں میں صرف اس وقت قیام کر سکتے ہیں جب اپنے معمول کی شاہراہوں کا چکر لگاتے ہوئے واپس بابل کی طرف آتے ہیں۔

طرغائی! خانہ بدوشانہ زندگی ہم ترک نہیں کر سکتے۔ ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے ایسی زندگی بسر کرتے آئے ہیں اور ہمارے بعد نجانے کب تک ہماری نسلیں ایسی زندگی بسر کرنے پر کاربند رہیں گی۔ لیکن ان رہائش گاہوں کی زندگی ترک کرنے سے پہلے میرے سامنے یا یوں کہہ لو ہمارے قبیلے کے سامنے دو اہم کام ہیں جن کی میں ہر صورت میں تکمیل کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا کام جو میں اپنے ذمے لگاتا ہوں وہ تولک اور جاتو سے عشیرہ کے قتل کا انتقام لینا ہے۔ تولک اور جاتو ایشیائے کوچک کے بادشاہ یا اس سے بھی کسی بڑے فرمانروا کی پناہ گاہ میں چلے جائیں میں انہیں تلاش کر کے انہیں قتل ضرور کروں گا اور ان کا قتل کر کے عشیرہ کا انتقام لوں گا۔ یہ صرف میری ہی نہیں، قبیلے کے سارے نوجوانوں کی خواہش اور ان کا فرض ہے۔

عشیرہ کے انتقام کے بعد دوسرا کام جو میرے ذمے ہوگا وہ اسرائیلیوں کے ان قبائل کی سرکوبی اور ان کی طاقت اور قوت کو توڑنا ہے جو ایک بار ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں خاصا نقصان پہنچا چکے ہیں۔ اگر ہم فی الفور ان رہائش گاہوں کو ترک کر کے پہلے کی طرح بابل، ترمز، راس الشمرہ اور اپنے معمول کی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے یمن کی طرف جاتے ہیں تو یاد رکھنا، وہ قبائل ہم سے ضرور انتقام لیں گے اور ان کی تعداد بھی ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ اور پھر ہم نے ان کے دو بڑے سرداروں کے علاوہ اسرائیلی لشکر کے ایک سالار عاشر کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیلیوں کے ساتھ ہمارا جو ٹکراؤ ہوا اس میں ہمارا بھی نقصان ہوا لیکن حملہ آور اسرائیلیوں کا نقصان ہم سے کہیں زیادہ تھا۔ اس بناء پر وہ ہماری تاک میں رہیں گے۔ اپنے نقصان کا ہم سے انتقام لیں گے اور ہم پر حملہ آور ہو کر ایک طرح سے ہماری لوٹ

کھسوٹ کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔

طرغائی! چند دن تک میں اس سلسلے میں بخت نصر سے بات کروں گا اور عشیرہ کے قاتلوں تو لک اور جاتو کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اپنے کچھ مخبر ان کے پیچھے لگاؤں گا۔ جب مخبر مجھے ان کے محل وقوع سے آگاہ کریں گے تو میں ان پر اور ان کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوں گا اور ہر صورت میں انہیں ان کے انجام بد تک پہنچاؤں گا۔ اس کے بعد میں اپنے کچھ مخبروں کو ان اسرائیلی قبائل کی طرف روانہ کروں گا جو ہم سے ٹکرائے، ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا نقصان کیونکہ ہم سے زیادہ ہوا تھا لہٰذا وہ ہماری تاک میں رہیں گے۔ میں ان کا محل وقوع بھی جاننے کی کوشش کروں گا اور جب مخبر مجھے ان سے متعلق اطلاعات فراہم کریں گے تو خداوند نے چاہا تو میں اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے علاوہ کچھ دستے بخت نصر سے بھی حاصل کروں گا۔ اسرائیلیوں کے ان قبائل پر حملہ آور ہو کر ان کو ایسا نقصان پہنچاؤں گا اور ان کی تعداد کو ایسا کم کروں گا کہ آنے والے دور میں کسی بھی موقع پر وہ ہمارے لئے خطرے کا باعث نہ بن پائیں۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغائی بڑے پیار اور محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں پہلے سے آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ ان دونوں مہموں میں، میں آپ کے ساتھ شریک کار رہوں گی۔ پہلی مہم میں میرا شامل ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آپ تو لک اور جاتو کو ان کی شکل سے نہیں پہچانتے۔ میں کیونکہ ان دونوں کو پہچانتی ہوں لہٰذا میری موجودگی میں ان سے انتقام لینا آپ کے لئے آسان رہے گا۔ جہاں تک دوسری مہم کا تعلق ہے ...''

طرغائی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔ دستک سنتے ہی نفیل بن ساعدہ اٹھا۔ بیرونی دروازہ کھلا تھا، دستک دینے والا کھلے دروازے پر دستک دینے کے بعد ایک طرف کھڑا ہو چکا تھا۔ نفیل بن ساعدہ جب دروازے پر آیا تو دستک دینے والے نے فوراً اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ابن ساعدہ! بابل کے بادشاہ بخت نصر کی طرف سے ایک سوار آیا ہے اور وہ آپ سے بخت نصر کا کوئی پیغام کہنا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ بستی سے باہر کھلے میدان میں

کھڑا ہے اور حرقوص بن شجرہ کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی وہاں جمع ہیں۔''

یہ پیغام سن کر نفیل بن ساعدہ کچھ فکر مند ہو گیا تھا، اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''چلو، میں تمہارے پیچھے پیچھے ادھر ہی آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی قبیلے کا وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ مڑا۔ اتنی دیر تک طرغائی بھی کمرے سے باہر آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے قریب آ کر نفیل بن ساعدہ نے اُسے مخاطب کیا۔

''طرغائی! بخت نصر کا ایک قاصد آیا ہے اور میرے لئے وہ کوئی پیغام لے کر آیا ہے۔ تم یہیں رکو، میں اس سے مل کر بہت جلد لوٹتا ہوں۔''

طرغائی منہ سے تو کچھ نہ بولی۔ جب اس نے اثبات میں گردن ہلائی تب نفیل بن ساعدہ باہر نکل گیا تھا۔

نفیل بن ساعدہ جب کھلے میدان میں آیا تو وہاں بخت نصر کا قاصد اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ اس کے قریب ہی حرقوص بن شجرہ کے علاوہ کچھ دیگر لوگ بھی کھڑے تھے جن میں قبیلے کے جنگجوؤں کے علاوہ چھوٹے سالار زیادہ تھے۔

نفیل بن ساعدہ جب بخت نصر کے قاصد کے قریب آیا تو اس نے مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو تعظیم دی، پھر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! مجھے ہمارے بادشاہ بخت نصر نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ آپ کے نام انتہائی اہم پیغام ہے اور پیغام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے نئے بادشاہ یہویاکین نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور بابل کی حکومت کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا ہے۔ ہمارے بادشاہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آنے والی صبح کو وہ اپنے لشکر کے ساتھ یروشلم کی طرف روانہ ہوں گے اور یہودیوں کے نئے بادشاہ یہویاکین کو اس کے کئے کی سزا دیں گے۔ آپ کے نام بخت نصر نے جو پیغام بھجوایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے قبیلے کے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ کل صبح بابل کے مستقر میں پہنچ جائیں وہیں سے پورا لشکر یروشلم کی طرف روانہ ہوگا۔''

بخت نصر کا قاصد جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تو نے جو پیغام سنایا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ دیکھو سورج ڈھل

رہا ہے۔ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جاؤ۔“

اس پر وہ قاصد بڑی ممنونیت سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”گویا بارش تھم گئی ہے لیکن آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقفے کے دوران واپس جا کر اپنے بادشاہ سے یہ کہہ سکوں کہ اس کا پیغام میں نے آپ لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی اس قاصد نے نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ اور دیگر لوگوں سے مصافحہ کیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگاتا ہوا بابل شہر کی طرف ہو لیا تھا۔

قاصد کے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک خاموشی رہی۔ پھر نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن شجرہ! میرے بھائی! دو کام کرنا۔ پہلا یہ کہ ہمارے جن ساتھیوں نے اس سے پہلے بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو کر اپنی خدمات پیش کی تھیں انہیں مطلع کر دینا کہ کل صبح سویرے ہم یہاں سے نکلیں گے اور بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ ابن شجرہ! دوسرا کام یہ کہ بارش تو تھم چکی ہے اور مجھے امید ہے کہ اب ہو گی بھی نہیں۔ لیکن بیچ میں جو اولے پڑ گئے ہیں ان کی وجہ سے سردی کافی بڑھ گئی ہے۔ جن چھپروں کے نیچے ہم اپنے قبیلے کے جانوروں کو باندھتے ہیں، اولے پڑنے کی وجہ سے اور ساتھ ہی بارش میں بھیگنے کے باعث جانور ان چھپروں تلے سردی محسوس کریں گے۔ لہٰذا اپنے چرواہے ساتھیوں کو ہدایت کرنا کہ رات کے وقت ان میں سے زیادہ چھپروں میں جاگتے رہیں اور چھپروں کے اردگرد آگ کے الاؤ گرم کر کے رکھیں تاکہ جانور آگ کے ان الاؤ کے پاس سردی سے بچے رہیں۔“

حرقوص بن شجرہ نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب نفیل بن ساعدہ مطمئن ہو کر اپنی رہائش گاہ کی طرف ہو لیا تھا۔

اگلے روز نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اور بخت نصر نے بابل سے یروشلم کی طرف کوچ کیا تھا۔

☼

اپنے کاہنوں کے کہنے پر یہودیوں کے نئے بادشاہ یہویاکین نے اپنے دفاع کے بہترین انتظامات کئے تھے۔ لشکر کی تعداد اس کے باپ کے دور ہی میں کافی زیادہ تھی۔ اس میں اس نے مزید اضافہ کیا تھا۔ بخت نصر کے حملہ آور لشکریوں کو مار بھگانے کے لئے فصیل کے نیچے بڑے بڑے چولہے بنا دیئے گئے تھے۔ ان کے اوپر دیگیں چڑھا دی گئی تھیں تاکہ بخت نصر کے لشکری حملہ آور ہوں تو ان پر دہکتے انگاروں کے ساتھ ساتھ کھولتا ہوا پانی پھینکا جائے اور انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جائے۔

بخت نصر کو اس کے مخبر کیونکہ یہودیوں کی جنگی تیاریوں سے پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے لہٰذا یروشلم پہنچتے ہی بخت نصر نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ کچھ یوں تھا کہ اس نے مضبوط اور موٹی لکڑیوں کے برج بنائے۔ فلسطین اور اس کے گرد و نواح میں کیونکہ ایسی لکڑی میسر نہ تھی لہٰذا راستے میں جہاں کہیں بھی اُسے مناسب لگا اس نے بڑے بڑے درخت کاٹ کر اور مناسب انداز میں چیر کر اپنے چھکڑوں میں لاد لیا تھا۔

لکڑی کے مضبوط پہیئے دار برج بنانے کے بعد بخت نصر نے ان پر چھتیں ڈالیں اور ان کی چھتوں پر مٹی کی موٹی تہیں جمانے کے بعد اوپر سے چکنی مٹی میں بھس ملا کر ان کی لپائی کر دی گئی تھی۔

جب یہ سارے کام مکمل ہو گئے تب اس نے برجوں کے اندر اپنے لشکریوں کے بیٹھنے کا اہتمام کیا۔ برجوں کو سامنے اور دائیں بائیں سے بالکل انتہائی مضبوطی کے ساتھ اس انداز میں بند کر کے ان کے اندر سوراخ رکھے گئے تھے کہ ان کے اندر بیٹھے لشکری اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ بڑی آسانی سے دشمن پر تیر اندازی کر سکیں۔

یہ انتظامات کرنے کے بعد اس بار بخت نصر نے اپنے لشکر کو شہر کی ایک ہی سمت رکھا۔ سب سے پہلے بڑے بڑے برج حرکت میں آئے۔ لکڑی کے ان برجوں کو دیکھ کر اسرائیلی جنگجو بڑے پریشان ہوئے تھے۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ انہوں نے جو بخت نصر کے لشکریوں پر آگ کے انگارے اور کھولتا پانی پھینکنے کا اہتمام کیا ہے وہ تو بیکار ہی ہو کر رہے گا۔

بہرحال مسلح لشکریوں سے بھرے ہوئے یہ برج جب شہر کی فصیل کے قریب گئے تو فصیل کے اوپر سے اسرائیلیوں نے دہکتے انگارے، کھولتا ہوا پانی گرانا شروع کیا۔ لیکن ان دونوں حربوں کا بخت نصر کے لشکریوں پر نہ کوئی اثر ہوا نہ وہ ان کو متاثر کر سکے۔

برج جب خاص فاصلے پر آ گئے تب بخت نصر کے لشکریوں نے اپنی کارروائی کی ابتدا کی۔ جونہی کوئی اسرائیلی جنگجو برج سے نکل کر کھولتا پانی یا دہکتے انگارے نیچے پھینکنے کی کوشش کرتا اسی وقت برجوں کے اندر سے بخت نصر کے تیر انداز ایسی تیز تیر اندازی کرتے کہ برج سے نکلنے والے اسرائیلیوں کو چھلنی کر کے رکھ دیتے تھے۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ یہاں تک کہ فصیل کے ایک بڑے حصے پر اسرائیلیوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے تھے۔ یہ صورت حال اسرائیلی جنگجوؤں کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے انہوں نے دہکتے انگارے اور کھولتا پانی پھینکنا بند کر دیا۔ پہلے انہوں نے فصیل کے اوپر پڑی اسرائیلی جنگجوؤں کی لاشوں کو نیچے لے جانا چاہا۔ جب انہوں نے یہ کارروائی شروع کی تو اس کارروائی اور اس وقفے سے بخت نصر اور اس کے سالاروں نے پورا فائدہ اٹھایا۔ آن کی آن میں شہر کی فصیل کے اس حصے پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک دی گئیں اور بخت نصر کے لشکریوں نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔

اس موقع پر فصیل کے اوپر سے جو بھی اسرائیلی مزاحمت کرتا، برجوں میں بیٹھے ہوئے جوان انہیں چھلنی کر کے رکھ دیتے تھے۔ اس طرح بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے بعد برجوں میں بیٹھے ہوئے بخت نصر کے لشکری بھی باہر نکل آئے تھے اور ہر کوئی بڑی تیزی سے فصیل کے اوپر چڑھنے لگا تھا۔

اسرائیلیوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کا دہکتے انگارے اور کھولتا پانی پھینکنے کا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے تب انہوں نے ارادہ کیا کہ ایک ساتھ حملہ کر کے بخت نصر کے لشکریوں کو فصیل سے نیچے پھینک دیا جائے۔ لیکن اس وقت تک بخت نصر کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ فصیل پر چڑھ چکا تھا اور فصیل کے اوپر جس قدر اسرائیلی جنگجو اور پہرے دار تھے ان کا خاتمہ کرتے ہوئے انہوں نے فصیل کے برجوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

چونکہ بخت نصر کے لشکری برابر رسوں کی سیڑھیوں سے فصیل کے اوپر چڑھ رہے تھے اور لمحہ بہ لمحہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی چلی جا رہی تھی لہٰذا بخت نصر کے لشکریوں نے فصیل کے نیچے اتر کر اسرائیلی جنگجوؤں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ کچھ دیر تک فصیل کے پاؤں کے نیچے گھمسان کا رن پڑا رہا جس کے نتیجے میں بخت نصر کے لشکریوں نے

اسرائیلیوں کو بدترین شکست دیتے ہوئے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور اسی دوران کچھ زندہ دل اور جرأت مند اور دلیر لشکریوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ شہر کا دروازہ کھلتے ہی بخت نصر اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور اسرائیلی مزاحمت کاروں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کچھ دیر تک یروشلم شہر میں ہولناک رن پڑا۔ اسرائیلی جنگجوؤں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ حملہ آوروں کو شہر سے باہر دھکیل دیں لیکن اب ایسا کرنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ جبکہ بخت نصر کے لشکری چاروں طرف ان کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے اسرائیلی سورماؤں اور سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور انہی معرکوں کے دوران یہودیوں کے بادشاہ یہویاکین اور اس کے بڑے بڑے سرکردہ کارکنوں اور عمائدین کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

یہ صورت حال اسرائیلی جنگجوؤں کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اپنے بادشاہ کی گرفتاری کا سن کر جو لڑنے پر آمادہ تھے وہ بھی ہمت ہار بیٹھے۔ اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور امان طلب کرنے لگے۔

اس طرح یہودیوں کی پوری تیاریوں کے باوجود بخت نصر نے بڑی آسانی کے ساتھ یروشلم کو فتح کر لیا تھا۔

جب جنگ ختم ہو گئی تب بخت نصر اپنے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ ہو بیٹھا۔ سب سے پہلے اس نے یہودیوں کے بادشاہ یہویاکین کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کے سالار یہویاکین کو پکڑ کر بخت نصر کے سامنے لائے۔ بخت نصر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور بڑے غور سے بلکہ گھورنے کے انداز میں یہویاکین کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس سے پہلے تمہارے باپ نے میرے خلاف سرکشی کی تھی اور میرے مفاد کے خلاف کام کرتا رہا تھا۔ میں نے کئی بار اُسے تنبیہ بھی کی لیکن میری تنبیہ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا جس کے نتیجے میں مجبوراً مجھے اس کے خلاف حرکت میں آنا پڑا اور جو واقعات رونما ہوئے ان سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔

تمہارے باپ کے خاتمے کے بعد میں نے تم پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے تمہیں یہودیوں کا بادشاہ بنا دیا لیکن تم تو اپنے باپ سے بھی کہیں بدتر اور برے ساتھی ثابت

ہوئے۔ صرف تین مہینے کے بعد تم نے وہ معاہدہ توڑ پھینکا جو میرے اور تمہارے درمیان ہوا تھا اور بغاوت اور سرکشی پر اتر آئے ہو۔ تم امن پسند انسان نہیں ہو اور یہودیوں پر حکومت کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا پھر یہویاکین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو تمہارے ساتھ تمہارے ساتھی قیدی تمہارے پیچھے کھڑے ہیں ان میں سے کسی کو بھیجو کہ یروشلم کے ان چار کاہنوں کو میرے پاس لائیں جنہوں نے تمہیں میرے خلاف بغاوت اور سرکشی پر ابھارا تھا۔ دیکھو میرے مخبر تمہارے متعلق ساری خبریں اور اطلاعات مجھے فراہم کرتے رہے ہیں اور جس آدمی کو تم بھیجو گے اس کے ساتھ میرے مسلح جوان جائیں گے اور انہیں یہ بھی تاکید کر دو کہ آتے ہوئے ان چار کاہنوں کے ساتھ تمہارے چچا صدقیاہ کو بھی لے کر آئیں۔''

بخت نصر کے ان الفاظ کے جواب میں یہویاکین نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک کارکن کو بلایا، بڑی رازداری میں اسے تفصیل سمجھائی۔ جب وہ پیچھے ہٹنے لگا تو بخت نصر کے کچھ مسلح جوان بھی اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے اور بخت نصر کے مسلح جوانوں کے ساتھ یہویاکین کے چچا صدقیاہ کے علاوہ چاروں کاہن بھی تھے جنہوں نے یہویاکین کو بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر ابھارا تھا۔

جب صدقیاہ بخت نصر کے سامنے آیا تو بخت نصر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ پُرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا اور اسے اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔

صدقیاہ اپنے اس استقبال پر بڑا پریشان تھا تاہم وہ بخت نصر سے بہتر سلوک کی توقع بھی رکھتا تھا۔

سب سے پہلے بخت نصر نے صدقیاہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میں نے تمہیں اپنے قریب بیٹھنے کے لئے اس لئے کہا ہے کہ تم اس قابل ہو کہ تمہیں اپنے پاس بٹھایا جائے۔ جس وقت یروشلم کے کاہنوں نے اس یہویاکین کو میرے خلاف سرکشی اور بغاوت پر ابھارا تھا اس وقت تم واحد شخص تھے جس نے اس

بغاوت اور سرکشی سے منع کیا اور پُرامن طور پر میرا فرمانبردار اور مطیع رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن یہویاکین کی بدقسمتی کہ اس نے تمہارے کسی مشورے پر عمل نہ کیا اور دیکھو آج اس کی حالت ایک قیدی جیسی ہے جسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہوں۔

چونکہ تم نے یہویاکین کو میرا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا مشورہ دیا تھا، جنگ کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے امن کی تلقین کی تھی لہٰذا میں یہویاکین کو اس کے منصب سے معزول کرتا ہوں اور یہودیوں کا بادشاہ تمہیں بناتا ہوں۔ ساتھ ہی تمہیں بھی تنبیہ کرتا ہوں کہ جس طرح اس سے پہلے تمہارے بھائی یہویاقیم اور پھر اس کے بیٹے یہویاکین نے میرے خلاف سرکشی اختیار کی، تم یہ راستہ اختیار نہ کرنا۔۔۔ اگر ایسا راستہ اپناؤ گے تو یاد رکھنا اپنی تباہی اور بربادی کے علاوہ یروشلم کی تباہی اور بربادی کو آواز دو گے۔۔۔۔ اور مجھے امید ہے کہ تم ایسا نہیں چاہو گے۔ اور اگر چاہو گے تو میں تمہیں ابھی سے بتائے دیتا ہوں کہ پھر اسرائیلیوں کی سرزمینوں پر میرا تیسرا حملہ ہو گا اور تیسرے حملے کے دوران میں تباہی اور بربادی کا ایسا کھیل کھیلوں گا کہ آنے والے دور میں یہودیوں کو کبھی بھی کسی کے خلاف سر اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اگر تیسری بار تم لوگوں نے مجھے ادھر آنے کی زحمت دی تو میں تمہاری سلطنت کا خاتمہ کر دوں گا۔ ساتھ ہی میں شمال کی طرف بڑھوں گا اور یہودیوں کی دوسری سلطنت جو اس وقت سسک رہی ہے، اسے بھی برباد کر کے اپنا مطیع اور فرمانبردار بناؤں گا اور اسی پر اکتفا نہیں کروں گا، بحیرہ روم کے کنارے صور کے بادشاہ ایت بعل کا رخ کروں گا جو تمہاری مدد کرتا رہا ہے اور اسے بھی اپنا مطیع بنا کر رہوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر جب خاموش ہوا تب بڑی ممنونیت اور شکرگزاری میں صدقیاہ کہنے لگا۔

''اگر آپ مجھ پر اتنا بڑا بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا۔''

صدقیاہ کے ان الفاظ سے بخت نصر خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے سامنے کھڑے ان چار کاہنوں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے تو کاہنوں کے متعلق سن رکھا تھا کہ کاہن ستارہ شناس ہوتے ہیں۔۔۔۔

اس کے علاوہ روحیں اور جن ان کے تسلط میں ہوتے ہیں اور ان کی مدد سے وہ غیب کی خبریں معلوم کر لیتے ہیں۔ کسی گم شدہ چیز کے بارے میں بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔ کسی کے ہاں چوری ہو جائے تو کاہن اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر بتا سکتے ہیں کہ چور کون ہے... میں نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ لوگ تم جیسے کاہنوں سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے بھی رابطہ قائم کرتے ہیں۔

تمہارے متعلق جان کر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اور اب میں نے جانا کہ دراصل کاہن لوگوں کو فریب دے کر اپنا مقصد نکال لیتے ہیں اور کمزور عقیدہ کے لوگوں کو لوٹنے کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ تم جیسوں کے پاس احوال معلوم کرنے کے لئے نذر نیاز لاتے ہوں گے اور اس نذر نیاز کے مال سے تم لوگ خوب عیش و عشرت کرتے ہو گے۔

یہودی کاہنوں سے متعلق میں نے تو یہ بھی سن رکھا تھا کہ یہ بڑے عالم فاضل اور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن تم چاروں تو مجھے شیطان کے ساتھی اور ابلیس کے گماشتے لگتے ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی علم ہوتا تو تم نے یقیناً اپنے بادشاہ یہویاکین کو پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ آنے والی جنگ میں اسے شکست ہو گی۔ لہٰذا اپنی شکست کا حال جان کر یہ میرے خلاف سرکشی اور بغاوت کرنے کی حماقت نہ کرتا۔ لیکن تم ایسے بد بخت کاہن ہو کہ تم چاروں نے اسے نافرمانی اور بغاوت پر اکسایا۔ لگتا ہے تم کاہن نہیں ہو، فریب کاری کا سراب ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی علم ہوتا تو اس کا فائدہ اپنے بادشاہ کو ضرور پہنچاتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم جیسے کاہن یہودیوں کے لئے بدبختی اور گمراہی کا باعث ہیں۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے توریت میں اپنے مقصد اور اپنی خواہشوں کے مطابق رد و بدل کر لیا... تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے بہت سے پیغمبروں پر بد اخلاقی اور بدچلنی کا الزام لگایا تاکہ ان کے ان الزامات کی آڑ میں تم بھی ویسے کام کر کے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”تم نے اپنے بادشاہ یہویاکین کو اچھا مشورہ نہیں دیا بلکہ اس کو گمراہ کر کے تم چاروں اس کی ذات، اس کی اسیری، اس کی بدبختی اور اس کے تنزل اور اس کے زوال

باعث بنے ہو... اگر تم اسے غلط مشورہ نہ دیتے تو شاید یہ میرے خلاف بغاوت کا تم کمزرا نہ کرتا۔ چونکہ اسے اکسانے والے تم ہو، بغاوت پر آمادہ کرنے والے بھی تم ہو جنگ کی یہ آگ بھڑکانا بھی تم ہی لوگوں کا کام ہے لہٰذا میں تم چاروں کو معاف نہیں دوں گا۔ میں یہویاکین کو معاف کر سکتا ہوں لیکن تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا ضرور ے گی۔ اپنی سزا پانے سے پہلے یہ بھی سن لینا کہ میں یہویاکین کو معاف کر چکا ہوں ن اسے یہودیوں کا بادشاہ نہیں رہنے دوں گا...... اسے ایک قیدی کی حیثیت سے پنے ساتھ لے جاؤں گا۔ جبکہ آئندہ یہودیوں کا بادشاہ اس کا چچا صدقیاہ ہو گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر رکا، پھر اس نے اپنے کچھ سالاروں کو آواز دے ر بلایا اور انہیں سمجھایا جس کے جواب میں وہ سالار اپنے کچھ لشکریوں کے ساتھ ان روں کو ایک طرف لے گئے اور فصیل کے قریب ان چاروں کی گردنیں کاٹ کر رکھ ی گئی تھیں...!

اپنے اس دوسرے حملے کے دوران بھی بخت نصر نے یروشلم کو اپنی انتقامی کارروائی نشانہ نہ بنایا۔ شہر کو فتح کرنے، شہر کا نظم و نسق درست کرنے اور صدقیاہ کو یہودیوں کا شاہ بنانے کے بعد بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف چلا گیا تھا۔ جاتے تے وہ یہودیوں کے سابق بادشاہ یہویاکین، اس کی بیویوں، اس کی ماں، اہم کدین سلطنت اور اس کے سات ہزار محافظ دستے کے لشکریوں اور ایک ہزار یہودی ریگروں کو اپنے ساتھ بابل لیتا گیا تھا۔ یہودیوں کی بدقسمتی کہ جو قیدی بخت نصر ظلم سے بابل لے کر گیا ان قیدیوں میں اللہ کے نبی حزقی ایل بھی شامل تھے۔

٭...... ٭

●●●

دریائے ہیلس کے کنارے قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا اور ایشیائے کوچک کا بادشاہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ جس طرح دریائے ہیلس کی طرف روانگی سے قبل کیا کسارا نے اپنے بیٹے آستیاگس کو اپنے پیچھے سلطنت کا کاروبار سنبھالنے کے لئے چھوڑا تھا اسی طرح ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات نے اپنے بیٹے اریدہ کو سلطنت کا کاروبار چلانے کے لئے اپنے مرکزی شہر میں چھوڑا تھا اور خود لشکر لے کر کیا کسارا کا مقابلہ کرنے کے لئے دریائے ہیلس کے کنارے آیا تھا۔

دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے سامنے آئے اور مقابلہ کرنے کے لئے صفیں درست کرنا شروع کیں تب قوم ماد یعنی ایران کے بادشاہ کیا کسارا نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ لشکر کا درمیانی حصہ کیا کسارا نے اپنے ساتھ رکھا اور اپنے ایک سالار جس کا نام بہمن تھا اسے نائب کی حیثیت سے رکھا۔ لشکر کے بائیں حصے کی کمانداری کیا کسارا نے اپنے سالار اریج کو سونپی تھی اور لشکر کے دائیں حصے پر دوسرے بڑے سالار سیاوش کو کماندار مقرر کیا گیا تھا۔

دوسری طرف ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی تھی۔ اس نے بھی لشکر کو تین ہی حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ لشکر کا درمیانی حصہ اس نے اپنی کمانداری میں رکھا تھا۔ تولک کو اس نے اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ آلیات نے اپنے لشکر کے دائیں حصے کی کمانداری اپنے سلطنت کے سالار اعلیٰ کریلس کو سونپی تھی۔ جبکہ سیمری سالار تکریس کو اس کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔ بائیں حصے کی کمانداری جانتو کے سپرد کی گئی تھی اور پہلے سے آلیات کے پاس مقیم سیتھین سالار ریکارس کو جانتو کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔

جب تک دونوں طرف کے لشکری اپنی صفیں درست کرتے رہے، ایک شور، واویلا ، روں طرف انتہائی بلند بازگشت کے ساتھ گردش کرتا رہا۔ کچھ دیر تک دونوں لشکر اپنی ںت اور جوانمردی، اپنے ولولوں اور اپنی شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے بلند آوازوں ل نعرے بازی کرتے رہے۔ اس کے بعد جنگ کی ابتدا قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا لے کرنا چاہی۔ کیا کسارا کو ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے خلاف سخت غصہ اور ضب ناکی تھی اور اس کی دو وجوہات تھیں۔

اول یہ کہ آلیات کا ہے گاہے دریائے ہیلس کو عبور کر کے کیا کسارا کے علاقوں پر لمہ آور ہوتا رہتا تھا اور ایسا وہ عموماً سیتھین اور سیمری سالاروں کی شہہ پر کرتا تھا۔

دوسری وجہ جس کی بناء پر کیا کسارا کو آلیات کے خلاف غصہ تھا وہ یہ کہ اس سے پلے آلیات نے کیا کسارا کے ایک لشکر کو شکست دی تھی اور اس لشکر کی ایک کثیر تعداد کو یا نے چونکہ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لہٰذا کیا کسارا اب ہر صورت میں آلیات کے لشکریوں سے اپنی شکست کے علاوہ اپنے قتل ہونے والے ساتھیوں کا انتقام لینا ہتا تھا۔

انہی عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے کیا کسارا نے جنگ کی ابتداء کی۔ پھر دیکھتے ہی یکھتے وہ آلیات پر حملہ آور ہوا۔

میدانِ جنگ کے اندر مٹھی میں بند ارادے عیاں ہونے لگے تھے۔ ہر شے کی روح ،گہرائیوں اور دل کے نہاں خانوں میں سرگرداں موت کا اضطراب کھڑا ہو گیا تھا۔ ںں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر تلواریں اور ڈھالیں برساتے ہوئے ایک رے کا خاتمہ کرنے لگے تھے۔ اس طرح دریائے ہیلس کے کنارے بڑی تیزی ، ساتھ بصارتوں میں اندھا پن، سماعتوں میں زہر بھری آوازیں اترنا شروع ہو گئی ں۔ بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے نایاب تیغ زن، بڑے بڑے عمدہ لشکری، بڑے ے جرأت مند بڑی تیزی سے میدان جنگ میں مجبوریوں کے دائروں، پیاسے ب اور اندھی سوچوں کی طرح مٹنے اور ختم ہونے لگے تھے۔ قوم ماد کے بادشاہ کسارا اور ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے لشکریوں کے درمیان صبح سے لے شام تک گھمسان کا رن پڑتا رہا لیکن اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ جب سورج ب ہو گیا اور فضاؤں کے اندر تاریکیاں اپنا جال پھیلانے لگیں تب دونوں لشکر علیحدہ

ہوئے اور اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے تھے۔

اس کے بعد اگلے روز پھر دونوں لشکریوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ صبح سے لے کر شام تک معرکہ آرائی ہوتی رہی لیکن دونوں میں سے کوئی بھی ہار ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔

اس طرح جنگ طول پکڑنے لگی تھی۔ آلیات کو یہ سہولت تھی کہ اس کی پشت پر اس کی اپنی سلطنت تھی اور اسے وہاں سے برابر رسد اور کمک بڑی آسانی کے ساتھ مل رہی تھی۔ جہاں تک کیاکسارا کا تعلق تھا تو اس نے بھی اپنی رسد اور کمک کا بڑا عمدہ سامان کیا تھا۔ دریائے ہیلس کی طرف آتے ہوئے اس نے راستے میں جگہ جگہ چوکیاں قائم کی ہوئی تھیں جن سے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے باقاعدہ رابطہ تھا اور انہی چوکیوں کے ذریعے کیاکسارا کو نہ صرف رسد، خوراک بلکہ کمک بھی آسانی سے ملتی جا رہی تھی۔

پہلے چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوتے رہے۔ دونوں طرف سے لشکری یہ کوشش کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے مدمقابل کو زیر کر کے اپنی فتح اور دشمن کی شکست کو یقینی بنا لیں لیکن اپنے اس مقصد میں کیاکسارا اور آلیات دونوں میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

آلیات، اس کے لشکریوں اور اس کے سالاروں کا اندازہ تھا کہ کیاکسارا زیادہ دن ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ اس لئے کہ اسے رسد اور کمک کی کمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ انہیں پشت کی طرف سے ضرورت کی ہر چیز ملتی رہے گی۔ لیکن جب انہیں یہ خبر ہوئی کہ کیاکسارا نے رسد اور کمک کا بہترین اہتمام کیا ہوا ہے تب ان کے حوصلے اور جذبے بھی پہلے کی نسبت کسی قدرے ماند اور سرد ہونے لگے تھے۔ آلیات، اس کے سالاروں اور لشکریوں نے جان لیا تھا کہ یہ جنگ جلد ختم ہونے والی نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں یقین ہو گیا تھا کہ کیاکسارا کے مقابلے میں انہیں جلد کوئی کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

یوں دریائے ہیلس کے کنارے آلیات اور کیاکسارا کے درمیان جنگ طول پکڑنے لگی۔ اور مورخین کا خیال ہے کہ یہ جنگ دنوں سے نکل کر ہفتوں، ہفتوں سے مہینوں اور پھر مہینوں سے نکل کر سالوں میں داخل ہونا شروع ہوگئی تھی۔

آخر جب دونوں طرف کے لشکری تھک گئے تب آلیات اور کیاکسارا نے اندازہ لگا لیا کہ فتح یا شکست کسی کے مقدر میں نہیں آئے گی۔ بہتر یہی ہے کہ کسی کو بیچ میں ڈال

کر صلح صفائی کر لینی چاہئے اور آنے والے دور میں امن سے رہا جائے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کیاکسارا اور آلیات کے درمیان تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس پیغام رسانی کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ دونوں سلطنتوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بابل کے بادشاہ بخت نصر کو منصف مقرر کیا جائے۔ اسے پیغام بھیجا جائے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے ہیلس کی طرف آئے اور دونوں کے درمیان انصاف کرے اور جو کوئی بھی اس کے جاری کردہ انصاف کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو، بابل کا بادشاہ بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اس کے خلاف حرکت میں آئے۔

اس تجویز کو آلیات کے علاوہ کیاکسارا نے بھی مان لیا تھا۔ لہٰذا دونوں لشکروں کے درمیان صلح کرانے کے لئے تیز رفتار قاصد بابل کی طرف روانہ کئے گئے تھے۔

*

سورج زرد مغرب میں سرخ لبادہ اوڑھتے ہوئے غروب ہونے کے درپے تھا کہ ایسے میں نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے کنارے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ ان کا رخ بابل شہر سے اپنی رہائش گاہوں کی طرف تھا۔

جب وہ اپنی رہائش گاہوں کے سامنے کھلے میدانوں میں پہنچے جہاں جانوروں کو باندھنے کے لئے کافی دور دور تک چھپر بنے ہوئے تھے تو سب اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ اس لئے کہ قبیلے کے لوگ اپنے اپنے جانوروں کا دودھ دوہ رہے تھے۔ اس موقع پر طرغائی بھی اپنے جانوروں کو سنبھال رہی تھی۔ دودھ دینے والے جانوروں کا دودھ نکال رہی تھی اور اس سلسلے میں اناشید بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔

نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ اور ان کے ساتھیوں کو آتے دیکھ کر سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ فردس، زبیر بن سلمی، ان کے بیٹے اور بہت سے لوگ جن میں مرد عورتیں سب شامل تھے دودھ دوہنا بند کر کے اور ہاتھوں میں دودھ کے برتن پکڑے ان کے گرد آن جمع ہوئے تھے۔

قریب آ کر طرغائی جس نے اپنے ہاتھ میں دودھ کا برتن پکڑ رکھا تھا نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی نفیل بن ساعدہ بول اٹھا اور اپنے

سامنے لٹھ سے فردرس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''فردرس میرے محترم! آج میں بے حد خوش ہوں ..... میں نے کسی کو بتایا نہیں لیکن میں نے اپنے دل میں قسم کھائی تھی کہ اگر کعبہ کے رب نے مجھے موقع دیا تو میں عشیرہ کے سیتھین قاتلوں کو موت کے گھاٹ ضرور اتاروں گا اور عشیرہ کے قتل کا انتقام ان سے لوں گا۔ لگتا ہے اس سلسلے میں قدرت ہم پہ مہربان ہے اور ان سیتھین سے انتقام لینے کا خداوند قدوس نے آپ سے آپ ایک راستہ بنا دیا ہے۔

ہوا یوں ہے کہ ایشیانے کوچک کا بادشاہ آلیت اور قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے تھک گئے ہیں۔ لہٰذا دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے بخت نصر کو اپنا منصف مقرر کیا ہے کہ دونوں کے درمیان جو فیصلہ بخت نصر کرے گا انہیں منظور ہو گا۔

ہم سب ابھی ابھی بابل ہی سے آ رہے ہیں ..... ہماری موجودگی میں کچھ قاصد بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منصف بننے کی پیشکش کی جس کے لئے بخت نصر تیار ہو چکا ہے اور کل وہ اپنے لشکر کا ایک حصہ لے کر ایشیانے کوچک کا رخ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بخت نصر کے ساتھ چلا جاؤں۔ قبیلے کے دوسرے جنگجو اور مسلح جوانوں کو جانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان سیتھین سے نمٹنے کے لئے بخت نصر مجھے اپنے لشکر کا ایک حصہ .....''

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے حرقوص بن شجرہ بول اٹھا تھا۔

''ابن ساعدہ! میرے عزیز بھائی! میں آپ کی اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ ہم میں سے کوئی بھی تمہیں اکیلا نہیں جانے دے گا۔ قبیلے کے مسلح جوانوں میں سے اکثر تمہارے ساتھ جائیں گے اور ایسا کرنا ہم سب کا فرض ہے۔''

حرقوص بن شجرہ جب خاموش ہوا تب فردرس جس کے چہرے پر پہلے سے بلا کا تبسم تھا، نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے بیٹے! جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے میں بھی اتفاق نہیں کرتا۔ دیکھو سیتھین سے عشیرہ کا انتقام لینا صرف تمہارا ہی فرض نہیں بنتا، قبیلے کے بہت سے تیغ زن ان سے یہ انتقام لینے کے لئے بے تاب اور بے چین ہیں ..... ان سیتھین نے

کیونکہ اسرائیلیوں کے ساتھ مل کر ہمارے قبیلے کو نقصان پہنچایا تھا لہٰذا ان کا خاتمہ ضروری ہے اور اس کے لئے قبیلے کے بہت سے تیغ زن تمہارے ساتھ جائیں گے۔ بیٹے! تم اکیلے نہیں جاؤ گے۔''

فردرس جب خاموش ہوا تب طرغائی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''محترم فردرس اور میرے عزیز بھائی حرقوص بن شجرہ کا کہنا درست ہے۔ آپ اکیلے نہیں جائیں گے۔ قبیلے کے بہت سے جنگجو اور ان کی بیویاں بھی ان کے ساتھ جائیں گی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرا آپ کے ساتھ جانا انتہائی ضروری ہے اس لئے کہ میں دو بڑے قاتلوں تولک اور جانتو کے علاوہ دوسرے بہت سے سیتھین کو ان کی شکلوں سے جانتی ہوں۔ لہٰذا میری موجودگی میں ان سے انتقام لینا آپ کے لئے آسان ہو جائے گا۔''

اس موقع پر اناشید نے طرغائی کو کہنی مارتے ہوئے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ طرغائی جب خاموش ہو کر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی تب اناشید، نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

''بھائی! آپ جانتے ہیں کہ جب طرغائی جائے گی تو طرغائی کی بہن اناشید بھی اس کے ساتھ جائے گی۔ کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟''

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، کہنے لگا۔

''مجھے بالکل کوئی اعتراض نہیں ..... جس طرح محترم فردرس اور میرا بھائی حرقوص بن شجرہ چاہتے ہیں ایسا ہی ہو گا۔ بخت نصر دو دن بعد بابل سے ایشیائے کوچک کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہے۔ ان دو دنوں میں میں، حرقوص بن شجرہ اور ہمارے وہ ساتھی جو ہمارے ساتھ جانا چاہیں گے اپنی تیاری مکمل کر لیں گے اور بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ بخت نصر نے ہم پر یہ بھی مہربانی کی ہے کہ میرے کہنے پر اس نے اپنے کچھ مخبر آج ہی ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کر دیئے ہیں۔ وہ تولک اور جانتو کے علاوہ ان دوسرے سیتھین پر بھی نگاہ رکھیں گے جنہوں نے اسرائیلیوں کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ کیا تھا اور ہمیں نقصان پہنچایا تھا۔ بخت نصر کے وہی مخبر ہمیں تولک اور جانتو کے محل وقوع کی خبر دیں گے اور ان ہی کی راہنمائی میں خداوند نے چاہا تو ان پر حملہ آور ہو کر ہم ان سے انتقام لینے میں کامیاب رہیں گے۔''

نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا اور ساتھ ہی خوشی اور طمانیت کا بھی اظہار کیا تھا۔ پھر سب لوگ پہلے کی طرح اپنے جانوروں کا دودھ نکالنے لگے تھے اور نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ اور ان کے ساتھی بھی اس میں ان کی مدد کرنے لگے تھے۔

دو دن بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو گئے اور یوں بخت نصر نے کیا کسارا اور آلیات کی ختم ہونے والی جنگوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بابل سے ایشیائے کوچک کی طرف کوچ کیا تھا۔

※

جانتو، تو لک اور بیکارس تینوں سیتھین سردار ایک روز اپنے کچھ سیتھین ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے۔ سب فکر مند اور پریشان تھے۔ اس موقع پر جانتو نے سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے ہاں آنے کے بعد میں سمجھتا تھا ہم سب بالکل محفوظ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب کیا کسارا آلیات سے ٹکرایا اور اسے آلیات کے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تب بھی میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ کم از کم آلیات کی سرزمینوں میں بالکل محفوظ ہیں۔ لیکن میرے عزیزو! حالات اب ہمارے خلاف کروٹ لے رہے ہیں۔

کیا کسارا اور آلیات کی جنگوں کا فیصلہ نہ ہونا ہمارے لئے بری فال ثابت ہوا۔ اب جبکہ دونوں نے مل کر اپنے فیصلے کے لئے بخت نصر کو بلا لیا ہے تو آلیات کے آدمی کہہ رہے تھے کہ بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ بابل سے ایشیائے کوچک کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ اب وہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

میرے بھائیو! جب آلیات اور کیا کسارا کے درمیان فیصلہ ہوگا تو یاد رکھنا، ایک کم از کم میرا اور تو لک کا ضرور مطالبہ کرے گا۔ اس لئے کہ ہم دونوں اس کے بیٹے کے قاتل ہیں۔ ہمارے لئے مصیبت کی ایک دوسری وجہ بھی ہے، ہم نے اسرائیلیوں کے ساتھ مل کر اکادیوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ کیا تھا اور خانہ بدوشوں کا سردار نفیل بن ساعدہ بخت نصر کے چوٹی کے سالاروں میں سے ایک ہے۔ اس نے یقیناً بخت نصر سے پورے حالات کہہ دیئے ہوں گے۔ اول تو میرا دل کہتا ہے نفیل بن ساعدہ بخت

نصر کے لشکر میں شامل ہوگا۔ اگر وہ اس کے ساتھ نہ بھی ہوا تو بخت نصر بھی ہمارا مطالبہ کرے گا۔ جب کیا کسارا اور اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے والا بخت نصر دونوں ہی ہمارا مطالبہ کریں گے تو یاد رکھنا، آلیات کسی بھی صورت ہمارا دفاع نہیں کر سکے گا بلکہ چپ چاپ ہمیں اور ہمارے سب سیتھین ساتھیوں کو کیا کسارا اور بخت نصر کے حوالے کر دے گا اور وہ لمحوں کے اندر ہم سب کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔''

اس موقع پر تو لک نے جانتو کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''جانتو! کیا آلیات ...''

جانتو نے ہاتھ کے اشارے سے تو لک کو روک دیا اور کہنے لگا۔

''تو لک! میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ یقیناً تم یہ کہنا چاہو گے کہ آلیات کو ہمارا دفاع کرنا چاہئے۔ ہم اس کے لئے کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن آلیات ایسا نہیں کرے گا۔ اگر اکیلے کیا کسارا کا مقابلہ ہوتا تو آلیات یقیناً اس کے سامنے ڈٹ جاتا اور ہمارا دفاع کرتا اور کسی بھی صورت ہمیں اس کے حوالے نہ کرتا۔ لیکن اب تو بخت نصر آ رہا ہے جس کی طاقت ان دونوں کیا کسارا اور آلیات سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جب وہ بھی ہمارا مطالبہ کر دے گا تو یاد رکھنا آلیات کے پاس سوائے سر جھکانے کے اور کچھ نہ رہے گا۔ وہ کیا کسارا کا تو مطالبہ رد کر سکتا ہے، بخت نصر کی ضرب برداشت نہیں کر پائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو جب خاموش ہوا تب تیسرا سیتھین سردار بیکارس بول اٹھا۔ جانتو اور تو لک دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جانتو! میرے بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ آلیات دو بادشاہوں کے سامنے ہمارا دفاع نہیں کرے گا۔ لیکن ہمارے بچ نکلنے کی میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔''

بیکارس کے ان الفاظ پر جانتو اور تو لک دونوں کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر تو لک نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیکارس کو مخاطب کیا۔

''اگر تمہارے ذہن میں کوئی ایسی تجویز ہے جس سے ہمارے بچ نکلنے کی امید کے ساتھ ساتھ آلیات کے علاقوں میں ہمارے رہنے کا بھی کوئی سبب ہو سکتا ہے تو پھر کہو۔ دیر کا ہے کی؟''

جواب میں بیکارس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر باری باری بڑے غور

سے جانتو اور تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز اور محترم ساتھیو! ہمیں آج ہی آنے والی شب کو اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ آلیات کو بتائے بغیر ہی یہاں سے ہٹ جانا چاہئے۔ آلیات کا مرکزی شہر ساردس چھوڑ کر ہمیں آرمیدیا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف چلے جانا چاہئے۔ ایسا کرتے وقت اپنے کچھ ساتھیوں کو طلایہ گردوں اور مخبروں کی صورت میں ہم اِدھر اُدھر چھپا دیں گے جو آلیات، کیاکسارا اور بخت نصر کے درمیان ہونے والے فیصلے سے ہمیں آگاہ کریں گے۔ یہاں سے جاتے وقت میں میری سردار سے کہتا جاؤں گا کہ اگر بخت نصر اور کیاکسارا ہمارا مطالبہ کریں تو آلیات سے کہہ دے کہ ہم پہلے ہی اس کی سرزمینوں کو چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ اس طرح جب آلیات کیاکسارا اور بخت نصر سے کہے گا کہ سارے سیتھین اس کے ہاں سے نکل گئے ہیں تو میرے خیال میں وہ اپنے مطالبے پر زور نہیں ڈالیں گے۔ اور جب دیکھیں گے کہ تینوں کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا ہے اور اس معاہدے کے بعد کیاکسارا اور بخت نصر اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے گئے ہیں تو ہم آرمیدیا کے کوہستانی سلسلوں سے نکل کر واپس آلیات کے مرکزی شہر ساردس میں آ جائیں گے اور پہلے کی طرح اس کے لشکر میں خدمات انجام دینا شروع کر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بیکارس رکا، جو تجویز اس نے پیش کی تھی، جانتو اور تو لک کی طرف سے اس کا ردعمل جاننے کے لئے کہنے لگا۔

''میرے بھائیو! اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟''

بیکارس کی اس تجویز کے جواب میں جانتو توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔ یہی حالت تو لک کی بھی تھی آس پاس بیٹھے ہوئے دوسرے سیتھین ساتھی بھی ایک طرح سے بیکارس کی اس تجویز پر مطمئن دکھائی دیئے تھے۔ یہاں تک کہ جانتو بول اٹھا۔

''بیکارس! میرے بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے میرے خیال میں ہماری بہتری، ہمارا تحفظ، ہماری سلامتی اسی میں ہے۔ تم ایک عرصے سے تکریس کے ساتھ کام کر رہے ہو اور وہ تمہارا بہترین دوست ہے۔ اب میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم اٹھو، تکریس کے پاس جاؤ، اُسے ساری صورت حال سے آگاہ کرو۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

اطلاعات آلیات کے مخبروں نے اسے پہنچائی ہیں ان کے مطابق بخت نصر ایک روز تک یہاں پہنچ جائے گا۔ اس کے یہاں پہنچنے کے بعد ہو سکتا ہے پھر ہمیں بھاگنے کا موقع نہ ملے اور اگر مل بھی جائے تو ہو سکتا ہے کوئی ہماری نگرانی شروع کر دے۔ لہٰذا اٹھو، تکریس کے پاس جاؤ، اسے ساری صورت حال سے آگاہ کر دو ..... آنے والی رات کو ہم یہاں سے آرمیدیا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف چلے جائیں گے اور ہماری غیر موجودگی میں تکریس ساری صورت حال سے آلیات کو آگاہ کر دے گا۔ اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ جو خیمے، باربرداری کے جانور یا گھوڑے ہمارے زیر استعمال ہیں وہ سب ساتھ لے جائیں گے۔ کم از کم ہمارے پاس دو سے تین ماہ کا رسد کا سامان ہونا چاہئے تاکہ ہم مطمئن انداز میں آرمیدیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنے ساتھیوں کے ساتھ دن گزار سکیں۔ اور اگر اس دوران ہمارا کسی سے ٹکراؤ بھی ہو جاتا ہے تو ہم وہاں دفاعی صورت اختیار کرتے ہوئے گھات میں رہتے ہوئے اپنے تحفظ کا اہتمام کر سکیں۔''

بیکارس نے جانتو کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر وہ وہاں سے اٹھ کر تکریس کی طرف چلا گیا تھا۔

آنے والی شب کو جانتو، تو لک اور بیکارس تینوں سیتھین سردار اپنے سیتھین ساتھیوں کے ساتھ آرمیدیا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔

❊ …… ❊

●●●

بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اشیائے کوچک پہنچا۔ نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شبرہ بھی اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل تھے۔ اس کی آمد پر جہاں کیا کسارا نے اس کا بہترین انداز میں استقبال کیا وہاں آلیات نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کی بڑی عزت اور بڑی تکریم کی۔ کیا کسارا کے اہل خانہ اور اس کی چھوٹی بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی۔ بخت نصر کی ملکہ جو کیا کسارا کی بیٹی تھی جس کا نام امیتا تھا وہ بھی کیونکہ بخت نصر کے ساتھ تھی لہٰذا وہ بھی اپنے ماں باپ کے علاوہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد سے ملی۔ اس کے بعد بخت نصر، کیا کسارا اور آلیات کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پہلے تو کئی روز تک کیا کسارا اور آلیات بخت نصر کی دعوتیں کرتے رہے۔ اس لئے کہ بخت نصر اب ان علاقوں میں ایک ایسی قوت بن چکا تھا جسے فتح کا نشان خیال کیا جاتا تھا اور ہر کوئی اس کا منظور نظر ہو کر رہنا چاہتا تھا۔

اس کے بعد تینوں حکمرانوں کے درمیان صلح اور صفائی کی گفتگو شروع ہوئی۔ اس سلسلے میں کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ اس دوران بخت نصر کے وہ مخبر جنہیں اس نے اپنی روانگی سے پہلے جائتو، تو لک اور ان کے ساتھیوں پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا تھا وہ بھی بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر انکشاف کر دیا کہ سارے متعلقین سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ آلیات کے علاقوں سے نکل کر آرمینیا کی طرف جا چکے ہیں۔

آخر چند روز کی گفت وشنید کے بعد آلیات اور کیا کسارا کے درمیان صلح کو آخری

شکل دیتے ہوئے بخت نصر نے یہ فیصلہ کیا۔

''دریائے ہیلس کو کیا کسارا اور آلیات کے درمیان ایک مستقل سرحد قرار دیا جاتا ہے۔ دونوں مملکتوں کے درمیان تعلقات خوشگوار اور پُر امن رکھنے کے لئے کیا کسارا اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ آلیات کے بیٹے کو دے گا۔''

کیا کسارا نے بخوشی ان شرائط کو قبول کر لیا تھا۔ آلیات بھی ان پر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس موقع پر کیا کسارا نے آلیات سے تو لک اور جائتو کا جب مطالبہ کیا تب بخت نصر، کیا کسارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تو لک اور جائتو کا معاملہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو جائے گا اور اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... آپ اس وقت اپنا معاملہ صرف آلیات کے ساتھ طے کریں۔''

چنانچہ بخت نصر کے کہنے پر کیا کسارا خاموش ہو گیا۔ یوں بخت نصر کے کہنے پر دریائے ہیلس کو سرحد مان لیا گیا اور وہیں قیام کے دوران بڑی شان وشوکت اور طمطراق کے ساتھ کیا کسارا کی بیٹی کو آلیات کے بیٹے سے بیاہ دیا گیا تھا۔

یہ صلح نامہ طے ہونے کے بعد اور کیا کسارا کی بیٹی اور آلیات کے بیٹے کی شادی کے جشن کے بعد چند روز تک خوشیاں منائی جاتی رہیں پھر ایک روز جب بخت نصر، کیا کسارا اور دونوں کے سرکردہ سالار دریائے ہیلس کے کنارے شکار کھیل رہے تھے کہ وقفے کے دوران کیا کسارا نے جائتو اور تو لک کے متعلق گفتگو کا آغاز کیا اور بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بخت نصر! جس وقت صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں، میں نے آلیات سے تو لک اور جائتو کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن تم نے مجھے خاموش اور مطمئن کرا دیا تھا۔ تمہارے الفاظ تھے کہ ان کا معاملہ میرے اور تمہارے درمیان طے ہو جائے گا۔ تم نے میرے بیٹے کے اُن قاتلوں کے......''

''تو لک اور جائتو سے متعلق آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا ایک تیسرا ساتھی جو آلیات کے ہاں ایک اچھے سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس کا نام بکارس ہے۔ تو لک اور جائتو نے بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ایک موقع پر میرے سالار نفیل بن ساعدہ کے قبیلے پر حملہ کیا تھا اور اس کے قبیلے کو

نقصان پہنچایا تھا۔ لہٰذا نفیل بن ساعدہ بھی ان کی تاک میں تھا اور اس سلسلے میں وہ نفیل بن ساعدہ کی حمایت میں تھا۔

بابل سے یہاں ایشیائے کوچک کی طرف روانگی سے پہلے نفیل بن ساعدہ نے اور میں نے اپنے کچھ مخبر اپنے آگے آگے جاتو اور تو لک پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کئے تھے اور صلح سے صرف ایک دن پہلے انہوں نے واپس آ کر مجھے بتا دیا تھا کہ تو لک اور جاتو کے علاوہ سیتھین کا تیسرا سالار اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ آلیات کے علاقے سے نکل کر کوہستان آرمینیا کے سلسلوں کے اندر پناہ لے چکے ہیں۔ اور جب میں اور تم اس صلح کو آخری شکل دینے کے بعد اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے جائیں گے تو وہ کوہستانی سلسلوں سے نکل کر واپس آلیات کے پاس آ جائیں گے اور پہلے کی طرح اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہتے کہتے بخت نصر کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کیا کسارا بول اٹھا تھا۔

”بخت نصر! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد اگر وہ واپس آ کر پھر آلیات کے لشکر میں شامل ہوتے ہیں تو اس میں تو ان کی فتح اور ہماری ناکامی ہے۔“

”ناکامی نہیں، یوں جانیں کامیابی ہے۔“ بخت نصر نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ”اس لئے کہ ہم اب زیادہ دن تک یہاں قیام نہیں کریں گے، واپسی کا سفر شروع کریں گے۔ جس وقت ہم واپس جائیں گے تو آلیات یہی خیال کرے گا کہ ہم دونوں اپنے اپنے لشکروں کو لے کر واپس ہو گئے ہیں۔ اس کی مخالفت یقیناً تو لک اور جاتو بھی ہو جائے گی اور وہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر آلیات کے مرکزی شہر سارڈس کا رخ کریں گے۔ لیکن ایسا وہ کر نہیں پائیں گے۔ اس لئے کہ یہاں سے چند میل دور جانے کے بعد میں اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دوں گا۔ اس حصے میں نفیل بن ساعدہ کے خانہ بدوش قبیلے کے بھی جنگجو شامل ہوں گے اور کچھ میرے اپنے لشکری بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ نفیل بن ساعدہ اس لشکر کا سالار اعلیٰ ہو گا اور اس کے قبیلے میں جو اس کا نائب ہے وہ بدستور اس لشکر میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ اس طرح وہ ان مخبروں کی راہنمائی میں جو تو لک اور جاتو کے محل وقوع سے واقف ہیں، آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کا رخ کریں گے اور جاتو اور تو لک کو ان کے کئے کی سزا دیں گے۔ اب بولیں آپ کیا چاہتے ہیں؟“

بخت نصر کی اس گفتگو سے کیا کسارا خوش ہو گیا۔ پھر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر اس مہم کو سر کرنے کے لئے خانہ بدوش سالار نفیل بن ساعدہ کا انتخاب کیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں وہ اس مہم کو بڑے احسن طریقے سے اپنے انجام کو پہنچائے گا۔“

کیا کسارا جب خاموش ہوا تب بخت نصر نے پھر کہنا شروع کیا۔

”اس سلسلے میں نفیل بن ساعدہ کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی ہے اور میں نے اس پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جب اس کا ٹکراؤ سیتھین کے ساتھ ہو تو صرف مجرموں کو سزا دی جائے۔ جن لوگوں نے کوئی جرم نہیں کیا انہیں بے کار میں قتل نہ کیا جائے۔ ہمارے مجرم صرف تو لک اور جاتو ہیں۔ ان پر ضرب لگائی جائے گی۔ تیسرا سالار بیکار ہے۔ اس نے آپ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد آلیات کے علاقوں کا رخ کیا تھا اور یہاں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پُر امن زندگی بسر کر رہا تھا۔ لہٰذا اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ کیا آپ میرے ان خیالات سے اتفاق کرتے ہیں؟“

کیا کسارا مسکرایا اور کہنے لگا۔

”اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں بھی نہیں چاہتا کسی بے گناہ کا سر قلم کیا جائے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب نفیل بن ساعدہ کو اس مہم پر روانہ کیا جائے تو اس کی روانگی سے پہلے میرے ساتھ بھی اس کی ملاقات کا اہتمام کیا جائے۔“

بخت نصر نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دونوں پھر شکار میں مصروف ہو گئے تھے۔

دو دن تک مزید دونوں بادشاہوں نے وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ آلیات سے آخری ملاقات کرنے کے بعد اپنے اپنے لشکر کو لے کر واپسی کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔

تک بھگ دس فرسنگ آگے جانے کے بعد ایک جگہ بخت نصر نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کیا کسارا نے بھی اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ دیا تھا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے، یہاں تک کہ بخت نصر نے کیا کسارا کو مخاطب کیا۔

''یہیں سے میں نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھی حرقوص بن شجرہ کو سیتھین سالاروں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر رہا ہوں۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ میرے لشکر کے دوسرے حصے میں ہیں۔ میں نے انہیں بلایا ہے۔ روانگی سے قبل وہ آپ سے ملاقات کر کے جائیں گے۔''

بخت نصر کی اس گفتگو سے کیا کسارا خوش ہوا۔ مسکراتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک سالار کو بلایا اور اس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ہاتھ میں نقدی سے بھری ہوئی چمڑے کی دو چھوٹی خرجینیں تھیں جنہیں اس نے کیا کسارا کے حوالے کر دیا تھا۔ کیا کسارا نے دونوں خرجینیں اپنے سامنے گھوڑے کی زین کے بنے سے لٹکا دی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد بائیں جانب سے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ آتے دکھائی دیئے۔ نفیل بن ساعدہ جب قریب آیا تو اسے مخاطب کر کے بخت نصر کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے بھائی! محترم کیا کسارا کی خواہش تھی کہ جب تم سیتھین کی مہم پر روانہ ہو تو ان سے مل کر جاؤ۔''

نفیل بن ساعدہ مسکرایا، گھوڑے کو ایڑ لگا کر کیا کسارا کے قریب آیا۔ کیا کسارا نے پہلے پُرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا، پھر کہنے لگا۔

''اپنے ساتھی ابن شجرہ کو بھی بلاؤ۔''

اس پر نفیل نے ابن شجرہ کو اشارہ کیا۔ وہ بھی قریب آیا۔ کیا کسارا نے اس سے بھی مصافحہ کیا پھر نقدی کی وہ دو چرمی تھیلیاں جو اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے بنے سے لٹکا رکھی تھیں، وہ کھولیں۔ ایک نقدی بائیں ہاتھ میں، دوسری دائیں ہاتھ میں لی اور دونوں تھیلیاں نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! جس مہم پر تم روانہ ہو رہے ہو اس میں میرا بھی خاصا بڑا مفاد ہے۔ ابھی تم اہم پر روانہ ہو رہے ہو، میری طرف سے نقدی کی یہ تھیلیاں رکھو اور جب تم اس مہم کو کامیابی سے سر کر کے لوٹو گے تو میں تمہیں ایسا نوازوں گا جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتے۔''

کیا کسارا کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرایا، کہنے لگا۔

''آپ نقدی کی تھیلیاں اپنے پاس رکھیں۔ تو لک اور جانتو کا خاتمہ کرنا خود ہمارے مفاد میں بھی ہے۔ اس لئے کہ وہ دونوں ایک موقع پر ہمارے نقصان کا باعث بنے تھے۔ اس سلسلے میں ......''

نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کیا کسارا بول اٹھا، کہنے لگا۔

''جب میری تمہاری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت بھی میں نے تمہیں بیٹا کہا تھا، لہٰذا بیٹے کی حیثیت سے یہ دونوں تھیلیاں قبول کرو۔''

کیا کسارا کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ نے حرقوص بن شجرہ کو مخصوص اشارہ کیا جسے پا کر حرقوص بن شجرہ نے دونوں تھیلیاں لے کر اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دی تھیں۔ کیا کسارا نے پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا۔

''بخت نصر نے مجھے بتایا ہے کہ تم یہاں سے علیحدہ ہو کر سیتھین کی مہم سر کرنے کے لئے آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کا رخ کرو گے۔ اس مہم کے سلسلے میں ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔''

جواب میں نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے باری باری کیا کسارا سے مصافحہ کیا، پھر دونوں بخت نصر کے قریب آن کھڑے ہوئے۔ بخت نصر نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میں تم دونوں کو الوداع کہتا ہوں۔ یہیں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ سیتھین سے نمٹنے کے بعد تم فوراً بابل کا رخ کرنا۔ وقت ضائع نہ کرنا۔ اس لئے کہ میں بڑی بے چینی سے تم دونوں کا انتظار کروں گا۔ یوں سمجھنا کہ تمہاری روانگی کے بعد میں ہر روز بابل سے نکل کر دریائے فرات کے کنارے کھڑے ہو کر تمہاری راہ دیکھا کروں گا۔ ساتھ ہی میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ اس مہم کو تم احسن طریقے سے سر کرو گے۔ اب اپنی منزل کی طرف کوچ کر جاؤ۔ میں تمہیں الوداع کہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کیا کسارا نے بخت نصر کو مخاطب کیا۔

''بخت نصر! کیا تم اپنے لشکر سے وہ حصہ علیحدہ کر کے ان کے حوالے نہیں کرو گے جس نے ان کے ساتھ مہم پر روانہ ہونا ہے؟''

جواب میں بخت نصر مسکرایا، کہنے لگا۔

''اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جس لشکر نے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے ساتھ جانا ہے اس کا تعین اور تقرر میں اور نفیل بن ساعدہ مل کر پہلے ہی طے کر چکے ہیں اور وہ لشکر اس وقت ان دونوں کی کمانداری ہی میں کام کر رہا ہے۔''

اس پر کیا کسارا مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دونوں نے اپنے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اس طرح کیا کسارا اور بخت نصر آگے بڑھ گئے تھے جبکہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بائیں جانب مڑے اور بڑی تیزی سے آرمیپیا کے کوہستانی سلسلوں کا رخ کر رہے تھے۔ وہ مخبر جو تو لک اور جانتو کو اس وقوع کی خبر لائے تھے وہ ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔

❋

جانتو، تو لک اور بیکارس تینوں سیتھین سرداروں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرمیپیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی پڑاؤ کر رکھا تھا۔

کوہستانی سلسلوں سے گھرے ہوئے کھلے میدانوں کے اندر انہوں نے اپنے خیمے نصب کرائے تھے۔ یہ خیمے وہی تھے جو آلیات کے لشکر میں حصہ لیتے ہوئے اپنے استعمال میں لایا کرتے تھے۔ ان کے پاس ابھی تک خوراک کے وافر ذخیرے بھی تھے۔ خوراک کے لئے کام آنے والے جانور بھی تھے جنہیں ان کے ساتھی کوہستانی سلسلوں کے اندر دور دور تک پھیلی گھاس میں چرا کر خوب فربہ کر چکے تھے۔

وہ اسی کوہستانی سلسلے میں قیام کئے ہوئے تھے کہ ایک روز میری سالار تکریس نے کچھ آدمی بیکارس، جانتو اور تو لک کے پاس پہنچے اور ان تینوں کو اطلاع دی کہ وہ اب کوہستانی سلسلے سے نکل کر آلیات کے مرکزی شہر سارڈس کا رخ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ بخت نصر آلیات اور کیا کسارا کے درمیان صلح کرانے کے بعد واپس جا چکا ہے اور کیا کسارا بھی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر اگباتانہ کا رخ کر چکا ہے۔

یہ خبر ان تینوں کے لئے انتہائی خوش کن تھی۔ اس موقع پر تو لک اور جانتو دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بیکارس کہنے لگا۔

''میرے عزیز اور محترم ساتھیو! اب بتاؤ، جو تجویز میں نے پیش کی تھی اس پر عمل کر کے ہم کیسے رہے؟ بخت نصر اور کیا کسارا نے یقیناً ہمارا مطالبہ کیا ہو گا۔ اب پتہ نہیں آلیات نے انہیں کیا جواب دیا ہو گا۔ بہر حال اب جبکہ کیا کسارا اور بخت نصر واپس جا چکے ہیں تو ہم واپس سارڈس جا کر پہلے کی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش کن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔''

بیکارس جب خاموش ہوا تب جانتو توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیکارس! آرمیپیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر پناہ لینے کی تمہاری تجویز یقیناً ہمارے لئے سود مند ثابت ہوئی ہے۔ کیا کسارا اور بخت نصر کی طرف سے خطرہ ٹل جانے کے بعد میرا اندازہ ہے کہ اب ہم آلیات کے ہاں پُر امن اور پُر آسائش زندگی بسر کر سکیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو رکا، پھر جو لوگ میری سالار کی طرف سے انہیں اطلاع دینے آئے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے جانتو بول اٹھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! کیا تم بتا سکتے ہو کہ جس وقت صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں تو اس وقت کیا کسارا یا بخت نصر میں سے کسی نے ہمارا مطالبہ کیا تھا؟''

جواب میں ان میں سے ایک بول اٹھا اور جانتو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے۔ جس وقت صلح کی شرائط طے ہو رہی تھیں اس وقت قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا نے مطالبہ کیا تھا کہ تو لک اور جانتو نے کیونکہ آلیات کے پاس پناہ لے رکھی ہے لہٰذا ان دونوں کو ان کے ساتھیوں سمیت اس کے حوالے کیا جائے۔ کیونکہ وہ اس کے بیٹے کے قاتل ہیں اور وہ ان سے انتقام لینا چاہتا ہے۔

کیا کسارا کے اس مطالبے کا آلیات نے کوئی جواب ہی نہیں دیا تھا کہ بخت نصر دخل اندازی کرتے ہوئے پہلے ہی بول پڑا اور کہنے لگا کہ اس معاملے میں آلیات سے گفتگو نہیں کی جائے گی۔ یہ میرا اور تمہارا معاملہ ہے جو بعد میں طے کر لیں گے۔ بس بخت نصر کا یہ جواب سن کر کیا کسارا بھی خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اپنی روانگی تک انہوں نے اس موضوع پر کبھی گفتگو کی ہی نہیں۔''

جب وہ شخص خاموش ہوا تب جانتو نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''ان دونوں سے متعلق جن شرائط پر صلح ہوئی ہے وہ تو ہمیں بتاؤ۔''

جواب میں اس نے تفصیل کے ساتھ صلح کی شرائط کے علاوہ کیاکسارا کی بیٹی کی آلیات کے بیٹے سے شادی کی تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ جان کر تو لک، جاتو، بیکارس تینوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر جاتو آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! میں جانتا ہوں یہاں تک سفر کرتے ہوئے یقیناً تم اور تمہارے گھوڑے تھکے ہوں گے۔ دو دن ہمارے پاس یہاں قیام کر کے ستاؤ، اس کے بعد ہم تمہارے ساتھ یہاں سے واپس سارڈس کا رخ کریں گے۔''

اس پر سارڈس سے آنے والے افراد مطمئن ہو گئے تھے اور انہوں نے جاتو، تو لک اور بیکارس کے پاس قیام کر لیا تھا۔ دو دن بعد جاتو، تو لک اور بیکارس تینوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں اپنا پڑاؤ ختم کیا۔ پھر وہ واپس سارڈس کی طرف ہو لئے تھے۔

آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سفر کرتے ہوئے جاتو، تو لک اور بیکارس تینوں سیتھین سالار جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں داخل ہوئے تب وادی سے گزر کر سامنے کوہستانی سلسلوں سے ہوتی ہوئی آگے بڑھنے والی شاہراہ پر گھوڑ سواروں کے کچھ دستے نمودار ہوئے۔ بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھے اور سیتھین کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔

یہ صورت حال جاتو، تو لک اور بیکارس تینوں کے لئے غیر متوقع تھی۔ اور وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر کوئی انتقام کی خاطر ان کی راہ بھی روک سکتا ہے اور راہ روکنے والے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے۔

اس موقع پر جاتو نے اپنے ساتھیوں کو رک جانے کا اشارہ کیا جس پر سارے سیتھین سوار رک گئے اور ان کے پیچھے جو ان کے بار برداری کے جانور تھے انہیں بھی روک دیا گیا تھا۔ پھر بلند آواز میں جاتو راہ روکنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم لوگ کون ہو اور کیوں ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو؟ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان کوہستانی سلسلوں کے اندر ہماری حالت بے اماں بستیوں جیسی ہے اور تم ہزیمتوں کے طوفان کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصود حاصل کر لو گے تو یہ تمہارا وہم

ہے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم طاقِ شکستہ کی مانند ہیں اور تم لوگ ہواؤں کے زور پر ہمیں اپنے سامنے بے بس کر کے من مانی کر لو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ یاد رکھو، وقت کے گہرے منجدھار میں ہم غموں کی دستک اور لمحوں کی سکڑتی چادر میں تم لوگوں پر اذیتوں کے آہنوں کی سی ضرب لگائیں گے۔ قبل اس کے کہ ہم تم سے ٹکرائیں جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سنو۔

ہم لوگ تہذیبوں کی چھاؤں سے دور کوہستانوں کی گپھاؤں اور تمدن کے بوسیدہ خیموں میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم سے ٹکراؤ گے تو لمحوں کے اندر ہم تمہاری حالت بوسیدہ راستوں اور شکستہ اور منہدم ماضی کے بھولے بسرے کھنڈرات اور زرد خزاں کے کٹھور لمحوں سے بھی بدتر اور ہولناک بنا کر رکھ دیں گے۔''

جاتو جب خاموش ہوا تب اس سے بھی زیادہ بلند اور کھولتی ہوئی آواز میں نفیل بن ساعدہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سیتھیو! نہ تم ہمارے لئے اجنبی ہو اور نہ ہم تمہارے لئے ناآشنا ہیں ---- پر یاد رکھنا، کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی میں ہم تمہاری تہذیب کے اوطاقوں میں مصائب کا ہجوم کھڑا کر کے رکھ دیں گے۔ جب ہمارا تمہارا ٹکراؤ ہو گا تب یاد رکھنا تمہارے ہاتھوں پر شکستیں، تم لوگوں کی زندگی کے موسم میں مجبوریوں کے دائرے اور تمہاری آنکھوں کی چمک کو ماند بنا کر رکھ دیں گے۔ ہم سے ٹکراؤ گے تو تمہاری حالت معزول اور مسترد الفاظ سے بھی زیادہ المناک اور ہولناک بنا کر رکھ دیں گے۔''

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں جاتو اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''راہ روکنے والو! ان علاقوں کے اندر نہ ہماری کسی سے دشمنی ہے نہ ہی کوئی ہمارا جاننے والا ہے ---- ہماری راہ نہ روکو، ایک طرف ہٹ جاؤ۔ ہمیں امن اور سکون کے ساتھ گزر جانے دو ---- اگر ایسا نہیں کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ذرا اپنے لشکر کی تعداد کا جائزہ لو اور جس قدر جنگجو ہمارے ساتھ ہیں ان کو بھی غور سے دیکھو۔ ہمارا تو پہلا حملہ ہی تم سب لوگوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ لہٰذا تمہارے لئے بہتر ہے کہ دائیں جانب ہٹ کر اور مؤدب کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم گزر جائیں۔ اگر تم نہیں گزرنے دو گے تو یوں جانو تم پر قیامت گزر جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو رکا پھر دوبارہ نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''چند دستے لے کر تم ہماری راہ روکنے آ گئے ہو ۔۔ کوئی بڑا لشکر لے کر آتے تو بات بھی بنتی۔ جس قدر مسلح جوان تمہارے ساتھ ہیں انہیں تو ہم لمحوں کے اندر رگید رکھ دیں گے۔ پھر تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ تم انہی ساتھیوں کی طاقت وقوت پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے ہم جیسے خانہ بدوشوں کی راہ روک کھڑے ہوئے ہو۔ ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ گے تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے اور اگر نہیں ہٹو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔''

جانتو کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ زوردار اور تحکمانہ آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ تمہارا وہم ہے کہ تم عددی فوقیت رکھتے ہوئے ہم پر حاوی ہو جاؤ گے۔ سنو میں اکادیوں کے خانہ بدوش قبیلے کا سردار نفیل بن ساعدہ ہوں اور میرا نام یقیناً تم لوگوں نے سن رکھا ہوگا۔ میرے ساتھ میرے قبیلے کا نائب سردار اور نائب سالار حرقوص بن شجرہ ہے اور یہ نام یقیناً تم لوگوں کے لئے جانا پہچانا ہے۔ اب تمہاری بہتری اور بھلائی اس میں ہے کہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاؤ۔ وہ لوگ جو بیکارس کی سرکردگی میں آلیات کے علاقوں میں داخل ہو کر اس کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے وہ بائیں جانب دس قدم پر جا کر کھڑے ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ مسلح جنگجو جو کیا کسارا کے ہاں سے بھاگ کر اور کیا کسارا کے بیٹے کو ذبح کر کے اس کا گوشت اس کے باپ کو کھلانے کے بعد آلیات کی طرف بھاگ آئے ہیں وہ ایک الگ گروہ بنا کر کھڑے ہو جائیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''جو لوگ بیکارس کی سرکردگی میں آلیات کے لشکر میں داخل ہوئے تھے وہ اگر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ ہم ان سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ جہاں تک تولک اور جانتو کا تعلق ہے تو یہ دہرے مجرم ہیں۔ انہوں نے قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلایا اور اس کے مرکزی شہر سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مزید جبر کیا کہ ہمارے اکادی قبیلے اور بنی اسرائیل کا آپس میں جھگڑا چل رہا تھا۔ اس

[تو]لک اور جانتو دونوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسرائیل کے جنگجوؤں کو ہمارے [خلا]ف بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی بھرپور مدد کی۔ لہٰذا جہاں یہ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کے مجرم ہیں وہاں یہ ہمارے قبیلے کے بھی گناہ گار ہیں۔ لہٰذا ہم ہر صورت میں انہیں سزا دے کر رہیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ بلند اور [گرج]تی ہوئی آواز میں وہ مسلحین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس گھمنڈ، اس غلط فہمی، اس دھوکے میں نہ رہنا کہ تمہاری تعداد زیادہ ہے اور تم [ہم پ]ر عددی فوقیت رکھتے ہو۔ اس سے پہلے کئی بار تم شکست کا سامنا کر چکے ہو۔ میں تم [سے وا]ضح اور عیاں کروں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ نہیں مانو گے [تو پھ]ر یاد رکھنا میں اور میرے ساتھی غیر فانی جذبوں، ابدی آرزوؤں کی طرح تم پر وارد [ہوں] گے اور پھر تم تینوں قبروں کی سرسراہٹوں اور درد و کرب کے باب کھولتی تلواروں [کے] سائے تلے ہمارے سامنے بے بس ہو جاؤ گے اور تم میں سے ہر کوئی اپنے ساتھی کا [رنگ] زرد، جسم لاغر، دل افسردہ اور آنکھیں نم ہوتی دیکھے گا ...... لہٰذا میں تمہیں تنبیہ کرتا [ہو]ں کہ یہ وقت دیکھنے سے پہلے پہلے دانش مندی سے کام لو اور جو مشورہ میں نے تمہیں [دیا] ہے اس پر عمل کرو ...... ورنہ پچھتاؤ گے۔''

نفیل بن ساعدہ جب رکا تب جانتو پہلے کی نسبت زیادہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے [کہن]ے لگا۔

''خانہ بدوش قبیلے کے سردار! تم جو کچھ کہہ رہے ہو ایسا کرنا ہمارے لئے قطعی طور پر [ناممک]ن ہے۔ ایک بات تم بھی اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھنا کہ ہم ان دیکھے خوابوں، ان [دیکھے] حروف اور بدصحیفوں جیسے لوگ ہیں۔ جب کسی پر وارد ہوتے ہیں تو اس کی ہر [سانس] کو اذیت، اس کی زندگی کے ہر لمحے کو حشر خیز بناتے ہوئے اسے ظلمتوں کی [دلدل] اور صلیب کے دائم میں باندھ کر رکھ دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر تم اس کرب خیزی سے [بچنا] چاہتے ہو تو اپنے آدمیوں کو لے کر ایک طرف ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہمارے ہاتھوں ذلت [کی م]وت مارے جاؤ گے۔''

اس کے ساتھ ہی جانتو نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ مسلحین [اپنے] گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں پر آ ٹوٹ

کی طوفان خیزیوں، آتشیں لاووں کے خواب اور وقت کے ٹھہرے جلال میں موت کی رقصاں انگلیوں اور گرم سرابوں کی طرح طاقتور، ہولناک بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سیتھین کا یہ حملہ بڑا زوردار تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اپنے پہلے ہی حملے میں نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں کو کاٹ کر مار بھگائیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس وقت سیتھین حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تھے اسی لمحہ نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ اور ان کے ساتھیوں نے کعبہ کے رب کو پکارتے ہوئے زوردار انداز میں آوازیں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد وہ مستعد ہو کر سیتھین کے حملوں کا انتظار کرنے لگے تھے۔ شاید ایسا انہوں نے کسی خاص مقصد اور پہلے سے طے منصوبہ بندی کے تحت کیا تھا۔

جس وقت سیتھین نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوئے تھے تو نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ عین اسی وقت سیتھین کی پشت اور ان کے دائیں بائیں سے بھی ایسی ہی آوازیں بلند کرتے ہوئے کچھ دستے نمودار ہوئے جیسی آوازیں تھوڑی دیر پہلے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے ساتھیوں نے بلند کی تھیں۔

یہ آوازیں سن کر جاتنو اور اس کے سالار اور ساتھی چونکے تھے۔ جب انہوں نے اپنے دائیں بائیں اور پیچھے دیکھا تو بہت سے گھوڑ سوار اپنی ڈھالوں کو اپنے سامنے کئے، اپنی تلواریں لہراتے ہوئے ان پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے آندھی اور طوفان کی طرح ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

تین اطراف سے آنے والے یہ نفیل بن ساعدہ کے آدمی تھے جنہیں اس نے سیتھین کی آمد سے پہلے ہی ان وادیوں کے ایک طرف گھات میں بٹھا دیا تھا اور نفیل بن ساعدہ ہی کی پکار پر وہ اپنی گھات سے نکل کر سیتھین پر وارد ہونے کے لئے نکلے تھے۔

اس صورت حال نے سیتھین کو پریشان اور پراگندہ کر کے رکھ دیا تھا۔ چونکہ وہ پہلے نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ الجھے ہوئے تھے، اب اس موقع پر ان کے پاس وقت نہیں تھا کہ اپنے آپ کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مقابلہ کریں اس

لئے کہ اب تین اور اطراف سے ان پر حملہ ہونے والا تھا۔ لہٰذا اس قلیل وقت میں وہ اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے چار مختلف سالار مقرر کر کے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ابھی وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھے کہ دائیں بائیں اور پشت سے نمودار ہونے والے جنگجو ان پر ٹوٹ پڑے تھے۔ سامنے کی طرف سے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔ اس طرح کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس وادی کے اندر کچھ دیر تک تو سیتھین نے مقابلہ کیا، پھر انہوں نے محسوس کیا کہ نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں نے قتل عام شروع کر دیا ہے۔

یہ صورت حال سیتھین کے لئے یقیناً پریشان اور فکر انگیز تھی۔ جہاں نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے ان کے لشکر کی اگلی صفوں کو بالکل ختم کر دیا وہاں اب پشت اور دائیں بائیں سے حملہ آور ہونے والوں نے بھی ان کو کافی نقصان پہنچایا تھا اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سیتھین کی حالت بنجر کھنڈرات اور سنسان ٹیلوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

سیتھین شاید اب مقابلہ نہیں کرنا چاہتے تھے لہٰذا ان کے سالاروں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد زور زور سے پکارتے ہوئے امان طلب کرنا شروع کی۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو حملہ آور ہونے سے روک دیا۔ تاہم اس وقت تک سارے سیتھین کو نفیل بن ساعدہ کے لشکری گھیر چکے تھے۔

یہ صورت حال نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے لئے بڑی خوش کن تھی۔ جب سیتھین نے شکست تسلیم کرتے ہوئے امان طلب کرنا شروع کی تب نفیل بن ساعدہ جو اپنے لشکر کے آگے آگے تھا، سیتھین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں نے تم لوگوں سے پہلے ہی کہا تھا کہ میری بات مان جاؤ، فائدے میں رہو گے۔ نقصان نہیں اٹھاؤ گے۔ لیکن تمہارے سالار جاتنو نے ہٹ دھرمی اور ضد سے کام لیا اور تمہیں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ تم ذرا اپنے دائیں بائیں اور اپنی اندرونی صفوں کی طرف دیکھو۔ دور دور تک تمہارے ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں اور یہ سب تمہارے سالار جاتنو کی وجہ سے ہوا ہے۔

اب تم لوگوں کو اپنی زندگی بچانے کے لئے میں ایک اور موقع فراہم کرتا ہوں۔ تم لوگوں نے پھر ضد سے کام لیتے ہوئے اس موقع کو بھی گنوا دیا تو پھر یاد رکھنا کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی کے اندر میں تم سب کا قتلِ عام شروع کروا دوں گا۔ سیتھیو! تم اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے...... ذرا اپنی حالت کا جائزہ لو۔“

تھوڑی دیر رک کر نفیل بن ساعدہ نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

”ہم نے تم پر حملہ آور ہو کر تمہارے جسموں پر شکست اور بدبختی کی مہریں لگا دی ہیں۔ اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اسے غور سے سننا۔ اس پر عمل نہیں کرو گے تو سب اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے...... وہ سیتھین جو تو لک اور جانتو اور ان کے ساتھیوں کے آلیات آنے سے پہلے بیکارس کے ساتھ آلیات کی سرزمینوں کے اندر کام کر رہے تھے وہ ایک طرف ہو جائیں۔ اب بھی میری بات نہیں مانو گے تو مارے جاؤ گے موت کے منہ میں دھکیل دیئے جاؤ گے۔“

اس موقع پر بیکارس فوراً اپنے گھوڑے کو حرکت میں لایا، اُسے ایڑ لگائی اور ایک طرف ہو گیا۔ آلیات کے لشکر میں وہ سیتھین جو اس کے تحت کام کر رہے تھے وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ذرا بائیں جانب ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

بیکارس کے اس فیصلے پر نفیل بن ساعدہ نے خوشی کا اظہار کیا، اس کے بعد وہ پھر بول اٹھا۔

”وہ سیتھین جو قوم ماد کے بادشاہ کے پاس تو لک اور جانتو کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں اور جو تو لک اور جانتو کی سرکردگی میں بنی اسرائیل کا ساتھ دیتے ہوئے ہم پر حملہ آور ہوئے تھے وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جائیں۔ لیکن ان میں تو لک اور جانتو نہ ہوں۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں۔“

نفیل بن ساعدہ کے اس حکم کا بھی فی الفور اتباع کیا گیا۔ بہت سے سیتھین ایک دم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے اب سامنے صرف جانتو اور تو لک ہی رہ گئے تھے۔

اس صورتِ حال پر نفیل بن ساعدہ تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر اس کی آواز بلند ہوئی۔

”تو لک اور جانتو کے تحت کام کرنے والو! تم لوگ جانتو اور تو لک کے تحت دو طرح کے جرائم کر چکے ہو۔ تم لوگوں نے کیا کسارا کے بیٹے کو ہلاک کیا، دوسرے ہم پر

حملہ آور ہوئے۔ ایسا تم نے کیونکہ از خود نہیں کیا تھا۔ اس میں تم لوگوں کی مرضی، تمہارے ارادے کو عمل دخل نہیں تھا اور یہ دونوں فعل تم لوگوں نے تو لک اور جانتو کے کہنے پر کئے لہٰذا تم بھی اپنے ان سیتھین کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جاؤ جو بیکارس کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔“

پیچھے ہٹنے والے سیتھین نفیل بن ساعدہ کے اس فیصلے پر بڑی خوشی اور طمانیت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ فوراً اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر بائیں جانب گئے اور بیکارس کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی، اس کے بعد نفیل بن ساعدہ نے بلند آواز میں بیکارس کو اپنے پاس بلایا۔

اس پر بیکارس اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ ذرا ذرا سہما سہما تھا۔ جب وہ قریب آیا تو نفیل بن ساعدہ نے اسے اپنی تلوار نیام میں کرنے اور ڈھال گھوڑے کی زین سے باندھنے کے لئے کہا۔ بیکارس نے فوراً ایسا کر لیا۔ پھر دوبارہ نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

”اپنے ساتھیوں سے بھی کہو کہ اپنی ڈھالیں گھوڑوں کی زینوں سے باندھ لیں، تلواریں نیام میں ڈال لیں۔“

نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر بیکارس نے جب اپنے ساتھیوں کو یہ حکم دیا تو انہوں نے تلواریں نیام میں کر لیں۔ چپ چاپ ڈھالیں اپنے گھوڑوں کی زینوں سے باندھ لی تھیں۔

جب ایسا ہو چکا تب پہلے کی نسبت ذرا دھیمے اور نرم لہجے میں بیکارس کو مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہہ رہا تھا۔

”بیکارس! اس سے پہلے میں اور میرے ساتھی نہ تمہیں جانتے ہیں نہ تم سے ہماری کوئی شناسائی ہے اور نہ دشمنی اور عداوت۔ ہم سب کے مجرم جانتو اور تو لک ہیں۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے بھی گو مجرم ہیں لیکن انہوں نے یہ جرم تو لک اور جانتو کے کہنے پر کئے لہٰذا میں انہیں بھی معاف کر چکا ہوں۔ اگر تم اب بھی جانتو اور تو لک کا ساتھ دینا چاہتے ہو تو پیچھے ہٹ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ...... اپنی تلواریں نیام سے نکال لو، ڈھالیں سنبھال لو۔ ایک بار پھر ہمارا تمہارا ٹکراؤ ہوگا اور پھر

ہم دیکھیں گے تم کتنی دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر سکتے ہو۔

جہاں تک تو لک اور جانتو کا تعلق ہے تو وہ یہیں ہمارے پاس رہیں گے، تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ اور اگر تم دونوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو واپس اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور انہیں لے کر یہاں سے آلیات کے مرکزی شہر سارڈس کی طرف چلے جاؤ۔ ہم تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور نہ ہی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ اب تم جاؤ، جو فیصلہ کرنا چاہتے ہو اپنی مرضی سے کرو۔''

اس موقع پر بیکارس نے چند لمحوں تک بغور نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کی طرف دیکھا پھر اپنے گھوڑے کو اس نے موڑا اور اپنے ساتھیوں کی طرف گیا۔ کچھ دیر تک ان کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا رہا، پھر بیکارس اپنے ان سارے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے ہٹ کر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں سے نکل کر ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے مرکزی شہر سارڈس کی طرف جاتی تھی۔

ان کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے سے اترتے ہوئے اپنے ایک سالار کو مخصوص اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر جانتو اور تو لک دونوں سے ان کے ہتھیار اور ڈھالیں لے لی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ کی طرف سے حرقوس بن شجرہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ آہستہ آہستہ دونوں آگے بڑھے، تو لک اور جانتو دونوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے کہنا شروع کیا۔

''مجھے غور سے دیکھو ... میں نفیل بن ساعدہ ہوں۔ اکادیوں کے خانہ بدوش قبیلے کا سردار ہوں ... تم لوگوں نے جہاں قوم ماد کے بادشاہ کے لڑکے کو قتل کیا وہاں تم نے اپنے قبیلے کے حکمران کی بیٹی طرغائی کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اگر طرغائی اپنی مرضی، اپنی خواہش کے مطابق تم لوگوں کے پاس واپس جانا چاہتی تو ہم کبھی بھی اس کی راہ نہ روکتے، اسے جانے دیتے۔ لیکن اس نے اپنی رضامندی سے ہمارے قبیلے میں قیام کیا، اپنی رضامندی ہی سے اس نے میرے ساتھ شادی کی اور اب وہ میری بیوی ہے۔ اگر تمہیں شک ہو تو جس قدر میرے ساتھی کھڑے ہیں ان سے پوچھ لو۔ کیا اس سلسلے میں طرغائی پر کوئی جبر کیا گیا ہے؟ لیکن تم دونوں وہ بدبخت انسان ہو کہ تم لوگوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ آور ہو کر طرغائی کو زبردستی لے کر بھاگنے کی

کوشش کی تھی لیکن تمہیں اس میں ناکامی ہوئی۔ تم دونوں یقین ہو۔ جو گناہ تم سے سرزد ہوئے ہیں ان کی سزا تمہیں میں نہیں دوں گا۔ تمہارے مقدر کا فیصلہ یقیناً کے تحت میں کراؤں گا اور یقیناً رسم و رواج کے مطابق تمہیں سزا دی جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا پھر حرقوس کے قریب ہو کر اس کے کان میں کہا۔

حرقوس بن شجرہ! کسی کو بھیجو کہ وہ طرغائی کو ساتھ لے کر آئے۔''

یہ جملہ سن کر حرقوس بن شجرہ مسکرایا، ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک سالار کو اپنے قریب بلایا اور اس کے کان میں کچھ کھسر پھسر کی جسے سن کر وہ سالار پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اس دوران بالکل خاموشی طاری رہی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد جس سالار کو حرقوس بن شجرہ نے بھیجا تھا اس کے ساتھ طرغائی اور اناشید آتی دکھائی دی تھیں۔ دونوں پوری طرح مسلح تھیں اور انہوں نے جنگی لباس پہن رکھا تھا۔ دونوں جب نفیل بن ساعدہ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں تب نفیل بن ساعدہ نے طرغائی کی طرف دیکھا اور دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''طرغائی! یہ جو دو آدمی سامنے کھڑے ہیں انہیں پہچانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟''

طرغائی جس نے اپنے سر پر خود پہن رکھا تھا اور خود کا نقاب اس نے چہرے پر ڈال رکھا تھا مزید نفیل بن ساعدہ کے قریب ہوئی، اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گئی پھر اس کی مسکراتی ہوئی آواز نفیل بن ساعدہ کو سنائی دی تھی۔

''یہ تو لک اور جانتو ہیں۔''

نفیل بن ساعدہ طرغائی کے یہ الفاظ سن کر خوش ہو گیا تھا۔ پھر طرغائی کو اس نے مخاطب کیا۔

''طرغائی! تھوڑی دیر کے لئے اپنا خود سر سے اتار دو تاکہ تمہارا چہرہ ان دو مجرموں کو دکھائی دے۔''

طرغائی نے جب اپنے سر سے آہنی خود اتارا تو جہاں اس کے لمبے لمبے بال اس کی رانوں اور اس کی پنڈلیوں کے جوڑ تک بکھر گئے تھے وہاں اس کا چہرہ بھی ننگا ہو گیا تھا۔ طرغائی کو اس طرح اپنے سامنے دیکھتے ہوئے تو لک اور جانتو دونوں دنگ رہ گئے

تھے۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

"ذرا اس لڑکی کی طرف غور سے دیکھو۔ کیا یہی تمہارے بادشاہ کی بیٹی طرغانی نہیں، کیا یہی وہ طرغانی نہیں جسے تم دونوں حاصل کرنا چاہتے تھے اور جس کے حصول کے لئے تم دونوں آپس میں قرعہ اندازی کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے؟ یہی وہ طرغانی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں نے بنی اسرائیل کا ساتھ دیتے ہوئے ہم پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا۔ پر تمہاری بدقسمتی کہ تم ناکام رہے۔ تولک اور جائتو! جس قدر میں جانتا ہوں، اس قدر طرغانی بھی جانتی ہے کہ تم دونوں کس قدر گناہ گار اور مجرم ہو۔ لہٰذا تمہارے گناہ اور تمہارے جرائم کا فیصلہ میں نہیں کروں گا۔ تم دونوں کا معاملہ میں تمہارے بادشاہ کی بیٹی طرغانی کے سپرد کرتا ہوں۔ جو سزا یہ تمہارے لئے تجویز کرے گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔

طرغانی! ان دونوں کی طرف غور سے دیکھو...... یہ تمہارے سیتھین سالار تولک اور جائتو ہیں۔ انہوں نے جو جرم اور گناہ کئے ہیں ان سے تم واقف ہو۔ ان دونوں کا فیصلہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جو فیصلہ تم کرو گی اسی کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔"

طرغانی کچھ دیر تک کھا جانے والے انداز میں تولک اور جائتو کی طرف دیکھتی رہی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"جس وقت میرا باپ زندہ تھا اس وقت بھی تم دونوں نے وقفے وقفے سے میرا رشتہ مانگا تھا لیکن میں نے بڑی سختی کے ساتھ تمہاری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ میرے انکار اور میرے ٹھکرانے کے باوجود تم میرے حصول کے لئے کشت و خون پر اتر آئے۔ جس وقت تم دونوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ہماری عورتوں کے چھکڑوں پر حملہ کیا تھا یاد رکھنا اس وقت میں گھاس کے ایک گٹھے کے پیچھے تمہاری ساری حرکات اور سکنات کو دیکھ رہی تھی۔ تم دونوں گھناؤنے مجرم ہو اور تمہارے جرائم کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا میں تم دونوں کے قتل کا حکم دیتی ہوں۔"

طرغانی کے اس حکم پر تولک اور جائتو دونوں کانپ کر رہ گئے تھے۔ پھر عجیب سے انداز میں نفیل بن ساعدہ نے حرقوص بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ حرقوص بن شجرہ کا چہرہ اس طرح نفیل کے دیکھنے پر غضب آلود ہو گیا تھا اور اس کے چہرے کی رگیں تن گئی

تھیں۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنے بھاری پھل کی تلوار بے نیام کی پھر باری باری اس نے تولک اور جائتو کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ کیونکہ ان علاقوں میں سیتھین کی آمد کا انتظار کرتا رہا تھا لہٰذا اس کے لشکری تازہ دم تھے۔ اس بناء پر انہوں نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہ سمجھا، کچھ دیر ستانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ بابل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

✲ ...... ✲

●●●

اپنی اس کامیاب مہم کے بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ جب بابل پہنچے تو ان کی اس کامیابی کا سن کر بخت نصر نے نہ صرف بابل شہر میں جشن منانے کا حکم دیا بلکہ تیز رفتار قاصد اس نے کیا کسارا کی طرف روانہ کئے۔ تو لک اور جائتو کے نفیل بن ساعدہ کے ہاتھوں قتل ہونے کی اطلاع کر دی تھی۔

اس شاندار کامیابی کے بعد ایک روز نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت بخت نصر اپنے اصطبل کے گھوڑوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس سے ملنے کے لئے جب وہ دونوں شاہی اصطبل میں داخل ہوئے تو انہیں دیکھتے ہی بخت نصر چونکا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! یہ جو تم دونوں مجھ سے ملنے کے لئے آج میرے اصطبل میں آ گئے ہو تو اس کا مطلب ہے اس کی کوئی خاص اور بڑی وجہ ہو سکتی ہے۔ بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کیا تمہیں مجھ سے میرے کسی کارکن یا میرے کسی سلوک یا برتاؤ سے شکایت اور شکوہ ہے؟''

بخت نصر کے اس سوال کے جواب میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں نفیل بن ساعدہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے...... ہمیں آپ سے نہ کوئی شکایت ہے نہ کوئی شکوہ۔ بلکہ ہم تو آپ کے پاس ایک گزارش لے کر آئے ہیں۔''

بخت نصر نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت اور نرمی سے کہا۔

''میرے پاس اگر تم کسی کام کے سلسلے میں آئے ہو تو تمہیں مجھ سے پوچھنا نہیں چاہئے تھا، وہ کام کر لینا تھا۔ اس کے بعد مجھے اطلاع کر دینی تھی۔''

''میں جانتا ہوں آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔'' نفیل بن ساعدہ نے غور

سے بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ''لیکن میں جس معاملے پر گفتگو کرنے آیا ہوں وہ معاملہ بڑا اہم ہے۔

بنی اسرائیل کے جن قبائل نے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچایا تھا، آپ کے یروشلم پر حملہ آور ہونے سے پہلے وہ اپنے آپ کو بچا کر صحرائے سینا کے جنوبی حصے میں چلے گئے تھے۔ انہیں خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ آپ کہیں ان پر بھی حملہ آور ہو کر ان کا مکمل خاتمہ نہ کر دیں۔

میں نے جو اپنے مخبر ان کے پیچھے لگائے ہوئے تھے ان کا کہنا ہے کہ وہ قبیلے جو ہم سے ٹکرائے وہ بحر شور کی طرف جا چکے ہیں۔ کچھ عرصہ شاید وہیں گزاریں۔ جب انہیں یقین ہو جائے گا کہ آپ یروشلم پر حملہ آور نہیں ہوں گے تو وہ دوبارہ اپنے علاقوں کی طرف آ جائیں گے۔

اب چونکہ ہماری ان سے ایک طرح سے عداوت اور دشمنی ہو گئی ہے۔ اگر ہم پہلے کی طرح اپنے معمول کی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے یمن سے بابل تک خانہ بدوشانہ زندگی پھر شروع کر دیں تو وہ کسی مناسب موقع پر پھر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ایک روز تک اپنے قبیلے کو لے کر اپنے معمول کے راستوں پر سفر شروع کروں۔ مدین کی سرزمینوں سے آگے جا کر بائیں جانب یمن کی طرف مڑنے کی بجائے میں سیدھا آگے صحرائے سینا کو عبور کر کے بحر شور کی طرف نکل جاؤں۔ میرے مخبر بنی اسرائیل کے قبیلے کے محل وقوع سے واقف ہیں۔ وہاں میں ان پر حملہ آور ہوں گا اور انہیں اس قابل ہی نہ رہنے دوں گا کہ آنے والے دور میں وہ ہمارے لئے کسی موقع پر خطرے کا باعث بنیں۔ اس کے بعد ہم آزادانہ طور پر اپنے قبیلے کے ساتھ ان شاہراہوں پر سفر کر سکیں گے جن پر ہمارے آباؤ اجداد اور ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد بھی صدیوں سے ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔

اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ اس کے بعد جب کبھی بھی آپ کو میری یا حرقوص بن شجرہ یا ہمارے جنگجو ساتھیوں کی ضرورت پڑی تو ہم پھر بابل میں انہی رہائش گاہوں میں آ کر رہیں گے اور آپ کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔

اب جو اصل گزارش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے لشکر کا وہ حصہ جو میرے

ساتھ سیتھین پر حملہ آور ہونے کے لئے آرمیا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف گیا تو آپ لشکر کے اس حصے کو میرے ساتھ کر دیں تاکہ اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے علاوہ ان لشکریوں کے ساتھ میں ان اسرائیلی قبائل پر حملہ آور ہو کر انہیں زیر کروں اور ان شاہراہوں کو محفوظ کر دوں جن پر ہمارا قبیلہ سفر کرتا ہے۔"

جب تک نفیل بن ساعدہ بولتا رہا، بخت نصر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر وہ بول اٹھا۔

"ابن ساعدہ! تمہاری حیثیت میرے چھوٹے اور عزیز بھائی کی سی ہے..... جس انداز میں اور جس پس منظر کے ساتھ تم نے گفتگو کی ہے تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تمہارا مجھ پر حق بنتا ہے۔ بہرحال تم فکرمند نہ ہو۔ میں آج ہی ایک حکم نامہ جاری کرتا ہوں جس کے تحت میرے وہ لشکری جو تمہارے ساتھ آرمیا کے کوہستانی سلسلے کی طرف گئے تھے وہ تمہارے ساتھ کام کریں گے اور جب بھی تم اپنے قبیلے کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنا چاہو گے وہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

ابن ساعدہ! میرے عزیز بھائی! میں صرف ایسا ہی نہیں کروں گا بلکہ اپنے لشکریوں کے علاوہ تمہارے سارے قبیلے کے لوگوں کے لئے کم از کم ایک سال کی رسد اور ضروریات کا دیگر سامان بھی فراہم کروں گا۔ اس سلسلے میں تمہیں بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم دو دن بعد کوچ کرنا چاہتے ہو تو میرا وہ لشکر تمہارے ساتھ دو دن بعد کوچ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہوگا۔"

بخت نصر کے اس فیصلے پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ دونوں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ لہٰذا دونوں اُسے سلام کہتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ جبکہ بخت نصر پہلے کی طرح اپنے اصطبل کے گھوڑوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔

دو دن بعد نفیل بن ساعدہ نے بابل کی نواحی رہائش گاہوں سے اپنے قبیلے کے ساتھ کوچ کیا تھا۔ بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ بھی اس کے ساتھ تھا۔

اسرائیلیوں پر ضرب لگانے کے لئے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے خلیج عقبہ کا رخ کیا تھا۔ ایلہ کی بندرگاہ کے آگے جہاں مدین کا علاقہ شروع ہوتا تھا وہاں انہوں نے پڑاؤ کیا اور اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔

ان دنوں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل جگہ جگہ آباد تھے اور کچھ قبیلے دریائے اردن

کے بائیں جانب اور کچھ دریائے اردن کے دائیں جانب آباد تھے۔ بنی اسرائیل کے وہ قبیلے جو دریائے اردن کے بائیں جانب آباد تھے وہ بنی دان، بنی نفتالی، بنی عاشر، بنی زبولون، بنی اشکار، بنی افرائیم، بنی بنیامین اور بنی شمعون وغیرہ تھے۔

وہ قبیلے جو دریائے اردن یا دریائے یردن کے دائیں طرف آباد تھے ان میں بنی منسی، بنی جد، بنی روبن زیادہ اہم تھے اور ان ہی بنی اسرائیل کے قبائل کے ساتھ عموانی، موآبی اور ادومی بھی بسے ہوئے تھے اور ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے لشکر کو لے کر جنوب کی طرف بڑھتے رہے۔ پہلے وہ ایلہ پہنچے۔ ایلہ خلیج عقبہ کے کنارے کی ایک بہت مشہور اور معروف بندرگاہ تھی۔ اس کا پرانا نام عصیون جابر تھا اور اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں یہ بڑی مصروف بندرگاہ خیال کی جاتی تھی۔ یہیں پر اصحاب سبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

انہوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں ان کے ایک طرف کوہ سینا، قریب ہی وادیٔ الشیخ تھی۔ اس وادی کا وہ حصہ جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ کیا تھا ازابا کہلاتا تھا۔ ان کے قریب ہی وادی کے ایک سرے پر وہ کوہستانی سلسلہ بھی واقع تھا جہاں مقامی روایت کے مطابق اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود کے علاقے سے ہجرت کر کے قیام کیا تھا۔ اس کے قریب ہی جبل ہارون ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے ناراض ہو کر جا بیٹھے تھے۔ جبکہ تیسری طرف سینا کا بلند پہاڑ ہے جس کا بالائی حصہ اکثر بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے اور جس کی بلندی لگ بھگ سات ہزار تین سو انسٹھ فٹ ہے۔ اسی پہاڑ کی چوٹی پر وہ کھوہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلّہ کیا تھا۔

اس جگہ اپنے لشکر کو ایک دن ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کر کے نفیل بن ساعدہ نے پھر کوچ کیا تھا۔ اب وہ اس جگہ جا پہنچا تھا جہاں خلیج عقبہ بحیرہ قلزم سے ملتی تھی اور وہاں بائیں جانب سے خلیج کی صورت میں سمندر کا ایک اور دھارا مصر کی سرزمینوں سے ہوتا ہوا بحیرہ ابیض کی طرف جاتا تھا۔

خلیج عقبہ کے کنارے کو چھوڑ کر اب وہ اس خلیج کے کنارے سفر کرنے لگے تھے جسے خلیج سوئیز کا نام دیا گیا ہے۔ اس خلیج کے کنارے سفر کرتے ہوئے سب سے پہلے وہ طور کے مقام پر پہنچے۔ یہ بندرگاہ کا نام تھا اور اس کا جبلِ طور سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

طور کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ افیدیم کے مقام پر پہنچے۔ اسی افیدیم کے قریب حورب نام کی وہ مشہور چٹان واقع ہے جس پر اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا تھا اور بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے۔ یہاں بھی انہوں نے پڑاؤ کیا، ایک دن ستائے اس کے بعد پھر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

اس کے بعد افیدیم سے روانہ ہونے کے بعد انہوں نے المرخہ پہنچ کر دم لیا۔ المرخہ کو بیابان سین بھی کہا جاتا تھا۔ اسی مقام پر بنی اسرائیل پر من وسلویٰ کا نزول شروع ہوا تھا۔

یہاں سے کوچ کرتے ہوئے انہوں نے پھر سفر شروع کیا اور اس علاقے کا جائزہ لینے کی خاطر وہ حمام فرعون جا پہنچے۔ حمام فرعون وہ جگہ تھی جس کے متعلق جزیرہ نما سینا کے لوگوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ اس جگہ فرعون کی لاش پانی میں تیرتی ہوئی ملی تھی۔

اب نفیل بن ساعدہ اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر جا پہنچا تھا جس شاہراہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں بنی اسرائیل نے مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت کی تھی۔

دراصل بنی اسرائیل ان دنوں جشن کے مقام پر آباد تھے۔ جشن کا علاقہ وہ علاقہ تھا جہاں مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آباد کیا تھا۔ مصر سے بنی اسرائیل کو نکالنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بالکل سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہتے تھے لیکن وہ راستہ خطرناک تھا اس لئے کہ وہ علاقہ ان دنوں مصر کے تحت تھا اور ان علاقوں میں کچھ مقامات پر فرعون کی تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں جہاں فرعون نے جگہ جگہ اپنے لشکروں کے مستقر قائم کر رکھے تھے۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اس طرف سے فلسطین کا رخ کرتے تو ان مستقر کے اندر جو فرعون کے لشکر تھے وہ یقیناً مزاحمت کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سب سے بڑی چھاؤنی مفقہ سے بچنا چاہتے تھے۔ یہاں فرعون کا ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ وہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بت خانہ بھی تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نمائے جنوب مغرب میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے قریب ہی وہ مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانے میں سامی قوم کی چاند دیوی کا بت خانہ بھی تھا۔

انہی چھاؤنیوں سے بچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے

ساتھ بحیرات مرہ کا رخ کیا تھا۔ یہ تلخ پانی کی وہ کھاڑیاں ہیں جو آج تو خلیج سوئز سے ذرا فاصلے پر ہیں مگر قدیم زمانے میں سمندر کا پانی ان سے جا ملتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صحرا کے صاف راستے سے سینا کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن فرعون کی چھاؤنیوں کی وجہ سے اس طرف نہ آئے اور سب سے پہلے بعل صفون کے قریب پہنچے۔ یہیں سے انہوں نے غالباً بحیرات مرہ کو کسی مقام سے عبور کیا اور یہیں سے بحیرات مرہ میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرعون غرقاب ہوا تھا۔

بحیرات مرہ کو عبور کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پہلے مالوہ پہنچے، پھر ایلیم پھر المرخہ۔ اس کے بعد فاران رفیدیم جا پہنچے تھے۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جسے آج کل جبل موسیٰ کہتے ہیں اور جس کا قدیم نام سینا ہے۔ اس کا نام طور بھی ہے اور اس کی وادی کو وادیٔ مقدس یا وادیٔ طویٰ کا نام بھی دیا گیا ہے۔

جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف لائے تھے اب نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اسرائیلی قبائل پر حملہ آور ہونے کے لئے اس شاہراہ پر چڑھ گئے تھے۔

چونکہ وہ علاقے جو بنی اسرائیل کے لئے شناسا تھے لیکن نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے لئے نئے تھے اور ان کے راہبر جو ان کی راہنمائی کر رہے تھے وہ بھی پہلے ان علاقوں سے واقف نہیں تھے۔

اسرائیل کے وہ قبائل تو بخت نصر کے حملوں سے ڈر کر مختصر سا راستہ اختیار کر کے وہاں پہنچے تھے اور وہ مختصر سا راستہ دشت طیہ اور جزیرہ نما سینا سے ہوتا ہوا بحیرات مرہ کی طرف آتا تھا۔ جبکہ نفیل بن ساعدہ نے یہ دشت کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے خلیج عقبہ، خلیج سوئز کا راستہ اختیار کیا تھا جبکہ اسرائیلیوں کے ان قبائل نے جن پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ حملہ آور ہونا چاہتے تھے، بحیرات مرہ کے دائیں جانب عیون موسیٰ اور مارہ نام کے مقامات کے [illegible] میں پناہ لے رکھی تھی۔

بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کے لئے نفیل بن ساعدہ نے اپنا آخری پڑاؤ ایلیم کے مقام پر کیا تھا۔ اس مقام کے آگے مارہ اور عیون موسیٰ تھے۔ اس کے بائیں جانب سمندر، دائیں جانب جزیرہ نما سینا تھا۔ یہاں پڑاؤ کرنے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کے لئے اپنے منصوبے کو آخری شکل دی تھی۔ اس مقصد

کے لئے اس نے حرقوص بن شجرہ اور دوسرے سالاروں کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ جب وہ اس کے پاس جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! اپنے مخبروں کی راہنمائی میں ہم اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے ہمیں بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کے لئے آگے بڑھنا ہے۔ وہ علاقہ اب یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم نے ایلیم سے آگے آگے پڑاؤ کیا ہے۔ اب ہمارے آگے مارہ اور عیونِ موسیٰ ہیں جن کے درمیان اسرائیلی قبائل نے پناہ لے رکھی ہے۔ تم لوگوں کو بلانے سے پہلے میں نے مخبروں کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس گفتگو کی روشنی میں بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کا لائحہ عمل طے کر چکا ہوں۔

اگر ہم متحد ہو کر آگے بڑھتے ہیں اور بنی اسرائیل پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو یاد رکھئے گا بنی اسرائیل دائیں جانب بھاگ کھڑے ہوں گے۔ دائیں جانب ان کے سامنے دشت طیہ اور جزیرہ نما سینا ہے اور یہ وہ علاقے ہیں جن کے چپے چپے سے وہ پوری طرح واقف ہیں جبکہ وہ علاقے ہمارے لئے ناآشنا ہیں۔

ہمارا اصل مقصد ان قبائل کا خاتمہ کرنا نہیں ہے بلکہ ان پر ضرب لگا کر انہیں اس قابل نہیں چھوڑنا ہے کہ آنے والے دور میں یہ ہمارے لئے خطرے کا باعث بنیں یا ہمارا مقابلہ کر سکیں۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے میں نے جو لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر تم میں سے وہ کسی کو ناپسند ہو تو پھر اس میں تبدیلی کی جائے گی۔

میں چاہتا ہوں جہاں ہم نے پڑاؤ کیا ہے وہاں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ لشکر بھی آدھے آدھے تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا حرقوص بن شجرہ کی کمانداری میں ہوگا۔

حرقوص بن شجرہ یہاں سے سیدھا آگے مارہ شہر کی طرف بڑھے گا اور وہ مارہ شہر کے باہر ہی باہر ہوتا ہوا آگے بڑھ کر مارہ اور عیونِ موسیٰ کے درمیان جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں ان پر حملہ آور ہوگا۔

بنی اسرائیل کو جب خبر ہوگی کہ کوئی ان پر حملہ آور ہوا ہے تو وہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ حملہ آور کون ہے۔ ہو سکتا ہے بابل کے جو لشکری ہمارے ساتھ ہیں انہیں پہچان کر وہ دہشت زدہ ہو جائیں کہ ان پر بخت نصر نے حملہ کر دیا ہے۔ تو ایسی صورت

میں وہ دائیں جانب مڑتے ہوئے دشتِ طیہ سے ہوتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ہم نے انہیں بھاگنے نہیں دینا۔

جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے جو میری کمانداری میں ہوگا، میں یہاں سے کوچ کر کے جزیرہ نمائے سینا اور دشتِ طیہ کے بائیں جانب رہتے ہوئے ایک کاوا کانوں گا اور بالکل اپنے مخبروں کی رہنمائی میں مارہ اور عیونِ موسیٰ کے درمیان کی سیدھ میں پہنچ کر بائیں جانب مڑوں گا اور میں بھی اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔

اگر حرقوص بن شجرہ کے حملہ آور ہونے سے اسرائیلی بدک کر دائیں جانب نہ گئے اور ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا تو اتنی دیر تک میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا اور ہم دونوں مل کر یقیناً بنی اسرائیل کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور انہیں اس قابل نہیں چھوڑیں گے کہ آنے والے دور میں وہ ہمارے لئے کسی خطرے یا مصیبت کا باعث بنیں۔''

• یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا۔ تب حرقوص بن شجرہ جھٹ سے بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ساعدہ! میرے بھائی! اب ہم سے یہ نہ پوچھنا کہ ہمارا اس تجویز سے متعلق کیا خیال ہے۔ جو منصوبہ تم نے بنایا ہے کم از کم میرے لئے آخری ہے۔ میرے ان سالار بھائیوں میں سے کوئی اعتراض کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔''

اس پر دوسرے سالاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ سب نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے اتفاق کرنے لگے تھے۔

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے دو روز تک اپنے لشکر کے ساتھ ایلیم شہر کے شمال مغرب میں قیام کیا، وہاں کچھ چراگاہیں بھی تھیں جہاں سے جانوروں کے لئے خوراک کا کافی ذخیرہ کر لیا گیا تھا۔ جبکہ لشکر کے لئے ضروریات کا سامان وہ پہلے ہی مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے جمع کر چکے تھے۔ اس کے بعد لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا اور ایک حصے کے ساتھ حرقوص بن شجرہ سیدھا مارہ کی طرف بڑھا اور پھر وہ مارہ کے دائیں جانب سے ہوتا ہوا مارہ اور عیونِ موسیٰ کے درمیان جو وادیاں تھیں جہاں بنی اسرائیل کے قبائل نے پڑاؤ کر رکھا تھا، اُدھر کا رخ کیا تھا۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ کچھ دور تک حرقوص بن شجرہ کے ساتھ گیا۔ پھر وہ

دائیں جانب مڑا، جزیرہ نما سینا اور دشت طیہ کے بائیں جانب رہتے ہوئے اس نے کاوا کاٹا۔ اب وہ آگے بڑھتے ہوئے بالکل اس علاقے کی سیدھ میں چلا گیا تھا جہاں اسرائیلی قبائل قیام کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ بائیں جانب مڑ کر اپنے ہدف کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف وہ جنگجو اسرائیلی جو اس سے پہلے سیتھین کے ساتھ مل کر نفیل بن ساعدہ کے قبیلے پر حملہ آور ہوئے تھے اور بخت نصر کے حملوں سے ڈرتے ہوئے صحرائے سینا کے اس طرف آ گئے تھے وہ مارہ اور عیون موسیٰ کے درمیان بالکل بے فکری اور طمانیت کی حالت میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اکادی خانہ بدوشوں کا وہ قبیلہ جس پر حملہ آور ہو کر ان کو نقصان پہنچایا تھا وہ اچانک دور دراز کی ان مسافتوں میں بھی انہیں آ لے گا۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس رفتار سے آگے بڑھنا شروع کیا تھا کہ اگلے روز جس وقت سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر قبل کچھ اسرائیلی جاگ اٹھے تھے اور کچھ سو رہے تھے، اچانک بحر کے ساتھ ساتھ آنے والی شاہراہ کی طرف سے حرقوص بن شجرہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور پھر وہ اچانک اسرائیلیوں پر قتل گاہوں کو اپنا مقدر بنا کر ریزہ ریزہ کر دینے والی آندھیوں۔ کہاشاں کی طرح ظلمتوں کو نگلتی اجل کی جوالا مکھی اور ہر شے کو سرنگوں اور اکارت کرتی پھیلے اودے کی یلغار کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اسرائیلیوں کی تعداد کیونکہ بہت زیادہ تھی اور جس لشکر کے ساتھ حرقوص بن شجرہ ان پر حملہ آور ہوا تھا وہ بہت کم تھا۔ لہٰذا اسرائیلی جنگجو جلدی جلدی تیار ہو گئے، ان کی اس تیاری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حرقوص بن شجرہ نے ان کے کئی جنگجوؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے باوجود عددی فوقیت رکھنے کی وجہ سے اسرائیلی جنگجو مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور مستعد ہو گئے۔

حرقوص بن شجرہ کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے شروع میں اسرائیلیوں کے درمیان جو افراتفری اور بھگدڑ مچی تھی اس پر انہوں نے قابو پا لیا تھا اور اب وہ پوری طرح اپنے آپ کو استوار کر کے حرقوص بن شجرہ کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ حملہ آوروں کو مار نہیں بھگائیں گے بلکہ ان کا خاتمہ کر کے رہیں گے۔

پھر اسرائیلیوں کی بدقسمتی کہ عین اسی لمحہ دائیں جانب سے جس طرف صحرائے سینا تھا، نفیل بن ساعدہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ شعور، آگاہی اور شعور ذات میں دکھ کے کہرام بھرتی قہر کی سنسنی خیز گونجوں اور بخت و اتفاق کے رشتہ اتحاد پر ضرب لگاتے درد کے اتھاہ قلزموں اور نفرتوں کے مہیب ساگر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسرائیلیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روک کر جوابی کارروائی کریں، دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتریں اور حملہ آوروں کو نقصان پہنچائیں۔ شروع میں وہ اپنے ان ارادوں میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوتے دکھائی دیئے تھے اس لئے کہ ان کے مقابلے پر اکیلا حرقوص بن شجرہ تھا۔ لیکن اب جب صحرائے سینا کی طرف سے نفیل بن ساعدہ بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑا تب بنی اسرائیل کو بھی اپنے جنگجوؤں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا۔

اسرائیلیوں کے پڑاؤ کی یہ حالت تھی کہ انہوں نے اپنی عورتوں، ضروریات کے سامان، باربرداری کے جانوروں اور دیگر سامان کو درمیان میں رکھا ہوا تھا اور مختلف قبائل کے جنگجو ایک گول دائرے کی صورت میں اس سامان کے اردگرد پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ مشرق اور شمال کی طرف سے حملہ آور ہوئے تھے لہٰذا اسرائیلیوں نے اب نیم دائرے کی شکل اختیار کر لی تھی اور پوری طاقت اور قوت سے وہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔

ابھی تک اسرائیلی قبائل کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ ان پر حملہ آور ہونے والے کون ہیں۔ جب سورج دور مشرق سے طلوع ہوا اور اس کی کرنوں نے بائیں جانب سمندر پر اور دائیں جانب دشت سینا پر اپنی کرنوں کے جال پھیلانا شروع کر دیئے تب جنگ کی بھٹی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔

نفیل بن ساعدہ نے جب دیکھا کہ اسرائیلی مدافعت پر اترے ہوئے ہیں اور جنگ طول پکڑتی جا رہی ہے تب اسرائیلیوں کو وقت ضائع کئے بغیر اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے اس نے ایک حربہ استعمال کیا۔ اس نے اپنے کچھ لشکریوں کے ذمے ایک کام لگایا تھا اور وہ اس پر عمل کرتے ہوئے زور زور سے نعرے بلند کرتے ہوئے اسرائیلیوں کو سنانے کے لئے کہنے لگے تھے کہ وہ بخت نصر کے لشکری ہیں اور فلسطین سے بھاگ

کر ادھر آنے والے اسرائیلیوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

جب اسرائیلی جنگجوؤں میں یہ خبر پھیلی شروع ہوئی کہ جو لشکر ان پر حملہ آور ہوا ہے وہ بخت نصر کا لشکر ہے تب ان کے جوان حوصلے، ان کے ولولے، ان کی سادی عسکری طاقت، قوت اور مردانگی جواب دینے لگی۔ اس لئے کہ بخت نصر نے دو بار یہودیہ کی مملکت پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ لہذا اسرائیل کی حکومت ہی نہیں اسرائیلی قبائل بھی بخت نصر کا نام سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔

جنگ کے دوران نفیل بن ساعدہ کی یہ جنگی چال پوری طرح کامیاب ہوئی۔ اس سے پہلے جو اسرائیلی جان توڑ کر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے لشکریوں کا مقابلہ کر رہے تھے ان کے اندر اب بددلی اور ایک طرح کا خوف اور افراتفری کا عالم برپا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اس سے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے فائدہ اٹھایا اپنے حملوں میں انہوں نے پہلے کی نسبت اور زیادہ تیزی اور شدت پیدا کر دی جس کے نتیجے میں مارہ اور نیوان موسیٰ کی درمیانی وادیوں کے اندر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کے ہاتھوں اسرائیلی قبائل کے جنگجوؤں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ان میں سے اکثر کو نفیل بن ساعدہ اور ان کے لشکریوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم بچے تھے جو ہتھیار پھینک کر اور اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ناموں کی قسمیں دیتے ہوئے بلند آواز میں سب شور کرنے کے ساتھ ساتھ امان طلب کرنے لگے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے بھی اپنے لشکریوں کو روک دیا۔ اس طرح یہ جنگ اپنے انجام کو پہنچی۔ اسرائیلی جنگجوؤں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارا جا چکا تھا۔ بہت کم زندہ بچے۔ انہوں نے ہتھیار بھی ڈال دیئے تھے۔ اس کے بعد ان کے زندہ بچنے والے سالاروں کو گرفتار کر کے نفیل بن ساعدہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تب نفیل بن ساعدہ نے ان پر انکشاف کیا کہ وہ اداثی قبیلے کا سردار نفیل بن ساعدہ ہے کیونکہ اسرائیلیوں نے سیتھین کے ساتھ مل کر ہم پر ضرب لگائی تھی لہذا وہ بخت نصر کے ایک لشکر کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا۔ آخر ان سے انتقام لینے میں کامیاب ہوا۔

بخت نصر کی چونکہ ان علاقوں میں بڑی ہیبت، بڑا رعب اور خوف تھا لہذا زندہ بچنے والے اسرائیلی سالاروں نے نفیل بن ساعدہ سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کبھی بھی ان کے مفادات کو نقصانات نہیں پہنچائیں گے اور جن شاہراہوں پر وہ خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں ان شاہراہوں پر بھی کبھی وہ خانہ بدوشوں کے لئے خطرے کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کی عسکری قوت کو کیونکہ کچلا جا چکا ہے، بہت کم جنگجو بچے ہیں جو آنے والے دور میں ان کے لئے نقصان کا باعث نہیں بن سکتے لہذا زندہ بچ جانے والوں کو اس نے معاف کر دیا اور انہیں اجازت دے دی کہ وہ واپس جا کر پہلے کی طرح اپنی سرزمینوں میں آباد ہو سکتے ہیں اور رہ سکتے ہیں۔

بچنے والے اسرائیلی نفیل بن ساعدہ کے اس فیصلے سے خوش ہو گئے تھے۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے بھی واپسی کا سفر اختیار کیا۔ جن شاہراہوں سے ہوتے ہوئے وہ وہاں تک پہنچے تھے انہی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے وہ ایلہ کی بندرگاہ تک آئے۔ وہاں نفیل بن ساعدہ نے دو روز تک پڑاؤ کر کے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد بابل کا رخ کیا۔

بخت نصر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ کی اس کامیابی پر بے حد خوش ہوا۔ اس نے نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ انہیں انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند روز تک اپنے قبیلے کے ساتھ بخت نصر کی بنائی ہوئی رہائش گاہوں میں آرام کیا اس کے بعد پورا قبیلہ پہلے کی طرح انہی شاہراہوں پر رواں دواں ہوا جن پر وہ اس سے پہلے خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہوئے سفر کیا کرتا تھا.....!

❊ ...... ❊

●●●

یہودیوں کی مملکت یہودہ پر بخت نصر نے اپنی طرف سے صدقیاہ کو ان کا بادشاہ اور حاکم مقرر کیا تھا۔

صدقیاہ کچھ عرصہ تک تو بخت نصر کا مطیع اور فرمانبردار بن کر چلتا رہا۔ بخت نصر نے جو اس پر خراج عائد کیا تھا وہ خراج کی رقم بڑی باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اس کے بعد اسے تین قوتوں نے بخت نصر کے خلاف انگیخت کرنا شروع کیا۔

پہلی قوت مصر کا فرعون تھا۔ اس نے تیز رفتار قاصد یہودہ کے بادشاہ صدقیاہ کی طرف روانہ کئے اور اسے یقین دلایا کہ ماضی میں جو کچھ ہوا اسے بھول جائے اور مٹی ڈال دے۔ کھل کر بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اظہار کر دے اور اسے خراج دینا بند کر دے۔ اگر بخت نصر نے اس بار بھی اس پر حملہ آور ہونا چاہا تو پھر مصر کا فرعون پوری طاقت اور قوت کے ساتھ صدقیاہ کی حمایت میں بخت نصر پر ضرب لگائے گا۔

دوسری قوت جس نے صدقیاہ کو بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر اکسایا تھا وہ صور کا کنعانی بادشاہ ایت بعل تھا۔ ایت بعل نے بھی صدقیاہ کو یقین دلایا کہ وہ پوری طرح اس کا ساتھ دے گا۔ بخت نصر نے اگر اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو وہ بھی حسب سابق اپنا ایک لشکر صدقیاہ کی مدد کے لئے روانہ کرے گا۔

تیسری قوت جس نے صدقیاہ کو راہِ راست سے بھٹکایا اور بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف اقدام کرنے کی ترغیب دی وہ یروشلم شہر کے بڑے بڑے کاہن اور یہودی علماء تھے۔ وہ متواتر اور لگاتار صدقیاہ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ وہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کو خراج دینا بند کر دے۔ انہوں نے صدقیاہ کو یہاں تک گمراہ کر دیا کہ

صدقیاہ نے آنکھیں بند کر کے ان کا کہا ماننے کا تہیہ کر لیا۔

صدقیاہ اس لحاظ سے بھی اپنی جگہ درست تھا کہ دو بڑی طاقتوں نے اسے بخت نصر کے خلاف مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ایک مصر کا فرعون، دوسرا صور کا کنعانی بادشاہ ایت بعل۔ لہٰذا ان تین قوتوں کے انگیخت کرنے پر صدیقاہ نے بخت نصر کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا۔

جس وقت بخت نصر کو یہودہ کے بادشاہ صدقیاہ کے اس اعلان کی خبر ہوئی اور بخت نصر کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ صدقیاہ نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا ہے، اس وقت نفیل بن ساعدہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ خلیج عقبہ کے اطراف میں مدین کی سرزمینوں میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ بخت نصر نے تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجوائے، اسے بابل طلب کر لیا اور یہودیوں کے اندر جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس کی اسے اطلاع بھی کر دی تھی۔

بخت نصر کا یہ پیغام ملتے ہی مدین کی سرزمینوں سے نفیل بن ساعدہ نے کوچ کیا، منزل پر منزل مارتا ہوا، کوچ پر کوچ کرتا ہوا وہ بابل کے نواح میں ان رہائش گاہوں میں پہنچا جو بخت نصر نے ان کے لئے بنائی تھیں۔ اس کے قبیلے نے وہاں قیام کیا۔ اگلے روز وہ اور حرقوس بن شجرہ دونوں بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بخت نصر نے جہاں ان کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا وہاں یہودیوں کی طرف سے اٹھنے والی بغاوت کی تفصیل بھی ان دونوں سے کہہ دی تھی۔ اس کے بعد باہم مشورہ کرنے کے بعد بخت نصر ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ بابل سے نکلا۔ پہلے کی طرح نفیل بن ساعدہ اور حرقوس [illegible] قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل تھے۔ اس طرح تیسری بار یروشلم پر حملہ آور ہونے کے لئے بخت نصر آندھی اور طوفان کی طرح ارض فلسطین کی طرف بڑھا تھا۔

بخت نصر اس سے پہلے دو مرتبہ یروشلم پر حملہ آور ہو چکا تھا لہٰذا وہ فلسطین کے دیگر علاقوں کے علاوہ یروشلم کے محلِ وقوع اور اس کی خامیوں اور خوبیوں سے بھی اچھی طرح واقف اور آگاہ ہو چکا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ اس نے اس جگہ آ کر پڑاؤ کیا جہاں اس سے پہلے حملوں میں وہ پڑاؤ کرتا تھا اور اسرائیلیوں کو دو مرتبہ اس نے اپنے سامنے زیر کیا تھا۔

پڑاؤ کرنے کے بعد چند روز تک اس نے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس لئے کہ اس کے لشکری ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہاں پہنچے تھے۔ جب اس کے لشکری تازہ دم ہو گئے تو اس نے یروشلم شہر کا محاصرہ کر لیا اور شہر پر تیز اور تند حملے شروع کر دیئے تھے۔

اس بار پہلے کی نسبت صورت حال کچھ مختلف تھی۔ چونکہ صدقیاہ کو ایک عرصہ سے تین تو تیں بخت نصر کے خلاف انگیخت کرتی رہی تھیں۔ لہٰذا بخت نصر کے حملوں اور اس کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے صدقیاہ نے تیاری بھی خوب کی تھی۔ اس سے پہلے جب اس کا بڑا بھائی یہویاقیم اور اس کا بھتیجا یہویاکین یہودیوں کے بادشاہ تھے تو جس قدر لشکر ان باپ بیٹے کے دور حکومت میں تھا، صدقیاہ نے اپنے لشکر کی تعداد اس سے دوگنی کر لی تھی۔ اس کے علاوہ شہر کی فصیل کا بھی اس نے خوب جائزہ لیا۔ جہاں جہاں اس نے دیکھا کہ فصیل میں کمزوری کے آثار ہیں وہاں اس نے مرمت کرا کے اسے مستحکم کر دیا تھا۔ فصیل کے اندر جس قدر کمزور برج تھے، ان کی ازسرِ نو مرمت کی گئی۔ اس کے علاوہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے مزید برج فصیل کے اوپر تعمیر کروائے تھے اور ان برجوں کے اندر بیٹھ کر تیر اندازی کرنے کے لئے اس نے اپنے لشکریوں کے دفاع کا بھی خوب اہتمام کیا تھا۔

اس طرح یروشلم کا محاصرہ طول پکڑنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک روز بخت نصر نے شہر کا محاصرہ ترک کر دیا۔ اپنے لشکر کو لے کر وہ پیچھے ہٹا اور جبلِ زیتون کے اوپر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

بخت نصر نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ مصریوں کا ایک بہت بڑا لشکر جس کی کمانداری فرع نام کا ایک سالار کر رہا تھا بڑی برق رفتاری سے ارضِ فلسطین کا رخ کئے ہوئے تھا۔

ان حالات ہی کو دیکھتے ہوئے بخت نصر نے عارضی طور پر شہر کا محاصرہ اٹھا لیا، پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے فرعون کے لشکر سے نبٹے گا اس کے بعد چاروں طرف سے مطمئن ہو کر یروشلم شہر پر بھرپور ضرب لگائے گا اور انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا۔ ساتھ ہی بخت نصر اس لحاظ سے بھی مطمئن تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ صور کے بادشاہ ایت بعل کی طرف سے ابھی

تک کوئی لشکر صدقیاہ کی مدد کے لئے روانہ نہیں ہوا تھا۔ اس بناء پر بخت نصر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلے اپنے لشکر کی زیادہ قوت کے ساتھ فرعون کا مقابلہ کرے گا اس کے بعد دوبارہ یروشلم کا محاصرہ کرے گا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بخت نصر نے اپنے لشکر کا ایک مختصر سا حصہ تو جبلِ زیتون پر ہی رکھا، لشکر کے اس حصے کے وہاں قیام کا مقصد صرف اپنے پڑاؤ کی حفاظت کرنا تھا۔ ساتھ ہی اپنے پڑاؤ کے آگے اس نے پتھروں کی اوٹ میں اپنے ان گنت تیر انداز بھی مقرر کر دیئے تھے۔ ایسا اس نے اس لئے کیا تھا کہ اگر یروشلم کے بادشاہ صدقیاہ کو علم ہو جائے کہ بخت نصر مصر کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے چلا ہے اور وہ شہر سے باہر نکل کر اس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو وہ تیر انداز تیر اندازی کر کے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیں۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد بخت نصر نے جو لشکر پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رکھا اس پر اس نے ایک سالار مقرر کیا۔ باقی لشکر کو لے کر وہ رات کی تاریکی میں جبلِ زیتون سے کوچ کر گیا اور صحرائے سینا کا اس نے رخ کیا تھا۔

دوسری طرف مصر کے فرعون کا لشکر جو مار دھاڑ کرتا ہوا بڑی برق رفتاری سے شمال کا رخ کئے ہوئے تھا وہ بھی صحرائے سینا کو عبور کر کے ایک جگہ پڑاؤ کر گیا۔ اس لئے کہ فرعون کے اس لشکر کا سالار فرع تھا اور اس نے اپنے آگے اپنے مخبر پھیلا دیئے تھے اور ان مخبروں نے اسے اطلاع کر دی تھی کہ بخت نصر اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ اس پر ضرب لگانے کے لئے جنوب کا رخ کئے ہوئے ہے۔

یہ خبر ملتے ہی مصر کے سالار فرع نے ایک مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہاں وہ اگر بخت نصر کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کی فتح اور کامیابی یقینی ہے۔

ساتھ ہی مصری سالار فرع نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ جونہی بخت نصر اس کے سامنے آئے گا وہ اس پر حملہ آور ہو گا اور اس کی تھکاوٹ اور ماندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا۔

دوسری طرف بخت نصر کے مخبر بھی پوری سرگرمی کے ساتھ متحرک تھے۔ انہوں نے بخت نصر کو مصری سالار کے ارادوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ لہٰذا بخت نصر نے ایک منزل

پیچھے ہی اپنے لشکریوں کو خوب ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد اس نے جنگی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی اور اس ترتیب کے مطابق اس نے فرعون کے لشکر کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔

بخت نصر نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ درمیانی حصے میں وہ خود رہا تھا، دائیں پہلو پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ تھے۔ بائیں پہلو پر بخت نصر کے اپنے سالار تھے۔ اس ترتیب کے ساتھ بخت نصر فرعون کے لشکر کے سامنے آیا۔

دوسری طرف مصری لشکر کے سالار اعلیٰ نے بخت نصر کی آمد سے پہلے ہی پہلے اپنے لشکریوں کی تقسیم اور صفوں کی درستگی کو آخری شکل دے دی تھی۔ لہٰذا جونہی بخت نصر اپنا پڑاؤ قائم کر کے اپنے پڑاؤ کے سامنے آیا تب فرع نے حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس غلط فہمی میں تھا کہ بخت نصر اور اس کے لشکری تھکے ہارے آئے ہیں، ان کے لشکر کی ترتیب بھی ابھی تک درست نہیں ہو گی۔ لہٰذا جونہی وہ حملہ آور ہو گا تو ان کے اندر افراتفری پھیل جائے گی۔ اس طرح وہ شکست کو بخت نصر کا مقدر بنا دے گا۔ لیکن شاید اسے اس کے مخبروں نے یہ اطلاع نہ کی تھی کہ بخت نصر اور اس کے لشکری پوری طرح تازہ دم تھے اور پڑاؤ کے سامنے آنے سے پہلے انہوں نے اپنی جنگی اور عسکری ترتیب کو آخری شکل دے رکھی تھی۔

چنانچہ جونہی بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ کے سامنے آیا، مصری سالار اپنے لشکر کے ساتھ تیرگی کے صحراؤں سے اٹھتے تقدیر کے بدترین عذاب، زخموں کے حروف، کرب کے الفاظ کھڑے کرتے تاریک وسوسوں کے طوفانوں اور غم کی برق چمکاتی گھٹاؤں کی طرح بخت نصر پر حملہ آور ہوا تھا۔

بخت نصر نے چونکہ پہلے سے تیاری کر کے فرعون کے لشکر کی ساری شیخی، سارا تمرد نکال دینے کا تہیہ کر رکھا تھا اور اس کے لئے اس نے اپنی پوری تیاری بھی کر رکھی تھی لہٰذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی مصریوں پر پابند سلاسل کرتے ساحلوں سے نا آشنا بھنور، خون سے احوال لکھتی زمین کا سینہ ادھیڑتی آندھیوں اور آخری امید تک کو توڑتے تباہی کی گرد اڑاتے عذابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر آتشی دھانے موت کی آگ اگلنے لگے تھے۔ الم و دہشت اور مہیب سناٹوں میں زخمیوں کی آہ و زاری کا ایک

طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے نایاب تیغ زن جنگ کا ایندھن بننے لگے تھے۔ چہروں کی خوش رنگ تحریریں بدقسمتی کی زنجیروں میں جکڑی جانے لگی تھیں۔

کچھ دیر تک صحرائے سینا کے کناروں پر مصریوں اور بخت نصر کے لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ مصری لشکر کے اندر پسپائی اور بددلی کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔ پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ بخت نصر کے سامنے مصری لشکر کی حالت گورستان کے متلاشی بے اولادوں، ویرانیوں میں نہائی داستانوں اور ریت کے گرتے گھروندوں سے بھی زیادہ ابتر اور بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مصری سپہ سالار نے جب دیکھا کہ بخت نصر کے مقابلے میں نہ صرف اس کے لشکر کا زیادہ نقصان ہوا ہے بلکہ اس کے لشکری بخت نصر کے تیز حملوں کے باعث کس قدر بددل اور ناامید نظر آ رہے ہیں تو وہ بڑا پریشان اور فکرمند ہوا۔ پھر وہ لمحہ بھی آیا جب مصری لشکر بخت نصر کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھنے کی بجائے اپنی جانیں بچانے کے لئے پچھلی صفوں کا رخ کرنے لگے اور یہ صورت حال مصری سالار کے لئے بڑی خطرناک اور انتہائی ہولناک تھی۔ کچھ دیر اس نے مزید بخت نصر کا مقابلہ کیا اور جب اس نے اندازہ لگایا کہ اس کی کوئی بھی کوشش، اس کا کوئی بھی حربہ بخت نصر کے خلاف کامیاب نہیں ہو گا تب اس نے اپنی شکست تسلیم کی اور اپنے لشکریوں کو پسپا ہو کر راہِ فرار اختیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی مصری اپنے پڑاؤ کی ہر چیز وہیں چھوڑ کر شکست کے داغ اٹھائے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ بخت نصر نے کیونکہ مصری لشکر پر کاری ضرب لگائی تھی اور دوبارہ اس کو اٹھنے کے قابل نہ چھوڑا تھا لہٰذا اس نے بھاگتے مصریوں کا تعاقب نہیں کیا۔ کیونکہ مصری اپنے مرکزی شہر ممفس سے لائی ہوئی ہر چیز کو اپنے پڑاؤ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ لہٰذا اس جنگ میں بخت نصر کو بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ مصریوں کے پڑاؤ پر اس نے قبضہ کر لیا۔ ہر چیز کو سمیٹا۔ اس کے بعد بخت نصر فتح کے شادیانے بجاتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ واپس یروشلم کا رخ کر رہا تھا۔

فرعون کے لشکر کو مار بھگانے کے بعد بخت نصر نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ یروشلم کی فصیل پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے تھے۔ فصیل کے اوپر یا فصیل کے برجوں

میں سے جو بھی تیر انداز ان پر تیر اندازی کرتا وہ بچ کر نہ جاتا۔ اس لئے کہ نیچے سے بڑی بڑی ڈھالوں کی اوٹ میں بخت نصر کے لشکری جب تیر اندازی کرتے تو ان کی تیز تیر اندازی کے باعث یروشلم کے محافظ زخمی ہوتے پرندوں کی طرح فصیل سے نیچے گرنے لگتے۔

چونکہ صدقیاہ نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر رکھا تھا لہٰذا یروشلم کا یہ محاصرہ خوب طول پکڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ تیز اور جان لیوا حملے کرتے ہوئے بخت نصر نے اپنے لشکر کے ساتھ یروشلم کی فصیل کے اندر جگہ جگہ داخل ہونے کے راستے بنا لئے تھے۔ کئی جگہ سے فصیل کو گرا دیا گیا تھا اور فصیل کے اندر بننے والے راستوں کے ذریعے بخت نصر کے لشکری شہر میں داخل ہوئے۔

شہر کے اندر جو صدقیاہ کا حفاظتی لشکر تھا، بخت نصر کے لشکر نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خوب قتل عام کیا۔ اس قتل عام کے بعد بہت سے جنگجو اسرائیلیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یہودیہ کے بادشاہ صدقیاہ نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک چور راستے سے اپنے مسلح دستوں کے ساتھ بھاگ نکلا جبکہ اس کے بیٹوں کے علاوہ اس کے سارے دوسرے اہل خانہ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

شکست اٹھانے کے بعد صدقیاہ اریحا کی طرف اس لئے بھاگا تھا کہ اس کا خیال تھا کہ وہاں وہ بخت نصر کے ہاتھوں محفوظ ہو جائے گا۔ لیکن بخت نصر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔

تاہم کسی نہ کسی طرح صدقیاہ اریحا پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اریحا کو اریحا کے علاوہ یریکو کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ مشہور مؤرخ مقدسی کا خیال ہے کہ اریحا وہ شہر ہے جس کی نسبت قرآن مقدس میں فرمایا گیا کہ وہاں قوم جبارین آباد تھیں۔ اس شہر میں وہ دروازہ بھی موجود تھا جس کا خداوند قدوس نے بنی اسرائیل سے ذکر فرمایا تھا۔ نیل اور ناریل اس شہر میں کثرت سے ہوتا ہے اور کھیتوں کو چشموں کے ذریعے پانی دیا جاتا ہے۔ اریحا میں گرمی کی شدت ہے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہاں سانپ، بچھو بے شمار ہوتے ہیں اور پسو بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہاں ایک خاص قسم کا سانپ بھی پایا جاتا ہے جس کا نام تریاقیہ ہے اور اس کے گوشت سے زہر کو زائل کرنے والا تریاق بنایا جاتا ہے۔ اریحا کے لوگ

عموماً گندم گوں اور سانولے ہوتے ہیں اور دوسری طرف اریحا کا پانی سارے شہروں سے ہلکا اور بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں کیلا افراط سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کھجور اور خوشبو کے پھول بھی وافر مقدار میں ہوتے ہیں۔

مورخ علی ہروی کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ اریحا شہر ہی میں تھا۔ مشہور مؤرخ یعقوبی اس شہر سے متعلق مزید لکھتا ہے کہ یہ ولایت اُردن میں واقع ہے۔ اسے ریحا یا اریحا بھی کہتے ہیں اور یہی مدینۃ الجبارین ہے جس کا قرآن مقدس میں ذکر آیا ہے۔ یہاں نیشکر اور کیلے بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ اریحا سے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ ایک شخص اریحا بن ملک بن ارفخشد بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف آئے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی سرکردگی میں سب سے پہلے یہی شہر فتح کیا گیا تھا۔ اس شہر سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اردن سے چار میل مغرب میں واقع ہے۔ اس شہر سے متعلق نصرانیوں کا یہ خیال ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصطباغ لیا تھا اور یہاں گندھک بہت زیادہ ہوتی ہے۔

شہر کے اندر وہ پودا بھی بویا جاتا ہے جسے وسمہ کا نام دیا جاتا ہے اور جس سے نیل نکلتا ہے۔ اریحا، بیت المقدس سے بارہ میل مشرق میں واقع ہے۔

صدقیاہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ اریحا پہنچ کر وہ محفوظ ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ تعاقب کرنے والے بخت نصر کے لشکری بھی اس کے پیچھے پیچھے اریحا پہنچے۔ صدقیاہ کے ساتھ جو اس کے محافظ دستے تھے ان پر بخت نصر کے لشکری حملہ آور ہوئے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور صدقیاہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

اریحا سے صدقیاہ کو یروشلم بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے اہل خانہ اور بیٹے پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے۔

جب صدقیاہ کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا تو بخت نصر کچھ دیر تک انتہائی خونخواری اور غضب ناکی میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بخت نصر نے اس کو مخاطب کیا۔

اس سے پہلے تیرے بھائی یہویاقیم نے میرے خلاف سرکشی اختیار کی تھی۔ اس کا جو انجام ہوا وہ تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور وہ میرے لشکر کی دہشت سے ہی

یروشلم میں مارا گیا۔

اس کے بعد میں نے اس کے بیٹے اور تیرے بھتیجے یہویاکین پر بھروسہ اور اعتماد کیا لیکن اس نے تین ماہ بعد ہی میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی، بغاوت اور سرکشی اختیار کی۔ اس کا انجام بھی تیرے سامنے ہوا ہے اور ان دونوں کے بعد میں نے تجھ پر اعتماد اور بھروسہ کیا۔ تجھے یہاں کا حاکم اور بادشاہ مقرر کیا۔ تیری مرضی سے جس قدر تو نے چاہا تجھ پر خراج مقرر کیا اور تو نے وہ رقم اپنی خوشی سے مجھے ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔

پھر تو کچھ عرصہ میرا مطیع اور فرمانبردار بھی رہا۔ خراج کی رقم بھی باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اس کے بعد تجھے وہی اسرائیلیوں کی پرانی وعدہ خلافی کی بیماری لاحق ہو گئی اور اپنے بھائی اور بھتیجے کی طرح تو نے بھی سرکشی ہی کا راستہ اختیار کیا۔ اب میں تجھ پر واضح کردوں کہ تیرا انجام تیرے بھائی اور بھتیجے سے مختلف نہیں ہوگا بلکہ ان کی نسبت زیادہ ہولناک اور عبرت خیز ہوگا۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کی وعدہ خلافی اور اس کی سرکشی اور بغاوت کی سزا دینے کے لئے بخت نصر نے عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا۔ جس وقت بخت نصر صدقیاہ سے ہم کلام ہوا تھا اس وقت صدقیاہ کے بیٹے بھی وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ صدقیاہ کی کرب خیزی کے لئے بخت نصر کے حکم پر سب سے پہلے اس کے سامنے اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد یہ کہہ کر اس کی آنکھیں نکال دی گئیں کہ جو منظر وہ دیکھ چکا ہے اس کے بعد کوئی اور منظر نہ دیکھ پائے گا۔

... بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ اس کے بعد بخت نصر نے یروشلم شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ شہر کے اندر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا ہیکل تھا اسے تباہ و برباد کر کے زمین بوس کر دیا۔ شہر کو بخت نصر نے کچھ اس طرح تباہ و برباد کیا کہ بنی اسرائیل کا جو تابوت سکینہ تھا جس کے متعلق اسرائیلیوں کا اعتقاد تھا کہ جس اسرائیلی لشکر کے آگے تابوت سکینہ رکھا جائے اس کی فتح اور کامیابی یقینی ہے وہ تابوت سکینہ بھی کھو گیا اور اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کدھر گیا ہے۔

یروشلم شہر کی فصیل کو نقصان پہنچانے، ہیکل کو زمین بوس کرنے، شہر کے اندر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کے بعد بخت نصر نے جہاں صدقیاہ کو گرفتار کر کے اور اندھا کر

کے بیڑیاں پہنا دی تھیں وہاں اس نے بنی اسرائیل کے ممتاز پچاس ہزار آدمیوں کو گرفتار کرلیا تھا اور انہیں قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا۔ اس طرح جب بنی اسرائیل نے تیسری بار بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کیا تو اس نے ان کی سلطنت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور ان کی اکثریت کو گرفتار کر کے بابل لے گیا جہاں ان سے بابل شہر کی نالیاں صاف کرائی جاتی تھیں اور انہیں دریائے فرات کے کنارے آباد کر دیا گیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایران کا شہر اصفہان جو کبھی اپنی حسین مسجدوں کے لئے بڑا مشہور ہوا کرتا تھا اسے بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہی آباد کیا تھا اور اس شہر میں اس نے یہودیوں کو لا کر آباد کیا تھا جنہیں وہ یروشلم کی فتح کے بعد گرفتار کر کے لایا تھا۔

اب بخت نصر نے بنی اسرائیل کی دوسری مملکت کا رخ کیا جسے اسرائیل کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل یہودہ اور اسرائیل دو مملکتوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اس اسرائیلی مملکت کا سب سے زیادہ اور نمایاں بادشاہ عمری تھا جس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی اصل عربی اور غالباً نبطی تھی۔ اس کی سب سے بڑی یادگار سامریہ شہر تھا۔ اسی نے شہر کی بنیاد رکھی اور وہاں بہترین بندوبست کیا۔ حکومت کا مرکز اس نے وہاں منتقل کر دیا۔ نئے مرکز حکومت میں اس نے ایک محل تعمیر کرایا تھا جس کو اس کے بیٹے اخی اب نے وسیع کیا۔ اس کی آرائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہی وہ محل ہے جسے تاریخ کے اوراق میں ہاتھی دانت کا گھر کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔

(حال ہی میں یہاں کھدائی ہوئی تو ظاہر ہوا کہ تعمیر میں واقعی ہاتھی دانت استعمال کیا گیا تھا اور بیشتر حصے میں سونے کے اوراق سے بھی کام لیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ہاتھی دانت کا باریک کام کرنے والے لوگ شمالی شام میں بھی تھے۔ دولت مندوں کے مکانوں میں دیوار کی لکڑی کے اندر ہاتھی دانت کے بیل بوٹے بنا دیئے جاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کے محلوں میں بھی جو یروشلم میں تھے اس قسم کا کام موجود تھا۔ عہد نامہ قدیم میں جن قصروں کا ذکر آیا ہے ان میں صرف سامریہ کا شاہی قصر اب تک دریافت ہوا ہے)

جب اسرائیل کی اس مملکت کا اخی اب بادشاہ ہوا تو اس کی وجہ سے مملکت کے اندر

شرک کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے صور اور صیدہ کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی تھی جس کا نام ایزبل تھا۔ ایزبل اپنے شوہر پر پوری طرح حاوی ہوگئی اور اس نے اسرائیل میں کنعانی دیوتا بعل کی عبادت کرانے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ سے بعل کے مذہب اور یہودہ کے مذہب میں نہایت تلخ اور طویل کشاکش شروع ہوگئی تھی۔ دونوں کی کوشش یہ تھی کہ اسرائیل کی مذہبی زندگی میں برتری حاصل کریں۔ اسی ایزبل کی وجہ سے اسرائیل کے اندر بغاوت کھڑی ہوگئی۔ کچھ سالاروں نے حکومت کا خاتمہ کر دیا اور ملکہ ایزبل کو ایک کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور وہاں گلیوں کے کتے اس کی لاش کو کھاتے رہے۔

انقلاب برپا کرنے والوں میں سے ایک شخص یاہو اسرائیل کا بادشاہ ہوا۔ اس نے یہودہ کا دین از سر نو قائم کر دیا۔ اس کو اسرائیل کا واحد دین قرار دیا۔ وہ بیرونی جنگوں میں پہلے بادشاہوں کی نسبت خاصا کامیاب رہا۔

یاہو کے تیسرے جانشین یربعام کے دور میں اسرائیلی سلطنت کو وسعت حاصل ہوئی اور اس کی سرحدیں شمال میں آرامی قوم کے اندر بڑھا دی گئیں۔ اس نے سامریہ شہر کی حفاظت کے لئے دوہری فصیل بنا دی تھی۔ یہ فصیل بعض مقامات پر پینتیس فٹ چوڑی تھی۔

جس وقت بنی اسرائیل کی سلطنت کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر تھی تو ایک اور قوت نمودار ہوئی۔ یہ آشوری تھے۔ آشوری اسرائیلیوں پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے دمشق، جلعاد، جلیل اور بہت سے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔ اس کے بعد یہودہ کی مملکت کے بادشاہوں کی طرح ہی اسرائیل کے بادشاہ ہوسیع نے مصریوں کے کہنے پر آشوریوں کے خلاف بغاوت کر دی اور انہیں خراج دینے سے انکار کر دیا جس کے جواب میں آشوریوں کا بادشاہ شلمناسر خامس حملہ آور ہوا۔ اس نے سامریہ کا محاصرہ کر لیا لیکن فصیل کے استحکامات کی وجہ سے محاصرہ طول پکڑ گیا۔ اسی دوران شلمناسر ختم ہو گیا اور اس کی جگہ آشوریوں کا بادشاہ سرجون ہوا۔ اس نے سامریہ پر تیز حملے کئے اور شہر کو فتح کر لیا۔ اسی سرجون نے اسرائیل کے ان تمام نوجوانوں کو جو اپنے آپ کو بڑے پر جوش خیال کرتے تھے اور جن کی تعداد لگ بھگ ستائیس ہزار دو سو اسی تھی، انہیں قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس وقت دریائے اُردن کے مغرب میں اسرائیلی مملکت کی آبادی چار لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ کو آشوریوں نے جلاوطن کر کے رکھ دیا اور تاریخ میں یہ مشہور ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے دس قبیلے گم ہو گئے تھے۔ لیکن یہ واقعہ صحیح نہیں ہے۔ جو لوگ جلاوطن ہوئے تھے وہ بھی آگے چل کر واپس آ گئے تھے اور اسرائیلیوں میں شامل ہو گئے تھے۔

(برطانیہ اور امریکہ کے بعض حلقوں نے تلاش اور ان کے نسب ناموں کے لئے تجسس سے کام لیا جو تک و دو کی وہ مضحکہ خیز تھی۔ بارہویں صدی کے سیاح بنیامین کو تاریخی حقائق کا زیادہ اندازہ تھا۔ جب اس نے لکھا کہ نیشاپور یعنی ایران کے پہاڑوں میں جو یہودی رہتے ہیں وہ انہی جلاوطنوں کی اولاد ہیں جنہیں آشوری بادشاہ گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا)

اب آشوریوں کے بادشاہ سرجون نے ایک اور کام کیا۔ وہ لگ بھگ ایک لاکھ اسرائیلیوں کو نکال کر اپنے ساتھ لے گیا تھا اور ان کی جگہ اس نے اپنے لوگوں کو اسرائیلی مملکت میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا۔ جن لوگوں کو سرجون نے اسرائیلیوں کی جگہ بسایا انہیں وہ بابل، عیلام، شام اور عرب کے بہت سے قبائل سے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اسرائیلیوں کی مملکت میں ان لوگوں کو سامرہ شہر کے گرد و نواح میں آباد کیا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ تاریخ کے اوراق میں سامری کہلائے۔ تاہم اسرائیلیوں کے اندر خلط ملط ہو گئے تھے۔ لیکن اسرائیلی ان سامریوں کو اپنے مقابلے میں حقیر اور کم تر خیال کرتے تھے۔ اسی بنا پر یہودی ایک طرح سے ان سے نفرت بھی کرنے لگے تھے۔

(آخر چار سو بتیس قبل مسیح میں عزرہ، نحمیاہ جب جلاوطنی سے واپس آ گئے تو انہوں نے نسلی پاکیزگی پر زور دیا۔ اسرائیلی اور سامری دونوں طبقوں کے درمیان آخری مرتبہ افتراق پیدا ہوا۔ اس افتراق کے نتیجے میں عزرا اور نحمیاہ نے ایک کاہن کے پوتے کو اس لئے یروشلم سے مار بھگایا کہ اس نے ایک سامری کی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔

وقت گزرتا گیا۔ سامریوں اور اسرائیلیوں کے درمیان عداوت بڑھتی گئی۔ ان میں شادی بیاہ کے تعلقات بھی جائز نہیں سمجھے گئے۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اس بری رسم کا خاتمہ کیا گیا۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سامری عورت سے پانی مانگا، وہ اس بات پر حیران ہوئی کہ یہودی ہو کر سامری سے پانی مانگا

گیا ہے)

بہر حال یہودہ کی مملکت کو تباہ و برباد کرنے اور یروشلم کو زمین بوس کرنے اور اس کے بادشاہ صدقیاہ کو اندھا کر کے گرفتار کر کے بابل روانہ کرنے کے بعد بخت نصر نے یہودیوں کی دوسری مملکت کو بھی رگید ڈالا تھا اور اسے بھی اپنا ماتحت بنا کر رکھ لیا تھا۔

یہودہ اور اس کے ہمسایوں پر ضرب لگانے کے بعد اب بخت نصر نے کنعانیوں یعنی فونیقیوں کے بادشاہ ایت بعل کا رخ کیا تھا اس لئے کہ وہ وقتاً فوقتاً بخت نصر کے مقابلے میں یہودیوں کی مدد کرتا رہا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ منزل پر منزل مارتا ہوا بخت نصر سب سے پہلے صیدا شہر پہنچا اور دریا کے کنارے اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ جس جگہ بخت نصر نے پڑاؤ کیا وہاں فونیقیوں کے سب سے بڑے دیوتا بعل کے علاوہ ان کے دوسرے دیوتا اشمون کے معبد بھی تھے جو تعمیرات کے لحاظ سے حیرت انگیز تھے۔ کنعانیوں یعنی فونیقیوں کے شہر میں صیدا کو عموماً قدیم مانا جاتا ہے۔ صیدا کے پرانے سکوں میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ شہر شمالی افریقہ کے شہر ہپو اور قبرص کے سیم شہر کی ماں خیال کیا جاتا تھا۔ غرض کنعانیوں کے ہاں صیدا نے ایک نمایاں حیثیت اختیار کر لی تھی اور وہ جنوبی لبنان میں سرخیل کی حیثیت رکھتا تھا۔

غالباً اس کے اثر و رسوخ کا کنعانی دنیا میں کوئی جواب ہی نہیں تھا اسی لئے راس الشمرہ میں ایک نظم ملی ہے۔ اس میں صیدا کے بادشاہ کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس بادشاہ کا نام کرت تھا۔ اسے ایک جنگ پیش آ گئی تھی جس میں حملہ آوروں کا رئیس تارح تھا۔ تارح کے علاوہ اس نظم میں زبلاون، عدوم اور عہد نامہ قدیم کے دوسرے لوگوں کے نام بھی آتے ہیں۔

مشہور یونانی شاعر ہومر نے بھی اپنی نظموں میں اس شہر کا ذکر کیا ہے اور اس کی نظموں میں فونیقی پارچہ جات، تانبا، غلام اور دوسری چیزیں صیدا سے لائے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ بھی اس شہر کے عروج اور اقتدار کی طرح ایک طرح سے صدائے بازگشت خیال کی جاتی ہے۔ ان نظموں میں صیدا کی دست کاریوں کی بھی بڑی تعریف کی گئی ہے۔

اس نظم میں ایک جگہ ان پارچہ جات کا ذکر ہے جس میں صیدا کی عورتوں نے اعلیٰ درجے کی زردوزی اور کشیدہ کاری کر رکھی تھی۔

اس شہر کی بحری حیثیت اور تجارتی اقبال مندی اس کے موقع محل کا کرشمہ تھی۔ یہ ایک آگے بڑھے ہوئے تنگ خطے کے دامن میں واقع ہے۔ جس کی شمالی سمت ساحلی چٹان نے گھیر رکھی ہے۔ اس کے ساتھ ملے ہوئے نصف میل تک جزیرے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے سمندری لہروں کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور جہازوں کی حفاظت کا نہایت عمدہ انتظام ہو جاتا ہے۔

صیدا کی بندرگاہ کے دو حصے تھے۔ ایک بیرونی اور دوسرا اندرونی۔ دوسرے بڑے بڑے شہروں کی طرح صیدا کے کنعانیوں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے شہر کے باہر بعل دیوتا کے علاوہ اپنے اشمون دیوتا کے بڑے بڑے بت نصب کر رکھے تھے۔ بعل تو ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا جبکہ اشمون کو وہ شفا بخش دیوتا مانتے تھے۔

قدیم دور سے صیدا کے ساحل کے ساتھ ساتھ ماہی گیری نے بھی خوب فروغ حاصل کیا تھا۔ صیدا کا نام ہی اس پیشے کی بناء پر رکھا گیا تھا۔ اس لئے کہ صیدا کا ماخذ صود قرار دیتے ہیں جس کے معنی مچھلی پکڑنا یا شکار کرنا ہے۔

صیدا کی زمین بعض مقامات پر ناقص تھی۔ یہاں مختلف اوقات میں بارش کافی نہ ہوتی تھی جس کی وجہ سے کھیتی باڑی کرنے یا جانور پالنے کا معاملہ بڑا کٹھن تھا۔ لیکن سمندر میں مچھلی کی کثرت تھی۔ خصوصاً بڑی ماکریل قسم کی مچھلی جس کا گوشت قدرے نمکین اور رنگ ارغوانی ہوتا ہے۔

ارغوانی رنگ کی صنعت بھی خاص طور پر ان کنعانیوں سے وابستہ ہے۔ نہ صرف مشرقی بحیرہ روم کے حلقے میں بلکہ اسی سمندر کے تمام ساحلوں پر ایک خاص قسم کی مچھلی ملتی تھی جسے صدف ماہی کہتے تھے جس سے ارغوانی رنگ کا سیال مادہ نکالا جاتا تھا۔

یہ ایجاد ایک طرح سے کنعانیوں ہی کی تھی جنہیں فونیقی بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد یونانیوں نے بھی اس رنگ کو مچھلی ہی سے حاصل کیا۔

یونانی اساطیر میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ٹرائے کی حسینہ ہیلن نے بھی کنعانیوں کے ارغوانی رنگ کو پسند کیا تھا اور ہیلن جب ٹرائے پہنچی تو ایک روز ساحل کی ریت پر ٹہل رہی جب وہ وقت گزار رہی تھی تو دیکھا اس کا کتا صدف کی مچھلی پکڑ کر نگل گیا تھا اور اس وجہ سے اس کا منہ گہرا ارغوانی ہو گیا تھا۔ یہ رنگ اُسے اتنا دلکش معلوم ہوا کہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ جو شخص اس کی نظر لطف کا خواہاں ہو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے

اسی رنگ کا لباس اسے نذر کرے۔

سیدا اور صور دونوں شہروں کے نواح میں صدف کی مچھلی پائی جاتی تھی جو اعلیٰ قسم کی مچھلی خیال کی جاتی تھی۔ کنعانی چاہتے تھے کہ اپنے ہاں کا یہ مچھلیوں کا ذخیرہ محفوظ کر لیں۔ چنانچہ وہ اس مچھلی کی تلاش میں جابجا پہنچے اور ارغوانی رنگ دور دور سے درآمد کرتے۔ مثلاً سپارٹا کی بندرگاہ یا قرطاجنہ اور یوتیکا کے آس پاس سے اس مچھلی کے توڑے ہوئے گھونگھے عام طور پر پائے گئے ہیں اور ان کا تعلق پندرھویں اور تیرھویں صدی قبل مسیح کے زمانے سے تھا۔ کنعانیوں کے بعد بھی صیدا کے جنوب میں ساحل کے ساتھ ساتھ ٹوٹے ہوئے گھونگھوں کا ایک پشتہ بن گیا تھا۔ یہ اس مچھلی کے جسم کا حصہ تھے جس سے ارغوانی رنگ حاصل کیا جاتا تھا۔

اس رنگ پر ایک طرح سے شروع سے کنعانیوں کی اجارہ داری تھی۔ جس مچھلی سے کنعانی یہ رنگ حاصل کرتے تھے وہ بہت چھوٹی تھی اس لئے اس سے رنگ کے چند قطرے ہی نکلتے تھے۔ پھر اس سے رنگ تیار کرنے میں بڑی محنت مشقت دکھانی پڑتی تھی۔ البذا اس رنگ کی قیمت بہت زیادہ تھی اور اس صنعت کا اجارہ بعد میں کنعانیوں کے ہاتھ سے نکل کر یونانیوں کے پاس چلا گیا۔

ہومر کے زمانے میں نیز یونانیت کے دور میں ارغوانی لباس بادشاہوں کے لئے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ رومن شہنشاہ ارغوانی چغہ نشانِ اقتدار کے طور پر پہنتے تھے۔ مصر کی قلوپطرہ، ٹرائے کی خوبصورت دوشیزہ ہیلن ارغوانی رنگ کی بے حد مشتاق تھیں۔ اس کے علاوہ بازنطینی حکومت کی ملکائیں جب بچوں کو جنم دیتی تھیں تو انہیں ایک خاص کمرے میں پہنچا دیا جاتا تھا جو ارغوانی رنگ کے کپڑوں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہودیوں میں بھی یہ رنگ بڑا مقبول ہوا۔ یہودیوں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا خاص نشان کے طور پر ارغوانی لباس پہنا کرتا تھا۔ شمالی شام کا آرامی پیشوا اور ایشیائے کوچک میں میگنیشیا کے معبد یعنی جیوپیٹر کا پیشوا بھی اسی رنگ کے لباس استعمال کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کیتھولکوں کے اسقفِ اعظم نے بھی یہی روایاتی لباس اختیار کیا تھا۔

بہر حال بخت نصر جب اپنے لشکر کے ساتھ صیدا پہنچا تو صیدا کے لوگوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور انہوں نے بخت نصر کی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کر لی تھی۔

کنعانیوں میں کیونکہ کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ سب بڑے بڑے شہروں پر علیحدہ علیحدہ حکمران تھے اس بناء پر وہ تاریخ کے اوراق میں ساحلِ روم پر کوئی بڑی اور اہم مملکت قائم نہ کر سکے۔

صیدا کو مطیع اور فرمانبردار بنانے کے بعد بخت نصر نے ایت بعل کے مرکزی شہر صور کا رخ کیا تھا۔ صور بھی خشکی کے ایک آگے بڑھتے ہوئے حصے کے سائے میں آباد تھا اور اس کی حفاظت ایک جزیرہ نما چٹان کے ذریعے ہوتی تھی جو تقریباً ایک میل لمبی اور تین چوتھائی میل چوڑی تھی۔

یہ جزیرہ نما چٹان امن کے اوقات میں جہازوں کے لئے جنگ کے اوقات میں باشندوں کے لئے حفاظت کا بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ صور کی بھی دو بندرگاہیں تھیں، ایک کا رخ شمالی جانب تھا اور اسے صیدانی بندرگاہ کہتے تھے۔ دوسری کا رخ جنوب کی طرف تھا اور یہ مصری بندرگاہ کہلاتی تھی۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ صور شہر کی بنیاد ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے لگ بھگ دو سو چالیس سال پیشتر رکھی گئی تھی۔ صور شہر میں ملکوت دیوتا کا ایک معبد تھا جس کی عمارت حیرت انگیز طور پر بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ملکوت دیوتا کے اس معبد میں دو نہایت بیش قیمت ستون تھے۔ ایک ستون سونے کا اور دوسرا زمرد کا تھا۔ زمرد کا ستون خاصا بڑا تھا اور رات کی تاریکی میں بھی روشن نظر آتا تھا۔

دسویں صدی قبل مسیح کے اوائل میں صور شہر نے ایک زبردست اور قوی ریاست کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس کی وجہ سے اس کے مقابلے میں صیدا شہر کی عظمت کسی قدر ماند پڑ گئی تھی اور وہ دوسرے درجے کا شہر ہو گیا تھا۔

صور شہر کے فرمانرواؤں میں سب سے زیادہ اہم حیرام تھا جس نے 969 قبل مسیح سے 936 قبل مسیح تک صور شہر پر حکومت کی۔ یہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوست اور حلیف تھا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں شہر کمالِ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اسی حیرام نے صور شہر کی مضبوط اور مستحکم فصیلیں بنائی تھیں جنہوں نے ایک طرح سے صور کو ناقابلِ شکست بنا دیا تھا۔ اس وقت شہر کا بڑا حصہ جزیرے کے اندر تھا اور اسی حصے میں صور کے سب سے بڑے دیوتا ملکوت کا معبد اور اس کے ساتھ شاہی محل اور بازار تھا۔

کنعانی یعنی فونیقی کیونکہ تجارت پیشہ لوگ تھے لہٰذا بحر پیمائی کے منظم طریقوں اور چھان بین کے بغیر بحری تجارت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینا ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا بحری تجارت میں بھی ان کنعانیوں نے خوب ترقی کی۔ انہی کنعانیوں یا فونیقیوں نے قطبی ستارے کی افادیت دریافت کر لی تھی۔ یونانیوں نے قطبی ستارے کی افادیت ان کنعانیوں سے ہی سیکھی تھی۔ یہ کنعانی دیودار کے نہایت پختہ اور پائیدار لٹھ کاٹ کر ندیوں میں ڈال دیتے تھے۔ طغیانی آتی تو لٹھ بہہ کر قریب ترین بندرگاہ تک پہنچ جاتے۔ وہاں یا تو ان سے جہاز بنائے جاتے یا انہیں باہر کے ملکوں میں بیچ دیا جاتا۔ صور اور صیدہ کی بندرگاہوں میں صنوبر اور دیودار کے لٹھ زیادہ تر کوہِ حرمون یا جبل شیخ سے آتے تھے۔

1400 قبل مسیح میں فونیقی جہازوں کے خاکے مصر کی یادگاری عمارتوں پر نمودار ہونے لگے۔ ان کی شکل آدھے چاند کی سی ہوتی تھی۔ پچھلا حصہ اوپر اٹھا ہوتا تھا، دو بڑے چپو ہوتے تھے جن سے یہ جہاز چلتے تھے اور مستول کے ساتھ دو گز لگا دیئے جاتے تھے جن میں سے ایک مربع بادبان ہوتا۔ جہازوں میں خاصا سامان رکھنے کی گنجائش نکالنے کے لئے انہیں زیادہ چوڑا بنایا جاتا تھا۔

غیر معمولی طور پر لمبا بنانا مناسب نہ سمجھا جاتا تھا۔ آگے چل کر یہ نمونہ بھی تبدیل ہو گیا۔ آشوریوں کی یادگاری عمارتوں پر جو کنعانیوں کے تجارتی اور جنگی جہازوں کے نقشے پائے گئے ہیں ان میں اگلا حصہ بہت اونچا ہوتا تھا اور اسے نوکیلا رکھا جاتا تھا تاکہ لڑائی میں مفید کام دے اور اس میں دو درجے ہوتے تھے۔

کنعانی جہاز سازوں نے اوپر نیچے دوہرے یا زیادہ چپوار لگانے کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ نچلے حصے پر چار چار پانچ پانچ چپواروں کی دو قطاریں ہوتیں۔ سولہ یا بیس آدمی کھینے کے لئے رکھے جاتے تھے۔

بعد کے زمانے میں کھینے والوں کی تعداد بڑھ کر پچاس تک ہو گئی۔ بادبان کتان کے بنائے جاتے تھے اور انہیں یا تو اس وقت کھولا جاتا جب جہاز لنگر انداز ہوتا یا اس وقت جب موسم ناسازگار ہو جاتا تھا۔ کنعانیوں کے اسی نمونے کو یونانیوں نے بھی اختیار کیا۔

غالباً اسی نمونے کے جہاز حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے کنعانی ملاحوں نے

بنائے تھے جو سمندر سے واقف تھے۔ یہ ملاح حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست اور کنعانیوں کے بادشاہ حیرام نے بھیجے تھے۔

کنعانیوں کے بنائے ہوئے جہاز ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تجارت کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بندرگاہ عصیون جابر تھی جس کا نام بعد میں ایلہ رکھا گیا۔ اس کو رومنوں نے آئلہ کہا اور عرب اسے ایلہ کہہ کر پکارتے رہے۔ یہ بندرگاہ بحیرۂ قلزم کی خلیج عقبہ کے کنارے ہے۔ اس بندرگاہ تک راستہ زیادہ لمبا نہ تھا۔ یہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جہاز لکڑی اور تانبا لے جاتے اور ان کے بدلے میں عرب ممالک سے دوسری پیداوار لے کر آتے تھے۔

ملکہ سبا کے دارالحکومت معارب سے ایک برنجی بت نکلا تھا۔ یہ ایک دیوتا کا بت تھا جس کو شیر کی کھال پہنائی گئی تھی۔ یہ دیوتا صور کے دیوتا ملقرت سے بالکل ملتا جلتا تھا جس سے مؤرخین یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ قومِ سبا یعنی ملکہ بلقیس کے علاقوں سے بھی کنعانیوں کی تجارت اپنے عروج پر تھی۔

اہلِ صور کے ان کنعانیوں کی تجارت زیادہ تر بحری تھی لیکن وہ بری تجارت میں بھی بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ بحیرہ روم میں ان کی جتنی بندرگاہیں تھیں وہاں سے خلیج فارس کے مختلف مقامات پر بری آمدورفت جاری تھی۔ بلکہ خلیج فارس میں بھی انہی ناموں کے شہر تھے جن ناموں کے شہر کنعانیوں کی سرزمینوں میں تھے۔ اندرونِ ملک ان کے مختلف تجارتی مرکز تھے مثلاً عرف، الربا اور نصیبین۔

یہ کنعانی یا فونیقی ہسپانیہ سے چاندی، لوہا، ٹین، سیسہ، غلام اور پیتل کے ظروف، مصر سے کتانی پارچہ جات اور عرب کی سرزمینوں سے بھیڑ بکریاں درآمد کرتے تھے۔ ان کے تجارتی قافلے ہر جگہ موجود ہوتے تھے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ براعظم افریقہ کے گرد بحری سفر کا آغاز پرتگیزیوں نے کیا۔ لیکن یہ درست نہیں۔ ان سے بہت پہلے کنعانی عربوں نے یہ چکر لگایا تھا۔ یہ کٹھن سفر ان کنعانیوں نے مصر کے فرعون کے ایما پر شروع کیا تھا۔ اس فرعون نے ایک پرانی نہر ازسرِ نو کھدوا کر نیل کی دائیں شاخ کو بحرِ قلزم کے سرے پر ملا دیا تھا۔ اس آبی راستے سے کنعانی ملاح جنوبی سمندر میں پہنچ گئے۔ راستے میں خزاں کا موسم شروع ہو جاتا تو ساحل پر اتر کر گندم کاشت کر لیتے۔ فصل پک جاتی تو غلہ جہازوں

میں بھر کر پھر سفر شروع کر دیتے تھے۔

صور اور صیدا شہر سے باہر کی سرزمینوں میں بھی ان کنعانیوں نے اپنی نو آبادیاں قائم کیں۔ شروع میں ان کی نو آبادیاں قبرص، روڈس، کریٹ اور مشرقی بحیرہ روم کے دوسرے حصوں میں تھیں۔ پھر ان کا سلسلہ مالٹا، سسلی، سارڈینیا اور وسطی بحیرہ روم کے دوسرے مقام تک پہنچا دیا گیا۔ آخر شمالی و مغربی افریقہ اور جزیرہ نمائے ہسپانیہ اور پرتگال میں ان کی آبادیاں قائم ہو گئیں۔ ہسپانیہ میں کیڈ اور تیونس میں یوتیکا نام کی ان کی نو آبادیاں قائم ہوئی تھیں۔ کیڈ ایک فونیقی لفظ ہے جس کے معنی فصیل کے ہیں۔ نیز یہ ان مقامات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو فصیل سے محصور ہوں۔

ان کنعانیوں نے دسویں صدی قبل مسیح کے وقت سے آٹھویں قبل مسیح کے وسط تک نو آبادیوں کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے جاری رکھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ٹین کی تجارت پر ان کنعانیوں کی اجارہ داری تھی۔ وہ ٹین کی تلاش میں انگلستان کے ساحل کارنوال جا پہنچے۔ وہاں سے یہ ٹین اور سیسہ حاصل کرتے اور اس کے بدلے وہاں کے مقامی لوگوں کو مٹی کے ظروف، نمک اور تانبے کے برتن دے دیتے تھے۔

ٹین پر کیونکہ فونیقیوں کی اجارہ داری تھی اور اسے وہ مخفی بھی رکھتے تھے۔ اسپین کے اندر مالقہ شہر بھی انہی کنعانیوں کا آباد کردہ تھا۔ مالقہ کے معنی کارخانے کے ہیں۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں کنعانی مچھلیوں کو نمک لگانے کے کارخانے رکھتے تھے۔ کنعانیوں کے نامور سپہ سالار ہنی بال کے باپ کا نام حملکار بارقہ تھا جس نے رومنوں کے ساتھ جنگیں کیں۔ بارقہ کنعانی لفظ بارق یعنی بجلی سے ہے اور اسپین کا شہر بارسلونا بھی اسی سے بگڑ کر بنا تھا۔

اسی زمانے میں کنعانی جہاز جو سامان بحیرہ روم کے پورے علاقے میں پہنچاتے تھے اس میں پودے بھی تھے اور پیداوار بھی۔ اس میں گلاب، کھجور، انجیر، انار، مرجوا لوبان کی مانند خوشبودار گوند ہوتا تھا، آلوچہ اور بادام، زیتون کے درخت مشرق کے قریب کی خاص پیداوار تھے۔ یہیں سے یہ یونان، اٹلی، شمالی افریقہ اور ہسپانیہ انہی کنعانیوں کے ذریعے پہنچے۔

ساتھ ہی ان پودوں سے پیدا ہونے والی چیزیں جگہ جگہ بھیجی جانے لگیں۔ یعنی

زیتون کا پھل اور تیل۔ یورپی زبانوں میں اب تک انہیں سامی ناموں کے آثار موجود ہیں۔ یہ انہی فونیقیوں کے جہاز تھے جو یونان سے سوسن، مشق پیچاں، پودینہ اور نرگس کے پودے مشرقی بحیرہ روم میں پہنچاتے اور جن میں بعض کے یونانی نام اب تک سامی زبانوں میں محفوظ ہیں۔

مصالحوں کی تجارت جو بحیرہ روم میں بہت نفع بخش خیال کی جاتی تھی تقریباً پوری کی پوری ان کنعانیوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ مصالحے حاصل کرنے کے راستے سب سے مخفی رکھتے تھے اور ان گوناگوں خطروں سے متعلق مبالغہ آمیز افواہیں پھیلاتے رہتے تھے تاکہ دوسری قومیں یہ تجارت شروع نہ کر سکیں۔

کنعانیوں کے دور میں ارض شام کو مرد اور روغن بلسان کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جنوبی عرب بھی مرد کا مرکز تھا اور ملکہ سبا کے دور میں سبائیوں کے قافلے اسی مرد کو بحیرہ روم کی بندرگاہوں تک پہنچایا کرتے تھے۔

افریقہ میں صور کے کنعانیوں نے جو نو آبادیاں قائم کیں ان میں سے سب سے زیادہ اہم شہر قرطاجنہ تھا اور اسی قرطاجنہ شہر نے سب سے زیادہ قوت حاصل کی اور حد درجہ کامیاب رہا۔ اس شہر کے متعلق روایت یہ ہے کہ جب اس کی بنیاد آٹھ سو چودہ قبل مسیح میں صور کے بادشاہ پگملین کی بہن ڈائیڈو نے رکھی تھی۔ اُسے الیسا بھی کہتے تھے۔ ڈائیڈو ہی اس شہر کی خاص دیوی قرار پائی۔

قرطاجنہ افریقہ میں فونیقیوں کا ایسا ہی مرکز بنا جیسے ایشیا میں صور اور صیدا تھے۔ اسی قرطاجنہ سے فونیقی اثر و رسوخ کی کرنیں نکل کر مغرب میں بحیرہ روم کے علاقوں میں پہنچتی رہیں۔ آٹھویں صدی قبل مسیح تک اس کی تجارت اتنی ترقی کر چکی تھی کہ خود اصل وطن یعنی صور اور صیدا بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اس قرطاجنہ نے ایسی ترقی کی کہ اس کے مقابلے میں کنعانیوں کا آبائی وطن یعنی صیدا اور صور ہی نہیں بلکہ تمام دوسرے شہروں کی عظمت اور شوکت اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ تاہم قرطاجنہ شہر جو افریقہ میں کنعانیوں نے آباد کیا وہ ایشیا میں کنعانی شہروں کو خاصی بڑی بڑی رقوم بھیجا کرتا تھا۔

افریقہ میں جو قرطاجنہ شہر نے ترقی کی وہ اہل صور ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس شہر سے متعلق مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس ایک کہانی بیان کرتا ہے جس میں بتایا گیا

ہے کہ قرطاجنہ کی تجارت کہاں تک پہنچ گئی تھی اور اہل قرطاجنہ نے مبادلہ جنس کے کیسے عجیب وغریب طریقے پیدا کر لئے تھے۔

وہ لکھتا ہے کہ قرطاجنہ کے ملاح افریقہ کے جنوبی ساحل پر پہنچتے۔ مال تجارت ساحل پر اتار دیتے تھے۔ پھر عام اطلاع کے لئے ایک الاؤ روشن کر کے خود اپنے جہازوں پر چلے جاتے تھے۔

ان دنوں افریقہ میں غیر مہذب اقوام آباد تھیں۔ چنانچہ وہ غیر مہذب مقامی باشندے جب کنعانیوں کی طرف سے دھواں اٹھتا دیکھتے تو سونا لے کر وہاں پہنچ جاتے۔ سونا سامان کے پاس رکھ دیتے اور جو سامان کنعانی ساحل پر اتارتے اسے لے کر اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ اس طرح کنعانی وہاں سے سونا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

اگر کنعانیوں کو یہ اندازہ ہوتا کہ مقامی لوگوں نے جو سونا ان کے حوالے کیا ہے وہ ان کے مال کی نسبت کم قیمت رکھتا ہے تب وہ مقامی باشندوں کو مزید سونا لانے پر آمادہ کرنے کے لئے پھر جہازوں پر جا بیٹھتے۔ غرض اس لین دین میں جو چپ چاپ ہوتا تھا کوئی بھی دوسرے فریق کو دھوکا نہیں دیتا تھا۔

افریقہ میں قرطاجنہ شہر نے جو کنعانیوں کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا تجارت اور سیاست میں ایسی برتری حاصل کر لی تھی کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں یہ ایک بڑی سلطنت کا مرکز بن گیا تھا جو موجودہ لیبیا سے ہرکولیس کے میناروں تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں جزائر بلیارک، مالٹا اور سارڈینیا بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ قرطاجنہ ہی سے اٹھ کر عرب کنعانیوں نے فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال کے ساحل پر جو نو آبادیاں جا بجا قائم کی تھیں وہ بھی اسی سے وابستہ تھیں۔ کنعانیوں کے پہلے بڑے شہر صیدہ اور صور مصر اور آشوریوں کے دائرہ اختیار میں تھے لہٰذا انہیں سلطنت کی تعمیر کا موقع نہ مل سکا۔ قرطاجنہ کی غیر معمولی برتری نے وسطی بحیرہ روم کی ایک اور ابھرتی ہوئی قوت سے تصادم کی صورت پیدا کر دی تھی اور یہ قوت رومنوں کی قوت تھی۔

رومنوں اور کنعانیوں کے درمیان جھگڑے اور نزاع کا باعث یہ ہوا کہ سمندر پر کیسے اقتدار حاصل ہونا چاہئے

کنعانی بیڑے کو بحیرہ روم میں اتنا اقتدار حاصل تھا کہ رومنوں سے انہوں نے

صاف صاف کہہ دیا تھا وہ اجازت کے بغیر سمندر میں ہاتھ بھی نہیں دھو سکتے۔

چنانچہ ان دو محارب قوتوں کے درمیان سمندر میں برتری حاصل کرنے کے لئے کشمکش شروع ہو گئی تھی۔ اس کشمکش کا آخری دور اس وقت شروع ہوا جب کنعانیوں کے نامور سپہ سالار ہنی بال نے 218 قبل مسیح میں وہ مہم شروع کی جس کے لئے زندگی وقف کر دی گئی تھی۔

ہنی بال اصل میں دو کنعانی لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی ہینی اور بعل۔ جس کے معنی ہیں بعل کی لطف اور نوازش۔

اس ہنی بال نے اتنی طاقت اور قوت حاصل کر لی تھی کہ ہسپانیہ اور کوہستان الپس سے گزرتے ہوئے اس نے اٹلی پر حملہ کر دیا تھا۔ اٹلی کی سرزمینوں میں کنعانی سپہ سالار ہنی بال پندرہ سال تک کامیاب مہموں میں مصروف رہا۔ اسی اثناء میں اس نے روم پر بھی حملہ کر دیا تھا۔ پھر اسے افریقہ واپس بلا لیا گیا تھا۔

آخر 200 قبل مسیح میں زامہ کے مقام پر جو قرطاجنہ کے جنوب مغرب میں ہے رومنوں اور کنعانیوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں کنعانیوں نے شکست کھائی۔ چنانچہ اس شکست کے بعد 196 قبل مسیح میں ہنی بال بھاگ کر اپنے آبائی شہر صور چلا گیا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور وہ شام کے سلیوکی بادشاہ انٹیاکس کے ساتھ مل کر کنعانیوں کے دشمنوں کے خلاف لڑتا رہا۔ لیکن اس کی قسمت ہار چکی تھی۔ فتح اور نصرت نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔

جب ہنی بال کے لئے بچاؤ کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے ایشیائے کوچک میں خودکشی کر لی۔ اس نے 183 قبل مسیح میں خودکشی کی۔ خودکشی سے قبل اس نے جو آخری الفاظ کہے وہ کچھ اس طرح تھے۔

''اس طرح مر جانے سے رومنوں کو اس انتظار کی زحمت سے نجات مل جائے گی کہ ایک سن رسیدہ اور نفرت زدہ آدمی کب وفات پاتا ہے۔''

بہترین اور نامور سپہ سالار ہنی بال کے مارے جانے کے بعد ان کنعانیوں نے ہمت نہیں ہاری۔ شکست کے بعد بھی ان کنعانیوں نے بہت جلد اپنے نقصان کی تلافی کر لی اور نئی عظمت اور شوکت کا دور شروع کر دیا۔ لیکن رومنوں کے سالار پیٹو اور

دوسرے ذی اثر رومنوں کی تنگ نظری، تنگ دلی نے اس صورتِ حال کو گوارہ نہ کیا کہ عرب کنعانی ان کے سامنے سمندر کے اندر ایک ناقابلِ تسخیر قوت بن کر رہیں اور یہ کہ تجارت پر ان کا غلبہ رہے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ اگر قرطاجنہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے تو اس کنعانی قوم کی عظمت بھی ختم ہو جائے گی۔

چنانچہ انہوں نے قرطاجنہ کو تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ 144 قبل مسیح میں سترہ روز تک رومن اس شہر پر حملہ آور ہوتے رہے اور سترہ روز تک یہ عظیم الشان شہر شعلوں کی جولان گاہ بنا رہا۔ یہاں تک کہ جہاں یہ شہر آباد تھا وہاں خاکستر کے انبار لگ گئے۔ پھر رومنوں نے اس زمین پر ہل چلا دیئے۔ چنانچہ رومنوں کے اس فعل نے رومنوں کے نام پر بدنامی اور تعصب کا ایک داغ لگا دیا۔

کنعانی جس طرح تجارت کے سلسلے میں مشرق اور مغرب کے درمیان واسطے بنے اسی طرح ذہنیات اور روحانیت میں بھی وہ واسطہ بنے رہے۔ ان کے جہاز اور قافلے سامان ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ پہنچاتے تھے بلکہ وہ غیر محسوس چیزیں بھی ساتھ لئے لئے پھرتے تھے جو انسانی ارتقاء کے لئے زیادہ ضروری تھیں۔ ان میں گوناگوں تہذیبی اثرات بھی شامل تھے جو فونیقی تاجر اور آبادکار دوسروں پر ڈالتے تھے۔

انسانیت پر ان کنعانیوں کا جو سب سے بڑا احسان ہے وہ یہ کہ یہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے لکھنے کے لئے ابجد استعمال کی۔ انہی کی ابجد کو تحریر نگارش کا ایک خاصا ترقی یافتہ نظام سمجھا جانے لگا۔ پھر اس ابجد کو ان فونیقیوں نے جگہ جگہ پھیلایا۔ اس طرح انسانوں کو تحریر کے ذریعے اپنے جذبات اور خیالات اور احساسات کے اظہار کا موقع ملا۔

ان کے ادب میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جن میں سے بہت کچھ ان کے عبرانی اور دوسرے عرب قبائل نے لے لی اور وہ انہوں نے اپنے مقدس نوشتوں میں محفوظ کر لیں۔

پہلے اس بات کا کسی کو علم نہیں تھا لیکن جب اغاریت شہر کی کھدائی کا کام شروع ہوا اور وہاں سے جو کچھ حاصل ہوا اس سے پتہ چلا کہ کنعانیوں سے دوسری اقوام نے بہت کچھ حاصل کیا۔

ہوا یوں کہ 1929ء میں راس الشمرہ کے مقام پر جو لاذقیہ کے شمال میں ہے ایک

شامی دہقان کو اتفاقیہ ایک چیز مل گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک فرانسیسی دانا نے ایک بہت بڑے تودے پر کھدائی شروع کر دی۔ اس طرح اغاریت شہر کے کھنڈرات دریافت ہوئے۔ یہ شہروں کا ایک سلسلہ تھا۔ ہر شہر دوسرے کھنڈرات پر آباد ہوتا رہا۔

اس دریافت سے گمشدہ کنعانی ادب کا ایک اہم حصہ دستیاب ہوا۔

اس مقام پر سب سے پہلی آبادی جدید حجری دور کے آخری حصے میں ہوئی۔ تیسرے ہزار سال قبل مسیح کے اواخر تک کنعانی اغاریت اور اس کی بندرگاہ کو اپنے عروج پر لے گئے تھے۔ یہاں ان کے دو معبد تھے۔ ایک بعل کا اور دوسرا دیوتا دجون کا۔ یہ سب کچھ اس شہر سے ملنے والے آثار سے معلوم ہوا ہے۔

چودہ سو قبل مسیح کے آس پاس اغاریت کی خوش حالی اپنے نصف النہار پر پہنچ گئی تھی۔ یہ خوشحالی اس تجارت کا نتیجہ تھی جو شہر اور اس کی بندرگاہ کے ذریعے ہوتی تھی۔ کریٹ سے اس کے ثقافتی روابط نہایت مستحکم اور پائیدار تھے۔ اس زمانے میں اغاریت کا کنعانی بادشاہ نقمد یعنی حدد دیوتا کا انتقام تھا۔ اس نے اپنے لئے جو قصر بنوایا اس کے ستونوں کی بنیادیں چاندی کی تھیں۔

اس مقام پر جو چیزیں دستیاب ہوئیں ان میں سب سے زیادہ قیمتی چیز مٹی کی وہ تختیاں تھیں جن پر تحریریں ثبت تھیں۔ یہ تختیاں ایک معبد کے حلقے سے ملی تھیں۔ اندازہ کیا گیا کہ اصل تحریریں بہت سال پیشتر کی تھیں لیکن چودھویں صدی قبل مسیح میں ان تحریروں کی نقلیں تختیوں کی شکل میں محفوظ کی گئیں۔ ان کی زبان وہی ہے جو کنعانی بولتے تھے۔

ان تختیوں میں مضمون زیادہ تر مذہبی ہیں یا ان کا تعلق مذہبی رسوم سے ہے۔ ان تختیوں میں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ایک نظم ہے۔ اس میں کنعانیوں کے نباتات کے دیوتا اعلیان بعل اور اس کے حریف موت کے درمیان سالانہ کشمکش کا ذکر ہے۔

پہلے موت بعل کو شکست دے دیتی ہے۔ جس سرزمین میں خشک گرما کے آتے ہی نباتات جل جاتی ہیں وہاں حالات کی صحیح تعبیر وہی ہو سکتی تھی جو نظم میں بیان کی گئی تھی۔ پھر خزاں میں بارشیں شروع ہوتیں تو بعل دیوتا موت پر فتح پالیتا تھا۔ اگر بنیادی اجزاء پیشِ نظر رکھے جائیں تو دیوتا کے موت پر قابو پانے کی یہ کہانی کئی مصری کہانیوں سے کافی حد تک ملتی جلتی ہے۔

کھدائی کے دوران ملنے والے اغاریت شہر کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے زمانہ قدیم کی یہ بین الاقوامی منڈی خاص فونیقیا کے دائرے میں تھی لیکن فونیقی ثقافت کے دائرے میں ضرور شامل تھی۔ یہاں سے جو کھدائی کے دوران آثار نمودار ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بیروت کے ایک بادشاہ کا ایک خط بھی دستیاب ہوا ہے جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا جو ان دنوں اغاریت کا حاکم تھا۔

ان آثار سے مؤرخین یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ کسی زمانے میں کنعانیوں کا شہر اغاریت بیروت سے وابستہ تھا۔ یہ پہلے زلزلے سے تباہ ہوا، اس کے بعد 1365 قبل مسیح میں آگ سے راکھ کا ڈھیر بن گیا اور اس کے بعد 1200 قبل مسیح کے آس پاس عبری لوگوں نے اسے تباہ کیا۔ اس کے بعد یہ آباد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ کھدائی کے دوران اس کے آثار ملے۔

جس وقت کنعانیوں کا عروج تھا اس وقت آس پاس کی بہت سی اقوام ان کی رسومات سے متاثر ہوئیں۔ یہاں تک کہ یہودی بھی جو اہلِ کتاب تھے اور ان کی ہدایت کے لئے آسمانی کتاب موجود تھی وہ بھی کنعانیوں سے بری طرح متاثر ہوئے۔ یہودیوں نے اپنی طرف سے جو ابتدائی سیکولر قوانین بنائے وہ بھی کنعانیوں سے متاثر تھے انہی کنعانیوں ہی سے یہودیوں نے زراعت سیکھی۔ زرعی زندگی کی دوسری ضروریات سے آگاہی حاصل کی۔ کھیتی باڑی اور باہم شادی بیاہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ کنعانیوں نے اپنے اور مذہبی طریقے یہودیوں تک پہنچا دیئے جو فصلوں کی اچھائی کے لئے ان کے ہاں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے رائج تھے۔

اس طرح پرانی ریتیں رسمیں اور ادارے یہودیوں نے تیار کر لئے۔ کنعانی لکڑی کے کھمبے اور اونچے مقامات کو مقدس سمجھتے تھے۔ یہودی بھی ان کی نقل کرتے ہوئے لکڑی کے کھمبے اور اونچے مقامات کو مقدس خیال کرنے لگے۔ اس طرح میل جول سے کنعانیوں کے دیوتا بعل اور یہودیوں کے یہواہ نام کے خدا کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی اور ایک مدت تک جاری رہی۔

یہودی بے شک یہواہ کو خدائے عزوجل مانتے تھے مگر ان کی بدقسمتی کہ انہوں نے مقامی دیوتاؤں کو ترک نہ کیا جنہیں زمین کی پیداوار کے ناظم اور نگران سمجھے گئے تھے۔ بعض اوقات یہودیوں کے معبود سے بھی وہی صفات منسوب کر دی جاتی تھیں جو

بعل سے مخصوص تھیں مثلاً آسمان کا خدا، بارش کا بھیجنے والا، طوفانوں کو قبضے میں رکھنے والا۔

یہودی والدین اپنے بڑے بیٹے کا نام یہواہ کے نام پر رکھتے تھے لیکن چھوٹے بچوں کے نام کے ساتھ بعل کا نام شامل کر دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ آگے چل کر یہودیوں کے انبیاء، خدا کی ذات و صفات اور اس کے ساتھ انسان کے متعلق فکر ونظر میں ان بلندیوں پر پہنچ گئے جہاں پہلے کوئی نہیں پہنچا تھا۔ یقیناً یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے انسانی فکر کی تاریخ میں سب سے پہلے خدا کی وحدت کا تصور کیا اور مجلسی راست بازی پر زور دیا اور عقیدے کی بجائے انسانی عمل کو مرکز الہیت بنایا۔

ان کنعانیوں کا عام عقیدہ یہ تھا کہ عبادت کا صحیح طریقہ جانوروں کی قربانی ہے یا زمین کی پیداوار اور جانوروں کے گلوں کے تحائف مقدس پر پہنچانے چاہئیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہیکل انہی کنعانیوں یعنی فونیقیوں کا تعمیر کردہ تھا اور ان کے بعد اس میں عبادت کے مراسم کا ایک سلسلہ بھی انہوں نے مقرر کر دیا تھا۔ اس میں عبادت کے جو گیت گائے جاتے تھے یا ان کے ضمن میں جو لے اختیار کی جاتی تھی ان کا نمونہ بھی کنعانی تھا۔

توریت میں بعض رسموں کی ممانعت کر دی گئی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے ہمسایوں سے یعنی کنعانیوں سے کچھ رسمیں لے کر توریت میں داخل کر دی تھیں جنہیں ان کے راہنماؤں نے یہودی مذہب کے رجحان کے منافی قرار دیا۔ مذہبی ریتوں اور رسموں کے ساتھ ساتھ یہودیوں اور دوسری اقوام نے کنعانیوں سے گیت اور نظمیں بھی مستعار لیں۔ ان نظموں کے ساتھ اسلوب بیان، تشبیہی تمثیل، خاص تراکیب بلکہ اقتباسات بھی یہودیوں کے اندر آئے۔ غزال الغزلات اور زبور میں ان کے آثار بطور خاص موجود ہیں۔

کنعانی ادبیات میں جس کے آثار اغاریت سے ملے ہیں ان میں بادلوں کا سوار بعل کی ایک صفت ہے۔ یہودیوں نے یہی صفت یہواہ کے لئے اختیار کر لی۔

اغاریت سے ملنے والے آثار میں ایک تحریر میں بجلی کی کڑک کو بعل کی صدا قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ ان یہودیوں نے صحیفہ ایوب میں بجلی کی کڑک کو خدائی آواز کا نام دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زبور جو اب ملتا ہے، پورے کا پورا کنعانی اصل ہے۔ یعنی بعل کے

لئے جو گیت تھے ان میں ترمیم کر لی گئی۔

مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کنعانی ادبیات کے ذریعے سے مصر کے ادبی نمونے اور نصیحت آمیز تحریریں منتقل ہوئیں۔ یہاں تک کہ مصری ادب میں تیرہویں قبل مسیح میں پانچ سو سال تک کنعانی الفاظ کی بھر مار رہی۔

جب یونانی ان کنعانیوں کے مقابلے پر آئے تو کنعانیوں کی تجارتی سرگرمیوں میں کمی واقع ہوتی گئی۔ نیز آشوریوں کے حملوں نے کنعانی شہروں کی آزادی چھین لی۔ اس کے بعد بحیرہ روم کے حلقے میں کنعانیوں کے آثار اور ثقافتی اثرات سمٹتے چلے گئے۔

*

اس عظیم، نامور کنعانی قوم کے شہر کا محاصرہ بخت نصر نے کر لیا تھا۔ اگر صور کا بادشاہ ایت بعل بخت نصر کے مقابلے میں یہودیوں کی مدد نہ کرتا تو شاید بخت نصر اس کے خلاف حرکت میں نہ آتا۔ لیکن اب اس کو وجہ بنا کر شاید بخت نصر اس پر چڑھ دوڑا تھا۔

صیدا نے تو کوئی مزاحمت نہ کی لیکن صور کی جہاں فصیل بڑی دہری اور مضبوط اور مستحکم تھی وہاں صور کے بادشاہ ایت بعل کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی تھا جس کی وجہ سے اس کا خیال تھا کہ اگر بخت نصر نے اس کے شہر صور کا محاصرہ بھی کر لیا تو وہ صور شہر کی فصیلوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر اور محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر خود ہی واپس بابل جانے پر مجبور ہو جائے گا۔

لیکن یہ ایت بعل کی بھول اور غلط فہمی تھی۔ بخت نصر ان حکمرانوں میں سے نہ تھا جو کسی شہر کو فتح کئے بغیر ادھورا چھوڑ دے یا محاصرے کی طوالت سے تنگ آ جائے۔ وہ جب بھی کسی شہر کا محاصرہ کرتا، بابل سے اپنی رسد اور کمک کا سلسلہ برابر بحال رکھتا تھا جس کی وجہ سے کسی شہر کے محاصرے کی طوالت اس کے لئے اذیت اور دشواریوں کا باعث نہ بنتی تھی۔ یہاں بھی بخت نصر نے وہی طریقہ اختیار کیا۔ جب صور کا محاصرہ طول پکڑنے لگا تو اس طول نے بخت نصر پر کوئی اثر نہ کیا۔ بابل سے اس کا باقاعدہ رابطہ رہا اور رسد اور کمک باقاعدہ طور پر اسے ملتی رہی جس کی بناء پر اس کے لشکری تازہ دم رہتے اور دن بدن وہ پہلے کی نسبت زیادہ شدت اور زوردارانہ انداز میں صور پر حملے کرتے رہے۔

ایت بعل نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ شہر بخت نصر کے ہاتھوں فتح نہ ہو۔

فصیل کے اوپر اس نے تیروں کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ ان گنت لشکری فصیل کے بڑے بڑے اونچے چھت دار برجوں کے اندر بٹھا رکھے تھے۔ اس کے علاوہ دونوں فصیلوں کے اندر بڑے مضبوط اور مستحکم خلال بنے ہوئے تھے جن کے پیچھے رہتے ہوئے بھی لشکری صور کا دفاع کر رہے تھے۔

لیکن دوسری طرف حملہ آور ہونے والا بھی بخت نصر تھا۔ اس نے دو بار مصر کی طاقت اور قوت کو شکست دے کر مار بھگایا تھا۔ اسرائیلیوں کی دونوں سلطنتوں کو روند کر رکھ دیا تھا۔ گو محاصرہ طول پکڑتا گیا لیکن انجام کار وہی ہوا جو بخت نصر چاہتا تھا۔ اس نے صور شہر فتح کر لیا۔ ایت بعل کے خلاف کیونکہ بخت نصر کو انتہا درجہ کا غصہ اور برہمی تھی لہٰذا ایت بعل کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرے شخص کو صور کا حاکم مقرر کیا گیا جس کا نام بعل ثانی تھا۔

صور کی اس مہم کے بعد بخت نصر نے اپنی مہموں کا سلسلہ ترک کر دیا۔ اپنے پورے لشکر کے ساتھ وہ بابل آیا اور سلطنت کے انتظام میں لگ گیا۔

دوسری طرف بخت نصر کے لشکر سے نکل کر نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ نے چند یوم تک ان رہائش گاہوں میں قیام کئے رکھا جو بخت نصر نے ان کے لئے تعمیر کروائی تھیں۔ اس کے بعد بخت نصر سے اجازت لے کر وہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ حرکت میں آئے اور ان شاہراہوں پر رواں دواں ہوئے جن پر اس سے پہلے وہ سفر کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ شاہراہ اب ان کے لئے محفوظ تھی۔ وہ اسرائیلی قبائل جو اس سے پہلے ان کے لئے خطرے کا باعث بنے تھے ان کی کمر توڑ دی گئی تھی۔ دوسری اور کوئی قوت تھی ہی نہیں جو ان کی راہ کی رکاوٹ بنتی۔

بابل کے نواح سے کوچ کے بعد انہوں نے خابور کا رخ کیا تھا۔

چند فرسنگ آگے جا کر خانہ بدوش قبیلے کے مغنی بڑے پرسوز انداز میں حدی گانے لگے تھے۔ حدی کی آواز سنتے ہی اونٹوں اور قبیلے کے دوسرے جانوروں نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پورا قبیلہ پہلے کی طرح خداوند قدوس کی حمد پڑھنے لگا تھا۔

"فلک کو چاند ستاروں سے جس نے سجا رکھا ہے
زمین کی کوکھ میں آتش کو جس نے جلا رکھا ہے

وہی تو ہے میرا خدا کہ جس نے لفظ ''کن'' سے
بزم کائنات کو کیا خوب سجا رکھا ہے

جس وقت پورا قبیلہ حمد پڑھ رہا تھا اس وقت نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے قبیلے کے آگے تھے۔ طرغائی اور اناشیر دونوں ان کے ساتھ تھیں۔ اس طرح نفیل بن ساعدہ کا قبیلہ بابل کے نواح سے نکل کر اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو خابور، راس الشمرہ، تدمر، دمشق اور دریائے یردن کے بائیں کنارے سے ہوتی ہوئی پیڑا، انباط اور ایلہ سے ہوتی ہوئی بالکل سیدھی آگے صفاء کے کوہستانی سلسلے عیان اور جبل قمم کی طرف چلی گئی تھی۔

(ختم شد)